17107

ہندستانی لائبریری
HINDUSTANI LIBRARY
R-28/A, NAWAB WAJID ALI SHAH ROAD
KOLKATA-700 024

نفیس پھول

خوبصورت خزانے

علومِ قرآن، علومِ حدیث، علومِ فقہ، علمِ العقائد، فلسفۂ تصوف، تاریخ آدیان
خطبات و مواعظ، اخلاقیات، ترغیب و ترہیب، دُنیا اور آخرت کے حقائق

صَیْدُ الخاطِر

للامام ابی الفرج جمال الدین ابن الجوزیؒ رحمہ اللہ تعالیٰ ۵۹۷ھ

مُقدّمہ و تعارف

مفکرِ اسلام حضرت مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی

اُردو ترجمہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد المجید انور ساہیوال

نظرِ ثانی، تسہیل، تزئین

مولانا اِمداد اللہ انور
اُستاذ جامعہ قاسم العلوم، مُلتان
سابق مُعین التحقیق بمفتی جمیل احمد تھانوی جامعہ اشرفیہ لاہور

اِعتقاد پبلشنگ ہاؤس (رجسٹرڈ)
۱۵۶۱، کوتانہ اسٹریٹ سوئیوالان نئی دہلی - ۱۱۰۰۰۲

ھُوَاللّٰہُ	وہ اللہ	الرزّاقُ	رزق دینے والا	بسم	اللہ
الّذی لآ الٰہ	کہ نہیں کوئی معبود	الفتّاحُ	کھولنے والا	الخبیرُ	خبردار
اِلّاھُو	مگر وہ	العلیمُ	جاننے والا	الحلیمُ	بُردبار
الرّحمٰنُ	بڑا مہربان	القابضُ	بند کرنے والا	العظیمُ	بزرگ
الرّحیمُ	نہایت رحم والا	الباسطُ	کھولنے والا	الغفورُ	بخشنے والا
الملکُ	بادشاہ	الخافضُ	پست کرنیوالا	الشکورُ	شکر پسند
القدّوسُ	پاک	الرّافعُ	بلند کرنے والا	العلیُ	بلند
السّلامُ	سلامتی رکھنے والا			الکبیرُ	بڑا
المؤمنُ	امن دینے والا			الحفیظُ	نگہبان
المھیمنُ	نگہبان	اللہ جل جلالہ		المقیتُ	قوت دینے والا
العزیزُ	غالب			الحسیبُ	کافی
الجبّارُ	زبردست			الجلیلُ	بزرگ
المتکبّرُ	بڑائی والا	المعزُّ	عزت دینے والا	الکریمُ	سخی
الخالقُ	پیدا کرنے والا	المذلُّ	خوار کرنے والا	الرّقیبُ	نگہبان
البارئُ	عالم کا بنانیوالا	السمیعُ	سُننے والا	المجیبُ	قبول کرنیوالا
المصوّرُ	صورت بنانیوالا	البصیرُ	دیکھنے والا	الواسعُ	فراخی والا
الغفّارُ	بخشنے والا	الحکمُ	حاکم	الحکیمُ	حکمت والا
القھّارُ	زبردست	العدلُ	عدل کرنیوالا	الودودُ	دوست بڑا
الوھّابُ	بہت دینے والا	اللطیفُ	باریک بیں	المجیدُ	بزرگ

الرحمٰن	الرحیم	الاحد	اکیلا	المنتقم	بدلہ لینے والا
الباعث	اٹھانے والا	الصمد	بے نیاز	العفو	معاف کرنیوالا
الشہید	گواہ	القادر	قدرت والا	الرءوف	بہت مہربان
الحق	سچا	المقتدر	صاحب قدرت کا	مالک الملک	مالک ملک کا
الوکیل	کارساز	المقدم	پہلا	ذوالجلال والاکرام	صاحب بزرگی اور بخشش کا
القوی	طاقت والا	المؤخر	پچھلا	المقسط	عدل کرنیوالا
المتین	مضبوط	الاول	اول	الجامع	جمع کرنے والا
الولی	دوست			المغنی	بے پرواہ
الحمید	قابل تعریف			المعطی	دولتمند کرنے والا
المحصی	گھیرنے والا			المانع	منع کرنے والا
المبدی	پہلے پیدا کرنیوالا			الضار	ضرر دینے والا
المعید	دوبارہ پیدا کرنیولا			النافع	نفع دینے والا
المحی	زندہ کرنیوالا	الآخر	آخر	النور	روشنی والا
الممیت	مارنے والا	الباطن	آشکارا	الہادی	راہ دکھانے والا
الحی	زندہ	الظاہر	پوشیدہ	البدیع	نیا پیدا کرنیوالا
القیوم	ہمیشہ رہنے والا	الوالی	کارساز	الباقی	ہمیشہ رہنے والا
الواجد	پانے والا	المتعالی	برتر	الوارث	مالک
الماجد	بزرگی والا	البر	احسان کرنیوالا	الرشید	راہنما
الواحد	ایک	التواب	توبہ قبول کرنیوالا	الصبور	بڑا تحمل والا



براہ مہربانی ورق نہ موڑیں۔
D 17107
ESTD ★ HINDUSTANI LIBRARY ★ 1939 ★ MATIABURJ, CAL-24

نفیس پھول

صید الخاطر

للامام ابی الفرج جمال الدین ابن الجوزی، رحمہ اللہ تعالیٰ ۵۹۷ھ

اردو ترجمہ
شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید انور ساہیوال

نظرثانی، تسہیل، تزئین
مولانا امداد اللہ انور

ہندستانی لائبریری
گارڈن ریچ روڈ مٹیابرج۔ کلکتہ

اعتقاد پبلشنگ ہاؤس (رجسٹرڈ)
۱۵۶۱۔ کوتانہ اسٹریٹ سوئیوالان نئی دہلی ۲

نام کتاب : ________ نفیس پھول (خوبصورت خزانے)

ترجمہ : ________ صید الخاطر امام ابن جوزی (م ۵۹۷)

مترجم : ________ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید انور دامت برکاتہم

نظر ثانی، تسہیل وغیرہ : ____ علامہ مفتی محمد امداد اللہ انور دامت برکاتہم

رئیس التحقیق والتصنیف دار المعارف ملتان

استاذ العلوم جامعہ قاسم العلوم گل گشت کالونی ملتان

سابق معین التحقیق، مفتی جمیل احمد تھانویؒ جامعہ اشرفیہ لاہور

سابق معین التحقیق محقق العصر مولانا محمد یوسف لدھیانوی کراچی

سابق معین مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

سابق استاذ جامعہ دار العلوم الاسلامیہ لاہور

ہدیہ : ۱۱۰/روپے

ناشر : اعتقاد پبلشنگ ہاؤس

مطبع : ایم. ایس. پرنٹرس، لال کنواں دہلی

اعتقاد پبلشنگ ہاؤس (رجسٹرڈ)

۱۵۶۱۔ کوتانہ اسٹریٹ سوئیوالان نئی دہلی ۲

ہندستانی لائبریری
ڈن ریچ روڈ۔ مٹیا برج۔ کلکتہ ۱

براہ مہربانی ورق نہ موڑیں۔

حرف آغاز

امام ابن جوزیؒ اپنے زمانہ میں علوم اسلامیہ کے ماہ تمام ہیں یہ کتاب صید الخاطر انہیں کا ایک عظیم کارنامہ ہے جس کی قدر و شان سے اہل علم و مطالعہ اور اصحاب ذوق خوب واقف ہیں جیسا کہ قارئین کا کچھ اندازہ مفکر اسلام مولانا ابو الحسن علی ندوی دامت برکاتہم کے آئندہ مضمون سے بھی لگا سکیں گے چونکہ یہ کتاب سلیس خطیبانہ عربی زبان میں تھی احقر نے محب گرامی قدر حضرت شیخ الحدیث مولانا عبد المجید انور دامت برکاتہم کی خدمت میں ترجمہ کیلئے عرض کیا تو انہوں نے مختلف عوارض' بیماری اور مصروفیات کے باوجود حامی بھر لی اور بقدر ہمت اور صحت ترجمہ لکھتے رہے بالآخر حضرت والا نے اپنی سلامت طبع کے موافق ترجمہ مکمل کر کے میرے سپرد کر دیا اور نظر ثانی کا بھی فرمایا احقر چونکہ امام شرف الدین دمیاطی کی کتاب المتجر الرابح کی کتاب کے ترجمہ اور تیاری میں مصروف تھا (جس کا "رحمت کے خزانے" نام رکھا گیا ہے) اس لئے مکمل نظر ثانی کا موقعہ نہیں ملا زیادہ تر مولانا پر ہی اعتماد کر کے کتاب کی تسہیل و تزئین کر دی ہے۔ شروع میں فہرست عنوانات کا اضافہ کیا ہے۔ اور بہت سے مشکل الفاظ کو آسان اردو میں منتقل کیا ہے اور حضرت مولانا ابو الحسن علی ندوی کے قلم نفیس رقم سے امام ابن جوزی اور ان کی تصنیف صید الخاطر کا تعارف منسلک کر دیا ہے' اللہ تعالیٰ اس کتاب کا نفع اردو خواں طبقہ میں عام فرمائیں اور حضرت مصنف اور مترجم اور ناچیز کی اس کتاب کے متعلق تمام مساعی کو اپنی بارگاہ میں شرف بار فرمائیں۔ ابن جوزی نے اس کتاب کے بعض مقامات پر امام غزالی' امام الحرمین ابن الجوینی' منصور حلاج' یوسف اسباط اور دیگر حضرات اکابرین پر رد و طعن میں بہت مبالغہ کیا ہے حالانکہ ان کے قابل اعتراض احوال کی حکایات از قبیل غلبہ حال' عدم عصمت اور شطح و سکر ہیں جیسا کہ شیخ عبد الحق محدث دہلوی تحریر فرماتے ہیں کہ "بزرگوں کی طرف جہل و جنون اور حماقت کی نسبت کرنا مناسب ہے اس معاملہ میں ابن جوزی حد اعتدال سے افراط اور تجاوز کر گئے ہیں اسی بناء پر ابن جوزی کی کتاب تلبیس ابلیس کے مطالعہ سے بہت سے اکابر نے منع کیا ہے کیونکہ اس سے قارئین میں کبار مشائخ سے سوء ظن پیدا ہوتا ہے' سیدی احمد رزوق فرماتے ہیں کہ عدم عصمت' غلبہ حال اور سابقہ تقدیر کی وجہ سے ولی سے لغزشیں اور زلتیں سرزد ہوتی ہیں۔ اگر کہیں نصیحت و تذکیر کے مقام پر ایسے قول کا ذکر کرنا ضروری ہو تو قائل کی تعیین کئے بغیر صرف قول پر نکیر کرنی چاہئے کیونکہ مشاہیر ائمہ کی لغزشوں کی پردہ پوشی واجب ہے"۔ (مقدمہ اشعۃ اللمعات فارسی جلد ۱ / ۲۲)۔ اس تجاوز اور افراط کے باوجود کتاب نہایت مفید ہے' ابن الجوزی جیسے وسیع العلم اور کثیر التصانیف محدث' مفسر' مؤرخ' ناقد نے علمی تجربات و معلومات کو وسیع نظر سے قلمبند کیا ہے' کتاب ہذا میں بار بار اکابر کی اور مجتہدین کی اتباع کی تاکید کرتے ہیں فقہ کو تمام علوم سے افضل گردانتے ہیں آج کل جو غیر مقلدین اور دنیاوی تعلیم رکھنے والوں میں ائمہ مجتہدین اور اکابرین اسلام سے بے نیازی کی لہر دوڑ رہی ہے اس کی اور دیگر ایسے بہت سے امور کی اصلاح کیلئے بھی یہ کتاب اکسیر کا درجہ رکھتی ہے۔

امداد اللہ انور

دار المعارف ملتان پاکستان

مورخہ: ۲۰ صفر ۱۴۲۰ھ

کلمات تبریک ودعا

مائز برکت ہذہ العصور بقیۃ السلف، حجۃ الخلف، جامع شریعت وطریقت، عارف کبیر
مرجع العلماء والاصفیاء، سیدی ومرشدی، حضرت اقدس مولانا سید نفیس الحسینی
افاض اللہ علینا من برکاتہ و فیوضاتہ
خلیفہ مجاز
قطب العارفین سید العلماء مرجع الاولیاء حضرت اقدس
سیدنا و مولانا شاہ عبد القادر رائے پوری اعلی اللہ مراتبہ دائما ابدا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وحدہ والصلوۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ

پیش نظر کتاب شہرہ آفاق عالم و مصنف ابن جوزیؒ کی تصنیف "صید الخاطر" کا اردو ترجمہ ہے جو "نفیس پھول" کے نام سے موسوم ہے۔ حضرت مولانا عبد المجید انور مترجم ہیں جن کی ثقاہت مسلم ہے۔ مولانا امداد اللہ انور نے عناوین و حواشی اور تسہیل اور اضافی فوائد کا کام سرانجام دیا ہے جو سونے پر سہاگا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی دیگر تالیفات کی طرح اس کتاب کو بھی قبول عام عطاء فرمائے۔ اور عامۃ المسلمین کو اس سے متمتع ہونے کی توفیق ارزانی فرمائے۔

احقر نفیس الحسینی

لاہور

۱۷/ ربیع الاول ۱۴۲۰ھ

پیش لفظ اور
حالات مصنف
حضرت علامہ ابن جوزیؒ
از مفکر اسلام مولانا ابوالحسن علی ندوی

عبدالرحمٰن ابن جوزی، دعوت واصلاح کا ایک دوسرا نمونہ ہیں، وہ اپنے زمانہ کے یکتائے روزگار مفسر، محدث، مؤرخ، ناقد، مصنف اور خطیب ہیں، اور ان میں سے ہر موضوع پر ان کی ضخیم تصنیفات اور علمی کارنامے ہیں۔

ابتدائی حالات اور تحصیل علم

۵۰۸ھ میں بغداد میں پیدا ہوئے، گویا حضرت شیخ (عبدالقادر جیلانی قدس سرہ) سے ۷۲ سال چھوٹے ہیں، بچپن ہی میں باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا جب پڑھنے کے قابل ہوئے تو ماں نے مشہور محدث ابن ناصر کی مسجد میں چھوڑ دیا، ان سے حدیث سنی، قرآن مجید حفظ کیا، اور تجوید میں مہارت پیدا کی، شیوخ حدیث سے حدیث کی سماعت اور کتابت کی، اور بڑی محنت وانہماک اور جفاکشی سے علم کی تحصیل کی، اپنے صاحبزادہ سے اپنے حالات زندگی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"مجھے خوب یاد ہے کہ میں چھ (۶) سال کی عمر میں مکتب میں داخل ہوا، بڑی عمر کے طلبہ میرے ہم سبق تھے، مجھے یاد نہیں کہ میں کبھی راستہ میں بچوں کے ساتھ کھیلا ہوں یا زور سے ہنسا ہوں، سات برس کی عمر میں جامع مسجد کے سامنے کے میدان میں چلا جایا کرتا تھا، وہاں کسی مداری یا شعبدہ باز کے حلقہ میں کھڑے ہو کر تماشہ دیکھنے کے بجائے محدث کے درس حدیث میں شریک ہوتا، وہ حدیث وسیرت کی جو باتیں کہتا وہ مجھے زبانی یاد ہو جاتی، پھر گھر جا کر اس کو لکھ لیتا، دوسرے لڑکے دجلہ کے کنارے کھیلا کرتے تھے، اور میں کسی کتاب کے اوراق لے کر کسی طرف چلا جاتا اور الگ تھلگ بیٹھ کر مطالعہ میں مشغول ہو جاتا۔ میں اساتذہ وشیوخ کے حلقوں میں حاضری دینے میں اس قدر جلدی کرتا تھا کہ دوڑنے کی وجہ سے میری سانس پھولنے لگتی تھی، صبح اور شام اس طرح گزرتی کہ کھانے کا کوئی انتظام نہیں ہوتا تھا، مگر اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے مخلوق کی احسان مندی سے بچایا"۔

(لفتہ الکبد فی نصیحۃ الولد صفحہ ۸۲،۸۱)

کتابت حدیث میں انہماک

حدیث کی سماعت و کتابت میں اتنا اشتغال رہا' اور اپنے ہاتھ سے مرویات حدیث کی اتنی کتابت کی کہ بعض مورخین کا بیان ہے کہ انہوں نے انتقال کے وقت وصیت کی کہ ان کے غسل کا پانی اس کترن اور برادہ سے گرم کیا جائے' جو حدیث کے لکھنے کے لئے قلم بنانے میں جمع ہو گیا تھا' چنانچہ وہ اتنا تھا کہ پانی گرم ہو گیا' اور وہ بچ رہا۔ (ابن خلکان ۳ / ۳۲۱)

ذوقِ مطالعہ

مطالعہ کا ذوق اور اس کی حرص بچپن ہی سے بڑھی ہوئی تھی' بغداد عظیم الشان کتابی ذخیروں اور وسیع کتب خانوں سے مالامال تھا' ابن جوزی کا محبوب مشغلہ کتابوں کا مطالعہ تھا' ان کا مطالعہ کسی خاص فن یا موضوع سے مخصوص نہ تھا وہ ہر موضوع کی کتابیں پڑھتے تھے' اور ان کو آسودگی نہیں ہوتی تھی' (اس کتاب) "صید الخاطر" میں جو ان کے خیالات و تاثرات کا کشکول ہے' لکھتے ہیں :۔

"میں اپنا حال عرض کرتا ہوں' میری طبیعت کتابوں کے مطالعہ سے کسی طرح سیر نہیں ہوتی' جب کوئی نئی کتاب نظر پڑ جاتی ہے' تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی دفینہ ہاتھ آ گیا۔ اگر میں کہوں کہ میں نے بیس ہزار کتابوں کا مطالعہ کیا ہے تو بہت زیادہ معلوم ہو گا اور یہ طالب علمی کا ذکر ہے' مجھے ان کتابوں کے مطالعہ سے سلف کے حالات و اخلاق' ان کی عالی ہمتی' قوتِ حافظہ' ذوقِ عبادت اور علوم نادرہ کا ایسا اندازہ ہوا' جو ان کتابوں کے مطالعہ کے بغیر نہیں ہو سکتا' اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اپنے زمانہ کے لوگوں کی سطح پست معلوم ہونے لگی' اور اس وقت کے طلبہ علم کی کم ہمتی منکشف ہو گئی۔" (صید الخاطر ۳ / ۶۰۸' ۶۰۷)

تصنیف و تالیف اور تبحر علمی

علامہ ابن جوزی تصنیف و تالیف کی طرف نو عمری ہی سے متوجہ ہوئے' روزانہ چار جزو لکھنے کا زندگی بھر معمول رہا' حافظ ابن تیمیہ کہتے ہیں کہ میں نے ان کی تالیفات شمار کیں' تو ہزار تک پہونچیں' حدیث میں ایسا بلند پایہ رکھتے تھے کہ دعویٰ سے کہتے تھے کہ ہر حدیث کے متعلق کہہ سکتا ہوں کہ صحیح ہے یا حسن یا محال ہے ادب و انشا و خطابت میں بغداد میں ان کی نظیر نہ تھی۔

تقویٰ اور ذوق عبادت

ان علمی کمالات کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے دیانت و تقویٰ' اور ذوقِ عبادت کی دولت بھی

عطا فرمائی تھی' ان کے نواسہ ابو المظفر کہتے ہیں۔ کہ وہ ہر ہفتہ ایک قرآن مجید ختم کرتے تھے' کبھی کسی سے مذاق نہیں کیا' بچپن میں کسی بچہ کے ساتھ کھیلے نہیں' کبھی کوئی مشتبہ چیز نہیں کھائی' ساری عمر یہی حال رہا' ابن النجار کہتے ہیں کہ ان کو اذواقِ صحیحہ حاصل تھے' اور حلاوتِ مناجات و لذتِ دعا کے ذوق سے آشنا تھے' ابن القارسی کا بیان ہے کہ شب بیدار تھے' اور ذکر اللہ سے کبھی غافل نہیں ہوتے تھے' ان کی تصنیفات اور حالات و اشارات سے خود معلوم ہوتا ہے کہ چشم بینا اور دل بیدار رکھتے تھے' اور جمعیتِ خاطر اور تعلق مع اللہ کو سرمایہ زندگی سمجھتے تھے' اور اس میں کمی آنے سے بے چین و مضطرب ہو جاتے تھے'' "صید الخاطر" میں اپنی ایک حالت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں :۔

"ابتدائے عمر ہی سے میرے اندر طریق زہد اختیار کرنے کی رغبت اور اندرونی تقاضا تھا' روزے اور نوافل کا اہتمام و التزام تھا' اور تنہائی مرغوب تھی' اس وقت میرے دل کی بڑی اچھی حالت تھی' میری چشم بصیرت روشن اور سریع الادراک تھی' عمر کا جو لمحہ بغیر طاعت کے گزر جاتا' اس پر افسوس ہوتا' ایک ایک گھڑی غنیمت معلوم ہوتی' اور زیادہ سے زیادہ عمل اور خدا کی رضا کا کام کرنے کا جذبہ پیدا ہوتا' مجھے اللہ کے ساتھ ایک تعلق اور انس اور دعا میں لذت و حلاوت محسوس ہوتی' اس کے بعد ایسا معلوم ہوا کہ بعض حکام و اہل کارانِ سلطنت میری حسن تقریر اور وعظ سے متاثر ہوئے اور انہوں نے مجھے اپنی طرف مائل کیا اور طبیعت بھی مائل ہوئی نتیجہ یہ ہوا کہ وہ حلاوت جو دعا و مناجات میں محسوس ہوتی تھی' جاتی رہی پھر دوسرے حاکم نے اپنی طرف مائل کیا میں (مشتبہ چیزوں کے ڈر سے) اس کے اختلاط اور کھانے پینے سے بچتا تھا۔ اور میری حالت کچھ بری نہ تھی' پھر رفتہ رفتہ تاویل کا دروازہ کھل گیا اور میں نے مباحات میں آزادی سے کام لیا' تو وہ ساری کیفیت جاتی رہی' جتنا میں ان حاکموں سے ملتا اور ان کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا تھا' قلب کی تاریکی بڑھتی جاتی' یہاں تک کہ ایسا محسوس ہوا کہ وہ روشنی بجھ گئی' اور قلب تاریک ہو گیا' اس صورتِ حال سے میری طبیعت میں ایک بے چینی پیدا ہوئی اس بے چینی کا اثر مجلسِ وعظ کے سامعین پر یہ پڑا کہ وہ بھی بے چین اور متاثر ہونے لگے اس بے چینی کے اثر سے ان کو بکثرت توبہ اور اصلاح کی توفیق ہوتی' اور میں خالی ہاتھ کا خالی ہاتھ رہتا' اپنی اس مفلسی اور بد قسمتی کو دیکھ کر میرا اضطراب اور بڑھا' لیکن کوئی علاج بن نہ آیا' آخر میں صالحین کی قبور کی زیارت کی' اور اللہ سے اپنے دل کی اصلاح کی دعا کی' بالآخر اللہ کے لطف و کرم نے میری دستگیری کی' اور مجھے کشاں کشاں خلوت کی طرف مائل کیا جس سے مجھے وحشت تھی' اور دل جو میرے ہاتھ سے نکل گیا تھا پھر قابو میں آیا اور جو حالت مجھے بہت اچھی معلوم ہوتی تھی اس کا عیب مجھ پر ظاہر ہوا' میں اس خواب غفلت سے بیدار ہوا' اور

میں نے اپنے مہربان و شفیق آقا (خدا) کا دل کھول کر شکر ادا کیا۔ (صید الخاطر ۱/ ۱۲۲'۱۲۱)

ظاہری محاسن و اوصاف

ابن جوزی اس لازوال دولت کے ساتھ دولتِ دنیا' دولتِ عافیت اور دولتِ جمال سے بھی بہرہ مند تھے' موفق عبداللطیف کہتے ہیں کہ وہ نہایت خوش پوشاک' خوش خوراک' خوش مذاق' اور نفیس طبع تھے' ابن الدبی کہتے ہیں کہ وہ شیریں زبان' شیوہ بیان' خوش آواز' موزوں قامت اور خوش اندام تھے' ان کو اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ فراخ دست اور باحرمت رکھا' اپنی صحت اور اعتدال مزاج کا بڑا اہتمام رکھتے' اور ایسی چیزوں کا استعمال کرتے رہتے جو ذکاوت و لطافت مزاج میں معین ہیں "صید الخاطر" میں جابجا صحت کی حفاظت' اعتدال مزاج' اور بد پرہیزی سے پرہیز کرنے کی تلقین کی ہے' تلبیس ابلیس میں زہد کے مبالغہ آمیز اور متشددانہ عجمی رجحانات پر جابجا تنقید کی ہے۔

بلند ہمتی اور جامعیت کا شوق

ان کی خاص صفت ان کی عالی ہمتی' اور کسب کمالات اور جامعیت کا شوق ہے' جس کا اظہار انہوں نے اپنے حالات میں جابجا کیا ہے' انہوں نے جب کبھی مشہور حوصلہ مندوں اور بلند ہمتوں کا جائزہ لیا ہے' ان کی حوصلہ مندی اپنی بلند ہمتی کے سامنے پست اور محدود نظر آئی ہے "صید الخاطر" میں ایک جگہ تفصیل سے لکھتے ہیں۔

"انسان کے لئے سب سے بڑی ابتلا اس کی بلند ہمتی ہے اس لئے کہ جس کی ہمت بلند ہوتی ہے' وہ بلند سے بلند مراتب کا انتخاب کرتا ہے پھر کبھی زمانہ مساعد نہیں ہوتا' کبھی وسائل مفقود ہوتے ہیں' تو ایسا شخص ہمیشہ کوفت میں رہتا ہے' مجھے بھی اللہ تعالیٰ نے بلند حوصلہ عطا فرمایا ہے' اور اس کی وجہ سے میں بھی تکلیف میں ہوں' لیکن میں یہ بھی نہیں کہتا کہ کاش مجھے یہ بلند حوصلہ نہ عطا ہوتا' اس لئے کہ زندگی کا پورا لطف اور بے فکری بے عقلی' اور بے حسی کے بغیر نہیں' اور صاحبِ عقل یہ گوارا نہیں کر سکتا کہ اس کی عقل کم کر دی جائے اور زندگی کا لطف بڑھا دیا جائے میں نے کئی آدمیوں کو دیکھا کہ وہ اپنی بلند ہمتی کا بڑی اہمیت سے ذکر کرتے ہیں' لیکن غور کیا تو معلوم ہوا کہ ان کی ساری بلند ہمتی صرف ایک ہی صنف اور شعبہ میں ہے' اس کے علاوہ دوسرے شعبوں میں (جو بعض اوقات ان کے شعبہ سے زیادہ اہم ہوتے ہیں) ان کو اپنی کمی یا پستی کی کوئی پرواہ نہیں' شریف رضی اپنے ایک شعر میں کہتا ہے کہ "ہر جسم کی لاغری کا ایک سبب ہے' اور میرے جسم کی مصیبت میری بلند ہمتی ہے" لیکن

میں نے اس کے حالات کا جائزہ لیا تو معلوم ہوا کہ حکومت کے سوا اس کا کوئی مطمح نظر نہ تھا‘ ابو مسلم خراسانی اپنی جوانی کے زمانہ میں سوتا نہ تھا‘ کسی نے اس سے سبب پوچھا تو اس نے کہا کہ دماغ روشن‘ ہمت بلند‘ نفس بلندیوں کا حریص‘ اس سب کے ہوتے ہوئے پست اور محدود زندگی‘ بھلا نیند کس طرح آئے؟ کسی نے کہا کہ تمہاری تسکین کس طرح ہو سکتی ہے؟ کہا کہ صرف اس طرح کہ سلطنت حاصل ہو جائے‘ لوگوں نے کہا کہ پھر اس کی کوشش کرو‘ اس نے کہا کہ یہ خطروں میں پڑے اور جان کی بازی لگائے بغیر ممکن نہیں‘ لوگوں نے کہا کہ پھر کیا مانع ہے؟ کہا کہ عقل روکتی ہے‘ پوچھا گیا کہ پھر کیا ارادہ ہے‘ کہا کہ پھر عقل کا مشورہ قبول نہیں کروں گا اور نادانی کے ہاتھ میں اپنی باگ ڈور دے دوں گا۔ نادانی سے خطرہ مول لوں گا اور جہاں عقل کے بغیر کام نہیں چلتا‘ وہاں عقل سے کام لوں گا‘ اس لئے کہ گمنامی اور افلاس لازم و ملزوم ہیں‘ میں نے اس فریب خوردہ حوصلہ مند (ابو مسلم) کے حالات پر نظر کی تو معلوم ہوا کہ اس نے سب سے اہم مسئلہ ہی کی بیخ کنی کر دی اور وہ مسئلہ آخرت ہے‘ وہ حکومت کی طلب میں دیوانہ رہا۔ اس کی خاطر اس نے کتنا خون بہایا‘ کتنے بے گناہ بندگان خدا کو قتل کیا‘ یہاں تک کہ اس کو دنیاوی لذتوں کا ایک قلیل حصہ حاصل ہوا جو اس کا مطلوب تھا‘ لیکن اس کو آٹھ سال سے زیادہ اس سے لطف اندوز ہونے کا موقع نہ ملا اس کو دھوکہ سے قتل کر دیا گیا۔ وہ اپنی عقل سے اپنا کوئی بندوبست نہ کر سکا اور (سفاح کے ہاتھوں) قتل ہو کر دنیا سے بڑی بری حالت میں رخصت ہو گیا‘ اس طرح متنبی نے اپنی بلند ہمتی اور حوصلہ مندی کا بڑا ترانہ گایا ہے‘ لیکن میں نے دیکھا کہ اس کو محض دنیا کی ہوس تھی۔

لیکن میری عالی ہمتی کا معاملہ عجیب ہے‘ میں علم کا وہ درجہ حاصل کرنا چاہتا ہوں‘ جہاں تک مجھے یقین ہے کہ پہنچ نہیں سکوں گا‘ اس لئے کہ میں تمام علوم کا حصول چاہتا ہوں‘ خواہ ان کا کچھ موضوع ہو‘ پھر ان میں سے ہر علم کی تکمیل اور احاطہ چاہتا ہوں‘ اور اس مقصد کے ایک حصہ کا حصول بھی اس چھوٹی سی عمر میں ناممکن ہے‘ پھر میرا یہ حال ہے کہ اگر کسی فن میں کسی کو کمال حاصل ہوتا ہے‘ اور دوسرے فن میں وہ ناقص ہوتا ہے‘ تو مجھے وہ ناقص نظر آتا ہے‘ مثلاً محدث فقہ سے بے بہرہ ہے‘ فقیہ حدیث سے بے خبر۔ میرے نزدیک علم کا نقص ہمت کی پستی کا نتیجہ ہے‘ پھر علم سے میرا مقصود پورا پورا عمل ہے‘ میرا جی چاہتا ہے کہ مجھ میں بشر حافی کی احتیاط اور معروف کرخی کا زہد جمع ہو جائے۔ پھر یہ بات تصانیف کے مطالعہ‘ عامۃ الناس اور بندگانِ خدا کو تسلیم و افادہ اور ان کے ساتھ رہنے سہنے کے مشاغل کے ساتھ بہت مشکل ہے‘ پھر میں یہ بھی چاہتا ہوں کہ مخلوق سے مستغنی رہوں‘ اور بجائے ان کا احسان لینے کے ان پر احسان کرنے کے قابل بن سکوں‘ درآنحالیکہ علم کے ساتھ اشتغال

کسبِ معاش سے مانع ہے، دوسروں کا ممنون ہونے اور ان کے سلوک وہدایا کو قبول کرنے کو میری ہمت گوارا نہیں کرتی، پھر مجھے اولاد کی بھی خواہش ہے، اور بلند پایہ تصانیف کا بھی شوق ہے تاکہ یہ سب میری یادگار اور دنیا سے جانے کے بعد میرے قائم مقام ہوں، اس کا اہتمام کیا جائے تو دل کے پسندیدہ اور محبوب مشغلہ خلوت و تنہائی میں فرق آتا ہے، اور طبیعت میں انتشار پیدا ہوتا ہے، پھر مجھے طیبات و مستحسنات سے جائز لطف لینے کا بھی شوق ہے، لیکن اس میں مال کی کمی سدراہ ہے، پھر اگر اس کا سامان بھی ہو جائے تو جمعیت خاطر رخصت (ہو جاتی ہے) اس طرح میں ان غذاؤں اور ایسے کھانے پینے کا بھی شائق ہوں، جو جسم کے موافق اور اس کے لئے مفید ہوں، اس لئے کہ میرا جسم نفاست پسند، اور شائق واقع ہوا ہے، لیکن مال کی کمی یہاں بھی رکاوٹ بن رہی ہے، یہ سب در حقیقت اضداد کو جمع کرنے کی کوشش ہے، بھلا اس عالی ہمتی کا مقابلہ وہ لوگ کیا کر سکتے ہیں، جن کو صرف دنیا مطلوب ہے پھر میری خواہش یہ بھی ہے کہ دنیا کا حصول اس طرح ہو کہ میرے دین پر آنچ نہ آئے، اور وہ بالکل محفوظ ہو، اور نہ میرے علم اور عمل پر کچھ اثر پڑے، میری بے چینی کا کوئی کیا اندازہ کر سکتا ہے، ایک طرف مجھے شب بیداری عزیز ہے، احتیاط و تقویٰ کا اہتمام ہے، دوسری طرف علم کی اشاعت و افادہ اور تصنیف و تالیف اور جسم کے مناسب غذائیں بھی مطلوب ہیں، اور یہ بغیر قلب کے مشغولیت کے ممکن نہیں، ایک طرف لوگوں سے ملنا جلنا اور ان کی تعلیم بھی ضروری ہے، دوسری طرف خلوت و تنہائی کی دعا و مناجات کی حلاوت میں کمی ہو تو اس پر سخت تاسف ورنج ہوتا ہے، متعلقین کے لئے (گذارے کی روزی) کا انتظام کیا جائے تو زہد و احتیاط کے معیار میں فرق آتا ہے، لیکن میں نے اس ساری تکلیف اور کوفت کو گوارا کر رکھا ہے، اور راضی برضا ہو گیا ہوں، اور شاید میری اصلاح و ترقی اسی تکلیف و کشمکش میں ہے، اس لئے کہ بلند ہمت ان اعمال کی فکر میں رہتے ہیں، جو خدا کے یہاں باعثِ تقرب ہیں، میں اپنے انفاس کی حفاظت کرتا ہوں، اور اس سے احتیاط کرتا ہوں، اور اس سے احتیاط کرتا ہوں کہ ایک سانس بھی کسی لا یعنی کام میں صرف ہو، اگر میرا مطلوب حاصل ہو گیا تو سبحان اللہ ورنہ نیة المؤمن خیر من عمله" (مؤمن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہوتی ہے)

(صید الخاطر ۲/ ۳۳۰، ۳۴۰)

مجالسِ وعظ اور تاثیر

ان کی زندگی کا سب سے بڑا کارنامہ ان کے انقلاب انگیز مواعظ اور مجالسِ درس ہیں، ان مجالس وعظ نے سارے بغداد کو زیر وزبر کر رکھا تھا، خلفاء و سلاطین، وزراء اور اکابر علماء ان

میں بڑے اہتمام اور بڑے شوق سے شرکت کرتے، ہجوم کا یہ حال تھا کہ ایک ایک لاکھ آدمی ایک ایک وعظ میں شمار کئے گئے ہیں، دس پندرہ ہزار آدمیوں سے تو کسی طرح کبھی کم نہ ہوتے۔ (صید الخاطر ۱/۲۱)

تاثیر کا یہ عالم تھا کہ لوگ غش کھا کھا کر گرتے، وجد و شوق میں گریباں پھاڑتے، لوگوں کی چیخیں نکل جاتیں، آنسوؤں کی جھڑیاں لگ جاتیں، توبہ کرنے والوں کا کچھ شمار نہ تھا، اندازہ کیا گیا ہے کہ بیس ۲۰ ہزار یہودی، عیسائی ان کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے، اور ایک لاکھ آدمیوں نے توبہ کی۔ (صید الخاطر ۱/۲۱)

ابن جوزی نے اپنی مجالسِ وعظ میں بدعات و منکرات کی کھل کر تردید کی، عقائد صحیحہ اور سنت کا اظہار کیا، اپنی بے مثل خطابت، زبردست علمیت اور عام رجوع کی وجہ سے اہل بدعت کو ان کی تردید کا حوصلہ نہ ہوا، سنت کو ان کے مواعظ و درس اور تصنیفات سے بہت فروغ ہوا، اور خلیفۂ وقت اور امراء بھی امام احمد کے (جو اس زمانہ میں مسلکِ سلف اور طریقۂ سنت کی نشانی سمجھے جاتے تھے) معتقد اور ان کے مذہب کی طرف مائل ہوگئے۔

ان کی ناقدانہ تصانیف

ابن جوزی نے زبانی وعظ و تقریر پر اکتفا نہیں کی، انھوں نے متعدد کتابیں ایسی لکھیں، جنھوں نے علمی طبقہ پر اثر ڈالا، اور غلط رجحانات کی اصلاح کی۔

"کتاب الموضوعات"

یہ موضوعاتِ حدیث پر ان کی ایک کتاب ہے، جس میں انھوں نے ان حدیثوں کی حقیقت بیان کی ہے جن سے اس زمانہ کے اہل ہوئی یا ضعیف العلم متصوفین استدلال کرتے تھے، اور وہ لوگوں کی گمراہی اور صدہا غلط فہمیوں کا باعث بن رہی تھیں، اس طرح انھوں نے اس شاخ پر تیشہ چلایا جس پر اہلِ بدعت نے آشیانہ بنایا تھا، اگرچہ اس میں ان سے خود کہیں کہیں بے اعتدالی ہوئی ہے، اور انھوں نے کہیں کہیں سخت فیصلہ صادر کیا ہے، مگر اس میں شبہہ نہیں کہ اس کتاب نے ایک مفید خدمت انجام دی ہے۔

"تلبیس ابلیس"

ان کی دوسری ناقدانہ تصنیف تلبیس ابلیس ہے، جو ان کی نقاد طبیعت اور سلفی ذوق کا اعلیٰ نمونہ ہے، اس کتاب میں انھوں نے اپنے زمانہ کی پوری مسلمان سوسائٹی کا جائزہ لیا ہے، اور

براہ مہربانی ورق نہ موڑیں۔

مسلمانوں کے ہر طبقہ اور ہر جماعت کو سنت وشریعت کے معیار سے دیکھا ہے' اور اس کی کمزوریوں' بے اعتدالیوں اور غلط فہمیوں کی نشاندہی کی ہے' اور دکھلایا ہے کہ شیطان نے کس کس طرح سے اس امت کو دھوکا دیا ہے' اور کن کن راہوں سے اس کے عقائد' اعمال اور اخلاق میں رخنہ اندازی کی ہے' انھوں نے اس کتاب میں کسی طبقہ اور کسی شخص کی رعایت نہیں کی' اور کسی کو معاف نہیں کیا ہے' اس میں علماء و محدثین فقہاء واعظین' ادباء شعراء سلاطین و حکام' عباد و زہاد' صوفیہ اہلِ دین' اور عوام کی علیحدہ علیحدہ کمزوریاں' غلط رسوم و عادات مغالطے اور بے اعتدالیاں بیان کی ہیں' یہ کتاب ان کی وسعتِ نظر زندگی سے واقفیت' باریک نظر اور دقیقہ رسی کا کامیاب نمونہ ہے' اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ انھوں نے شیطان کی نفسیات و سیاست کا گہرا مطالعہ کیا تھا' اور مذاہب کی تاریخ اور گمراہ فرقوں کے عقائد سے وہ بہت باخبر تھے۔

مختلف طبقات پر تنقید

اس کتاب میں اگرچہ کہیں کہیں وہ اپنی تنقید میں حد سے بڑھ گئے ہیں' اور انھوں نے فیصلہ کرنے میں عجلت اور شدت سے کام لیا ہے' مگر اس میں شبہہ نہیں کہ اس کتاب میں بڑی کار آمد چیزیں' بڑے بیش قیمت اقتباسات' اور بہت سی صحیح تنقیدیں ملتی ہیں' اور اکثر جگہ ماننا پڑتا ہے کہ ان کی گرفت صحیح اور ان کی تنقید حق بجانب ہے' یہاں پر اس کے چند نمونے پیش کئے جاتے ہیں۔

اپنے زمانہ کے ان علماء پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں' جو فقہ کے مسائل و جزئیات میں دن رات منہمک تھے' اور اس فن میں موشگافیاں کرتے رہتے تھے۔

"ان فقہاء کی ایک کمزوری یہ ہے کہ ان کا سارا انہماک اسی غور و فکر میں ہے' انھوں نے اپنے فن میں ان چیزوں کو شامل نہیں کیا ہے جن سے قلوب میں رقت پیدا ہوتی ہے' مثلاً قرآن مجید کی تلاوت' حدیث و سیرت کی سماعت اور صحابہ کرام کے حالات کا مطالعہ و بیان' سب جانتے ہیں کہ محض ازالہ نجاست اور استنجاء کے مسائل کے بار بار دہرانے سے قلوب میں نرمی اور خشیت نہیں پیدا ہو سکتی' قلوب کو تذکیر اور مواعظ کی ضرورت ہے' تاکہ آخرت طلبی کی ہمت اور شوق پیدا ہو' اختلافی مسائل اگرچہ علوم شریعت سے خارج نہیں' مگر حصولِ مقصد کے لئے کافی نہیں ہیں' جو سلف کے حالات اور ان کے حقائق و اسرار سے واقف نہیں' اور جن کے مذہب کو اس نے اختیار کیا ہے' ان کے حالات سے باخبر نہیں' وہ ان کے راستہ پر کیسے چل سکتا ہے' یاد رکھنا چاہیئے کہ طبیعت چور ہے' اگر اس کو اسی زمانہ کے لوگوں

کے ساتھ چھوڑ دیا جائے گا تو وہ اہل زمانہ کے طبائع سے اخذ کرلے گی‘ اور ان ہی کی طرح ہو جائے گی‘ اور اگر متقدمین کے حالات اور طریقوں کا مطالعہ کیا جائے گا تو ان کے ساتھ چلنے کی کوشش کی جائے گی‘ اور ان کا رنگ اور ان کے سے اخلاق پیدا ہوں گے‘ سلف میں سے ایک بزرگ کا مقولہ ہے کہ ایک حدیث جس سے میرے دل میں رقت پیدا ہو‘ قاضی شریح کے سو فیصلوں سے مجھے زیادہ محبوب ہے“۔ (تلبیس ابلیس / ۱۱۹‘۱۲۰)

واعظین پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”ان میں سے اکثر لوگ بڑی آراستہ اور بڑی پر تکلف عبارت ہوتے ہیں جو اکثر بے معنی ہوتی ہے‘ اس زمانہ میں مواعظ کا بڑا حصہ حضرت موسیٰ‘ کوہ طور‘ یوسف‘ زلیخا کے قصوں سے متعلق ہوتا ہے‘ فرائض کا بہت کم تذکرہ آنے پاتا ہے‘ اسی طرح گناہ سے بچنے کا ذکر کبھی نہیں ہوتا‘ ایسے مواعظ سے ایک زانی‘ ایک سود خور کو توبہ کرنے کی ترغیب اور توفیق کیسے ہو سکتی ہے‘ اور کب عورت کو شوہر کے حقوق ادا کرنے اور اپنے تعلقات درست کرنے کا خیال پیدا ہو سکتا ہے‘ اس لئے کہ یہ مواعظ ان مضامین سے خالی ہوتے ہیں‘ ان واعظوں نے شریعت کو پس پشت ڈال دیا ہے‘ اسی لئے ان کا بازار خوب گرم ہے‘ اس لئے کہ حق ہمیشہ طبیعتوں پر بھاری ہوتا ہے‘ اور باطل ہلکا اور خوشگوار“۔ (تلبیس ابلیس / ۱۲۵)

آگے لکھتے ہیں:۔

”کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ واعظ سچا اور خیر خواہ ہوتا ہے‘ لیکن جاہ طلبی اس کے دل میں سرایت کر چکی ہوتی ہے‘ وہ چاہتا ہے کہ اس کی عزت و تعظیم کی جائے اور اس کی علامت یہ ہے کہ اگر دوسرا واعظ اس کی قائم مقامی کرے“ یا اصلاح کے کام میں اس کی مدد کرنا چاہے تو اس کو ناگوار ہوتا ہے‘ حالانکہ اگر یہ مخلص ہوتا‘ تو اس کو اس سے کبھی ناگواری نہ ہوتی۔ (تلبیس ابلیس / ۱۲۵)

”اگر طلبہ کسی اور عالم یا مدرس کے پاس چلے جائیں‘ جو علم میں اس سے فائق ہے تو اس عالم کو اس سے بڑی گرانی ہوتی ہے‘ یہ مخلص کی شان نہیں ہے اس لئے کہ مخلص علماء اور مدرسین کی مثال اطباء کی سی ہے‘ جو لوجہ اللہ مخلوق کا علاج کرتے ہیں‘ اس لئے کہ اگر کسی مریض کو کسی طبیب کے ہاتھ سے شفا ہو جائے تو دوسرا خوش ہوتا ہے۔ (تلبیس ابلیس / ۱۳۱ النقد مسالک العلماء الکاملین)

حکام و سلاطین پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

”یہ حضرات شریعت کے مقابلہ میں اپنی رائے پر عمل کرتے ہیں کبھی اس شخص کا ہاتھ کاٹتے ہیں‘ جس کا ہاتھ کاٹنا جائز نہیں‘ اور کبھی اس کو قتل کرتے ہیں جس کا قتل حلال نہیں‘ ان

کو یہ دھوکہ ہے کہ یہ سیاست ہے جس کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ شریعت ناقص ہے' اس کو تکملہ اور ضمیمہ کی ضرورت ہے' اور ہم اپنی رائے سے اس کی تکمیل کر رہے ہیں۔ یہ شیطان کا بہت بڑا فریب ہے اس لئے کہ شریعت سیاستِ الٰہی ہے' اور محال ہے کہ خدائی سیاست میں کوئی خلل یا کمی ہو جس کی وجہ سے اس کو مخلوق کی سیاست کی ضرورت ہو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ مافرطنا فی الکتاب من شیٔ (ہم نے کتاب میں کوئی چیز نہیں چھوڑی) اور ارشاد ہے کہ لا معقب لحکمہ (اس کے حکم کو کوئی مٹانے والا نہیں) تو جو اس سیاست کا مدعی ہے' وہ دراصل شریعت میں خلل اور کمی کا دعویٰ کرتا ہے' اور یہ کفر کی بات ہے"۔ (تلبیس ابلیس / ۱۳۲)

ان حکام و امراء اور سلاطین کی ایک دوسری کمزوری اور مغالطہ کا ذکر کرتے ہیں کہ :

"معاصی پر اصرار کے ساتھ ساتھ ان کو صلحاء کی ملاقات کا بھی بڑا شوق ہوتا ہے' اور ان سے وہ اپنے حق میں دعائیں کراتے ہیں' شیطان اس کو سمجھاتا ہے کہ اس سے گناہوں کا پلڑا ہلکا ہو جائے گا' حالانکہ اس خیر سے اس شر کا دفعیہ نہیں ہو سکتا' ایک مرتبہ ایک تاجر ایک محصول وصول کرنے والے کے پاس سے گزرا' اس چونگی والے نے اس کی کشتی روک لی' وہ تاجر اپنے زمانے کے مشہور مرد صالح مالک بن دینار کے پاس آیا' اور ان سے واقعہ بیان کیا' مالک بن دینار چونگی والے کے پاس گئے' اور اس تاجر کی سفارش کی' اس نے اس کی بڑی تعظیم کی' اور کہا کہ آپ نے کیوں زحمت فرمائی وہیں سے کہلوا دیا ہوتا ہم تعمیل کرتے' پھر اس نے ان سے دعا کی درخواست کی' انہوں نے اس برتن کی طرف اشارہ کر کے (جس میں وہ چونگی کا ناجائز روپیہ وصول کر کے رکھتا تھا) فرمایا کہ اس برتن سے کہو کہ وہ تمہارے لئے دعا کرے' پھر فرمایا کہ میں تمہارے حق میں کیا دعا کروں جبکہ ہزار آدمی تمہارے لئے بددعا کرتے ہیں۔ کیا ایک آدمی کی سن لی جائے گی اور ہزار کی نہ سنی جائے گی"۔ (تلبیس ابلیس / ۱۳۴)

ایک جگہ اس کا ذکر کرتے ہیں کہ "ان امراء اور دنیاداروں کو علماء و فقہاء سے زیادہ خلاف شرع پیروں اور گانے بجانے والے صوفیوں سے عقیدت و محبت ہوتی ہے' اور ان پر وہ بڑی فراخ دلی سے خرچ کرتے ہیں' جبکہ اہل علم پر ایک پیسہ خرچ کرنا ان کو بار ہوتا ہے' اس لئے کہ علماء اطباء کی طرح ہیں' اور دوا میں خرچ کرنا انسان کو بڑا بار معلوم ہوتا ہے' لیکن ان پیروں اور قوالوں پر خرچ کرنا ایسا ہی ہے جیسا مغنیات (گانے والی عورتوں) پر خرچ کرنا یہ بھی ان کے لئے گویوں اور مداریوں کی طرح سامان تفریح اور لازمہ ریاست ہیں۔ (تلبیس ابلیس / ۳۷۳)

اسی طرح سے یہ لوگ بناوٹی زاہدوں اور تارک الدنیا درویشوں کے بڑی جلدی معتقد ہوتے اور ان کو علماء پر ترجیح دیتے ہیں' یہ لوگ اگر سب سے بڑے جاہل کے جسم پر درویشی کا لباس دیکھ لیں تو فوراً معتقد ہو جائیں اور اگر وہ سر کو جھکا لے اور خشوع و خضوع کا اظہار کرے تو

فریفتہ ہونے میں دیر نہیں لگتی' اور کہتے ہیں کہ بھلا اس درویش اور فلاں عالم کا کیا مقابلہ' یہ تارک الدنیا وہ طالب دنیا' یہ اچھی غذائیں کھاتا ہے نہ شادی کرتا ہے۔ حالانکہ یہ محض جہالت ہے' اور شریعت محمدی کی تحقیر ہے کہ ایسے زہد کو علم پر ترجیح دی جائے' خدا کا بڑا احسان ہے کہ یہ لوگ آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں نہ تھے' ورنہ اگر آپ کو شادیاں کرتے' پاک وصاف چیزیں کھاتے اور میٹھے اور شہد کی رغبت رکھتے ہوئے پاتے تو آپ سے بھی بد اعتقاد ہو جاتے۔ (تلبیس ابلیس علی العوام / ۳۸۹' ۳۸۸)

عوام پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں :۔

"شیطان نے بہت سے عوام کو یہ دھوکہ دے رکھا ہے کہ وعظ و ذکر کی مجالس میں شریک ہونا اور متاثر ہو کر رونا ہی سب کچھ ہے' وہ سمجھتے ہیں کہ مقصود محفل خیر میں شرکت اور وقت ہے' اس لئے کہ وہ واعظوں سے اس کے فضائل سنتے رہتے ہیں' اگر ان کو یہ معلوم ہو جائے کہ مقصود عمل ہے' تو یہ سننا اور عمل کرنا ان کے لئے گرفت کا باعث اور وبال جان ہے' میں ذاتی طور پر بہت سے آدمیوں کو جانتا ہوں' جو سالہا سال سے مجلس وعظ میں شریک ہوتے ہیں' اور روتے ہیں' متاثر ہوتے ہیں' لیکن نہ سود لینا چھوڑتے ہیں نہ تجارت میں دھوکہ دینے سے باز آتے ہیں' ارکان صلوٰۃ سے جیسے وہ بے خبر برسوں پہلے تھے۔ ویسے ہی اب بھی ہیں' مسلمانوں کی غیبت' والدین کی نافرمانی میں جس طرح پہلے مبتلا تھے' اسی طرح اب بھی مبتلا ہیں' شیطان نے ان کو یہ جُل دے رکھا ہے کہ مجلس وعظ کی حاضری اور گریہ و بکا ان کے گناہوں کا کفارہ بن جائے گا' بعض کو یہ سمجھا رکھا ہے کہ علماء و صالحین کی صحبت ہی مغفرت کا ذریعہ ہے۔" (تلبیس ابلیس علی العوام / ۳۹۴' ۳۹۳)

دولت مندوں پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں :۔

"ان میں سے بہت سے لوگ مساجد اور پلوں کی تعمیر میں بہت کچھ خرچ کرتے ہیں' مگر ان کا مقصود ریا اور شہرت ہوتی ہے' اور یہ کہ ان کا نام چلے اور یادگار رہے' چنانچہ وہ اس تعمیر پر اپنا نام کندہ کرواتے ہیں' اگر رضائے الٰہی مقصود ہوتی تو اس کو کافی سمجھتے کہ اللہ دیکھتا اور جانتا ہے' ایسے لوگوں سے اگر صرف ایک دیوار بنانے کو کہا جائے جس پر ان کا نام کندہ نہ ہو تو وہ منظور نہ کریں گے۔

اسی طرح سے رمضانِ مبارک میں شہرت کے لئے موم بتیاں بھیجتے ہیں' حالانکہ ان کی مسجدوں میں سال بھر اندھیرا پڑا رہتا ہے' اس لئے کہ روزانہ تھوڑا تھوڑا سا تیل مسجدوں میں دینے سے وہ شہرت اور ناموری حاصل نہیں ہوتی جو رمضان میں ایک موم بتی بھیج دینے سے حاصل ہوتی ہے۔" (تلبیس ابلیس علی اصحاب الاموال / ۳۹۰)

"صید الخاطر"

"صید الخاطر" ایک کشکول ہے، جس میں مصنف نے اپنے قلبی تاثرات، بے تکلف خیالات، زندگی کے تجربات اور منتشر افکار و حوادث قلمبند کئے ہیں، اور اپنی بہت سی کمزوریوں اور غلطیوں کا بے تکلف اعتراف کیا ہے، اس کتاب میں جابجا نفس سے مکالمے، سوال و جواب، ذہنی کشمکش کی روداد، معاشرتی زندگی کے تجربے، عورتوں، نوکروں اور دوستوں کے متعلق تجربہ کی باتیں، اور مفید ہدایات، روزمرہ کے واقعات کی تحلیل، امراضِ نفسانی کا بیان ہے، مختلف طبقات پر تنقید، نفس کا احتساب اور صدہا کام کی باتیں ہیں، اس کتاب کی ایک بڑی خصوصیت صداقت اور سادگی و بے تکلفی ہے پوری کتاب اپنے زمانہ کے ادباء و مصنفین کے طرز کے خلاف نہایت رواں و بے تکلف عبارت میں لکھی گئی ہے، اور اپنے موضوع پر غالباً ایک عرب عالم و مصنف کی پہلی کتاب ہے۔

عام واقعات سے بڑے بڑے نتائج

ابن جوزی نے اس کتاب میں چھوٹے واقعات، اور روزہ کے مشاہدات سے بڑے بڑے نتائج نکالے ہیں، اور یہی ایک عامی اور ایک صاحبِ نظر میں فرق ہے، ایک جگہ لکھتے ہیں :۔

"میں نے دو مزدوروں کو دیکھا کہ ایک بھاری شہتیر اٹھا کر لے جا رہے ہیں، اور دونوں کچھ گا رہے ہیں، ایک مصرعہ پڑھتا ہے، دوسرا ترنم کے ساتھ اس کا جواب دیتا ہے، ایک پڑھتا ہے، تو دوسرا کان لگا کر سنتا ہے، پھر دوسرا اس کو دہراتا ہے، یا اسی طرح کے مصرعہ سے جواب دیتا ہے، مجھے خیال ہوا کہ اگر وہ ایسا نہ کریں تو ان کو محنت اور بوجھ کا احساس زیادہ ہو، لیکن اس ترکیب سے ان کا کام آسان ہو جاتا ہے، میں نے غور کیا تو معلوم ہوا کہ اس کا سبب یہ ہے کہ ذہن اتنی دیر دوسرے کام میں لگ کر سستا لیتا ہے، اور کچھ سرور حاصل کر لیتا ہے، اور جواب کی فکر میں مشغول ہو کر اس میں تازگی پیدا ہو جاتی ہے، اور اس طرح راستہ طے ہو جاتا ہے، اور بوجھ کے احساس سے غفلت ہو جاتی ہے، اس سے میرا ذہن اس طرف منتقل ہوا کہ انسان نے شرعی ذمہ داریوں اور فرائض کا بڑا بوجھ اٹھا رکھا ہے، اور سب سے بڑا بوجھ اپنے نفس کی سیاست ہے، بڑا کام یہ ہے کہ اس کے مرغوبات سے روکا جائے اور جن چیزوں سے اس کو رغبت نہیں ان پر اس کو قائم رکھا جائے میں نے یہ نتیجہ نکالا کہ صبر کے راستہ کو تسلی اور نفس کی جائز دلداری کی مدد سے قطع کیا جائے جیسا کسی شاعر نے کہا ہے کہ "رات بھر چلنے سے

سواریاں تھک جائیں اور فریاد کریں، تو صبح کی روشنی کی امید دلاؤ اور دن چڑھے آرام کرنے کا وعدہ کرلو۔"

اسی طرح کی حکایت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ وہ اور ان کے ایک ساتھی کہیں جارہے تھے، ساتھی کو پیاس لگی، اس نے کہا کہ اس کنویں سے پانی پی لیں، بشر حافی نے کہا کہ اگلے کنویں سے پی لیں گے، جب وہ کنواں آیا تو بشیر حافی نے آگے کے کنویں کی طرف اشارہ کیا کہ وہاں تک صبر کرو، اسی طرح تسلی دیتے ہوئے بہت دور لے آئے، پھر اس سے کہا کہ اسی طرح دنیا کا سفر طے ہو جاتا ہے، واقعہ یہ ہے کہ جس نے اس نکتہ کو سمجھ لیا، وہ اپنے نفس کو بہلائے گا، اور اس کی دلجوئی کرے گا، اور اس سے وعدہ کرتا رہے گا تاکہ وہ اپنے بوجھ کو سنبھال سکے، اور اس پر صبر کرے، بعض بزرگانِ سلف فرماتے تھے کہ "اے نفس میں تجھے تیری مرغوب چیز سے جو روکتا ہوں تو محض شفقت اور خوف کی بناء پر "بایزید بسطامیؒ" کا قول ہے کہ "میں اپنے نفس کو خدا کی طرف بڑھائے چلا جاتا تھا اور وہ روتا ہوتا تھا، پھر رفتہ رفتہ ہنستا کھیلتا اللہ کی طرف بڑھنے لگا، یاد رکھنا چاہئے کہ نفس کی خاطر داری اور ملاطفت ضروری ہے، اور راستہ اسی طرح طے ہوتا ہے۔" (صید الخاطر ۱/ ۱۴۶، ۱۴۷)

ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں:۔

"میں نے دیکھا ہے کہ شکاری کتے جب محلہ کے کتوں کے پاس سے گزرتے ہیں، تو محلہ کے کتے تو ان کو بھونکتے ہیں، اور بہت شور مچاتے ہیں، اور ان کے پیچھے دوڑتے ہیں، وہ دیکھتے ہیں کہ ان کتوں کی بڑی عزت ہے، ان پر جھول پڑی ہے تو ان کو ان پر حسد آتا ہے، لیکن اس کے برخلاف شکاری کتے ان کی طرف توجہ ہی نہیں کرتے، اور ان کو خاطر میں نہیں لاتے اور ان کے بھونکنے کی کچھ پرواہ نہیں کرتے، اس سے ایسا معلوم ہوا کہ شکاری کتے گویا ان کتوں کی قوم ہی سے نہیں ہیں، اس لئے کہ مقامی کتے موٹے موٹے بدن اور بھدے اعضاء کے ہیں، ان میں امانت کی صفت نہیں، لیکن شکاری کتے نازک اور پھرتیلے ہیں، اور جیسا ان کا بدن نازک اور پھرتیلا ہے، اسی طرح ان کے عادات مہذب ہیں، وہ جب شکار کرتے ہیں تو کیا مجال ہے کہ اس کو منہ لگائیں، مالک کے ڈر سے یا اس کے احسانات کے شکریہ میں وہ اس شکار کو جوں کا توں پہنچا دیتے ہیں، اس سے ایک بات تو میں یہ سمجھا کہ بدن اور اخلاق میں خاص مناسبت ہوتی ہے، اگر وہ لطیف ہے، تو یہ بھی لطیف ہیں، دوسرے یہ معلوم ہوا کہ آدمی کو اس پر حسد نہیں آتا جس کو وہ اپنے طبقہ یا اپنی سطح کا نہیں سمجھتا، اسی طرح جس کو اللہ تعالیٰ ایمان و عقل کی دولت سے سرفراز کرے، اس کو اپنے اس حاسد پر حسد نہیں ہوتا، جو ایمان و عقل سے محروم ہو، اور وہ اس کو قابلِ التفات نہیں سمجھتا، اس لئے کہ وہ دوسرے عالم میں ہے اور یہ

دوسرے عالم میں، وہ دنیا کی بناء پر حسد کرتا ہے، اور اس کا مطمحِ نظر آخرت ہے، اور دونوں میں بعد المشرقین ہے"۔ (صید الخاطر ۳ / ۶۳۹، ۶۴۰)

واقعاتِ زندگی اور نفس سے مکالمہ

ابن جوزی واقعات کی پوری تحلیل کرتے، اور خود اپنی زندگی کے واقعات میں نفس سے حکیمانہ مکالمہ کرتے ہیں، ایک مرتبہ انہوں نے دعا کی ایک دوسرے صالح بزرگ دعا میں شریک تھے، دعا قبول ہوئی لیکن کس کی دعا قبول ہوئی اس پر ان کا اپنے نفس سے مکالمہ ہوا کہ۔

"مجھے ایک مرتبہ ایسا معاملہ پیش آیا، جس میں اللہ سے مانگنے اور دعا کی ضرورت تھی، میں نے دعا کی اور اللہ سے سوال کیا، ایک صاحب صلاح اور اہلِ خیر بھی میرے ساتھ دعا میں شریک ہوگئے، میں نے قبولیت کے کچھ آثار دیکھے، میرے نفس نے کہا کہ یہ اس بزرگ کی دعا کا نتیجہ ہے، تمہاری دعا کا نتیجہ نہیں، میں نے کہا کہ مجھے اپنے ایسے گناہوں اور کوتاہیوں کا علم ہے جس کی وجہ سے واقعی مجھے اس کا حق نہیں کہ میری دعا قبول ہو، لیکن کیا تعجب ہے کہ میری ہی دعا قبول ہوئی ہو، اس لئے کہ یہ مرد صالح ان گناہوں اور تقصیرات سے محفوظ ہے، جن کا مجھے اپنے متعلق علم ہے، لیکن مجھ میں اور اس میں ایک فرق ہے، مجھے اپنی تقصیر کی بناء پر دل شکستگی اور ندامت ہے، اور اس کو اپنے معاملہ پر فرحت و سرور ہے، اور کبھی اعترافِ تقصیر ایسی ضرورتوں کے موقع پر زیادہ کار آمد اور مؤثر ہوتا ہے"۔ اور ایک بات میں ہم اور وہ مساوی ہیں، وہ یہ کہ ہم دونوں میں سے کوئی اپنے اعمال کی بناء پر فضل کا طالب نہیں، تو اگر میں ٹوٹے ہوئے دل کے ساتھ ندامت سے گردن جھکا کر اور اپنے گناہوں کا اعتراف کرتے ہوئے کہوں کہ خدا نے مجھے محض اپنے فضل سے عطا فرمائیں بالکل خالی ہاتھ ہوں تو مجھے امید ہے کہ میری سن لی جائے گی، اور ممکن ہے کہ اس کی نظر اپنے حسن عمل پر پڑے، اور یہ اس کے لئے روک بن جائے تو اے میرے نفس میرا دل زیادہ نہ توڑ وہ پہلے ہی بہت ٹوٹا ہوا ہے، مجھے اپنے حالات کا ایسا علم ہے، جس کا تقاضا ادب اور تواضع ہے، پھر اپنی تقصیروں کا اقرار ہے، جس چیز کا میں نے سوال کیا ہے، اس کا بے حد محتاج ہوں اور جس سے سوال کیا ہے، اس کے فضل کا یقین ہے، اور یہ سب باتیں اس عابد کو حاصل نہیں تو اللہ اس کی عبادت میں برکت کرے، میرا تو اعتراف تقصیر ہی بڑے کام کی چیز ہے"۔ (صید الخاطر ۱ / ۱۵۷، ۱۵۸)

ایک جگہ لکھتے ہیں:۔

"ایک مرتبہ ایک ایسے معاملہ میں جو شرعاً مکروہ تھا، مجھے کچھ کشمکش تھی، نفس کچھ تاویلیں سامنے لاتا تھا اور کراہت کو نظر سے ہٹاتا تھا، اور درحقیقت اس کی تاویلات فاسد

تھیں' اور کراہت کی کھلی ہوئی دلیل موجود تھی' میں نے اللہ کی طرف رجوع کیا' اور دعا کی کہ اس کیفیت کو دور فرمادے' اور قرآن مجید کی تلاوت شروع کردی' میرے درس کے سلسلہ میں سورہ یوسف شروع ہو رہی تھی' میں نے وہیں سے شروع کیا' وہ خیال دل پر مستولی تھا' مجھے کچھ خبر نہ ہوئی کہ میں نے کیا پڑھا' جب اس آیت پر پہنچا "قال معاذ الله انه ربی احسن مثوای" تو میں چونکا اور مجھے ایسا معلوم ہوا کہ گویا میں ہی اس آیت کا مخاطب ہوں' مجھے دفعتاً ہوش آیا' اور آنکھوں سے غفلت کا پردہ دور ہوا' میں نے اپنے نفس سے کہا تو نے خیال کیا؟ حضرت یوسف علیہ السلام آزاد تھے' وہ زبردستی اور ظلم سے غلام بنا کر بیچ گئے' انہوں نے اس شخص کا اتنا حق مانا جس نے ان کے ساتھ سلوک کیا تھا اور اس کو اپنا آقا کہا' حالانکہ نہ وہ غلام تھے' نہ ان کا کوئی آقا تھا' پھر اپنی اس حق شناسی کی وجہ یہ بیان کی کہ "احسن مثوای" مجھے اچھی طرح سے رکھا' اب ذرا اپنے اوپر غور کر' تو حقیقۃً غلام ہے ایسے آقا کا جو تیرے وجود کے وقت سے برابر تیرے ساتھ احسانات کرتا رہا' اور اتنے بار اس نے تیری پردہ پوشی کی جس کا کوئی شمار نہیں' تجھے یاد نہیں کہ اس نے کس طرح تیری پرورش کی' تجھے سکھایا پڑھایا' تجھے روزی دی' تیری حفاظت کی' خبر کے اسباب مہیا کئے بہترین راستہ پر تجھے ڈالا اور ہر مکروہ دشمنی سے تجھے بچایا اور حسن صورت ظاہری کے ساتھ باطنی ذکاوت وجودتِ طبع عنایت فرمائی علوم کو تیرے لئے سہل بنا دیا' یہاں تک کہ مختصر سے عرصہ میں تجھے وہ علوم حاصل ہوئے جو دوسروں کو طویل عرصہ میں نصیب نہیں ہوئے' تیری زبان پر علوم کو رواں کیا اور فصاحت وبلاغت کے ساتھ ان کی تعبیر کی قوت عطا فرمائی اور مخلوق سے تیرے عیوب کو چھپایا' ان کا معاملہ تیرے ساتھ حسن ظن کا رہا' تیرا رزق بغیر اہتمام و تکلف کے تجھ تک پہنچایا' اور کسی کا احسان مند نہیں بنایا' اور وہ بھی فراغت واطمینان وکشائش کے ساتھ' خدا میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس کے کس کس احسان کا تذکرہ کیا جائے' حسن صورت کا یا صحتِ اعضاء کا یا سلامتِ مزاج' یا اعتدالِ ترکیب کا یا لطافتِ طبع اور دنائت وابتذال سے بری ہونے کا' یا بچپن ہی سے سیدھے اور معتدل راستہ کی توفیق کا' بے حیائیوں اور لغزشوں سے حفاظت کا یا منقولات کی ترجیح اور حدیث وسنت کی اتباع اور تقلید جامد سے نجات کا یا بدعت کی پیروی اور اس کے سلسلہ میں شمولیت سے محفوظ رہنے کا "وان تعدوا نعمة الله لاتحصوها" کتنے دشمنوں نے تیرے لئے جال بچھایا' اور اللہ تعالیٰ نے اس سے بچایا' کتنے مخالفوں نے تجھ کو سبک کرنا چاہا اور اس نے تجھے سربلندی عطا فرمائی' کتنی نعمتوں سے دوسرے محروم رہے' اور تو ان سے سیراب کیا گیا' کتنے آدمی دنیا سے نامراد چلے گئے' اور تو شاد کام اور فائز المرام ہے' اس حالت میں تیرے دن گزر رہے ہیں کہ تیرا جسم صحیح سالم' دین محفوظ' علم روز افزوں' دلی مقاصد پورے اگر کوئی

مقصد بر نہیں آتا تو اس کی طرف سے صبر پیدا کر دیا جاتا ہے، اور تجھے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے پورا نہ ہونے ہی میں حکمتِ الٰہی تھی، یہاں تک کہ تجھے یقین آجاتا ہے کہ یہی تیرے حق میں بہتر تھا، اگر میں پچھلے احسانات کو گنانا شروع کر دوں تو دفتر کے دفتر سیاہ ہو جائیں، اور وہ ختم نہ ہوں، اور تجھے معلوم ہے کہ جن احسانات کا تذکرہ میں نے نہیں کیا ہے، وہ ان سے کہیں زیادہ ہیں، اور جن کا ذکر میں نے کیا ہے، ان کی طرف بھی میں نے صرف اشارہ کیا ہے، اس سب کے ساتھ تجھ کو ایسا فعل کرنا کیسے زیب دیتا ہے، جو اس کی مرضی کے خلاف ہے" معاذ اللہ انه ربی احسن مثوای انه لا یفلح الظالمون۔" (صید الخاطر ۲/ ۲۸۳،۲۵۸)

ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں :۔

"میں نے ایک مرتبہ ایک ایسے مسئلہ پر عمل کیا، جس کی بعض مذاہب (فقہیہ) میں گنجائش تھی، اور دوسرے مذاہب میں وہ جائز نہ تھا، اس پر عمل کرنے سے مجھے اپنے قلب میں بڑی قساوت محسوس ہوئی، اور ایسا معلوم ہوا کہ گویا میں راندہ درگاہ اور معتوب ہو گیا، اور کچھ محرومی اور گہری تاریکی محسوس ہوئی، میرے نفس نے کہا کہ یہ کیا بات ہے تم تو دائرہ فقہاء سے نکلے نہیں، میں نے کہا کہ اے نفسِ بد! تیرے سوال کا جواب دو طرح سے ہے، اول تو یہ کہ تو نے اپنے عقیدہ کے خلاف تاویل کی، اگر خود تجھ سے فتویٰ لیا جاتا تو تو اس کا فتویٰ نہ دیتا س نے کہا کہ اگر میں اس کے جواز کا قائل نہ ہوتا، تو کرتا کیوں؟ میں نے کہا کہ تو اپنے اس خیال کو دوسرے کے لئے بھی فتویٰ کے طور پر پسند نہیں کو تا، دوسری بات یہ ہے کہ تجھے ظلمت کے اس احساس پر خوش ہونا چاہئے، اس لئے کہ اگر تیرے دل میں نور نہ ہوتا تو تجھ پر یہ اثر ہی نہ پڑتا، اس نے کہا کہ بہر حال مجھے اس ظلمت سے جو پلٹ پلٹ کر آتی ہے، وحشت ہے، میں نے کہا کہ پھر اس فعل کے ترک کا عزم کر لے، اور فرض کر لے کہ تو نے جس کو ترک کیا ہے، وہ بالاجماع جائز ہے، تب بھی بر بنائے ورع و تقویٰ اس کو چھوڑنے کا وعدہ کر، چنانچہ اس عمل سے اس کیفیت سے اس کو نجات ملی۔" (صید الخاطر ۲/ ۳۰۴)

سلف صالحین کے حالات کے مطالعہ کی ضرورت

وہ باوجود محدث و فقیہ ہونے کے اس حقیقت سے بے خبر نہ تھے کہ قلب کی اصلاح اور ذوق و شوق پیدا کرنے کے لئے مؤثر واقعات اور سلف صالحین کے حالات کے مطالعہ کی ضرورت ہے، "تلبیس ابلیس" اور "صید الخاطر" دونوں میں فقہاء محدثین اور طلبہ و علماء کو وہ اس کا مشورہ دیتے ہیں، اور اپنا تجربہ بیان کرتے ہیں "صید الخاطر" میں ایک جگہ لکھتے ہیں :۔

"میں نے دیکھا کہ فقہ اور سماع حدیث میں انہماک و مشغولیت قلب میں صلاحیت پیدا

کرنے کے لئے کافی نہیں' اس کی تدبیر یہی ہے کہ اس کے ساتھ موثر واقعات اور سلف صالحین کے حالات کا مطالعہ بھی شامل کیا جائے' حرام و حلال کا خالی علم قلب میں رقت پیدا کرنے کے لئے کچھ زیادہ سود مند نہیں' قلوب میں رقت پیدا ہوتی ہے مؤثر احادیث و حکایات سے اور سلف صالحین کے حالات سے اس لئے کہ ان نقول و روایات کا جو مقصود ہے وہ ان کو حاصل تھا' احکام پر ان کا عمل شکلی اور ظاہری نہ تھا' بلکہ ان کو ان کا اصلی ذوق اور لب لباب حاصل تھا' اور یہ جو میں تم سے کہہ رہا ہوں وہ عملی تجربہ اور خود آزمائش کرنے کے بعد ہے' میں نے دیکھا ہے کہ عموماً محدثین اور طلبہ فن حدیث کی ساری توجہ اونچی سند حدیث اور کثرتِ مرویات کی طرف ہوتی ہے' اسی طرح عام فقہاء کی تمام تر توجہ جدلیات اور حریف کو زیر کرنے والے علم کی طرف ہوتی ہے' بھلا ان چیزوں کے ساتھ قلب میں کیا گداز اور رقت پیدا ہو سکتی ہے' سلف کی ایک جماعت کسی نیک اور بزرگ شخص سے محض اس کے طور طریقہ کو دیکھنے کے لئے ملنے جاتی تھی' علم کے استفادہ کے لئے نہیں' اس لئے کہ یہ طور و طریقہ اس کے علم کا اصلی پھل تھا' اس نکتہ کو اچھی طرح سمجھ لو اور فقہ و حدیث کی تحصیل میں صالحین اور زہادِ امت کی سیرت کا مطالعہ ضرور شامل کرو تاکہ اس سے تمہارے دل میں رقت پیدا ہو۔" (صید الخاطر ۲ / ۳۰۲' ۳۰۳)

صلحاء امت کی سیرت

ابن جوزی نے اسی غرض کے لئے سلف صالحین اور صلحائے امت میں سے بہت سے متقدمین اور مشاہیر کی مستقل سیرتیں لکھیں ہیں' مثلاً حضرت حسن بصری' سیدنا عمرؒ بن عبدالعزیز' حضرت سیفان ثوری' حضرت ابراہیم بن ادہم' حضرت بشر حافی' امام احمد بن حنبل' حضرت معروف کرخی۔

ان مستقل تذکروں کے علاوہ ایک جامع تذکرہ "صفۃ الصفوۃ" لکھا' جو چار جلدوں میں ہے' یہ دراصل ابو نعیم اصبہانی کی مشہور کتاب "حلیۃ الاولیاء" کی تہذیب و تنقیح ہے' س کو ابن جوزی نے مناسب حذف و اضافہ' اور تلخیص کے ساتھ محدثانہ و مورخانہ طرز پر مرتب کیا ہے' اس کتاب میں جو حالات و واقعات آئے ہیں' وہ موثر و دل گداز ہونے کے ساتھ ساتھ تاریخی حیثیت سے مستند بھی ہیں' اور مبالغہ آمیز روایات اور حشو و زوائد سے پاک ہیں۔

تاریخ کی اہمیت

ابن جوزی علوم دینیہ میں اشتغال اور فقہ و حدیث میں کمال کے ساتھ ساتھ فنِ تاریخ کی

اہمیت وضرورت کے بھی بڑے قائل اور اس کی تعلیم کے مبلغ ہیں' ان کے نزدیک تاریخ سے ناواقفیت کی بناء پر علماء و فقہاء سے اپنی کتابوں میں بعض بڑی افسوسناک فروگذاشتیں ہوئی ہیں' جو ان کے منصب اور علم و فضل کے شایانِ شان نہیں' اس لئے وہ طالب علم کو مشورہ دیتے ہیں کہ ہر فن سے وہ فی الجملہ واقف ہو اور تاریخ سے اتنی واقفیت رکھتا ہو کہ کوئی بڑی تاریخی غلطی نہ کر بیٹھے جو اس کی خفت کا باعث ہو۔

"صید الخاطر" میں لکھتے ہیں :۔

"فقیہ کو چاہئے کہ ہر فن کے ضروری حصہ سے واقف ہو' تاریخ ہو یا حدیث' لغت ہو یا دوسرا فن اس لئے کہ فقہ تمام علوم کا محتاج ہے' اس لئے ہر فن کے ضروری حصہ سے اس کو واقف ہونا چاہئے میں نے بعض فقہاء کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ شیخ شبلیؒ اور قاضی شریک ایک مجلس میں جمع ہوئے مجھے سن کر تعجب ہوا کہ اس کو دونوں بزرگوں کے زمانہ کا فاصلہ نہیں معلوم۔ ایک عالم نے ایک مباحثہ کے دوران میں کہا کہ حضرت علیؓ اور سیدہ فاطمہؓ کے درمیان زوجیت منقطع نہیں ہوئی تھی' اس لئے حضرت علیؓ نے سیدہ کو غسل دیا' میں نے کہا کہ خدا تمہارا بھلا کرے پھر حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہؓ کے بعد ان کی بھانجی امامہ بنت زینبؓ سے نکاح کیسے کیا (کیونکہ خالہ کا نکاح باقی ہو تو اس کی بھانجی سے نکاح درست نہیں ہوتا) اسی طرح میں نے امام غزالی کی کتاب احیاء العلوم میں ایسی تاریخی فروگذاشتیں دیکھیں جن سے مجھے سخت حیرت ہوئی کہ انہوں نے کس طرح مختلف واقعات اور تواریخ کو آپس میں ملا دیا' میں نے ان تاریخی اغلاط کو ایک مستقل کتاب میں جمع کیا ہے' اسی طرح انہوں نے اپنی کتاب "مستظہری" میں لکھا ہے' جس کو انہوں نے مستظہر باللہ کی خدمت میں پیش کیا تھا کہ سلیمان ابن عبد الملک نے ابو حازم سے کہلایا کہ مجھے اپنے ناشتہ میں سے کچھ تبرکاً بھیجو' انہوں نے ان کے پاس ابلا ہوا چوکر بھیجا' سلیمان نے اس کا ناشتہ کیا' پھر اپنی بیوی سے ہم بستر ہوا' اور اس سے عبد العزیز پیدا ہوئے عبد العزیز کے عمر بن عبد العزیز پیدا ہوئے یہ سخت مغالطہ ہے' اس لئے کہ انہوں نے عمر ابن عبد العزیز کو سلیمان بن عبد الملک کا پوتا اقرار دیا' حالانکہ وہ اس کے ابن عم تھے۔ شیخ ابو المعالی جوینی نے اپنی کتاب "الشامل" کے آخر میں جو اصول فقہ میں ہے لکھا ہے کہ اہل باطن کی ایک جماعت ناقل ہے کہ حلاج' جنابی قرمطی اور ابن المقفع نے سلطنتوں کے نظام کے الٹنے' مملکت کی تخریب اور عوام کی استمالت کی سازش کی اور ہر ایک نے ایک ایک ملک کی ذمہ داری لے لی' جنابی نے احساء میں سکونت اختیار کی' ابن المقفع ترکستان کے حدود میں جا بسا' اور حلاج نے بغداد کو اپنا مرکز بنایا' اس پر اس کے دونوں ساتھیوں نے فیصلہ کر دیا کہ وہ ہلاک ہو جائے گا اور اپنے مقصد میں ناکام رہے گا' اس لئے کہ

اہل بغداد دھوکہ نہیں کھاتے' اور بڑے مردم شناس اور فہیم ہیں' اور میں کہتا ہوں کہ اگر ناقل کو یہ معلوم ہوتا کہ حلاج نے ابن المقفع کا زمانہ ہی نہیں پایا' اس لئے کہ ابن المقفع کے قتل کا منصور نے حکم دیا تھا۔ اور یہ ۱۴۴ھ کا واقعہ ہے' درانحالیکہ ابو سعید الجنابی کا ظہور ۲۸۶ھ میں ہوا ہے' اور حلاج ۳۰۹ھ میں مقتول ہوا' اس بنا پر قرمطی اور حلاج کا زمانہ قریب قریب ہے' لیکن ابن المقفع بہت متقدم ہے' اس کے ان دونوں سے ملنے اور سازش کرنے کا کوئی امکان نہیں' اس سے معلوم ہوا کہ ہر صاحبِ علم کو چاہئے کہ دوسرے علوم سے بھی تعلق رکھے' اور اس کا کچھ نہ کچھ مطالعہ ہو' اس لئے کہ ہر علم کا دوسرے علم سے تعلق ہے' ایک محدث کے لئے یہ بات کتنی معیوب ہے کہ کسی واقعہ کے متعلق اس سے فتویٰ لیا جائے اور وہ جواب نہ دے سکے' اس لئے کہ وہ طرق حدیث کے جمع کرنے میں مشغول ہے' اس کو مسائل و جزئیات کے علم کی فرصت ہی نہیں ہوئی۔ اسی طرح ایک فقیہ کے لئے یہ بات کتنی نامناسب ہے کہ اس سے ایک حدیث کا مطلب پوچھا جائے اور وہ حدیث کی صحت اور اس کے مفہوم سے بالکل ناواقف ہو اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ایسی بلند ہمت عطا فرمائے جو پست اور بے ہمتی کی باتوں کو گوارا نہ کرے"۔ (صید الخاطر ج ۳ / ۲۰۴' ۲۰۶)

تاریخی تصنیفات

انہوں نے صرف اس تنقید اور مشورہ پر اکتفاء نہیں کی بلکہ ایک کتاب "المنتظم فی تاریخ الملوک والامم" لکھی جو دس جلدوں میں ہے (اور اب سترہ جلدوں میں چھپ کر آئی ہے۔ امداد اللہ)' اور جو ابتدائے اسلام سے لے کر ۵۷۴ھ تک کے حالات پر مشتمل ہے' مصنف پہلے سن لکھتے ہیں' پھر اس سن کے اہم واقعات و حالات کا تذکرہ کرتے ہیں' پھر اس سن میں جن ممتاز اور قابلِ ذکر اشخاص کا انتقال ہوا ہے' ان کے حالات بیان کرتے ہیں' اس طرح یہ کتاب حالات و تذکرہ دونوں کی ایک جامع تاریخ ہے۔ (یہ کتاب حال ہی میں اٹھارہ جلدوں میں بیروت سے طبع ہوئی ہے۔ امداد اللہ)

اسی طرح ان کی ایک مختصر کتاب "**تلقیح فهوم اهل الاثرفی عیون التاریخ والسیر**" ہے جو ایک تاریخی بیاض کی حیثیت رکھتی ہے' جس میں بہت سے تاریخی معلومات یکجا کر دیئے گئے ہیں۔ (یہ کتاب بھی کئی بار طبع ہو چکی ہے)۔

ادبیت و خطابت

ابن جوزی کی فصاحت و بلاغت اور حسن خطابت پر مؤرخین کا اتفاق ہے' ان کی مجالس

وعظ کی مقبولیت اور لوگوں کے ازدحام کا یہ بھی ایک بڑا سبب تھا' انہوں نے "صید الخاطر" جس میں اپنی اس ذہنی کشمکش کا بھی ذکر کیا ہے کہ نفس نے ان کو اس کی ترغیب دی کہ وہ اس کا اہتمام بالکل چھوڑ دیں' اور الفاظ کی طرف بالکل توجہ نہ کریں' یہ سب تکلف اور تصنع ہے' لیکن انہوں نے اپنے علم اور تفقہ سے اس خیال کو دفع کیا' اور اپنے نفس کو سمجھایا کہ حسنِ کلام ایک خداداد قابلیت ایک ہتھیار اور ایک کمال کی بات ہے' نہ کہ نقص اور عیب' اس لئے ان کو دعوت و تبلیغ میں اس سے کام لینا چاہیئے' اس کی ناقدری نہیں کرنی چاہیئے' اسی طرح ان کے دل میں کئی بار بشدت اس کا خیال پیدا ہوا کہ وہ اس وعظ گوئی اور دعوت و تبلیغ کو چھوڑ کر زہد و انقطاع کی زندگی اختیار کرلیں' اور لوگوں سے بالکل یکسو ہو کر گوشہ نشین ہو جائیں' مگر انہوں نے دلائل و براہین سے اور اپنے نفس سے مفصل مباحثہ و مناظرہ کر کے اس خیال کو ہٹایا' اور اس کو قائل کیا کہ یہ القاء شیطانی ہے' شیطان یہ دیکھ نہیں سکتا کہ ہزاروں آدمی اس کے جال سے نکل کر ہدایت کے راستہ پر پڑ جائیں' انبیاء علیہم السلام کا راستہ دعوت و تبلیغ کا تھا' اور ان کی زندگی اجتماع و اختلاط کی تھی' اس میں نفس کا چور یہ ہے کہ وہ بیکاری اور تعطل کو پسند کرتا ہے اور جدوجہد سے بھاگتا ہے' دوسرے اس میں جاہ طلبی بھی ہے' اس لئے کہ عزلت و گوشہ نشینی اور زہد و انقطاع کی زندگی عوام کے لئے زیادہ باعثِ کشش اور جاذب توجہ ہے غرض یہ کہ شیطان ان کو افادہ عوام اور عمومی دعوت کے کام سے ہٹا نہیں سکا' انہوں نے اپنی ساری دماغی صلاحیتیں اور خدا کی بخشی ہوئی طاقتیں اصلاح پر لگا دیں' اور نصف صدی سے زیادہ پورے انہماک و قوت کے ساتھ اصلاح و افادہ کے کام میں مشغول رہے۔

وفات

۵۹۷ھ میں شبِ جمعہ کو اس داعی الی اللہ نے انتقال کیا' بغداد میں کہرام مچ گیا' بازار بند ہو گئے جامع منصور میں نماز جنازہ ہوئی' یہ وسیع مسجد کثرت ازدحام سے تنگ اور ناکافی ثابت ہوئی' یہ بغداد کی تاریخ میں ایک یادگار دن تھا' ہر طرف غم کے آثار اور گریہ کی آوازیں بلند تھیں' لوگوں کو ان سے ایسا تعلق تھا کہ رمضان بھر لوگوں نے راتیں ان کی قبر کے پاس گزاریں اور قرآن مجید کے ختم کیے۔

ماخوذ از "تاریخ دعوت و عزیمت"

مولانا ابوالحسن علی ندوی

ESTD ... USTANI LIBRARY ★1939★ MATIABURJ, CAL-24

المقـدِمَة

الحمد لله حمداً يبلغ رضاه ، وصلى الله على أشرف من اجتباه ، وعلى من صاحبه وولاه ، وسلم تسليماً لا يدرك منتهاه . لما كانت الخواطر تجول في تصفُّح أشياء تعرِض له ، ثم تُعرِض عنها فتذهب ، كان من أولى الأمور حفظ ما يخطرُ لكيلا يُنسى . وقد قال عليه الصلاة والسلام : «قيِّدوا العلم بالكتابة» . وكم قد خطر لي شيء ، فأتشاغل عن إثباته فيذهب ، فأتأسف عليه . ورأيت من نفسي أنني كلما فتحت بصر التفكر ، سنح له من عجائب الغيب ، ما لم يكن في حساب ، فأنثال عليه من كثيب التفهيم ما لا يجوز التفريط فيه ، فجعلت هذا الكتاب قيداً ـ لصيد الخاطر ـ والله ولي النفع ، إنه قريب مجيب .

'مقدمہ' سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو اس کے مقام رضا کو پا سکیں اور رحمت کاملہ ہو ایسی ذات پر جو اس کے تمام منتخب بندوں کے اشرف و اعلیٰ ہیں۔ اور ان لوگوں پر جنہوں نے آپ کی رفاقت اختیار کی اور ساتھ دیا۔ اور ایسا سلام ہو جس کی انتہاء نہیں۔

جبکہ خیالات در پیش آنے والی اشیاء میں غور و فکر کرتے ہیں اور ان سے اعراض نہیں کرتے تو سب سے پہلے ان کی حفاظت ضروری ہے تاکہ بھول نہ جائیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے علم کو تحریر کے ذریعے قید کرلو' بسا اوقات مجھے ایک چیز ذہن میں آتی ہے اور میں اپنی مصروفیت کی وجہ سے اسے لکھ نہیں پاتا تو وہ جاتی رہتی ہے اور افسوس باقی رہ جاتا ہے اور میں خود محسوس کرتا ہوں کہ جب بھی میں چشم خیال وا کرتا ہوں تو اس قدر عجائبات پردہ غیب سے سامنے آتے ہیں جنکا شمار نہیں اور عقل و فہم کی بلندیوں سے اس پردہ بارش ہوتی ہے جس سے غفلت و کوتاہی جائز نہیں تو میں نے علوم کے شکار کو اس کتاب میں قید کیا ہے اور نفع کے مالک تو اللہ ہی ہیں جو قریب بھی ہیں اور قبول کرنے والے بھی۔

مدو جزر کے مابین

وعظ سنتے وقت سامع کو کبھی فکر اور بیداری پیدا ہوتی ہے اور مجلس سے اٹھ جانے کے بعد پھر وہی جمود اور غفلت لوٹ آتی ہے میں نے اس کا سبب تلاش کیا اور پا بھی لیا۔ میں نے دیکھا کہ لوگ اس معاملہ میں مختلف قسم کے ہیں۔ عام لوگوں کی حالت یہ ہے کہ ان کا دھیان اور توجہ وعظ سنتے وقت اور اس کے بعد ایک طرح پر نہیں ہوتا جس کے دو سبب ہیں۔ ایک یہ کہ پند و نصیحت کی باتیں کوڑے کی مانند ہیں کہ برستا رہے تو درد محسوس ہوتا ہے۔ بند ہو جائے تو درد کا احساس نہیں رہتا جو پہلے تھا۔

دوسرا یہ کہ وعظ سنتے وقت انسان اپنی بیماری (کوتاہی) کے ازالہ کے فکر میں ہوتا ہے اپنی ذات اور فکر و سوچ کے لحاظ سے اسباب دنیا سے کٹ کر دلی توجہ کے ساتھ خاموش ہوتا ہے اس کے بعد جب وہ اپنے مشاغل کی طرف لوٹتا ہے تو وہ اسے پوری قوت کے سات اپنی طرف کھینچتے ہیں تو ان کھینچنے والے مشاغل کے ہوتے ہوئے کیسے ممکن ہے کہ انسان پہلے حال پر قائم رہے اور یہ حالت یوں تو سب لوگوں کو پیش آتی ہے مگر توجہ پکڑنے والے لوگ اثرات کے لحاظ سے مختلف ہوتے ہیں کچھ ایسے ہوتے ہیں کہ کسی تردد اور شک کے بغیر عزم کر لیتے ہیں اور پھر ادھر ادھر دھیان کئے بغیر چل دیتے ہیں۔ طبیعت کی سواری کبھی رکنے بھی لگے تو اسے ہانکتے ہیں جیسا کہ حضرت حنظلہؓ نے اپنا تغیر دیکھا تو نافق حنظلة کہنا شروع کر دیا تھا کہ حنظلہ تو یوں لگتا ہے جیسے منافق ہو گیا ہو۔ کچھ وہ ہیں جنہیں طبیعت کبھی غفلت کی طرف مائل کر لیتی ہے اور جو وعظ انہوں نے سنا ہوتا ہے وہ کبھی عمل کی طرف لے آتا ہے یہ اس سنبل کی طرح ہوتے ہیں جسے ہوائیں ادھر ادھر جھکاتی رہتی ہیں اور کچھ وہ لوگ ہوتے ہیں جنہیں وعظ کا اثر اسی قدر ہوا جتنی دیر سنتے رہے جیسے پانی ہموار پتھر پر بہا دیں (کہ جب تک پتھر پر پانی بہتا رہے نمی ہوتی ہے بعد میں پھر خشک)

دنیا سے جوڑ اور ربط

طبیعت میں دنیا کی طرف کشش کئی وجہ سے ہوتی ہے اور یہ سب اس کے اندر سے پیدا ہوتی ہیں اور آخرت کا ذکر طبیعت سے باہر کی چیز ہے اور نظر سے اوجھل بھی ہے بہت دفعہ بے علم آدمی یہ خیال کرنے لگتا ہے کہ آخرت کے جاذب اور اس کی طرف لگانے والے اسباب زیادہ قوی ہیں اس لئے کہ اس نے وہ وعید سن لی جو قرآن میں ہے حالانکہ معاملہ یہ نہیں ہے کیونکہ دنیا کی طرف طبیعت کے میلان کی مثال اس جاری پانی کی ہے جو نیچے کو بہنے کا تقاضا رکھتا ہے

اسے اوپر اٹھانے اور چڑھانے کے لئے تکلف کی ضرورت ہوتی ہے اسی لئے دلائل شرعیہ ترغیب وترھیب کے ذریعے عقل کے لشکر کی مدد کرتے رہتے ہیں باقی رہی طبیعت تو اس کے اپنے اسباب کشش بہت ہیں جن کے غالب آنے پر تعجب نہیں بلکہ تعجب ان کے مغلوب ہو جانے پر ہے۔

انجام کو سوچنے والا سلامت رہتا ہے

جو شخص کسی کام کی ابتدا ہی میں اس کے انجام کو نگاہِ بصیرت سے دیکھ لیتا ہے وہ اس کی خیر حاصل کر لیتا ہے اور اس کے شر سے محفوظ رہتا ہے اور جو انجام میں غور نہیں کرتا حس اور خواہش اس پر غالب آتی ہے اور جس شے سے اس نے سلامتی چاہی وہی اس پر آفات لاتی ہے اور جس شے سے راحت کی امید باندھی وہی اس کے لئے مشقتوں کا سامان بنتی ہے مستقبل میں اس کی تشریح ماضی کے ذکر سے واضح ہو سکتی ہے۔ اور وہ یوں ہے کہ تو نے اپنی عمر میں لازمی طور پر یا اللہ تعالیٰ کی معصیت کی ہے یا اطاعت، تو تیری معصیت کی لذت کہاں ہے؟ اور تیری اطاعت کی مشقت کہاں؟ وہ بہت دور جا چکی اور ہر ایک اپنی لذت و مشقت کو لے کر جا چکی پس کاش کہ گناہ جب ہو چکے تھے ختم ہو جاتے۔

ذرا موت کے لمحات کو سامنے لائیے اپنی کوتاہیوں پر ہونے والی حسرتوں کی تلخی پر نظر جمائیے میں نہیں کہتا کہ لذتوں کی چاشنی کہاں گئی؟ کیونکہ آج وہ حلاوت حنظل (ایک کڑوا پھل) کی شکل میں بدل چکی ہے۔

اب اس کے پاس حسرت وافسوس کی تلخی کے سوا کچھ نہیں۔ کیا تجھے معلوم نہیں کہ ہر گناہ اپنے نتیجہ اور انجام کے ساتھ مربوط ہے لہذا اسلامتی چاہتا ہے تو پہلے انجام کو سوچ اور ظاہر کی خواہش پر نہ جا ندامت اٹھائیگا۔

فریب دنیا

جو شخص دنیا کے انجام میں غور کرتا ہے بچ جاتا ہے اور جو آدمی لمبے سفر کا یقین رکھتا ہے وہ اس کی تیاری کرتا ہے۔ اور اے شخص تیرا معاملہ کیسا عجیب ہے کہ ایک بات پر یقین رکھتا ہے پھر بھلا بیٹھتا ہے اور ایک بات کی مضرت کو جانتا بوجھتا ہے پھر اسی کو اختیار بھی کر لیتا ہے (اور تو لوگوں سے ڈرتا ہے حالانکہ سب سے بڑھ کر اللہ کا حق ہے کہ تو اس سے ڈرے) نفس تو تجھ پر اپنی غیر یقینی باتوں میں بھی غالب آجاتا ہے اور تو اس پر اپنی یقینی باتوں میں بھی غلبہ

نہیں پاسکتا ؟ عجائبات سے بڑھ کر عجیب تیرا اپنے فریب پر خوش ہونا ہے اور اپنی غفلت میں ان چیزوں کو بھلادینا ہے جو تیرے لئے چھپا کے رکھی ہوئی ہیں۔ تو اپنی صحت پر غرور کرتا ہے اور اچانک آنیوالی بیماری کو بھلائے ہوئے ہے اپنی عافیت و سلامتی پر خوش ہو رہا ہے اور آفت کے سر پر آجانے سے غافل ہے۔ دوسروں کی موت نے تجھے تیری موت دکھادی ہے اور دوسروں کی آرام گاہ (قبر) نے مرنے سے پہلے تیری قبر دکھادی ہے لذتوں کے حصول نے اپنی ذات کے فنا ہونے کی یاد سے تجھے مصروف کرر کھا ہے کہ گویا مرنے والوں کی کوئی خبر تو نے سنی ہی نہیں ہے اور پیچھے رہنے والوں میں زمانہ کارروائیاں کرتا ہے جو تو نے دیکھی ہی نہیں سو اگر تو نہیں جانتا تو لے یہ ان کے مکانات ہیں جنہیں تیرے بعد ہواؤں کے چکروں نے کھنڈر بنادیا ہے اور یہ ان کی قبریں ہیں۔

کتنے محلات والے تو نے دیکھے ہونگے جو ابھی اپنی لحد میں نہ اترے تھے مگر اتر گئے۔ اور کتنے محلات کے مالک تو نے دیکھے ہیں جن کے دشمن ان عہدوں پر فائز ہوئے جہاں سے وہ معزول ہوئے تھے۔

اے وہ شخص جو ہر لحہ ان حالات کی طرف بڑھ رہا ہے اور اس کا عمل ایسے شخص کا سا ہے جو کچھ بھی سمجھ بوجھ نہیں رکھتا۔

اور وہ آنکھ چین سے کیسے سو سکتی ہے جسے کچھ پتہ نہیں کہ اچھے اور برے ٹھکانے میں سے اس نے کہاں اترنا ہے۔

جو چراگاہ کے آس پاس گھومتا ہے قریب ہے کہ اس میں داخل ہو جائے۔ جو فتنہ کے قریب ہوتا ہے سلامتی اس سے دور ہو جاتی ہے۔ جو صبر کا دعویٰ کرتا ہے اپنے نفس کے حوالہ کر دیا جاتا ہے بہت سی نگاہیں اپنی مثال نہیں رکھتیں سب سے بڑھ کر محفوظ اور قابو میں رکھنے کی چیز زبان اور آنکھ ہیں۔ ہرگز ہرگز فتنوں کے ہجوم میں پڑ کر ترک خواہش کے عزم سے دھوکہ نہ کھانا کیونکہ خواہش خود مکر و فریب کا مجموعہ ہے۔ بہت سے بہادر میدان جنگ میں کام آئے اور ان پر وہ نادیدنی واقعات گزرے جو وہم و گمان میں بھی نہ تھے حضرت حمزہؓ کا اور وحشیؓ کا قصہ ہی دیکھ لیجئے۔

لہذا ہوش کر اور ہر چمکتی بجلی پر نظر نہ لگا۔ کیونکہ بہت سی بجلیوں میں ہلاکت خیز کڑک ہوتی ہے۔ اور اپنی نگاہ کو پست رکھ تو ایسی محبت سے بچ جائے گا جس میں عیب و ذلت کا لباس پہننا پڑتا ہے۔ کیونکہ نوجوان کی آفت نفس کی موافقت میں ہے اور محبت کا آغاز نگاہ اٹھنے سے ہوتا ہے۔

اخلاص والے لوگ

سب سے بڑی سزا یہ ہے کہ سزا یافتہ کو اس کا احساس نہ ہو اور اس سے بڑھ کر یہ ہے کہ وہ سزا میں خوشی محسوس کرے جیسا کہ مال حرام پر خوش ہونا یا کسی گناہ پر قدرت پا کر خوش ہونا۔ اور جو شخص اس درجہ تک پہنچ جائے اسے اطاعت کی توفیق نہیں ملتی اور میں نے بہت سے علما اور نام نہاد زاہدوں کے حالات میں غور کیا ہے اور انہیں ایسی سزاؤں میں دیکھا ہے جن کا انہیں احساس تک نہیں۔ اور ان میں بڑی وہ ہیں جو عہدہ اور مرتبہ کے مطالبہ کے راستہ سے انہیں پہنچی ہیں چنانچہ بعض عالم ایسے ہیں کہ ان کی غلطی بتائی جائے تو غضبناک ہو جاتے ہیں اور واعظ اپنے وعظ میں تکلف کے عادی ہیں اور نام نہاد صوفی منافق ہے یا ریاکار ایسے لوگوں کی پہلی سزا تو یہ ہے کہ وہ حق سے کٹ کر مخلوق کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں اور باطنی سزا یہ ہے کہ مناجات اور عبادت کی لذت ان سے چھن جاتی ہے ہاں کچھ مومن مرد اور عورتیں ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے زمین انہیں کی برکت سے قائم رکھی ہوئی ہے۔ ان کے باطن اور ظاہر یکساں ہیں بلکہ باطن باہر سے بڑھ کر اجلے ہیں ان کے باطنی اخلاق ظاہری عادات جیسے بلکہ اس سے بھی زیادہ مزین ان کی ہمتیں اور عزائم ثریا تک، بلند بلکہ اس سے بھی اعلیٰ اور بلند و بالا۔ اگر کبھی پہچان لئے جائیں تو بے پہچان بن جاتے ہیں کبھی امتیازی شان کا ظہور ہو جائے تو گم ہو جاتے ہیں لوگ اپنی غفلتوں میں مست ہیں اور یہ اپنی منزلیں طے کرتے جاتے ہیں زمین کے خطے ان سے محبت کرتے ہیں آسمانوں کے فرشتے ان پر خوشیاں مناتے ہیں ہم اللہ تعالیٰ سے درخواست کرتے ہیں کہ اللہ پاک ان کی اتباع کی ہمیں توفیق عطا فرمائیں اور ان کے متبعین میں سے بنائیں۔

بلندی ہمت اور پست ہمتی

کمال بلندی ہمت کمال عقل کی علامات میں سے ہے اور پستی پر قناعت کرنیوالا کمینہ ہوتا ہے۔ اور میں نے لوگوں کے عیوب میں کوئی عیب ایسا نہیں دیکھا جو کمال ہر قادر آدمی کے ناقص رہنے کی مثل ہو یعنی حصول کمال کی طاقت کے باوجود نقص پر قائم رہنا سب سے بڑا عیب ہے۔

اسرار کی باتیں

وہ ذات پاک ہے جس کی محبت اپنے احباب کے لئے سبقت رکھتی ہے پھر وہ ان کی مدح ایسے امور پر کرتے ہیں جو خود ہی ان کو عطا فرمائے۔ اور اپنی ہی عطا کردہ چیزیں ان سے خرید

فرمائیں اور ان اوصاف میں پیچھے رہنے والوں کو آگے بڑھایا تاکہ انکے ایثار کا محل بنیں اور انکے روزوں پر بھی فخر کرتے ہیں ان کے منہ کی بو کو محبوب رکھتے ہیں واہ کیا عظیم پاکیزہ حالت ہے جسے نہ ہر طالب حاصل کر سکتا ہے اور نہ ہی ہر کوئی اس کی حقیقت کو بیان کر سکتا ہے۔

تیاری کرنیوالا کامیاب ہوا

ہر عقل مند کو اپنے سفر کے لئے تیاری پکڑنا لازم ہے کیا معلوم کب اچانک اللہ تعالیٰ کا حکم آجائے اور کچھ پتہ نہیں کب بلالیا جائے اور میں بہت سے لوگوں کو دیکھتا ہوں کہ وہ اپنی جوانی میں مست ہیں اور ہمعصروں کا چلے جانا بھول چکے ہیں اور طویل امیدوں نے انہیں غافل کر رکھا ہے اور خشک عالم کبھی اپنے کو کہتا ہے آج علم میں لگا رہ کل عمل کر لینا راحت و آرام کی محبت میں وہ اسی سستی میں مبتلا رہتا ہے اور توبہ کر کے تیاری کرنے میں تاخیر کر تا رہتا ہے غیبت کرنے اور سننے سے کبھی وحشت محسوس نہیں کرتا اور مشتبہ کمائی سے بچنے کی کوشش نہیں کرتا اس امید پر کہ کل نیکی کرونگا صفائی ہو جائیگی اور بھول گیا ہے کہ موت کبھی اچانک آدباتی ہے پس عاقل وہ ہے جو ہر لحہ کو اس کا حق واجب ادا کرتا ہے اگر موت اس پر اچانک بھی آتی ہے تو یہ تیار ہوتا ہے اور اگر کچھ موقعہ پالے تو خیر میں اور اضافہ کر لیتا ہے۔

عذاب کے اسباب

ایک دفعہ میں ان شدید مصیبتوں اور عظیم آفتوں کے بارے میں سوچنے لگا جو عام لوگوں پر آتی ہیں اور انتہائی مشقتوں میں ڈالتی ہیں اور میں جی ہی جی میں کہہ رہا تھا سبحان اللہ اللہ تعالیٰ کریموں سے بڑھ کر کریم ہیں اور کرم کی شان درگزر کرنا ہے پھر یہ سزائیں اور آفتیں کیسی؟ میں سوچتا رہا اور میں نے دیکھا کہ بہت سے لوگوں کا وجود عدم کے برابر ہے توحید کے دلائل کی تلاش اور فکر نہیں رکھتے اللہ تعالیٰ احکام اور ممنوعہ امور میں کچھ توجہ نہیں دیتے بلکہ اپنی ڈگر پر چوپاؤں کی طرح چلے جارہے ہیں اگر شریعت ان کی مراد پوری کرتی ہے تو ٹھیک ورنہ ان کو اپنی اغراض سے کام اور مال مل جائے تو پرواہ نہیں حرام ذریعہ سے آیا یا حلال سے نماز آسانی سے پڑھی گئی تو پڑھ لی کچھ مشقت پڑی تو چھوڑ دی اور انہی لوگوں میں کچھ وہ ہیں جو ممانعت معلوم ہونے کے باوجود بڑے بڑے گناہوں پر جرأت دکھاتے ہیں۔ اور بعض دفعہ تو ان کا یہ علم گناہوں پر ابھارنے لگتا ہے معلوم ہوا کہ مصائب اور سزائیں کیسی ہی بڑی ہوں مگر لوگوں کے جرائم سے کم ہیں پھر جب کوئی سزا گناہ کو ختم کرنے کو آتی ہے تو ان کا کوئی فریاد خواہ چیختا اور پکارتا ہے بھلا یہ کس گناہ کی سزا ہے اور وہ ان گناہوں کو بھولا ہوا ہوتا ہے جن میں سے

بعض بھی زمین کو ہلا دیتے ہیں اور کبھی ایک بوڑھا بڑھاپے میں وہ سختیاں جھیلتا ہے کہ قلوب ترس کھانے لگتے ہیں مگر کوئی نہیں جانتا کہ یہ سب جوانی میں اللہ تعالٰی کے حقوق کی پامالی کی وجہ سے ہے پس ہر مصیبت و آفت گناہ ہی کے سبب سے ہے۔

مخلصین کی علامات و عادات

علما کے طبقہ میں عموماً باہم حسد دیکھا ہے غور کرنے سے اس کا سبب محبت دنیا معلوم ہوا کیونکہ علمائے آخرت باہم حسد نہیں کرتے بلکہ ایک دوسرے سے محبت رکھتے ہیں جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے (اور اپنے دلوں میں ذرہ بھی تنگی نہیں پاتے اس چیز سے جو مہاجرین کو دیجائے) نیز ارشاد ہے (اور ان لوگوں کے لئے جو انکے بعد آئے کہتے ہوئے اے رب بخش ہم کو اور ہمارے بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان میں داخل ہوئے اور نہ رکھ ہمارے دلوں میں بغض ایمان والوں کا) حضرت ابو دوڈ ہمیشہ رات کو اپنے (مسلمان) بھائیوں کی جماعت کے لئے دعا کیا کرتے تھے حضرت امام احمد بن حنبل حضرت امام شافعیؒ کے بیٹے سے فرمانے لگے کہ تیرے والد ان چھ حضرات میں سے ہیں جن کے لئے میں ہر رات سحر کے وقت دعا کرتا ہوں۔ دونوں گروہوں میں وجہ فرق یہ ہے کہ علمائے دنیا کے پیش نظر وجاہت وریاست نبوی ہوتی ہے انکی خواہش ہوتی ہے کہ مجمع کی کثرت اور تعریف و ثنا ہوتی رہے۔ اور علمائے آخرت خواہش رکھنے کے بجائے ان باتوں سے کوسوں دور بھاگتے ہیں وہ ان چیزوں سے بہت ڈرتے تھے اور ان میں مبتلا لوگوں کے لئے دعائیں کیا کرتے تھے امام نخعیؒ ستون کے ساتھ ٹیک لگا کر نہ بیٹھتے تھے اور علقمہؒ فرمایا کرتے تھے مجھے کبھی پسند نہیں کہ لوگ میرے پیچھے پیچھے چل رہے ہوں اور کوئی کہہ رہا ہو کہ یہ علقمہ ہے اور بعض ایسے حضرات تھے کہ اگر پاس بیٹھنے والوں کی تعداد چار سے بڑھ جاتی تو اٹھ کے چلے جاتے اور فتوی دینے سے گریز کرتے تھے۔ گمنامی کو پسند کرتے تھے ان لوگوں کی مثال ایسے سمندر کے مسافروں کی سی ہے جو ٹھاٹھیں مار رہا ہے ایسے میں ہر مسافر کو جب تک نجات کا یقین نہیں ہو جاتا ہر لحہ ایک فکر اور غم دامن گیر رہتا ہے اور وہ لوگ ایک دوسرے کے لئے دعائیں کرتے اور باہم استفادہ کرتے تھے کیونکہ وہ سب ایک قافلہ کے شریک اور ایک دوسرے کے رفیق تھے جو شب و روز منزلیں طے کرتے ہوئے جنت کے راستے پر گامزن تھے۔

ہندستانی لائبریری
گارڈن ریچ روڈ۔ ٹیابرج۔ کلکتہ

خواہشات کا انجام

جو اچھے حالات چاہتا ہے اسے اچھے اعمال کی کوشش کرنی چاہیئے اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے (اور یہ

کہ اگر وہ لوگ سیدھے رہتے راہ پر تو ہم ان کو خوب سیراب کرتے)۔ اور آنحضرت ﷺ اپنے رب تعالیٰ کی یہ بات نقل فرماتے ہیں' (اگر میرے بندے میری اطاعت کرتے تو میں ان پر رات کو بارش برساتا اور دن کو مطلع صاف کر کے 'سورج نکالتا اور میں ان کو بجلی کی کڑک سننے کی کلفت سے بھی بچا رکھتا) نیز ارشاد فرمایا (بھلائی کبھی فاسد اور بوسیدہ نہیں ہوئی اور گناہ بھولتا نہیں ہے اور بدلا دینے والا (خدا) کبھی سوتا نہیں ہے اور جیسا کرو گے ویسا ہی بھرو گے۔) ابو سلیمان دارانی فرماتے ہیں جو عمل خالص کرتا ہے اسے خالص (بہترین) جزا دیجاتی ہے اور جو عمل گدلا (ناقص) اپنائے گا اسے جزا (بدلا) بھی ناقص ہی ملے گی رات کو اچھے عمل کرنے والا دن کو اس کی جزا پالیتا ہے اور دن میں اچھے عمل کرنیوالا رات کو اس کا بدلہ پالیتا ہے۔ یعنی خطا کے ڈر سے یا ریا کے ڈر سے مگر یہ جب ہے کہ اور علماء حق موجود ہوں اور آجکل اپنے صحیح علم کی بنیاد پر فتویٰ دینا ضروری ہے تاکہ لوگ علمائے سوء سے بچ سکیں۔

ایک بزرگ مجالس میں چکر کاٹتے اور فرمایا کرتے جو دائمی عافیت و سلامتی چاہتا ہے اسے اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرنا چاہیئے۔ فضیل بن عیاضؒ فرمایا کرتے کہ جب بھی کبھی اللہ تعالیٰ کا حکم چھوٹتا ہے تو میں اس کا اثر اپنی باندی اور گھوڑی کی عادات واطوار میں محسوس کرتا ہوں اور یہ بھی جان لو خدا تمہیں توفیق بخشیں کہ بے ہوش کرنیوالی چوٹ کا احساس نہیں ہوا کرتا کمی بیشی کی پہچان وہ کرتا ہے جو اپنا محاسبہ کرتا رہتا ہے اور جب کبھی تو اپنے حال میں کوئی فساد یا نقص محسوس کرے تو کسی ایسی نعمت کو یاد کر جس کا شکر ادا نہ کیا ہو یا ایسی غلطی اور خطا جو کر بیٹھا ہو اور نعمتوں کے بھاگ جانے (چھن جانے) سے اور آفتوں کے اچانک آپڑنے سے ڈرتے رہو اور علم کی وسیع چادر دیکھ کر کبھی فریب نہ کھاؤ وہ کبھی فوراً لپٹ بھی جاتی ہے اللہ پاک کا ارشاد ہے کہ (اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت کو نہیں بدلتا جب تک کہ وہ اپنی روش نہ بدلیں) ابو علیؒ روذباری فرمایا کرتے تھے کہ فریب نفس کی یہ بھی ایک صورت ہے کہ تو برائی کرتا رہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے عنایات کا سلسلہ جاری رہے جس پر تو توبہ چھوڑ بیٹھے اور سمجھنے لگے کہ تیری غلطیوں اور کوتاہیوں پر یوں ہی عفو اور درگزر ہوتی رہے گی۔

مان لے سلامتی پالے گا

میں ایک دن احکام شرعیہ میں غور کرنے لگا تو میں نے دیکھا کہ دو طرح کے ہیں (۱) وہ آسان۔ (۲) مشکل 'آسان اور سہل تو ظاہری اعضا کے عمل ہیں البتہ انہیں بھی ایک دوسرے کی نسبت سے مشکل دکھائی دیتا ہے مثلاً وضو اور نماز روزہ کی نسبت سے آسان ہیں اور

بعض لوگوں کے ہاں روزہ زکوۃ کی بہ نسبت آسان معلوم ہوتا ہے اور مشکل احکام میں بھی درجات کا فرق ہے بعض زیادہ مشکل ہیں بعض سے۔ اور مشکل شمار ہونے والے احکام میں فکر و استدلال ہے جو معرفت خالق تک پہنچاتے ہیں پس یہ ایسے شخص کے لئے مشکل ہیں جس پر حسی امور کا غلبہ ہے اور عقل و فکر والوں کے ہاں آسان ہیں اور انہی امور مشکلہ میں خواہشات پر قابو پانا اور نفس پر غلبہ پانا بھی شمار ہوتا ہے اور طبعیت کے ہاتھ کو اپنے زیر اثر اشیاء میں تصرفات سے روکنا بھی مشکلات ہی میں شمار ہوتا ہے مگر ایک صاحب عقل جب ان امور کے اجر و ثواب اور حسن انجام میں نظر لگاتا ہے تو یہ سب باتیں اس کے لئے آسان ہو جاتی ہیں گو سر دست مشکل لگیں اور ہماری نظر میں سب سے زیادہ مشکل اور عجیب ترین امر شرعی یہ ہے کہ عقل کے نزدیک خالق کا صاحب حکمت ہونا مسلم اور مدلل ہے پھر ہم دیکھتے ہیں کہ حق تعالیٰ ایک علم میں مصروف اور عبادت میں مشغول آدمی کو محتاج و فقیر بنا دیتا ہے حتی کہ ناداری اور فقر اس پر خوب مسلط ہوتا اور پنجے گاڑ دیتا ہے جس پر وہ ایک جاہل کے سامنے روزی کی طلب میں ذلت اٹھاتا ہے اور ادھر ایک فاسق آدمی کو جو جاہل مطلق ہے تونگری اور دولت عطا فرماتا ہے اور دنیا اس پر پانی کی طرح برستی ہے ایسے ہی کبھی تو دیکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اجسام کو پیدا فرماتا اور قوت دیتا ہے پھر کبھی ابتداء شباب ہی میں اور کبھی حد کمال تک پہنچا کر انہیں تھوڑ پھوڑ کر ریزہ ریزہ کر دیتا ہے اور کبھی تو دیکھتا ہے کہ بچے مصائب و تکالیف میں اس درجہ مبتلا ہوتے ہیں کہ ہر ایک کو طبعی طور پر ان پر رحم آنے لگتا ہے اور ادھر یہ حکم بھی ہوتا ہے کہ خبردار جو اس کے ارحم الراحمین ہونے میں شک کیا پھر یہ بھی سننے میں آتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کیطرف دعوت کے لئے بھیجا اور اسے اس اعتقاد کا پابند بھی کیا جا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرعون پر گمراہی کا حکم لگا دیا ہے' اور یہ بھی معلوم ہے کہ آدم علیہ السلام کو شجرہ کا استعمال کرنا ہی تھا اور یہ بھی فرمایا گیا ہے (کہ آدم نے اپنے رب کا حکم ٹالا پھر راہ سے بھٹکا ان جیسے امور میں مخلوق حیران ہوئی جاتی ہے حتی کہ لوگ کفر و تکذیب تک پہنچ جاتے ہیں۔

اور اگر وہ ان اشیاء کے راز کو تلاش کریں تو پتہ چل جائے گا کہ ان امور کو تسلیم کرنے کا عقل کو حکم دیا گیا ہے اور اسی پر پکار رہنے کا پابند کیا گیا ہے اور اس اصول کو سمجھ لینے کے بعد تسلیم و طاعت حاصل ہوگی اور سلامتی بھی اللہ تعالیٰ سے ہماری دعا ہے کہ وہ ہمارے لئے ان اسرار کو واضح فرمادیں جن کیوجہ سے گمراہ لوگ حیران ہو گئے یقیناً وہ قریب ہیں اور سننے والے ہیں۔

وقت کی قدر قیمت

انسان کو اپنے زمانے کی قیمت اور وقت کی قدر پہچانی چاہیے اور کوئی لمحہ بھی کسی خیر و خوبی میں لگائے بغیر ضائع نہ کرنا چاہیے۔ اور اس میں بھی بہتر سے بہتر قول یا عمل کو اہمیت دے اور مقدم رکھے اور امور خیر میں اپنی نیت مضبوط رکھے اور کسی ایسے عمل کی وجہ سے اس میں فتور نہ آنے دے جس کو کرنے سے بدن عاجزی محسوس کرے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ (مومن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے) سلف کی ایک جماعت تھی جو اپنے ایک ایک لمحہ کی حفاظت کرتی تھی عامر بن عبد قیس سے منقول ہے کہ (کسی شخص نے ان سے کہا کہ آؤ ذرا باتیں کریں فرمانے لگے: ذرا سورج کو روک لو) ثابتؒ البنانی کا بیٹا کہتا ہے کہ (نزع کے عالم میں اپنے والد کو کلمہ کی تلقین کرنے لگا تو فرمایا بیٹے! ذرا ٹھہر جا میں اپنے ایک وظیفہ میں مشغول ہوں) اور کچھ لوگ اسلاف میں سے کسی کے پاس ان کی موت کے وقت حاضر ہوئے وہ نماز میں تھے پوچھا گیا تو فرمایا کہ (اب میرا صحیفہ عمل لپیٹ دیا جائیگا) جب انسان کا یقین بن جاتا ہے کہ موت اسے عمل سے منقطع کر دیتی ہے تو وہ کتنی ہی محنت کرلے تو وہ اپنی زندگی میں ایسے عمل کی کوشش کرتا ہے جس کا اجر موت کے بعد تک چلتا رہے ایسی اولاد چاہتا ہے جو اس کے بعد ذکر اللہ کرے اور اسے اجر ملے یا کوئی علمی کتاب لکھ جاتا ہے یا کوئی ایسا عمل خیر کر جاتا ہے جسے سن سن کر لوگ بھی اس کی نقل میں وہ عمل کرتے ہیں یہ ایسے شخص ہیں جنہیں کبھی موت نہیں۔ قومیں مر جاتی ہیں مگر یہ لوگ انسانوں میں زندہ رہتے ہیں۔

اختیار اسباب مطلوب ہے

میں نے شیطان کے سب سے بڑے مکر اور حیلوں میں سے یہ چیز دیکھی ہے کہ وہ مال والوں کو امیدوں کے ذریعہ گھیرا ڈالتا ہے اور ایسی ایسی لذتوں میں مشغول کرتا ہے جو انہیں آخرت کے دھیان اور اس کے اعمال سے غافل کر دیتی ہیں اور جب انہیں مال کے ساتھ جوڑ دیتا ہے تو اس کے جمع کرنے کی ترغیب دیتا ہے اور حاصل کرنے پر ابھارتا ہے پھر اس کی حفاظت کے بہانے سے بخل کا حکم دیتا ہے اور یہ اس کا مضبوط حیلہ اور قوی مکر ہے جس میں اور بہت سے لطیف اور باریک حیلے چھپے ہوئے ہیں اور یہ کہ اہل ایمان کو مال جمع کرنے سے ڈراتا ہے جس سے آخرت کے طالب اس سے بھاگنے لگتے ہیں اور توبہ کرنے والا اپنے پاس موجود مال کو ختم کرنے لگتا ہے۔ اور شیطان اسے زہد کی ترغیب دیتا ہے اور ترک مال کا حکم دیتا ہے اور کسب مال کے ذرائع اور اسباب سے بھی ڈراتا ہے اور ظاہر یہ کرتا ہے کہ اس میں تیری خیر

خواہی اور دین کی حفاظت مقصود ہے اور ان باتوں میں اس کے عجیب عجیب مکر پوشیدہ ہوتے ہیں اور کبھی شیطان ایسے مشائخ کی آواز میں بات کرتا ہے جن کی یہ تائب پیروی کرتا ہے اور اسے کہتا ہے کہ اپنا سب مال چھوڑ کر زاہدوں کے گروہ میں شامل ہو جاؤ اور جب تک تیرے پاس صبح یا شام کا کھانا جمع ہے تو اہل زہد میں شمار نہیں ہو سکتا اور نہ ہی اہل عزیمت کا مرتبہ پا سکتا ہے اور اکثر و بیشتر اسے ایسی ایسی روایتیں سناتا ہے جن کو حقیقت اور صحت سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہوتا اور وہ شخص جب اپنا سب مال ہاتھ سے دے بیٹھتا ہے اور اسباب معیشت سے بھی فارغ ہو جاتا ہے تو برادری اور رشتہ داروں کے ہدیوں اور تحفوں کی طمع پر لگاتا ہے یا پھر کسی بادشاہ یا رئیس کی صحبت و محفل کی خوبیاں سمجھتا ہے کیونکہ ایسا شخص زہد اور ترک اسباب کے طریق پر تادیر قائم نہیں رہ سکتا لہذا سابقہ طبیعت پھر عود کر آتی ہے اور اس کی خواہشات ابھرنے لگتی ہیں اور یہ شخص جس حال کو چھوڑ بیٹھا تھا اس سے کہیں زیادہ برے حال میں مبتلا ہو جاتا ہے اور مرغوبات کے حصول میں سب سے پہلے وہ جو کچھ لگاتا ہے وہ اس کا دین ہوتا ہے اور عزت ہوتی ہے یہ سائل کی طرح ذلیل ہو کر رہ جاتا ہے اور اگر وہ ایک نظر عظیم لوگوں کے احوال پر ڈال لیتا اور صحیح احادیث میں ذرا غور کر لیتا تو پتہ چلتا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اس قدر مال رکھتے تھے کہ ان کی مویشیوں کے لئے زمین تنگ آگئی تھی اور یہی حال حضرت لوط علیہ السلام کا تھا اور بھی بہت سے انبیاء علیہم اسلام کا نیز صحابہ کرام کی کثیر جماعت کا ان حضرات نے مال نہ ہونے پر صبر کیا مگر اصلاح احوال کے لئے کسب اسباب سے منع نہیں کرتے تھے اور پاس ہوتا تو حد مباح تک استعمال سے بھی نہ روکتے تھے خود حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تجارت کا مشغلہ رکھتے تھے اور ان حضرات میں اکثر ایسے تھے جو بیت المال کے وظیفہ سے بچا ہوا مال پاس نہ رکھتے تھے ہاں ساتھیوں کی احتیاج کی ذلت سے بچتے تھے اور عبداللہ بن عمرؓ نہ کسی سے کبھی مانگتے نہ واپس رد کرتے تھے اور میں نے بہت سے اہل دین اور اہل علم حضرات کو اس حال پر دیکھا ہے کہ شروع شروع میں علمی مشاغل میں لگنے کی وجہ سے کسب مال نہ کر سکے اور جب ضروریات زندگی سے تنگ ہوئے تو ذلت اٹھانی پڑی حالانکہ وہ سب سے بڑھ کر عزت کے لائق تھے پہلے دور میں بیت المال اور دیگر احباب کے ضرورت سے زائد مال ان حضرات کو کافی ہو جاتے تھے مگر اب جبکہ وہ سلسلہ باقی نہیں رہا تو ایک دیندار شخص جب کسی ضرورت کو حاصل کرنے کی سکت نہیں رکھتا تو دین کو اس کے لئے استعمال کرتا ہے اور کاش کہ اسے یہ نوبت نہ ہی آتی اور بسا اوقات وہ دین کو ضائع کر بیٹھتا ہے مگر کوئی چیز حاصل نہیں کر پاتا لہذا عاقل انسان

کو لازم ہے کہ جو کچھ پاس ہو اس کی حفاظت کرے اور کسب مال کی کوشش بھی کرتا رہے تاکہ ظالم کا احسان مند ہونے سے اور جاہل کی چاپلوسی سے محفوظ رہے اور نام نہاد صوفیوں کی واہیات باتوں کی طرف بالکل دھیان نہ دے جو حالت فقر میں عجیب عجیب دعوے سناتے رہتے ہیں۔ اور فقر میں صبر کرنیوالا مرض پر صبر کرنیوالے کی طرح ہے ہاں اگر آدمی ہمت ہارے اور یہ حالت بزدل صوفیوں کی ہے اور اس نیت سے کمانے والا تاکہ وہ دینے والا بنے نہ کہ لینے والا صدقہ کرنے والا بنے نہ صدقہ لینے والا تو یہ بہادر اور باکمال لوگوں کا مقام ہے اور ان باتوں میں غور کرنے سے غناء کی شرافت اور فقر کی مضرت خوب معلوم ہو سکتی ہے۔

اہل فضیلت کے حالات

میں نے اہل فضل کے حالات میں غور کیا تو یہ دیکھا کہ ان میں اکثر و بیشتر ایسے ہیں جنہیں دنیاوی مال و متاع سے حصہ بہت کم ملا ہے اور دنیا زیادہ تر گھٹیا اور کمینے لوگوں کے ہاتھوں میں دیکھی اور ان باکمال لوگوں کو دیکھا کہ وہ اس دنیا کے نہ ملنے پر افسوس کرتے ہیں جسے نااہل لوگ لئے پھرتے ہیں اور بہت سے تو اسی حسرت و افسوس میں اس دنیا سے ہی چل بسے۔ میں نے ایسے کف افسوس ملنے والوں کو خطاب کرتے ہوئے کہا ہے کہ بہت افسوس ہے ذرا اپنے حال میں غور فرمائیں کہ آپ کئی طرح سے غلطی پر ہیں۔

ایک یہ کہ اگر طلب دنیا کی ہمت آپ میں ہے تو اس پر محنت کریں کم از کم نہ ملنے کے افسوس سے تو بچ جائیں گے کیونکہ محنت و کوشش کے بغیر بیٹھے رہنا اور حاصل کرنیوالے دوسرے لوگوں کو دیکھ دیکھ کر افسوس کرتے رہنا انتہائی عاجزی اور نکما پن ہے۔ دوسری یہ کہ دنیا زندگی گزارنے کی حد تک مطلوب ہے، بنانے سنوارنے کے لئے نہیں یہ وہ بات ہے جس پر آپ کا علم گواہ ہے اور یہ فہم و عقل کے دائرہ میں بھی ہے اور نااہل لوگوں کو ضرورت سے زائد جو کچھ مل رہا ہے وہ ان کے جسم و جان کے لئے بھی مضر ہے اور ان کے دین کی بربادی بھی ہے اس علم و یقین کے بعد بھی اگر تجھے اس چیز کے نہ ملنے پر افسوس ہے جس کا نہ ملنا تیرے لئے بہتر تھا اور تیرا یہ تاسف ایسی چیز پر ہے جس کے نہ ملنے کو تو خود بھی عین مصلحت سمجھتا ہے تو آخرت کے عذاب سے اگرچہ بچ بھی گیا تو اس افسوس ہی کو بطور نقد عذاب کے کافی سمجھ لیں۔

تیسری یہ کہ آپ جانتے ہیں کہ دنیا میں خورد و نوش اور لذتوں کے لحاظ سے آدمی کو مجموعی طور پر دوسرے حیوانات و بہائم سے کم حصہ ملا ہے کیونکہ یہ چیزیں انہیں وافر مقدار میں ملی ہیں اور پر امن طریق پر ملی ہیں۔ اور تمہیں خوف و مشقت کے راستے سے ملیں اور مقدار میں

بھی کم ملیں پس اگر تیرا یہ حصہ تیری خواہش کے موافق بڑھا دیا جائے تو گویا تیرا الحاق حیوانات و بہائم کے ساتھ اس لحاظ سے ہو گیا کہ انہیں ان چیزوں کے بالمقابل فضائل و کمالات سے محروم رکھا گیا اور مشاغل کی کمی انسان کو مراتب کے حصول پر لگاتی ہے اس کے باوجود اگر آپ نے فضول چیزوں ہی کو ترجیح دی تو جان بوجھ کر اپنے آپ کو عیب ناک کیا ہے اپنے علم کو داغدار کیا ہے اپنی عقل کی کمی پر مہر تصدیق ثبت کر دی ہے۔

ہلاکتیں ہی ہلاکتیں

میں نے نفس کی ممنوعہ خواہشات کے بارے میں بعض علماء کا طریق کار دیکھا اور غور کیا تو ایسی باتیں بھی دیکھیں کہ اگر حقیقت حال کی تفتیش نہ کی جائے تو بظاہر کفر ہی معلوم ہوتا ہے۔(۱) چنانچہ ممنوع بات کے بارے میں نہیں جانتے کہ یہ ممنوع ہے (۲) یہ لوگ ممنوع چیز کو مکروہ سمجھتے ہیں حرام نہیں یہ لوگ قسم اول ہی کے قریب قریب ہیں (۳) یہ لوگ تاویل کرتے ہیں اور غلطی کر بیٹھتے ہیں جیسا کہ مشہور ہے کہ آدم علیہ اسلام کو ایک خاص درخت سے منع کیا گیا تھا انہوں نے اس جیسے دوسرے درخت کا پھل کھا لیا اور اس خاص درخت کو چھوڑ دیا (۴) یہ وہ لگ ہیں جو حرام ہونے کا یقین تو رکھتے ہیں مگر خواہش کے غلبہ میں انہیں یاد نہیں رہتا اور مرغوب چیز کا مشاہدہ انہیں اپنے علم سے غافل کر دیتا ہے۔ اسی بنا پر چور ہاتھ کٹنے (کی سزا) کو بھول جاتا ہے بلکہ اپنی خواہش کی تکمیل میں وہ سب کچھ بھلا بیٹھتا ہے اور برائی کے درپے ہونے والا نہ تو اپنی رسوائی اور بے عزتی کی پرواہ کرتا ہے اور نہ کسی سزا اور حد کا دھیان رکھتا ہے کیونکہ گناہ کی چمک دیکھ کر وہ اپنے علم کو بھلا چکا ہے (۵) یہ وہ لوگ ہیں جو گناہ اور ممنوع ہونا جانتے بھی ہیں اور یاد بھی رکھتے ہیں اس کے بعد بھی عاقل کو احتیاط کرنا لازم ہے جبکہ وہ جانتا بھی ہے کہ حکیم مطلق شہنشاہ نے ۱/۴ (ربع) دینار کے عوض چور کا ہاتھ کٹوا دیا ہے اور زنا میں گھڑی بھر کی لذت کے عوض ایک صحیح سالم حسین و جمیل جسم کو پتھروں میں سنگسار کرا دیا ہے۔

عدل وانصاف کی ترازو

حق تعالیٰ کے افعال میں غور کرنیوالا جان سکتا ہے کہ وہ عدل کے قانون پر قائم ہیں اور وہ عمل کی جزا کو تیار پائے گا کچھ عرصہ بعد ہی سہی لہذا ڈھیل ملنے پر کسی کو فریب میں مبتلا نہ ہونا چاہیئے کہ جزا میں کبھی تاخیر بھی ہو جاتی ہے اور سب سے بدترین گناہ جس کے لئے عظیم

بدلہ تیار کیا گیا ہے وہ کسی گناہ پر اصرار کرتا ہے اور مزید یہ کہ ایسا شخص ساتھ ساتھ صوم و صلوۃ اور استغفار وغیرہ بھی کرتا رہتا ہے اور وہ اس صورت حال کو مفید بھی سمجھتا ہے اور مخلوق میں سب سے بڑا مبتلائے فریب وہ شخص ہے جو خود حق تعالیٰ کے ناپسندیدہ کاموں پر لگا ہوا ہے اور پھر اس سے اپنی مرغوب و مطلوب چیزیں بھی مانگتا ہے جیسا کہ حدیث پاک میں ہے کہ (وہ عاجز ہمت ہار) وہ شخص ہے جو اپنے نفس کو اس کی خواہشات پر لگاتا ہے اور اپنی مرغوبات کی اللہ تعالیٰ سے تمنا رکھتا ہے)۔ عاقل کے مناسب حال یہ ہے وہ اپنے اعمال کے نتائج (بدلہ) کا دھیان رکھے۔ ابن سیرین فرماتے ہیں ایک دفعہ میں نے ایک آدمی کو شرمندہ کرتے ہوئے "یا مفلس" کہا تھا جس کے چالیس سال بعد میں خود مفلس اور نادار ہو گیا اور اس کے بالمقابل جو شخص کوئی عمل خیر کرتا یا نیت صحیح کر لیتا ہے اسے اس کی بہترین جزا کا منتظر رہنا چاہئے گو دیر بھی ہو جائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے (جو شخص تقویٰ اختیار کرتا ہے اور صبر کرتا ہے تو یقیناً اللہ تعالیٰ ایسے نیکو کاروں کا اجر ضائع نہیں کرتے)' اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک ارشاد ہے (جو شخص کسی عورت کا حسن و جمال دیکھنے کے بجائے آنکھ پست کر لیتا ہے اللہ تعالیٰ اسے ایسا ایمان عطا فرماتے ہیں جس کی لذت وہ اپنے دل میں محسوس کرتا ہے) لہذا اصحاب عقل کو یقین کر لینا چاہئے کہ عدل کے ترازو میں جھول نہیں۔

صوفیانہ بدعتیں

میں نے نام نہاد صوفیاء اور زاہدوں کے حالات میں غور کیا تو اکثر کو شریعت سے ہٹا ہوا پایا جو احکام شرع سے جاہل اور خود ساختہ بدعتوں میں لگے ہوئے اور ایسی آیتیں دلیل میں لاتے ہیں جنکے معنی تک سے واقف نہیں اور ایسی روایات سناتے ہیں جو خاص خاص مواقع رکھتی ہیں اور ان میں بھی اکثر درجہ ثبوت کو نہیں پہنچ پاتیں چنانچہ ان لوگوں نے قرآن کریم میں یہ سن لیا ہے۔ (اور دنیا کی زندگی تو محض دھوکے کا سامان ہے)' اور یہ کہ (دنیا کا جینا تو کھیل ہے اور تماشا)، اور حدیث کے حوالہ سے یہ سن رکھا ہے کہ'

(دنیا اللہ تعالیٰ کے ہاں اس سے بھی کہیں کم درجہ رکھتی ہے جتنا کہ ایک مردہ بکری کا درجہ اس کے گھر والوں کی نگاہ میں ہوتا ہے) بس ان لوگوں نے اس کے چھوڑنے پر زور لگانا شروع کر دیا یہ نہ دیکھا کہ اس کی حقیقت کیا ہے حالانکہ یہ بات بالکل واضح ہے کہ ایک شے کی جب تک حقیقت معلوم نہ ہو اس کی مدح یا مذمت کیسے صحیح ہو سکتی ہے اور جب ہم ذرا اس کی حقیقت دیکھتے ہیں تو یہ پاتے ہیں کہ زمین کا یہ فرش جو مخلوق کے لئے قرار گاہ ہے اسی سے ان

کی ضروریات غذائیں وغیرہ نکلتی ہیں مرتے ہیں تو اسی میں دفن ہوتے ہیں ایسی مصلحتوں کے ہوتے ہوئے اس کی مذمت کیسے ہو سکتی ہے اور پھر دیکھتے ہیں کہ زمین پر پانی ہے، کھیتیاں ہیں، حیوانات ہیں یہ سب بھی آدمی کی بقاء اپنے رب کی معرفت کا سبب ہے اور اس کی اطاعت و خدمت میں لگنے کا ذریعہ ہے اور جو چیز کسی عارف و عابد کی بقا کا سبب ہو وہ قابل مدح ہے قابل مذمت نہیں۔ معلوم ہوا کہ مذمت کے قابل جاہلوں کے افعال ہیں یا دنیا میں رہ کر معصیت کرنیوالے ہیں۔ ورنہ جو شخص مباح مال کماتا ہے اور اس کی زکوۃ ادا کرتا ہے وہ کیوں مذمت کے قابل ہے حضرت زبیرؓ نے اور عبدالرحمنؓ بن عوف نے جو کچھ چھوڑا وہ کسے معلوم نہیں اور خود حضرت علیؓ کی زکوۃ چالیس ہزار تک پہنچتی تھی حضرت عبداللہ بنؓ مسعود نے نوے ہزار چھوڑے اور لیثؒ بن سعد کو ہر سال بیس ہزار زمین کی آمدنی سے آتے تھے سفیان بھی تجارت پیشہ تھے ابن مہدیؒ ہر سال دو ہزار دینار نفع کما لیتے تھے اور نکاح یا باندیوں کی کثرت کو لیں تو یہ بھی مذموم نہیں آپ کی زوجات مطہرات تھیں اور باندیاں بھی اور جمہور صحابہ کا یہی حال تھا حضرت علیؓ کی ۴ آزاد بیبیاں ہوئیں اور سترہ باندیاں اور آپ کے بیٹے حضرت حسنؓ نے ۴ سو کے قریب نکاح کئے ہیں کیونکہ بغرض اولاد نکاح کرنا عبادت و طاعت ہے اور بغرض لذت ہو تو مباح ہے اور اس میں بھی نیکیوں کی بہت سی صورتیں نکل آتی ہیں مثلاً اپنے اخلاق کی حفاظت عورت کی عفت کا تحفظ وغیرہ۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تو اپنی عمر شریف کے دس سال حضرت شعیب علیہ السلام کی بیٹی کے گھر میں لگا دیئے تھے اگر نکاح میں کوئی فضیلت کی بات نہ ہوتی تو انبیاء علیہم السلام کی پاکیزہ زندگیوں کے اکثر حصے اس میں نہ لگتے۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اس امت کے اچھے لوگ وہ ہیں جو نکاح زیادہ کرتے اور خود دو دو باندیوں سے شب باشی کر لیتے تھے رہا معاملہ کھانے پینے کا تو اس کا مقصد بدن کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے لئے قوی بنانا ہے اور اونٹ والے پر اس کی دیکھ بھال ضروری ہوتی ہے تاکہ وہ سواری کا کام دے سکے آپ ﷺ کو جو میسر آتا تناول فرما لیتے تھے گویا گوشت مل گیا وہ بھی کھا لیتے مرغ کا گوشت علاوہ بھی استعمال فرماتے سب سے زیادہ مرغوب میٹھا ہوتا تھا اور شہد اور جو یہ کہا جاتا ہے کہ آپ مباح سے پرہیز کرتے تھے وہ یہ کہ سیر ہونے کے بعد کھانا مکروہ ہے اور ایسے ہی تکبر اور اترانے پر کپڑا پہننا درست نہیں بہت سے لوگوں نے مذکورہ امور میں سادگی پر قناعت اختیار کی کیونکہ خالص حلال میں کبھی حسب منشا خرچ کی گنجائش نہیں ہوتی ورنہ آنحضرت ﷺ نے ایسی پوشاک بھی زیب تن فرمائی جو ستائیس اونٹوں کے عوض آپ کے لئے خریدی گئی تمیم داریؓ کے پاس ایک حلہ

(پوشاک) تھا جو ہزار درہم میں خرید اگیا تھا وہ رات کو پہن کر نماز پڑھا کرتے تھے پھر کچھ ایسے لوگ آئے جو زاہد بن کر دکھاتے تھے اور انہوں نے ایسے ایسے طریقے ایجاد کیۓ جو اپنی خواہش کے مطابق انہیں اچھے لگتے تھے اور ان کے لئے پھر دلائل تلاش کرنے شروع کر دیئے۔
مناسب تو یہ ہے کہ انسان دلیل کی اتباع کرے یہ نہیں کہ پہلے ایک طریق گھڑ لے پھر اس کی دلیلیں ڈھونڈ تا پھرے یہ لوگ بھی پھر کئی طرح کے ہوگئے۔

(۱) کچھ لوگ ایسے ہوئے کہ ظاہر میں تکلف کرتے تھے اور باطن میں کچھار کے شیر تھے خلوتوں میں اپنی خواہشات پر خوب ہاتھ صاف کرتے اور لذتوں پر ٹوٹ ٹوٹ پڑتے تھے اور لوگوں پر اپنی شکل وصورت سے یہ ظاہر کرتے کہ وہ بہت ہی صوفی منش اور زاہد مزاج لوگ ہیں حالانکہ زہد ان کے لباس میں ہوتا تھا احوال باطنی کو دیکھیں تو وقت کے فرعون ہوتے تھے۔

(۲) بعض لوگ یوں باطن کے لحاظ سے بھی اچھے ہی ہوتے تھے مگر شریعت سے بالکل جاہل۔

(۳) اور کچھ لوگوں نے پیش قدمی دکھائی اور کتابیں بھی لکھیں اور جاہلوں نے اس طریق میں ان کی پیروی کرنا شروع کر دی جیسے کئی اندھے کسی ایک اندھے کے پیچھے چلنے لگیں۔

اور اگر یہ لوگ اس پہلے طریق کو ذرا دیکھ لیتے جو آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام کا طریق تھا تو کبھی راہ سے بھٹکتے۔ محققین حضرات ایسے لوگوں کی کبھی پرواہ نہ کرتے تھے جو شریعت سے ہٹے ہوئے ہوتے خواہ لوگ انہیں کیسا ہی بڑا بناتے رہیں بلکہ جی بھر کے انکی مذمت کرتے تھے۔ چنانچہ امام احمدؒ سے منقول ہے کہ مروزی نے ان سے پوچھا آپ نکاح کے بارے میں کیا فرماتے ہیں فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے ابراہیم تو یوں کہتے ہیں مروزی نے کہا اس پر امام گرج کر فرمانے لگے کیا ہم ان چھوٹی چھوٹی راہوں سے آئے ہیں ایسے ہی ان سے کسی نے کہا کہ سریؒ سقطی کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ نے جب حروف کو پیدا فرمایا تو "الف" کھڑا رہا اور "ب" سجدہ میں گر گئی امام احمد نے فرمایا جبھی تو لوگ اس سے کنارہ کر گئے۔

واقعہ یہ ہے کہ محقق شخص کو کسی بڑے کا نام متاثر نہیں کرتا جیسا کہ ایک آدمی حضرت علیؓ سے کہنے لگا آپ کا کیا خیال ہے کیا ہم حضرت طلحہؓ اور زبیرؓ کے باطل پر ہونے کا تصور بھی کر سکتے ہیں آپؓ نے فرمایا حق کا تعارف افراد واشخاص کے ذریعے سے نہیں ہوتا حق کی پہچان پیدا کرو اہل حق خود ہی پہچان میں آجائیں گے۔۔۔

یہ یقینی بات ہے کہ عوام کے قلوب میں بعض لوگوں کی عظمت بہت ہو جاتی ہے پھر جب ان کی کوئی بات مسئلہ کے طور پر بتائی جاتی ہے تو جاہل لوگ اسے قبول کر لیتے ہیں اسی تعظیم کی

وجہ سے جیسا کہ ابو یزیدؒ کی بات منقول ہے کہ میرا نفس بگڑنے لگا تھا تو میں نے قسم کھالی کہ سال بھر تک پانی نہ پیوں گا' یہ بات اگر واقعی اور سچی ہے تو یہ ان کی ایک عظیم خطا اور کھلی غلطی ہے کیونکہ پانی غذاؤں کو بدن تک پہنچاتا ہے اور کوئی چیز اس کے قائم مقام نہیں بن سکتی تو جب کوئی شخص پانی نہیں پیتا تو گویا اس نے اپنے بدن کو ایذا دینے کی کوشش کی ہے خود آنحضرت ﷺ کے لئے پینے کا پانی لایا جاتا تھا۔ بھلا ایسا کام وہ شخص کر سکتا ہے جسے معلوم ہے کہ یہ جسم و جان اس کے اپنے نہیں ہیں اور ان میں کسی قسم کا تصرف اذن مالک کے بغیر جائز نہیں ہے ایسے ہی بعض صوفیاء سے منقول ہے کہ میں نے مکہ تک ننگے پاؤں اللہ تعالیٰ کے توکل پر سفر کیا کوئی کانٹا پاؤں میں گھس جاتا تو پاؤں زمین پر رگڑ دیتا تھا اٹھاتا نہیں تھا ٹاٹ کا لباس تھا کبھی آنکھ میں تکلیف ہوتی تو اسی سے مل دیتا جس سے ایک آنکھ بھی جاتی رہی اسی طرح کی اور بھی بہت سی مثالیں ہیں جنہیں اکثر بیان کرنے والے کرامات کے طور پر بیان کرتے ہیں لور بڑی اہمیت دیتے ہیں جس سے عوام یہ سمجھنے لگتے ہیں کہ ان کرامات والے مرتبہ میں امام شافعیؒ اور احمدؒ سے بھی بڑھے ہوتے ہیں اور میں قسم سے کہتا ہوں کہ یہ عظیم ترین گناہ اور بدترین عیب ہے کیونکہ اللہ پاک کا ارشاد ہے (اپنی جانوں کو ہلاک مت کرو) اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا (یقیناً تیرے نفس کا تجھ پر حق ہے) حضرت ابوبکرؓ نے سفر ہجرت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے سایہ تلاش کیا حتیٰ کہ ایک چٹان پر نظر پڑی تو اس کے سائے میں آپ کے لئے کپڑا بچھایا۔ اس امت کے قدیم لوگوں سے اس قسم کے مبالغہ اور تکلفات کے آغاز کا پتہ ملتا ہے جس کی دو وجہیں تھیں۔ (۱) حقیقت سے ناواقفی اور جہالت (۲) رہبانیت کے دور کا قرب لور بہت سے قصہ گو ایسے ہیں جو اپنی مجالس کو ایسے لوگوں کے ذکرے سے دلچسپ بناتے ہیں کہ جو زلو سفر لور پانی وغیرہ کے بغیر سفر کرتے ہیں وغیرہ وغیرہ حالانکہ انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ ایسا کرنا بدترین فعل ہے لور یہ کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا تجربہ اور امتحان جائز نہیں بسا اوقات نئے نئے لوگ ان قصوں کو سن کر نقالی کر بیٹھتے ہیں اور اپنی جان تک ضائع کر لیتے ہیں اور اس گناہ میں اس واعظ اور قصہ گو کا بھی برابر کا حصہ لگتا ہے لور کئی لوگ ذوالنون مصری کے قصے سناتے ہیں کہ سفر میں انہیں ایک عورت سے ملاقات ہوئی باہم گفتگو ہوئی اور یہ لوگ ایسی صحیح احادیث کو بھلا دیتے ہیں جن میں ہے کہ (عورت کو ایک دن رات کا سفر محرم کے بغیر جائز نہیں) اور حدیث میں ہے کہ بنی اسرائیل نے اپنے لئے شدت کو اختیار کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے شدت کا فیصلہ فرمایا اور بہت سے لوگ فقر کی ترغیب دیتے ہیں لور لوگوں کو اپنے مال ختم کر دینے پر تیار کرتے

ہیں پھر ان کا معاملہ حاجت پڑنے پر یا تو تنگدلی اور تھٹن تک چلا جاتا ہے یا پھر لوگوں سے سوال کرنے لگتے ہیں۔ اور ترغیب دینے والو نکی وجہ سے کتنے لوگ ہیں جو مصائب اور تکالیف میں مبتلا ہو جاتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ پیٹ کا ایک تہائی کھانے کے لئے ایک تہائی پینے کے لئے اور ایک تہائی سانس کے لئے مگر ان لوگوں کو اس درجہ پر قناعت نہیں بلکہ تقلیل میں اور مبالغہ کا حکم دیتے ہیں چنانچہ ابو طالب مکی (قوت القوب میں) نقل کرتے ہیں کہ ہمارے ساتھ ایسے لوگ بھی تھے جو اپنا روزینہ کھجور کی ایک مقدار میں رکھ لیتے اور رات تک ان کے پاس اقل قلیل بچ جاتی تھیں میں نے بھی بچپن میں ان کی نقالی شروع کی مگر مجھے دماغ میں خشکی پیدا ہوئی اور کئی سال تک بیمار رہا بھلا ایسی باتیں علم و دانش سے کچھ بھی لگاؤ رکھتی ہیں یا شریعت کبھی ان کی ترغیب دے سکتی ہے ظاہر ہے کہ آدمی کے قویٰ ہی تو اس کی سواری کا کام دیتے ہیں جب ان میں کمی کرے گا تو عبادت میں کمزور پڑ جائے گا اور ایسا ہر گز مت کہو کہ خالص حلال کا ملنا بہت مشکل ہے لہذا مشتبہ مال سے بچنے کے لئے زہد اختیار کرنا ضروری ہے کیونکہ مومن کے لئے اسی قدر کافی ہے کہ اپنی کمائی کے حلال ہونے کا اطمینان کر لے اس سے زائد اس پر کچھ واجب نہیں کیا ایسا نہیں کہ ہم جب دیار روم (کفرستان) میں جہاد کے لئے داخل ہوتے ہیں تو وہاں شراب کی قیمت اور گناہ کی اجرت کے مال بطور غنیمت ہمیں ملتے ہیں اور حلال ہوتے ہیں ہاں کیا حلال سے تیری مراد یہ ہے کہ سونے کی ڈلی جب سے کان سے نکلی وہ مسلسل بذریعہ حلال ہی تجھ تک پہنچے یہ ایسی بات ہے جس کی طرف آنحضرت ﷺ نے بھی کبھی التفات نہیں فرمائی۔ کیا یہ حقیقت نہیں کہ صدقہ آپ ﷺ پر حرام تھا مگر بریرہؓ پر کبھی صدقہ ہوا اور وہ آپ کو بطور ہدیہ پیش کرتی تو آپ کے لئے وہی گوشت حلال ہوتا تھا کیونکہ وصف بدل گیا ہے۔

اور امام احمدؒ کا ارشاد ہے کہ میں طعام میں تقلیل کو مکروہ سمجھتا ہوں کیونکہ کچھ لوگوں نے ایسا کیا تو فرائض کی ادائیگی سے بھی عاجز آگئے اور یہ صحیح ہے کیونکہ کمی کرنیوالا جب کمی کرتا ہی چلا جائیگا تو پہلے نوافل سے عاجز ہوگا پھر فرائض سے پھر اہل و عیال کے حقوق سے حتی کہ ان کے لئے کسب معاش سے بھی عاجز آجائے گا اور ان سب امور خیر سے بھی جنہیں کبھی کیا کرتا تھا اور ان احادیث سے تجھے قطعاً گھبرانا نہیں چاہئے جن میں بھوکے رہنے کی ترغیب ہے کیونکہ ان سے یا تو نفلی روزہ مراد ہے یا خوب سیر ہونیکی عادت مٹانے سے بچنا مراد ہے باقی ہمیشہ کے لئے طعام میں کمی رکھنا یہ قویٰ پر اثر انداز ہوتا ہے جو کہ جائز نہیں اور آپ اسے بلاکم

وکاست سن لیجئے کہ مجھے دلیل میں اشخاص وافراد کے نام مت سنایئے کہ بشرؒ نے یہ فرمایااور ابراہیمؒ بن ادھم نے یوں کہا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کو دلیل بنانے والے کی دلیل زیادہ مضبوط ہے نیز یہ بھی ہے کہ ان حضرات کے عمل کی حسن ظن کی وجہ سے ہم کوئی توجیہ بھی کر سکتے ہیں جیسا کہ واقعہ ہے کہ میں نے اپنے بعض مشائخ سے گفتگو کے دوران پوچھا کہ بعض حضرات کے متعلق آیا ہے کہ انہوں نے اپنی کتابیں دفن کر دی تھیں اس کی کیا وجہ ہے فرمانے لگے اس کا بہترین جواب یہی ہے کہ ہم سکوت اختیار کریں گویا ادھر اشارہ تھا کہ یہ ایسا کرنے والے کی نادانی تھی اور میں نے یہ توجیہ کی ہے کہ ممکن ہے ان کتابوں میں ان کی اپنی رائے کا بھی ذکر ہو جس پر لوگوں کا عمل کرنا وہ مناسب نہ سمجھتے ہوں اس لئے کتاب ہی دفن کروادی گئی۔

اور ہمیں یہ روایت بھی احمد بن ابی الحواری سے پہنچی ہے کہ انہوں نے اپنی کتابیں اٹھائیں اور دریا میں ڈال دیں اور فرمانے لگے کہ تو ایک بہترین دلیل تھی مگر مدلول تک پہنچنے کے بعد اب ہمیں دلیل کی حاجت نہیں رہی۔ اگر حسن ظن کی بنا پر چاہیں تو اس قصہ کی یہ توجیہ کر سکتے ہیں کہ ان کتب میں ان کی اپنی باتیں ایسی درج تھیں جو پسندیدہ نہ تھیں لیکن اگر وہ صحیح علوم تھے تو ان کو ضائع کرنا کبھی اچھا نہیں کہلا سکتا۔ میں نے اگر ان حضرات کے لئے یہ تاویل اختیار کی ہے تو یہ ایسے علماء کے حق میں صحیح بھی ہے کیونکہ ہمیں یہ روایت پہنچی ہے کہ سفیان ثوریؒ نے اپنی کتب دفن کر دینے کی وصیت فرمائی تھی اور وہ بعض حضرات کی روایتیں نقل کرنے پر نادم تھے اور فرماتے تھے کہ حدیث کے شوق نے مجھ سے یہ کروالیا ہے اور وہ یہ کہ ضعیف اور متروک راویوں سے بھی حدیث لے لیتے رہے اور جب دوسری راویوں سے انکو تمیز دینا مشکل ہو گیا تو سب کو دفن کرنے کی وصیت فرمادی ایسے ہی جس شخص نے اپنی رائے سے کچھ کلام کیا اور پھر اس سے رجوع کر لیا تو اب اسے جائز ہے کہ ایسے کلام پر مشتمل کتب کو دفن کروادے علماء حضرات کے لئے تو تاویل کی یہ وجہ ہے لیکن نام نہاد صوفی جنہوں نے علماء کے اس ظاہر عمل کو دیکھا اور اچھی بھلی کتابوں کو دفن کروادیا تاکہ وہ کتب عبادت میں رکاوٹ نہ بنیں تو یہ ان کی سراسر جہالت تھی کیونکہ انہوں نے اسی شمع کو بجھانا شروع کر دیا جو ان کے لئے روشنی دیتی تھی مزید یہ کہ اس میں مال کا ضیاع بھی تھا جو کسی صورت ان کو جائز نہ تھا علمی کتابوں کو دفن کرنے والوں میں یوسف بن اسباط بھی ہیں جو روایت حدیث سے پھر بھی صبر نہ کر سکے مگر روایت میں خلط ملط کرنے لگے جس وجہ سے

ان کا ضعیف راویوں میں شمار ہونے لگا۔

احمد بن خالد کہتے ہیں میں نے شعیب بن حرب کو کہتے ہوئے سنا کہ میں نے یوسف بن اسباط سے پوچھا آپ نے اپنی کتابوں کا کیا کیا کہنے لگے میں الجزیرہ میں آیا جب پانی خشک ہو گیا تو میں نے ان کو دفن کر دیا اور اوپر سے پانی آگیا اور وہ یوں ختم ہو گئیں میں نے وجہ پوچھی تو کہنے لگے اس لئے کیا تھا کہ تا کہ ایک ہی مشغلہ باقی رہے۔

صاحب کتاب فرماتے ہیں کہ بظاہر یہ کتابیں نفع بخش علم کی تھیں مگر قلت علم نے تفریط کا یہ رنگ دکھایا کہ جس سے خیر کا قصد کیا تھا وہ شر ثابت ہوا اگر ان کی کتب بھی ثوریؒ کی کتب جیسی ہوتیں کہ ان میں ضعیف راویوں کی روایتیں یوں خلط ہو گئی تھیں کہ تمیز کرنا دشوار ہو گیا تھا تو ان کی بھی بات کچھ بن جاتی مگر ان کا خود وجہ بیان کرنا کہ تا کہ ایک ہی مشغلہ باقی رہے' بتا رہا ہے کہ کتابیں ویسی نہ تھیں بس دیکھ لو قلت علم اہل خیر کے ساتھ کیا کچھ کر گزرتی ہے۔

حدیث کے شعبہ میں ہمیں ایسے حضرات کی خبر بھی ملی جن کی زیارت کو ہم جاتے اور ان کی تعظیم کرتے ہیں کہ وہ دجلہ کے کنارے پر تھے پیشاب کیا تو تیمم بھی ساتھ ہی کر لیا پوچھا گیا کہ پانی تو قریب ہی موجود تھا کہنے لگے خطرہ ہوا کہ شاید وہاں تک نہ پہنچ سکوں۔ اس بات سے گو یہ تو پتہ چلتا ہے کہ وہ لمبی امید نہیں رکھتے مگر فقہاء جب اس قسم کی بات سنتے ہیں تو انہیں ہنسی آجاتی ہے کیونکہ تیمم تو بہر حال پانی نہ پانے پر ہی ہوتا ہے پانی کے ہوتے ہوئے تیمم کے لئے ہاتھ مارنا ایک عبث عمل ہے پانی موجود ہونے کا یہ معنی نہیں کہ وہ آدمی کے پہلو ہی میں ہو بلکہ کئی گز پر ہو تب بھی موجود شمار ہو گا اور تیمم ناجائز ہو گا اور عبث بھی۔ اس قسم کی باتوں میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک فقیہ اگرچہ اس کے پیروکار اقل قلیل ہوں اور اپنے ہمعصروں کے ساتھ اچانک دنیا سے رخصت ہو جائے وہ ایسے ہزاروں سے بہتر ہے جن کو ہاتھ لگانا بھی عوام باعث برکت سمجھتے ہیں اور جن کے جنازوں میں بے حد و شمار ہجوم ہوتا ہے کیا بھلا وہ شخص قابل قدر ہے جس کے پیچھے لوگوں کی بھیڑ ہے یا وہ فقیہ جو شریعت کی مراد سمجھتا اور اس پر فتویٰ دیتا ہے جہالت سے خدا کی پناہ اور اسلاف کی ایسی تعظیم سے جو کورانہ تقلید کی شکل میں ہو کیونکہ جو شخص اوپر والے (پہلے) گھاٹ سے پانی پیتا ہے اسے باقی گھاٹ گدلے محسوس ہوتے ہیں اور سب سے بڑی آفت اور ابتلاء عوام کی قصیدہ خوانی ہے کتنے لوگ ہیں جو اس کی وجہ سے فریب کھا کے رہ گئے جیسا کہ حضرت علیؓ کا ارشاد ہے۔ (احمقوں کے پیچھے جوتے چٹخانے والے عوام میں عقل نام کی کوئی چیز باقی نہیں رہتی)

اور ہم نے سنا ہے بلکہ مشاہدہ بھی کیا ہے کہ لوگ ایک شخص کی مدح سرائی یوں کرتے ہیں کہ فلاں رات بھر نہیں سوتا دن کو روزہ رکھتا ہے بیوی کو پہچانتا تک نہیں دنیا کی مرغوبات کا ذائقہ تک نہیں چکھا جسم لاغرو نحیف ہڈیاں خشک ہو گئی ہیں حتی کہ نماز بھی بیٹھ کر پڑھتا ہے یہ ان علماء سے بہتر ہے جو کھاتے پیتے مزے اڑاتے ہیں یہ ان لوگوں کے علم کی انتہاء ہے اور اگر ان کو ذرا سمجھ ہوتی تو پتہ چلتا کہ اگر پوری دنیا اپنی لذتوں اور مرغوبات سمیت ایک لقمہ بنا دی جائے اور اللہ کے حکم پر فتویٰ دینے والا اس کی شریعت کی بات بتانے والا عالم اسے کھالے تو اس کا ایک فتویٰ جو اللہ تعالیٰ کی راہ دکھاتا ہے مذکورہ عابد کی عمر بھر کی عبادت سے کہیں بہتر اور افضل ہے حضرت عبداللہؓ بن عباس کی روایت ہے اور ایک فقیہ ابلیس پر ہزار عابدوں سے بھاری ہے۔

میری ان باتوں سے یہ تاثر نہ لیا جائے کہ میں ایسے عالم کی فضیلت سنا رہا ہوں جو اپنے علم پر عمل نہیں کرتا ہرگز نہیں۔ میں اس باعمل کی بات کر رہا ہوں جو اپنے نفوس کی مصالح سے بھی واقف ہیں ان میں ایسے بھی ہیں جو سادے اور موٹے چھوٹے پر گذران پسند کرتے ہیں جیسے امام احمدؒ بن حنبل اور بعض باریک لباس اور لطافت پسند بھی ہوئے جیسے سفیان ثوری اپنے ورع اور تقویٰ کے ہوتے ہوئے اور امام مالکؒ دین کے اعلیٰ مقام پر ہوتے ہوئے اور امام شافعیؒ قوت فقاہت کے ساتھ ساتھ' اور یہ مناسب نہیں کہ ایک شخص سے ایسا مطالبہ کیا جائے جو دوسرے کی ہمت و طاقت میں ہے۔ ممکن ہے کہ یہ نہ کر سکے کیونکہ ہر انسان اپنے نفس کی صلاح اور مناسبات سے واقف ہوتا ہے رابعہؒ کا مقولہ ہے کہ اگر تیرے نفس کی بہتری فالودہ کھانے میں ہے تو کھالو۔ مگر میرے سامع اور قاری کو ایسا نہیں بننا چاہیے جو زہد کی فقط شکل و صورت دیکھنے کے عادی ہیں کیونکہ بہت سے اچھی حالتوں میں بسر کرنے والے لذت کے شوقین نہیں ہوتے بلکہ ان کی نگاہ اپنے نفس کی اصلاح پر ہوتی ہے ہر بدن موٹے اور کھدرے لباس کا تحمل نہیں رکھتا خصوصاً ایسا شخص جو مجاہدہ اور محنت میں لگا ہو' ہجر افکار کے ہجوم میں گھرا ہوا ہو فقر کا ستایا ہوا ہو یہ شخص اگر اپنے نفس کے ساتھ اچھا اور نرم سلوک نہیں کرتا تو اس نے وہ نرمی اور مہربانی ترک کر دی ہے جو اس پر واجب تھی۔ یہ چند اجمالی باتیں جو وقتی طور پر ذہن میں آئیں جلدی میں ان کو قلم بند کر دیا ہے اور اگر واقعات و شواہد کے ذریعہ اس کی شرح کرنے لگتا تو قصہ طویل ہو جاتا۔ اللہ تعالیٰ اس کو اپنی رحمت سے نافع بنائے۔

مرنے کے بعد روح کا ٹھکانا

لوگوں پر نفس اوراس کی حقیقت کا معاملہ مشکل دکھائی دے رہا ہے گو سب کا اس کے وجود پر اتفاق ہے اور موجود ماننے کے بعد حقیقت ذات سے ناواقف ہونا کوئی مضر نہیں ہے پھر یہ اور مشکل ہے کہ مرنے کے بعد روح کہاں ہوتی ہے اہل حق کا مذہب یہ ہے کہ مرنے کے بعد بھی روح موجود ہوتی ہے لذتیں اڑاتی ہے یا تکالیف میں پھنستی ہے۔۔ امام احمد بنؒ حنبل فرماتے ہیں کہ مومنوں کی روحیں جنت میں اور کافروں کی دوزخ میں ہوتی ہیں جیسا کہ "شہدا" والی حدیث میں ہے کہ وہ سبز پرندوں کے پوٹوں میں ہوتی ہیں جو جنت کے درختوں پر ہوتے ہیں اور بعض جاہلوں نے نعمتوں اور لذت اٹھانیوالی روایتوں کے ظاہر ہی کو لے لیا اور کہنے لگے کہ مردے قبروں میں کھاتے پیتے اور نکاح کرتے ہیں صحیح یہ ہے کہ مرنے کے بعد روح نعمتوں میں چلی جاتی ہے یا عذاب میں اور قیامت تک اسی حال میں رہتی ہے قیامت میں پھر اپنے جسم میں لوٹا دی جائے گی تاکہ نعمتوں کی کامل لذت ان وسائط کے ذریعہ حاصل ہو سبز پرندوں کے پوٹوں میں ہونے سے معلوم ہوتا ہے کہ لذت کا حصول روح کو کسی نہ کسی واسطہ کے ساتھ ہی ہوتا ہے ہاں مگر یہ لذتیں کھانے پینے کی ہیں البتہ علوم و معارف کی لذت بلاواسطہ بھی ممکن ہے اس تذکرہ سے مقصود یہ ہے کہ میں نے موت کی وجہ سے کچھ اضطراب محسوس کیا اور یہ بھی کہ موت کے بعد روح بھی شاید ختم ہو جاتی ہے تو میں نے اپنے نفس سے مخاطب ہو کر کہا۔ اگر تیرا شریعت پر ایمان ہے تو شریعت جو کچھ کہتی ہے تجھے معلوم ہے اور انکار کی گنجائش نہیں اور اگر شریعت کی بات میں کچھ شک ہے تو پہلے اسی کے حق ہونے کی بات کرنی ہوگی تو نفس نے جواب دیا کہ مجھے کوئی شک نہیں ہے تو میں نے کہا کہ بس ایمان کو صحیح رکھنے اور تقویٰ کو حاصل کرنے کی محنت و کوشش کرو اور موت کے وقت ہی راحت و آرام کی بشارت حاصل کرو کیونکہ تیرے بارے میں مجھے عمل کی کوتاہی کا ہی ڈر ہے اور یہ بھی جان رکھ کہ نعمتوں کا فرق فضیلتوں کے مختلف درجات کے لحاظ سے ہے لہذا محنت کے پروں کے ساتھ اس کے اعلیٰ مقامات تک پہنچنے کی کوشش کرو اور خواہشات کے شکاری اور فریب کے جال سے خوب بچ کے رہو اللہ تعالی توفیق بخشیں۔

شرافت علم

ایک دن میں نے اپنی مجلس میں کہا کہ جو بوجھ مجھ پر رکھا گیا ہے اگر پہاڑوں پر ہوتا وہ عاجز آجاتے اپنے گھر واپس آیا تو میرا نفس یوں مخاطب ہوا۔ وہ بات آپ نے کیوں کہی تھی ابظاہر سننے والے کو وہم ہو سکتا ہے کہ آپ کسی مصیبت میں مبتلا ہیں حالانکہ آپ کو جانی،

مالی ہر طرح کی عافیت حاصل ہے باقی احکام شریعت کی پابندی اران کا بوجھ یہ تو سبھی پر ہے آپ ہی کو اس کی شکایت کیوں ہے میں نے جوابا کہا کہ پابندی کے بوجھ سے عاجز آکر میں نے یہ بات کہی ہے بطور شکوہ و شکایت کے نہیں بلکہ راحت حاصل کرنے کے لئے جیسا کہ مجھ سے قبل بہت سے صحابہ اور تابعین بھی فرما چکے ہیں، اے کاش ہم پیدا ہی نہ ہوتے 'اور ایسا کلام اپنی ذمہ داریوں سے عاجزی پر ہی ہوتا ہے اور جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ احکام شریعت کی تکلیف اور پابندی کوئی مشکل نہیں بلکہ آسان ہے وہ مکلف ہونے کو جان ہی نہیں سکے کیا تیرا یہ گمان ہے کہ خیال کرنیوالا یہ خیال کرتا ہے کہ ایک رطل پانی سے اعضاء کا دھونا یا محراب میں دو رکعتوں کے لئے کھڑا ہونا وغیرہ ہی امور تکلیف ہیں ہر گز نہیں یہ تو بہت آسان احکام ہیں اصل احکام تکلیف وہ ہیں جن کے تحمل سے پہاڑ بھی عاجز ہیں مثلا یہ کہ میں جب دیکھتا ہوں کہ تقدیر ایسے امور کا فیصلہ کر رہی ہے جو عقل و فہم سے بالا ہے اور مجھے اس فیصلہ کے یقین کے تسلیم کرنے پر عقل کو مجبور کرنا ہوتا ہے تو یہ مشکل ترین بات ہے خصوصا وہ جن کی حقیقت دائرہ عقل سے باہر ہے جیسے بچوں کے دکھ درد حیوانات کا ذبح وغیرہ اس اعتقاد کے باوجود کہ ان امور کا حکم دینے والا اور ان کو تقدیر میں لکھنے والا 'ارحم الراحمین' ہے بس یہ باتیں ہیں جہاں پر عقل حیران رہ جاتی ہے مگر پھر بھی اس اعتراض کو چھوڑ کر تسلیم و یقین لازم ہوتا ہے اور کون نہیں جانتا کہ بدن کی تکلیف اور عقل کی تکلیف میں کس قدر فرق ہے اگر میں اس کی شرح کرنے لگوں تو بات لمبی ہو جائے گی اور جو کچھ کہا گیا ہے اس پر بھی معذرت خواہ ہوں غرض میں تو اپنی بات کرتا ہوں کسی اور سے کیا کام میں ایسا شخص ہوں کہ بچپن ہی سے علم کی محبت مجھے نصیب ہو گئی اور میں اس میں مشغول ہو گیا پھر صرف ایک کی محبت نہیں بلکہ تمام فنون کی اور پھر میری ہمت و عزم فن کے کسی خاص مقام پر جا کر رکتی نہیں بلکہ قصہ اس کے احاطہ کا اور انتہاء کو پہنچنے کا ہوتا ہے جبکہ زمانہ محدود عمر بالکل قلیل اور شوق اپنے شباب میں، اور درماندگی منہ پھیرے ہوئے۔ اس وجہ سے بہت سی مطلوبہ باتوں کا علم ایک حسرت بن کے رہ جاتا ہے پھر علم ہی نے مجھے اپنے معبود کا تعارف کرایا اور اس کی بندگی پر تیار کیا اور دلائل نے مجھے پکار پکار کر اس کی دعوت دی تو میں اس کے حضور حاضر ہوا اور میں نے اس کی تمام خوبیوں کو کمالات کے آئینہ میں دیکھا اور صفات سے پہچانا میری بصیرت نے اس کے وہ الطاف دیکھے جنہوں نے مجھے اس کی محبت میں سرگرداں کر دیا اور اس کی بندگی کی خلوتوں کی طرف مجھے برانگیختہ کیا اور یوں ہو گیا کہ جب بھی اس کا ذکر کرتا تو مجھ پر ایک وجد سا طاری ہو جاتا تھا اور اس کی بندگی کی خلوت و تنہائی میرے لئے ہر لذت سے بڑھ کر لذیذ ہو گئی اور

میں جب بھی علمی مشاغل سے خلوۃ کی طرف مائل ہونے لگتا تو علم مجھے پکارتا تھا کہ کہاں کا خیال ہے؟ مجھ سے منہ موڑ رہا ہے جبکہ میں ہی تو تیری اس معرفت کا سبب ہوں تو میں اسے جواب دیتا تھا' بے شک تو دلیل اور رہنما تھا مگر وصول کے بعد رہنمائی کی حاجت نہیں رہتی۔ وہ کہتا تھا افسوس۔ تو جس قدر بھی ادھر بڑھے گا تیرے محبوب کی معرفت بھی بڑھتی جائے گی اور اس کے قرب کی کیفیات محسوس ہونے لگیں گی اور اس کی دلیل یہ ہے کہ آئندہ کل تجھے محسوس ہو گا کہ تیرا آج خسارہ اور نقصان کا تھا اور کیا تو خود اللہ تعالیٰ کی بات پر توجہ نہیں دیتا کہ وہ اپنے نبی پاک ﷺ کو فرماتے ہیں (اور آپ کہیئے کہ اے اللہ میرے علم میں اضافہ فرما) اور تو اس کا قرب بھی تو چاہتا ہے لہذا تجھے چاہیئے کہ اس کے بندوں کو اس کی طرف رہنمائی کر حضرات انبیاء علیہم السلام کا یہی طریقہ ہے کیا تجھے علم نہیں کہ انہوں نے عبادت کی خلوتوں پر تعلیم خلق کو ترجیح دی کیونکہ وہ جانتے تھے کہ یہ ان کے محبوب (خدا تعالیٰ) کو زیادہ پسند ہے اور حضور ﷺ نے خود حضرت علیؓ کو فرمایا کہ (اللہ تعالیٰ کا کسی کو تیری وجہ سے ہدایت عطا فرمانا تیرے لئے سرخ لونٹوں سے زیادہ بہتر ہے۔) اس کلام کی سچائی محسوس کرتے ہوئے میں یونہی چلتا رہا جب بھی لوگوں کے مجمع سے ملتا جلتا تھا ذہن میں ایک انتشار سا پیدا ہوتا اور جب بھی ان کو نفع رسانی کا مقصد پورا ہوتے دیکھتا تو اپنا نقصان بھی سامنے آتا تھا جس وجہ سے میں حیران اور تردد میں مبتلا رہتا تھا کچھ پتہ نہ چلتا تھا کہ کس قدم پر اعتماد کروں اور جب یوں حیران کھڑا ہو جاتا تھا تو علم پکارنے لگتا تھا اٹھیئے اہل و عیال کے لئے کسب معاش کیجئے۔ اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنیوالی اولاد حاصل کرنے کی کوشش کیجئے پس جب میں ادھر متوجہ ہوتا تو دودھ نکالنے کے وقت دنیا کے پستان سکڑ جاتے تھے اور میں معاش کے دروازے اپنے سامنے بند پاتا تھا کیونکہ علمی مشغلہ نے کوئی اور فن سیکھنے کی مجھے فرصت ہی نہ دی تھی اور جب میں اہل دنیا کی طرف دھیان کرتا تو دیکھتا تھا کہ وہ دنیا کا سامان خریدار کے دین کے عوض بیچ رہے ہیں اور کاش کہ ان لوگوں کے ساتھ نفاق کرنیوالا اور ریاکاری کرنیوالا ان کی دنیا ہی کا کچھ حصہ پالیتا بلکہ بسا اوقات تو یہ ہوا کہ اس کا دین بھی گیا اور مراد بھی حاصل نہ ہوئی بد دل ہو کر بھاگنے کی سوچتا تو شریعت کا حکم سامنے آتا کہ ایک آدمی کو یہی گناہ کافی ہے کہ (ایسے لوگوں کو ضائع کر دے جن کی روزی کا وہ ذمہ دار ہے) اور اگر گوشہ تنہائی کا ارادہ کرتا ہے تو کہنے والا کہتا ہے انکا کیا بنے گا جن کی ذمہ داری تیرے سر ہے آخر کار میں نے دنیاوی امور میں قلت اختیار کرنا شروع کر دی جبکہ اسی کی ناز و نعمتوں میں میری تربیت ہوئی

اور اسی کی چھاتیوں سے مجھے غذا ملی تھی اور مزاج میں طبعی لطافت سے بڑھ کر لطافت آچکی تھی بس جب میں نے اپنا لباس بدل لیا اور کھانے میں بھی تنگی اور سادگی آگئی کہ اس میں وسعت آتی کہاں سے ' تو طبیعت میں عادت کا خلاف ہونے کی وجہ سے نفرت اور بیزاری پیدا ہو گئی پھر بیمار رہنے لگا واجبات کی ادائیگی ختم اور مصائب و آفات نے گھیر اڈال لیا ظاہر ہے کہ خوشگوار ذرائع سے لطیف و لذیذ غذا استعمال کرنے کے بعد روکھی سوکھی پر آجانا جبکہ اس کی کبھی عادت بھی نہ تھی یہ جان کو تلف کرنے کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے۔

اب جی سے مخاطب ہوں اور کہہ رہا ہوں کیا کروں ؟ کیسے کروں اپنی تنہائیوں میں دل سے باتیں کرتا ہوں اور اپنی بدحالی پر خوب آنسو بہاتا ہوں اور کہتا ہوں کہ کیا علماء والا راستہ اختیار کروں جبکہ جسم میں علمی کاوشوں کے لئے ہمت نہیں ہے اور حالت زہد کے لئے بھی بدن طاقت نہیں رکھتا اور اہل محبت کا سا حال جبکہ مخلوق سے میل جول کی وجہ سے ذہن میں پریشانی اور نفسیانی خواہشات سے طرح طرح کے محبوب نقشے ابھرتے ہیں اور دل کا آئینہ زنگ آلود ہوا جاتا ہے نیز یہ کہ محبت کا پودا عمدہ زمین میں نشوونما چاہتا ہے تاکہ فکر کے کنویں سے اسے خلوۃ کا پانی دیا جائے اور اگر کسب معاش کا راستہ پکڑوں تو اس کی طاقت نہیں اور اگر اہلِ دنیا کی دہلیز پر جاؤں تو ذلت سے طبعی بیزاری اور دینی وضع داری رکاوٹ بنتی ہے لہذا رکاوٹوں کے ہوتے ہوئے ادھر میلان کا کوئی اثر باقی نہیں رہتا اور لوگوں سے میل جول بھی تکلیف دہ بات ہے حقیقت تو یہ ہے کہ حصول پر قدرت نہیں ۔ ہے علم و عمل یا محبت کا کوئی درجہ حاصل نہیں ہے ایسے میں مجھے اپنا حال اس شعر کے عین موافق دکھائی دیتا ہے۔

(ترجمہ) کہ ہاتھ پاؤں باندھ کر مجھے دریا میں پھینک دیا ہے اور کہا یہ جارہا ہے کہ خبردار بھاگنا نہیں ہے) میں اپنے معاملے میں حیران ہوتا ہوں اپنی عمر پر روتا ہوں اور اپنی خلوتوں کے وسیع صحراؤں میں پکار پکار کر کسی کا وہ شعر پڑھتا ہوں جو شاید میرے ہی لئے کہا گیا ہے۔

ہائے میری حسرت میں نے تیری محبت میں اپنی غلطیوں سے بھی سازباز کئے رکھی اور میری مثال اس اسیر کی ہے جس کے پاؤں میں کوئی رسی ہے نہ گلے میں کوئی پٹہ ہے۔

سلسلہ محبت میں میرے حیلے ختم اور تدبیریں بے کار ہو گئیں اور تو نے میرے پروں کو جب مضبوط باندھ لیا تو حکم دیدیا کہ اڑ جا۔

خواہشات کے پیچھے لگنا دل کو مردہ کرتا ہے

میں نے دنیا اور آخرت کے معاملہ میں غور کیا تو دیکھا کہ دنیا کے حوادث حسی،

مادی اور طبعی ہیں اور آخرت کے حوادث ایمان ویقین سے متعلق ہیں اور جس کسی کا علم ویقین قوی نہ ہو اس کے لئے جذب وکشش میں حسی امور زیادہ قوی ثابت ہوتے ہیں اپنے اسباب کی کثرت کی وجہ سے حوادث کا تسلسل بھی قائم رہتا ہے چنانچہ لوگوں سے ملنا جلنا حسینوں کو دیکھنا اپنی مرغوبات اور لذیذ چیزوں کے پیچھے پڑنا حسی حوادث کو قوی کرتا ہے اور تنہائی سوچ اور فکر اور علم ودلائل میں نظر رکھنا حوادث آخرت کو قوت دیتا ہے اس کی وضاحت یوں ہو سکتی ہے کہ انسان جب گھر سے نکل کر بازاروں میں چلتا پھرتا ہے دنیا کی چمک دمک دیکھتا ہے اور پھر قبرستان کی طرف سے گذرتا ہے اور کچھ فکر کرتا ہے اور سوچتا ہے دل میں رقت اور گداز محسوس کرتا ہے تو وہ ان دونوں حالتوں میں واضح فرق محسوس کرتا ہے اور اس کا سبب یہی اسباب حوادث کے ساتھ تعلق اور جوڑ ہے لہذا اچھے تنہائی اختیار کرنا ذکر کرنا علم میں نظر رکھنا لازم وضروری ہے کیونکہ خلوت میں تحفظ ہے یا کیئے خلوت پرہیز ہے فکر وعلم دوا ہیں اور دوا میل ملاقات کی بد پرہیزی کے ساتھ ساتھ نفع نہیں دیتی اور انسان میں یہ مخلوق کے ساتھ خلط ملط رکھنا جڑ پکڑ چکا ہے اور ایسا ہی افعال ہیں اشتغال اور خلط بھی لہذا اس کی دوا وہی ہے جو بیان کردی گئی ہے پھر بھی جب تو لوگوں سے خلط رکھے گا اور خواہشات کے پیچھے بھاگے گا اور ارادہ دل کی اصلاح کا رکھے گا تو یہ ایک ناممکن ومحال کا ارادہ ہے۔

انسان ممنوع چیز پر حریص ہوتا ہے

میں نے ممنوع اشیاء پر نفس کے حریص ہونے میں غور کیا تو دیکھا کہ جس قدر شدت کے ساتھ نفس کو منع کیا جائے اسی قدر اس کی حرص زور اور قوت پکڑتی ہے چنانچہ سب سے پہلے پہل آدم علیہ السلام کو دیکھ لیجئے کہ جب ایک درخت کے پھل سے انہیں روکا گیا تو انہیں اسی کی حرص ہوئی حالانکہ اور کتنے بے شمار درخت وہاں موجود تھے مثال مشہور ہے انسان اسی چیز پر حرص دکھاتا ہے جس سے روکا جائے۔ اور شدت اشتیاق اسی چیز کا دکھاتا ہے جسے پا نہیں سکتا۔ ایک مقولہ عام زبان زد ہے کہ اگر لوگوں کو بھوکا رہنے کا حکم دیا جائے تو صبر کر لیں گے لیکن اگر ایک مینگنی کو توڑنے سے روکا جائے تو اس کا شوق ضرور دکھائیں گے اور کہیں گے کہ آخر کوئی تو بات ہے جو منع کیا ہے ایک اور مقولہ ہے کہ انسان کو سب سے بڑھ کر وہی شے محبوب ہوتی ہے جس سے اسے روکا گیا۔ میں نے اس کے سبب میں غور کیا تو دو باتیں معلوم ہوئیں (۱) نفس کو کوئی قید یا پابندی گوارا نہیں بدن کے نفس میں اس کا مقید ہونا ہی بہت ہے پھر جب کسی چیز سے منع کر کے اس پر پابندی لگائی جاتی ہے تو اسے برداشت نہیں ہوتا اور طیش بڑھ جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ اگر گھر پر مہینہ بھر پڑا رہے تو گراں نہ ہوگا اور اگر ایک

دن کے لئے نکلنے سے روک دیا جائے تو مشکل پڑ جائیگی۔

(۲) کسی حکم کا پابند ہونا اسے گراں اور شاق گزرتا ہے اسی لئے حرام میں لذت پاتا ہے اور مباح میں اتنا مزا نہیں محسوس کرتا اسی لئے اپنی مرضی کی شکل پر بندگی کرنا اسے آسان ہے اور شریعت کی بات پر اپنی پسند کو ترجیح دیتا ہے۔

خلوت کی حقیقت

مجلس وعظ کے آثار اور تائبین کی توبہ اور اہل زہد کی زیارت و ملاقات کے پیش نظر میرا نفس مدت سے اس کشاکشی میں ہے کہ زہد اختیار کیا جائے خلق سے یکسوئی اور آخرت کے لئے علیحدگی ہونی چاہئے میں نے غور کیا تو اس میں اکثر حصہ شیطان کا محسوس کیا کیونکہ وہ دیکھتا ہے کہ میری کوئی مجلس ایسے بے شمار لوگوں سے خالی نہیں ہوتی جو اپنے گناہوں پر واویلا کرتے اور روتے ہیں اور بکثرت ایسے لوگوں کی جماعت تیار ہوتی ہے جو توبہ کرتے ہیں اور اپنے غفلت و لاپرواہی کے حالات سے باز آتے ہیں جن کی تعداد کبھی ایک سو پچاس تک بھی ہوتی ہے اور کئی دفعہ توبہ کرنے والے سو سے بڑھ جاتے ہیں جن میں اکثریت نوعمروں کی ہوتی ہے جنھوں نے کھیل کود میں آنکھ کھولی اور گناہوں کے مشغلہ میں نشو ونما پائی یوں لگتا ہے کہ شیطان نے اپنے شر میں عمیق غور و فکر کے بعد یہ سمجھا کہ میں جتنے لوگوں کو بھی ادھر کھینچتا ہوں وہ اس کی جماعت کے ہوتے ہیں تو اس نے یہ خیال کیا کہ اپنی چکنی چپڑی باتوں کے ذریعے مجھے اس کام سے روک دے تاکہ وہ ان لوگوں کو اپنے ساتھ رکھ سکے جنہیں میں اس کے ہاتھ سے چھڑاتا ہوں اور اس نے بہت ہی خوبصورت طریق سے مجھے مجالس سے روکنے کی کوشش کی اور کہنے لگا۔ کہ مخلوق کو دکھانے والا خلوت گزیں نہیں ہو سکتا میں نے کہا کہ خوبصورت مزین الفاظ اور عمدہ عبارت سے صحیح معنی نکالنا یا ادا کرنا خوبی کی بات ہے نقص یا عیب نہیں۔۔۔۔ باقی میرا لوگوں کے ساتھ ایسا رابطہ جو شرعاً جائز نہیں: خدا کی پناہ۔ پھر میں نے دیکھا کہ وہ مجھے کسب مال کے ترک کی طرف توجہ دلا رہا ہے کہ فلاں فلاں اسباب بظاہر مباح ہی تو ہیں چھوڑ دینے میں کیا حرج یا گناہ ہو گا؟ میں نے کہا اگر یہ زہد مجھے راس آبھی گیا اور میں گوشہ نشینی میں مطمئن اور پختہ ہو گیا تو پھر جب زیر دست مال ختم ہو گیا یا کسی قریبی عزیز ہی کو حاجت پیش آگئی تو مجھے واپس لوٹنا پڑے گا یا نہیں۔ بس تو معاف ہی رکھ اور حسب ضرورت مجھے کچھ کسب ہی کرنے دے کہ میں لوگوں کے آگے سوال کرنے سے بچا رہوں اگر اپنی عمر کچھ لمبی ہو گئی تو یہ بہترین سہارا نے گا ورنہ وارثوں کے کام آجائیگا اور میں اس سوار کی

براہ مہربانی ورق نہ موڑیں۔

مانند نہیں ہو جاؤنگا جس نے (دور سے) چمکتی سراب (ریت) کو دیکھ کر اپنا پانی گرا دیا اور موقعہ پر پانی نہ پا کر نادم ہونے لگا مگر اب ندامت کا کیا فائدہ۔ بہتر اور درست یہی ہے کہ سونے سے پہلے لیٹنے کی جگہ بنالیں اور بڑھاپے سے پہلے احتیاطاً کچھ مال مہیا کر رکھیں تا کہ عند الضرورت کام آسکے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ (اپنے وارثوں کو غنی چھوڑ کر جانا تیرے لئے اس سے بہتر ہے کہ تو انہیں ناداری کی حالت میں چھوڑ کر جائے کہ وہ لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلاتے پھریں۔) نیز فرمایا کہ (نیک آدمی کے لئے اچھا مال بہترین چیز ہے۔) رہی علیحدگی اور انقطاع تو وہ برائی اور شر سے ہونا چاہئے نہ کہ خیر اور بھلائی سے اور شر سے بچ کر رہنا بہر حال ضروری ہے اور اہل طلب کو کچھ تعلیم دینا مریدین کی رہنمائی کرنا یہ تو عالم کی عبادت ہے اور کتنے اہل علم اس غلطی میں مبتلا ہیں کہ وہ کتاب کی تصنیف یا مفید و مقصود علم کی تعلیم پر نفل نماز یا روزہ کو ترجیح دیتے ہیں حالانکہ تصنیف یا تعلیم ایسے تخم ہیں جن کی پیداوار اور فصل کثیر ہے اور انکا نفع تادیر باقی رہتا ہے باقی نوافل وغیرہ کی طرف شیطانی ترغیب و تزیین کی وجہ سے نفس دو وجہ سے مائل ہوتا ہے۔

(۱) فراغت و فرصت کی محبت کہ اس سے انقطاع الی اللہ آسان ہو جاتا ہے

(۲) اپنی توصیف و تعریف کو پسند کرنا کہ یہ تعریف جب زہد کے حوالہ سے ہو گی تو عوام کا میلان خوب ہو گا مگر تمہیں لازم ہے کہ قرن اول پر نظر رکھو اور دور اول کے ساتھ چمٹنے کی کوشش کرو جو کہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کا دور ہے کیا ان حضرات میں سے کسی میں بھی نام نہاد زاہدوں اور صوفیوں کی گھڑی ہوئی یہ باتیں تھیں کہ وہ تعلیم و تعلم سے کنارہ کش ہو گئے تھے یا لوگوں سے یکسر علیحدگی اختیار کر لی تھی اور کیا انبیاء علیہم السلام کا مخلوق میں اس محنت و مشقت کے سوا کوئی اور مشغلہ سنا گیا ہے کہ وہ خیر کی ترغیب دیتے اور شر سے منع کیا کرتے تھے ہاں اگر کوئی غیر عالم شخص شر سے بچنے کے لئے لوگوں سے میل جول نہیں رکھتا تو یہ احتیاط و تحفظ کا ایک درجہ ہے کہ وہ اختلاط کے شر سے ڈرتا ہے مگر ایک طبیب شخص جو اپنے پاس موجود چیز سے واقف ہے تو وہ اس سے نفع کمائیگا اور خود کو محفوظ بھی رکھ سکے گا۔

مبارک ہیں وہ لوگ جو علم سیکھتے اور عمل کرتے ہیں

میں نے خلق کے مقصد میں غور کیا تو معلوم ہوا کہ وہ اپنی درماندگی کا اظہار اپنی عاجزی اور کوتاہی کا اعتراف ہے اور میں نے حضرات علماء کرام اور باعمل صوفیاء حضرات کو دو صفوں میں تقسیم کیا اور علماء کی صف میں حضرت امام مالکؒ، سفیانؒ، ابو حنیفہؒ، شافعیؒ، احمدؒ، رحمہم اللہ تعالیٰ کو کھڑا کیا اور عابدوں کی صف میں مالک بن دینار، رابعہ، معروف کرخی، بشر بن حارث

رحمہم اللہ تعالیٰ کو کھڑا کیا۔

عبادت گذار حضرات جب اپنی عبادت میں جدوجہد کرتے ہیں اور زبان حال انہیں پکار پکار کے کہتی ہے کہ تمہاری عبادت کا نفع تمہاری ذات سے آگے کسی اور تک نہیں پہنچتا جبکہ علماء کا نفع متعدی ہے دوسروں کو بھی پہنچتا ہے اور یہ لوگ انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں اور زمین پر اللہ تعالیٰ کے خلفاء اور نائب ہیں یہی لوگ اہل فضیلت اور انہی کے ذریعہ جہان کا قیام ہے۔ تو یہ حضرات سر جھکا لیتے اور عاجزی دکھاتے ہیں اور ان باتوں کی تصدیق کرتے ہیں مالک بن دینارؒ، حسن بصریؒ کی خدمت میں علم سیکھنے کے لئے حاضر ہوئے اور فرمایا کرتے کہ حسنؒ ہمارے استاد ہیں۔ اور جب علماء کی نظر ادھر جانے لگتی ہے کہ علم کی بدولت انہیں فضیلت اور برتری حاصل ہے تو زبان حال ان حضرات کو خطاب کرتے ہوئے کہتی ہے کہ علم سے مقصود تو عمل ہی ہے حضرت امام احمدؒ کا قول ہے کہ علم کا مقصد تو وہی ہے جو حضرت معروف کرخی پا چکے ہیں تو اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد سب کو حاوی ہے۔ (بھلا جاننے والے اور نہ جاننے والے کبھی برابر ہوئے ہیں؟) اور حضرت سفیانؒ جناب رابعہؒ کے پاس پہنچے اور ان کی گفتگو سے مستفید ہونے کیلئے ان کے سامنے بیٹھے تو علم نے حضرات علمائے کرام کو بتلایا کہ علم سے مقصود تو عمل ہے اور خود علم اس کا ذریعہ ہے تو اس پر ان حضرات نے سر خم کر دیا اور اپنی تقصیر کا اعتراف کیا تو سب کا منتہی' اپنی عاجزی کا اعتراف اور درماندگی کا اظہار ہی نکلا اور یہی اعتراف حقیقت عبودیت کی معرفت کا حاصل ہے اور یہی ہے جو مقصود تکلیف اور حاصل بندگی ہے۔

وہ ان سے محبت کرتا ہے اور وہ اس سے محبت کرتے ہیں

میں نے اللہ تعالیٰ کے اس قول میں غور کیا: کہ وہ ان سے محبت کرتا ہے اور وہ اس سے محبت کرتے ہیں۔ میں نے دیکھا کہ نفس خالق کے لئے ایسی محبت تو بظاہر نہیں مانتا جو ہیجان و اضطراب پیدا کر دیتی ہے ہاں محبت بمعنی طاعت ہے تسلیم ہے اس میں بھی غور کیا تو پتہ چلا کہ غلبہ جس کی وجہ سے نفس کو اس محبت کا علم نہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ محسوسات کی محبت شخصی صورتوں سے آگے نہیں بڑھتی اور علم و عمل کی محبت حقیقت کی شکل و صورت کو دیکھتی اور اس سے محبت کرتی ہے چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کچھ لوگ حضرت ابو بکرؓ سے محبت رکھتے ہیں اور کچھ لوگوں کو حضرت علیؓ سے محبت ہے ایک گروہ امام احمدؒ کے گرد جمع ہو رہا ہے اور ایک طبقہ امام ابوالحسن اشعری کے ساتھ لگا ہوا ہے اور اس پر وہ

لڑتے مرتے اور قربانیاں دیتے ہیں اور ان لوگوں نے ان حضرات کی شکل وصورت نہیں دیکھی اور نہ ہی صورت دیکھنے سے ایسی محبت پیدا ہوتی ہے لیکن جب ان لوگوں کے دل و دماغ میں حقائق کی ایک شکل وصورت بیٹھ گئی جس وجہ سے ان حضرات کے کمالات علمیہ کا پتہ چلا تو حقائق کی ان صورتوں کے ذریعہ جن کا مشاہدہ بصیرت کی آنکھ نے کیا تھا یہ محبت پیدا ہوئی سبحان اللہ معانی اور خوبیوں کی تصویر کشی کرنیوالا اور آنکھ و دماغ کے آئینہ میں اتار دینے والا خود کیسا ہوگا اور بھلا میں اس سے کیونکہ محبت نہ کروں جسنے تمام حسی لذیذ سے لذیذ چیزیں مجھے عطا فرمائیں اور علمی لذتوں کے ذائقے مجھے چکھائے جبکہ علمی لذت اور علوم کا ذائقہ تمام حسی لذتوں سے بڑھ کر ہے اور وہی تو ہے جس نے مجھے علم عطا فرمایا ہے میرے اندر ادارک کی قوت رکھی اور مدرکات کی طرف رہنمائی بخشی غرض میری مرغوبات و محبوبات کی کل کائنات (حسی ہوں یا لغوی) اس کی بنائی ہوئی اسی کی نظر عنائت کا صدقہ ہیں اس کی رحمت و شفقت کا نتیجہ ہیں اور ان کے ادراکات کے راستوں کی تسہیل اور مدرکات کا حصول سب اسی کی عطا ہے اور ان سب لذتوں سے بڑھ کر ان کی معرفت کی لذت ہے اور ان کی رہنمائی کے بغیر یہ معرفت بھی مجھے کب حاصل ہو سکتی تھی اور ہاں بھلا میں اس سے کیونکر محبت نہ کروں کہ میرے برابر کی تدبیر اسی کے ہاتھوں انجام پاتی ہے اور بالآخر اسی کے دربار میں پھر جا حاضر ہوتا ہے دنیا بھر کی ہر حسین سے حسین محبوب سے محبوب چیز وہی بنانے والا ہے وہی اسے حسن دیتا اور زینت بخشتا ہے اور قلوب میں اس کے لئے کشش پیدا کرتا ہے جب یہ حسین و جمیل اور مرغوب محبوب، مقدور اشیاء ایسی ہیں تو انکا بنانے والا کامل قدرت رکھنے والا ان مصنوعات و مقدورات سے کس قدر بڑھ کر حسین ہوگا عجیب صنعتوں کا مالک مصنوع سے اکمل ترین ہے اور ادراک کی حقیقت اپنی معرفت میں مدرک سے کہیں زیادہ لذیذ ہے۔

اور جب کبھی ہم کوئی عجیب و غریب نقشہ دیکھتے ہیں تو اسے پسند کرنے کی وجہ سے اس کے نقاش کی عظمتوں کو اور اس کی شان کی رفعتوں کو اس کی حکمت کی وسعتوں کو حد درجہ تک تسلیم کرتے ہیں اور یہی وہ مقام ہے جہاں تک اعلیٰ افکار ترقی کرتے ہیں بلکہ ان کی نظر حیات کے پردوں کو چاک کر کے آگے گزرتی ہے ایسے میں خالق کی محبت خود بخود پیدا ہونے لگتی ہے اور مصنوعات میں سے جس قدر بھی صانع کی زیارت اور مشاہدہ ہوتا ہے اس قدر اس کی محبت پیدا ہوتی ہے اور قوی ہو کر یہی محبت شوق اور اضطراب پیدا کرنے لگتی ہے اور یہیں پر جا کر

عارف کا میلان اگر ہیبت اور رعب کی طرف ہو تو خوف اور اگر کرم و عطا پر نظر لگ گئی تو شدت امید پیدا ہوتی ہے (۱ـ) اور ہر کوئی اپنے آثار نتائج کو پا کے رہتا ہے۔

علم و حکمت والے کے آگے سرِ تسلیم خم کیا جائے

ایک عجیب حالت یہ دیکھی کہ اللہ تعالیٰ نے حکمت کے قانون کے موافق یہ اجسام بنائے اور یہ صنعت اس کی کمال قدرت کی اور لطیف حکمت کی دلیل بھی بنی پھر ایک وقت آیا کہ انہیں توڑ پھوڑ دیا حکمت کے اعتقاد و یقین کے بعد اسے دیکھ کر عقلیں حیران ہوتی جاتی ہیں کہ آخر یہ بھید کیا ہے پھر انہیں یہ بتایا گیا کہ انہیں قیامت کو ایک بار پھر لوٹ کے آنا ہے اور یہ وجود انہیں اس لئے ملا تھا کہ معرفت کی گزرگاہ سے گزر سکیں اور کاروبار کے موسم میں تجارت کر سکیں اس پر عقول نے کچھ سکون پایا پھر اسی جنس کی بعض چیزیں اس سے بھی عجیب دیکھیں مثلاً نوجوان جو ابتداء شباب ہی میں دنیا سے رخصت ہو رہے ہیں بظاہر ان کے آنے کا ابھی مقصد بھی ظہور میں نہیں آیا اور اس سے بھی عجیب یہ کہ ایک بچہ جو کہ والدین کے ہاتھوں سے اچک لیا جاتا ہے اور وہ پیچ و تاب کھاتے رہ جاتے ہیں اللہ تعالیٰ کو تو اس کی ضرورت ہی نہ تھی غنی ہے مگر والدین کی محرومی بھی' کوئی راز معلوم نہیں ہو رہا جبکہ ان کو اس کی بقاء کی اشد ضرورت تھی اور اس سے بھی حیران کن ایک بوڑھے کھوسٹ کی بقاء ہے جسے اب حیات وبقا کا معنی تک معلوم نہیں اور مصائب و تکالیف کے سوا اب اسے کچھ میسر نہیں اور کچھ اسی نوع کی ہی شکل ہے کہ ایک عقل و فہم والا مومن رزق کی تنگی میں مبتلا ہے اور ایک احمق کافر خوش حالی کے مزے لے رہا ہے اس قسم کے حالات اور ان کے امثال و نظائر میں عقل دنگ رہ جاتی ہے کہ کیا حکمت سمجھے کیا توجیہ بیان کرے' میں امور تکلیفیہ میں غور و فکر کرتا رہا ہوں کہ جب عقل کی قوتیں ایسے موقعہ پر حکمت معلوم کرنے سے عاجز آجاتی ہیں اور اسے تسلیم بھی ہے کہ ان کاموں کا کرنے والا حکیم (حکمت والا) ہے تو اسے یقین آجاتا ہے کہ وہ ہر بات کی حقیقت معلوم کرنے سے قاصر ہے اور اس یقین کے ساتھ ساتھ اس عاجزی کا وہ اعتراف بھی کرتی ہے اور اس طرح وہ اپنا ایک فریضہ ادا کرتی ہے جس کا اسے مکلف بنایا گیا تھا لہذا عقل کو اگر اب کہا جائے کہ تیرے نزدیک خالق کے ہر فعل میں حکمت ثابت اور مسلم ہے کیا یہ جائز ہے کہ

۱ـ قد علم کل اناس مشربھم: بقرۃ:۱۰ (ہر کسی نے اپنا مورد اور مقام پہچان لیا ہے۔)

وہ اس کے خلاف کر کے اپنی حکمت کو ناقص کر لے ؟ تو عقل پکار کر کہے گی کہ میں دلائل کی روشنی میں جان چکی ہوں کہ وہ حکیم ہے اور میں اسکے اسرار و حکمتوں کو ہر موقعہ پر ادارک نہیں کر سکتی لہذا مجھے اپنی عاجزی کا اعتراف ہے اور اس کی حکمتوں کا اقرار و تسلیم بھی۔

نکاح کے فوائد

میں نے نکاح کے فوائد اس کی حقیقت میں غور کیا میں نے دیکھا کہ اصل اور بنیادی چیز اس کے شروع کرنے میں نسل کا وجود و بقاء ہے۔

کیونکہ حیوان میں تحلیل ہوتی رہتی ہے چنانچہ بعض چیزیں تحلیل ہوتی ہیں تو غذا اس کے قائم مقام ہو جاتی ہے اور اجزاء اصلیہ میں تحلیل ہو تو اس کے قائم مقام کوئی چیز نہیں بنتی تو جب اس کا فنا ہونا لازمی ٹھہرا اور دنیا کی مدت میں طول دینا بھی مقصود تھا اس لئے آنیوالی نسل کو جانے والے کے قائم مقام بنایا گیا اور جب کہ نکاح کی صورت کو شرافت نفس قبول نہ کرتی تھی کہ اس میں کشف عورت ہوتا ہے اور ناپسندیدہ صورت حال کا سامنا ہوتا ہے تو اس کے لئے شہوت رکھی گئی جو نفس کو تیار کرے اور مقصود حاصل ہو پھر میں دیکھتا ہوں کہ اس اصل مقصود (بقاء نسل) کے ساتھ ساتھ کچھ چیزیں تبعاً بھی حاصل ہوتی ہیں مثلاً مادہ منی کا اخراج کہ اس کا مسلسل جمع ہوتے رہنا بھی مضر ہے کیونکہ یہ مادہ ہضم رابع سے پیدا ہوتا ہے اور یہ غذا کے جوہر اور اعلیٰ حصہ سے بھی صاف ہو کر آتا ہے اور جمع ہوتا ہے اور یہ نفس کے ذخیروں میں سے ایک ذخیرہ ہے اور نفس اپنی قوت اور بقا کے لئے خون کا ذخیرہ کرتا ہے اور منی کا پھر وہ اس فضلہ کا بھی ذخیرہ کرتا ہے جو بدن کا عمود اور سہارا ہوتا ہے گویا کہ غیر کے تحفظ کے لئے ہے اور جب منی کا ذخیرہ مناسب مقدار سے زائد ہو جاتا ہے تو یہ طبیعت میں قلق و اضطراب پیدا کرتا ہے جیسا کہ پیشاب کی رکاوٹ سے اضطراب کی کیفیت پیدا ہوتی ہے مگر پیشاب کی رکاوٹ سے بظاہر جو اثرات نمایاں ہوتے ہیں منی کی رکاوٹ کے معنوی اور باطنی آثار میں سے زیادہ ہیں چنانچہ اس کا بکثرت جمع ہو جانا اور مدت تک جمع رہنا مشکل مشکل امراض پیدا کرتا ہے اس کے بخارات دماغ کو چڑھتے اور تکلیف دیتے ہیں اور بسا اوقات بدن میں زہر پھیل جاتا ہے۔

مزاج میں سلامتی جمع ہو جانے کے بعد منی خروج کا ایسے ہی تقاضا کرتی ہے جیسا کہ پیشاب کے خروج کا اور بعض مزاج ایسے نہیں ہوتے جس سے منی کا ذخیرہ کم ہوتا ہے اور اس کے اخراج کا تقاضا بھی نادر ہی ہوتا ہے جبکہ ہمارا کلام صحیح مزاج کے متعلق ہے تو میں کہہ چکا

ہوں کہ منی کا زیادہ دیر جمع رہنا امراض پیدا کرتا ہے فاسد خیالات اور عشقیہ وساوس ودیگر آفات پیدا ہونے لگتے ہیں۔

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک صحیح مزاج والا آدمی اس مادہ کے خروج کے بعد بھی سکون محسوس نہیں کرتا گویا وہ اس شخص کی مانند جو کھاتا ہے اور سیر نہیں ہو رہا غور کرنے پر یوں لگتا ہے کہ یہ صورت دوسری جانب میں خلل کی وجہ سے پیش آتی ہے مثلاً یہ کہ وہ بد صورت ہے بد اخلاق ہے یا کوئی اور بیماری اس میں ہے یا اس وجہ سے کہ نفس کا تقاضا ابھی مکمل نہ تھا جس وجہ سے مادہ کا اخراج پورا نہیں ہوتا اس بات کو پہچاننے کی یہ صورت ہے کہ کامل رغبت کے وقت خروج کی مقدار دیکھی جائے اور کم رغبت کے وقت کی بھی' نیز بین الفخذین وطی اور محل نکاح کی وطی کا فرق ایسے ہی باکرہ اور ثیبہ کی وطی کا فرق دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ محل نکاح کو زائد مادہ کے پورا پورا خارج کرنے میں دخل ہے۔ اور نفس کو کامل لذت اس مادہ کے بوجہ کمال خارج ہونے کی وجہ سے حاصل ہوگی اور اس کا اثر کبھی اولاد پر بھی ظاہر ہوتا ہے چنانچہ اس جوان جوڑے کا بچہ دوسروں کی بہ نسبت قوی ہوتا ہے جنہوں نے نکاح کافی مدت گزرنے کے بعد کیا اور اس زائد موذی مادہ کے اخراج کی ایک صورت نئی عورت سے نکاح کرنا ہے گو بد صورت ہی ہو اور یہ فائدہ عادت کے ذریعہ حاصل نہیں ہوتا اس کی مثال یوں ہے جیسے ایک کھانے والے کا پیٹ گوشت روٹی سے اتنا بھر گیا کہ زائد ایک لقمہ کی بھی گنجائش نہیں اب اگر اس پر حلوہ پیش کیا جائے تو کھالے گا اور اس سے بھی اچھی کوئی چیز پیش کی جائے تو کھالے گا کیونکہ جدت میں ایک عجیب لذت ہے وجہ یہ ہے کہ نفس اپنی عادی اور مانوس چیز کی طرف راغب نہیں ہوتا بلکہ غیر معروف کی طرف رغبت کرتا ہے اور اس جدید چیز میں ایک خاص مقصد کی طلب رکھتا ہے اگر اس میں نہ ملے تو کسی اور جدید کی طرف متوجہ ہوتا ہے گویا اس کے علم میں ایک کامل اور خالص مقصد ہے جسے وہ اپنی نظر میں چیز خیال کرتا ہے اس مضمون میں قیامت پر بھی ایک خفی دلیل موجود ہے کیونکہ نفس میں عزم و ارادہ کا پیدا کرنا جس کا متعلق کچھ بھی نہ ہو ایک عبث کام ہے خوب سمجھئے جب نفس دنیا کی ملی جلی چیزوں میں کوئی عیب دیکھتا ہے تو کسی جدید شے کی طلب کرنے لگتا ہے اسی لئے حکماء کا قول ہے کہ عشق محبوب کے عیوب سے آنکھ بند کر لینے کا نام ہے اور جو اس کے عیوب دیکھنے لگ جاتا ہے وہ عشق کو بھلا بیٹھتا ہے اسی لئے عورت کے لئے بہتر ہے کہ اپنے خاوند سے اتنا دور نہ رہے جو اس کی یاد کو بھلا دے اور اتنا قریب بھی نہ رہے کہ ملال پیدا ہو اور یہی بات مرد

کیلئے بھی بہتر ہے تاکہ ملول نہ ہو جائے یا اس کے کسی پوشیدہ عیب پر مطلع نہ ہو جائے بلکہ مناسب یہی ہے کہ اس کے کسی پردہ کی بات پر مطلع نہ ہو اور کوشش کرے کہ اس کی خوشبو ہی سونگھے اور اس کے علاوہ وہ اچھی عادات جو سمجھ دار عورتیں اختیار کرتی ہیں کہ وہ ایسی باتیں اپنی فطرت سلیمہ سے جانتی ہیں کہیں سے سیکھنے کی حاجت نہیں بقیہ جاہل عورتوں کو ان باتوں کا دھیان نہیں رہتا اسی لئے مرد کی توجہ جلد ہی ان سے پھر جاتی ہے پس جو شخص اولاد باکمال چاہتا ہے اور اپنی تسکین بھی تو اسے زوجہ کا انتخاب کرنا چاہیئے اس کو ایک نظر دیکھ لے دل میں بیٹھتی ہے تو نکاح کرلے اور دل میں بیٹھنے کی کیفیت کا بھی خیال رکھے کیونکہ اس کے ساتھ قلبی تعلق ہو جانے کی علامت یہ ہے کہ اس سے نظر کسی اور کی طرف نہ پھر سکے اگر نظر پھرتی ہے تو دل کسی اور کو دیکھنے کا تقاضا کرے گا یہ آخری درجہ ہے ورنہ اس سے پہلے بھی کئی درجے ہیں جن سے اغراض کا حصول ممکن ہو جاتا ہے اور اگر کوئی باندی خریدنے کا خیال ہے تو اسے ذرا اور اچھی طرح دیکھ لے اور جو شخص عورت کے ساتھ گفتگو کر سکتا ہے اسے کرلینی چاہیئے کہ کچھ معلومات لے سکے اور پھر دیکھ بھی لے کیونکہ عموماً حسن چہرہ میں اور آنکھوں میں ہوتا ہے اور امام احمدؒ کی تو یہاں تک تصریح ہے کہ مرد اپنی بننے والی بیوی کا چہرہ کے علاوہ زائد بدن بھی دیکھ سکتا ہے اور جسے یہ ممکن ہو کہ عقد نکاح یا عقد شراء کو مؤخر کرے تو کرلینا چاہیئے تاکہ قلبی خواہش معلوم ہو سکے کہ وہ نئی چیز کی وجہ سے ہے یا محبت کی وجہ سے اور عاقل شخص یہ چیز پہچان ہی لیتا ہے چنانچہ یہ اشتیاق محبت کی وجہ سے ہو تو معاملہ کرلینا چاہیئے ہمیں محمد بن عبدالباقی نے اپنی سند کے ساتھ عطاء خراسانی سے روایت کی ہے کہ تورات میں ہے کہ ہر وہ نکاح جو قلبی محبت کے بغیر ہوگا قیامت کے دن تک حسرت و ندامت کا سبب بنا رہے گا پھر انتخاب کرنیوالے کو اخلاق کا پتہ بھی لگانا چاہیئے کہ یہ چھپے ہوئے ہیں اور صورت جب اپنی حقیقت سے خالی ہو تو وہ غلاظت کے ڈھیر پر اگنے والے سبزے کی طرح ہے اور اولاد کا با اخلاق و باکمال ہونا مقاصد میں سے ہے نفس کا مرغوبات کی الجھنوں سے فارغ ہونا ایک عظیم قانون ہے جس سے دل کو اہم مقاصد کی طرف توجہ ہوتی ہے اور عارضی مہمات سے فارغ ہونیوالا ہی مہمات اصلیہ کی طرف توجہ دے سکتا ہے اسی لئے حدیث شریف میں ہے کہ (قاضی غصہ کی حالت میں ہو تو فریقین میں فیصلہ نہ کرے اور یہ کہ (کھانا آجائے اور نماز کا وقت بھی ہو جائے تو کھانا پہلے کھالو۔ پس جو شخص ایسی عورت کے حصول پر قادر ہے جو صورت میں اور اخلاق میں اچھی ہے تو اسے دیگر نقائص سے

آنکھیں بند کر لینی چاہئیں اور عورت کو بھی مرد کو خوش رکھنے میں پوری کوشش کرنی چاہیئے البتہ ایسے قرب سے پرہیز کرے جو ملال پیدا کرتا ہے اور ایسے بعد سے بھی جو یاد ہی کو بھلا دے۔ اور اسے تکلف کے ساتھ ایسا رہنا چاہیئے جس سے مرد کی اولاد کی غرض حاصل ہو سکے اور اس کے تقاضے کی غرض پوری ہو سکے مذکورہ بالا احتیاط کے ساتھ باہمی رفاقت کو دوام حاصل ہوگا اور مرد کو اس کی وجہ سے کسی اور طرف میلان بھی نہ ہوگا ہاں اگر وہ کئی نکاحوں پر قادر ہے اور اس کے ساتھ کسی اور کو بھی نکاح میں لانا چاہتا ہے اور وہ جانتا ہے کہ اس طرح اس کے قلب کو مزید فراغ حاصل ہوگا تو اس کے لئے بہتر ہے اور اگر غیرت کے ظہور کا اس قدر خوف ہے کہ قلب میں الجھاؤ پیدا ہوگا جسکے فراغ اور سکون کی ہم فکر کرتے آرہے ہیں یا ڈر ہے کہ کوئی ایسی دلفریب نہ آجائے جو ذکر آخرت سے ہی غافل کر دے یا اس سے ایسے مطالبے تقاضے کرنے لگے جو احتیاط اور تقوی کے خلاف ہیں تو پھر ایک ہی کافی ہے اور پیچھے جو میں ذکر کر آیا ہوں کہ مرد کچھ دوری بھی رکھے اس میں عفت کی رعایت ضروری ہے لہذا مرد کے لئے ان کی حفاظت اور پردہ وغیرہ کا انتظام ضروری ہے اور اگر وہ ناپسندیدہ صورت دیکھتا ہے تو جلد ہی تبادلہ کرلے کہ یہ زوال تعلق کا سبب ہے اور اگر قناعت کر سکتا ہے تو ایک پر اکتفاء کرنا افضل ہے اگر غرض حاصل ہو رہی ہے تو بہتر ورنہ بدل لے اور پسندیدہ (محبوبہ) عورت سے نکاح جمع شدہ مادہ کے بفراغت نکلنے کا سبب ہے جس سے بہتر اولاد حاصل ہوتی ہے اور تسکین خاطر بدرجہ کمال ہوتی ہے اور جسے بیویوں میں باہمی غیرت کا ڈر ہو تو اسے باندی رکھنی چاہیئے کہ غیرت کا سلسلہ وہاں اس درجہ کا نہیں ہے اور ان کے لئے ضروریت کا اہتمام بہ نسبت منکوحہ بیویوں کے زیادہ آسان ہے پہلوں میں ایسے لوگ مرے ہیں جن کو بیویاں جمع کرنا ممکن تھا اور عورتیں بھی صبر سے گزارہ کر لیتی تھیں چنانچہ داؤد علیہ السلام کی سو بیویاں اور سلیمان علیہ السلام کی ہزار بیویاں تھیں اور ہمارے پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کا حال تو معلوم ہی ہے حضرت علیؓ کے نکاح میں ۴ آزاد عورتیں اور سترہ باندیاں تھیں اور آپ کے بیٹے حضرت حسنؓ نے ۴ سو کے قریب عورتوں سے نکاح کیا اور بھی اس کی مثالیں مل سکتی ہیں جن کا ذکر طویل ہو جائے گا اس جو اشارۃً کہدیا ہے اس کو خوب سمجھ لیں انشاء اللہ تعالیٰ بہت فائدہ ہوگا۔

بندگی کا مزہ یا اطاعت کی لذت

اللہ تعالیٰ نے دنیا میں جو کچھ پیدا کیا ہے وہ عالم آخرت کا نمونہ ہے اور دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ آخرت میں ہونے والے امور کا نمونہ ہے چنانچہ مخلوق کے بارے میں حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جنت میں جو کچھ ہے وہ دنیا کی اشیاء کے ساتھ صرف اسماء (نام) میں مشابہت رکھتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے نعمتوں کا شوق دنیاوی نعمتوں کے نام سے اور عذاب کا خوف دنیاوی تکالیف اور عذاب کے نام سے دلایا ہے۔

اور حالات کے لحاظ سے بھی جو دنیا میں جاری ہوتا ہے مثلاً ظالم کو دنیا میں بھی ظلم کا نتیجہ آخرت سے پہلے دیکھنا ہوتا ہے اور ایسے ہی جو گناہ بھی کوئی کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا یہی معنی ہے کہ (جو کوئی برا عمل کرتا ہے اس کا بدلہ دیا جاتا ہے)' اور کبھی گنہگار آدمی اپنے بدن اور مال کی سلامتی دیکھ کر گمان کرنے لگتا ہے کہ عقوبت و عذاب کوئی چیز نہیں حالانکہ اس کا عذاب سے غافل ہونا بھی عذاب ہے' حکماء کہتے ہیں کہ مصیبت کے بعد دوسری مصیبت پہلی مصیبت کا عذاب ہے اور نیکی کے بعد نیکی کرنا پہلی نیکی کا ثواب ہے' اور دنیاوی عذاب کبھی معنوی ہوتا ہے محسوس نہیں ہوتا جیسا کہ بنی اسرائیل کے ایک عالم نے کہا تھا اے اللہ میں کس قدر گناہ کرتا ہوں اور تو مجھے عذاب نہیں دیتا تو جواب ملا میں نے کتنی بار تجھے سزا دی اور تو جانتا ہی نہیں کیا میں نے تجھے اپنی مناجات کی لذت سے محروم نہیں کر دیا؟ تو جو شخص اس قسم کی عقوبت میں دھیان رکھتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کو گھات میں پاتا ہے حتیٰ کہ وہیب بن الورد سے جب سوال ہوا کہ بھلا عاصی آدمی بھی طاعت کی لذت پاتا ہے تو فرمایا نہیں بلکہ جو گناہ کا ارادہ کر لے وہ بھی نہیں پاتا چنانچہ کبھی آدمی نگاہ کو گھماتا ہے مگر بصیرت کے نور سے محروم ہو جاتا ہے یا بے موقعہ زبان چلاتا ہے اور قلب کی صفائی سے محروم ہو جاتا ہے یا کھانے میں مشتبہ چیز کو پسند کر لیتا ہے تو دل تاریک ہو جاتا ہے رات کے قیام اور لذت مناجات سے محروم ہو جاتا ہے وغیرہ وغیرہ اور یہ وہ باتیں ہیں جنہیں نفس کا محاسبہ رکھنے والے ہی پہچانتے ہیں اور اس کے برعکس اہل تقویٰ اپنے تقویٰ کی بہترین جزاء دنیا میں بھی پا لیتے ہیں جیسا کہ ابو امامہؓ کی حدیث میں ہے (اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اجنبی عورت کی طرف دیکھنا شیطانی تیروں میں سے ایک زہریلا تیر ہے جو شخص میری رضا کے لئے یہ کام چھوڑے گا اسے ایسا ایمان عطا کرونگا جس کی لذت وہ اپنے دل میں پائے گا) اس نوع کی یہ چند نمونے کی باتیں ہیں جو غافلوں کو تنبیہ کرتی ہیں۔

البتہ گناہ کے مقابلے میں صریح عذاب کا ذکر کم کم آیا ہے جیسے آپ ﷺ کا ارشاد ہے۔ (صبح کا سونا رزق سے محروم کرتا ہے) اور بے شک بندہ اپنے کئے ہوئے گناہ کی وجہ سے رزق سے محروم ہو جاتا ہے، فضیلؒ فرماتے ہیں میں کبھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر لیتا ہوں تو اس کا اثر اپنے جانور اور باندی کی عادت میں دیکھتا ہوں عثمانؒ نیساپوری جمعہ کے لئے جا رہے تھے راستہ میں چپل کا تسمہ ٹوٹ گیا اسے درست کرنے کو گھڑی بھر رکنا پڑا تو فرمانے لگے کہ آج غسل جمعہ چھوڑا تھا اس لئے یہ نوبت آئی۔

دنیا میں پیش آنیوالی ایک عجیب جزا اور بدلہ یہ بھی ہے کہ جب یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کے ظلم کے ہاتھ لبے ہو گئے اور انہوں نے آپ کو ناقص قیمت کے عوض فروخت کیا تو ایک وقت آیا انہیں کے سوال کے ہاتھ یوسف علیہ السلام کے آگے دراز ہو رہے تھے اور پکار پکار کر کہہ رہے تھے کہ ہم پر اور صدقہ کیجئے' اور جب یوسف علیہ السلام نے یوم الھمۃ میں صبر و استقامت دکھائی تو اسی عورت کا حلال طریقہ سے اللہ تعالیٰ نے مالک بنا دیا اور جب اس عورت نے آپ پر زیادتی کی اور یوں کہا کہ اس شخص کی کیا سزا ہونی چاہئے جو تیرے اہلخانہ کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے تو اللہ تعالیٰ نے اسی کی زبان سے یہ سچی بات بھی کہلوائی کہ "میں نے ہی اسے بہکایا تھا" اور اگر یہ بات نہ ہو کہ آدمی نے گناہ کو اللہ تعالیٰ کے خوف کی وجہ سے چھوڑ دیا تو وہ ضرور اس کا نتیجہ دیکھے گا اور ایسے ہی جب کوئی طاعت کرتا ہے حدیث پاک میں ہے جب فقر میں مبتلا ہو جاؤ تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ صدقہ کر کے تجارت کرو یعنی دنیا میں نفع کمانے کا معاملہ کرو اور ہم نے ضرور دیکھا ہے کہ جو شخص دنیاوی راحت کے لئے اپنے نفس کو شریعت کے ممنوع کاموں میں ڈھیل دیتا ہے تو دنیا ہی میں اس کے حالات بدحالی کی طرف پھرنے لگتے ہیں اور مقصود مطلوب کے برعکس نتائج برآمد ہونے لگتے ہیں بعض مشائخ سے منقول ہے کہ انہوں نے عالم شباب میں ایک باندی خریدی فرماتے ہیں کہ میں جب اسے اپنی ملک میں لے آیا تو جی میں اس کی طرف خواہش پیدا ہونے لگی میں نے فقہاء سے پوچھنا شروع کیا کہ شاید کوئی مفتی ہی مجھے رخصت دیدے مگر ہر کوئی یہی جواب دیتا کہ ایک حیض کے گزرنے سے پہلے شہوت کے ساتھ دیکھنا اس کو مس کرنا، وطی کرنا کچھ بھی جائز نہیں' کہتے ہیں میں نے باندی سے اس سلسلہ میں پوچھا تو اس نے جواب دیا کہ آپ نے جب مجھے خرید اتھا میں ایام حیض میں تھی۔

میں نے جی سے کہا کہ معاملہ کچھ قریب ہی معلوم ہوتا ہے چنانچہ پھر فقہاء سے رجوع کیا تو

جواب ملا اس حیض کا اعتبار نہیں آپ کی ملک میں پورا حیض گزرنا چاہیئے کہتے ہیں میں نے اپنے نفس سے کہا جبکہ اس کا تقاضہ شدت پکڑ رہا تھا غلبہ شہوت کی وجہ سے قدرت کے حصول کی وجہ سے اور باہم ایک ساتھ رہنے کی وجہ سے تو کیا کہتا ہے؟ تو جواب ملا کہ انگارے پر بھی صبر کرنا اپنا ایمان ہے دل مانے یا نہ مانے چنانچہ میں نے صبر کیا حتی کہ مدت پوری ہو گئی تو اس صبر پر مجھے اللہ تعالیٰ نے بہت ہی اعلیٰ وارفع انعام دیا۔

اللہ تعالیٰ کے لئے اخلاص اختیار کرنا

میں نے حق سبحانہ وتعالیٰ پر دلائل دیکھنے شروع کئے توریت کے ذرات سے بھی بڑھ کر پائے اور ان میں سے عجیب ترین یہ دلیل دیکھی کہ انسان کبھی ایسی چیز کو چھپاتا ہے جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو ظاہر کر دیتے ہیں خواہ کچھ وقت گزرنے کے بعد ہی ہو اور اس کو لوگوں کی زبان پر عام کر دیتے ہیں تو ان تمام گناہوں کا بدلہ اور جواب ہوتا ہے جو اس نے چھپائے ہوئے تھے اور یہ اس لئے تاکہ لوگوں کو معلوم ہو کہ یہاں غلطیوں اور کوتاہیوں پر کوئی پکڑنے والا موجود ہے۔

اس کی تقدیر اور قدرت کے آگے کوئی حجاب پردہ نفع نہیں دیتا۔ اور نہ ہی اس کے ہاں کوئی عمل ضائع ہوتا ہے ایسے ہی ایک انسان اپنی طاعت کو چھپاتا ہے اور وہ اس کے سامنے ظاہر کر دی جاتی ہے اور لوگ اس کا تذکرہ کرنے لگتے ہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ حتی لوگوں کہ علم میں اس کا کوئی گناہ ہوتا ہی نہیں اور وہ اس کا ذکر محاسن کے ساتھ ہی کرتے ہیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ کوئی رب ہے جو کسی کے عمل کو ضائع نہیں کرتا اور یہ کہ لوگوں کے قلب اس لئے ہیں کہ وہ اشخاص کے حالات جان کر ان سے محبت کریں یا بر امان کر ان کی مذمت کریں یا ان کی مدح کریں اس تعلق کی بنا پر جو اس کے اور اللہ تعالیٰ کے مابین ہے وہی اس کو ہر کام کے لئے کافی ہے اور ہر شر کو دفع کرتا ہے اور جب بندہ اپنے درمیان اور مخلوق کے درمیان ناحق تعلقات استوار کرنے لگتا ہے تو اس کا مقصود بر عکس ہو جاتا ہے اور اس کے مداح لوگ مذمت کرنے لگتے ہیں۔

لوگوں کے احوال میں غور و فکر کی چند باتیں

میں نے زمین اور اس کے باشندوں کو گہری نظر سے دیکھا تو اس کی ویرانی اور خرابی کو آبادی اور رونق سے بڑھ کر دیکھا پھر اس کی آبادی میں کفار کو اکثریت پر غالب پایا اور زمین میں اہل

اسلام کو کفار کی نسبت سے بہت کم دیکھا پھر مسلمانوں میں غور کیا تو ان کی اکثریت میں کسب معاش کا رازق کے تصور اور اس کی یاد پر غلبہ دیکھا اور یہ کہ وہ اس علم سے ہٹ چکے ہیں جو اس کی ذات وصفات کا تصور دلاتا ہے چنانچہ سلطان وقت اپنے امر و نہی میں اور عارضی لذات میں منہمک ہے اس کی اغراض کے پانی بہہ رہے ہیں جس پر کبھی شکر نہیں اور نہ ہی کوئی ملاقات کرنیوالا اسے پند و نصیحت کرتا ہے بلکہ اس کی مدح و ثنا کرتے ہیں جس سے ہوائے نفس مزید قوت پکڑتی ہے مناسب تو یہ ہے کہ امراض کا مقابلہ ان کی اضداد کے ساتھ کیا جائے جیسا کہ عمر بن مہاجر کہتے ہیں کہ مجھے عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا کہ جب تو دیکھے کہ میں حق سے ہٹ رہا ہوں تو میرے کپڑوں سے پکڑ کر مجھے جھنجھوڑا کر دو اور زبان سے حق کہا کرو کہ عمر تجھے کیا ہو گیا ہے؟ اور حضرت عمر بن خطابؓ کا فرمان بھی ہے کہ اللہ پاک اس شخص پر رحم فرمائے جو ہمارے عیوب ہمارے پاس لاتا ہے (بتاتا ہے) غرض تمام مخلوق سے زیادہ محتاج وعظ و نصیحت کا خود بادشاہ ہے' رہے اس کے لشکری اور فوجی تو ان میں سے اکثر خواہشات کے نشہ میں اور دنیا کی زینت میں مست ہیں اور جہالت اور عدم علم نے اس میں اور بھی اضافہ کر دیا ہے اب کسی گناہ سے انہیں کوئی کوفت نہیں ہوتی ریشم پہننے اور شراب پینے سے انہیں ذرا جھجک نہیں ہے حتیٰ کہ بعض یوں بھی کہتے ہیں کہ فوجی کیا کرے کیا سوتی لباس پہن لے اس سے بڑھ کر یہ کہ اپنی اشیاء ضرور یہ غلط طریقوں سے حاصل کرتے ہیں ظلم ان کی طبیعت ثانیہ بن گیا ہے جنگل کے جھونپڑوں اور دیہاتوں کے رہنے والے جہالت میں ڈوبے ہوئے ہیں غلیظ اور نجس جگہوں میں بیٹھنا اور نماز کی پرواہ تک نہ کرنا ان میں عام ہو چکا ہے' عورتیں نماز پڑھتی ہیں تو بیٹھ کر پڑھتی ہیں' تجارت پیشہ لوگوں کو دیکھا تو لالچ اور حرص ان پر غالب آچکا ہے حتیٰ کہ مال کمانے کی کوئی شکل ان کو چاہیئے خواہ کیسی ہی ہو -- اور سود ان کے معاملات میں گھسا ہوا ہے کسی کو پرواہ نہیں کہ دنیا ان کے پاس کدھر سے آرہی ہے کیونکر آرہی ہے' زکوۃ کے باب میں بالکل غافل ہیں۔ نہ بھی دیں تو ذرا وحشت گھبراہٹ نہیں پاتے الا ماشاء اللہ۔

پھر ارباب معاملات کو دیکھا تو ان کے ہاں لین دین میں دھوکہ اور فریب عام ہے تولنے میں کمی اور نقصان کرتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ جہالت میں ڈوبے ہوئے ہیں میں نے عام لوگوں میں دیکھا کہ جس کا کوئی بیٹا ہے تو وہ کسب معاش کے لئے ان معاملات میں اسے مشغول کر دیتا ہے واجبات تو کیا مناسب طور طریقہ سے بھی اسے آگاہ نہیں کرتا۔

عورتیں دیکھیں تو دین میں گویا صفر ہیں جہالت میں غرق ہیں آخرت کی کسی بات کی انہیں خبر ہی نہیں الا ماشاء اللہ۔ یہ سب کچھ دیکھ کر میری زبان پر بے ساختہ جاری ہوا عجیب حال ہے اللہ کی اطاعت اور اس کی معرفت کے لئے آخر کون رہ گیا پھر میں نے علماء میں نظر دوڑائی متعلمین اور عباد و زہاد میں چنانچہ اکثر عابد و زاہد حضرات کو دیکھا کہ علم کے بغیر ہی عبادت و ریاضت میں لگے ہوئے ہیں اپنی تعظیم سے خوش ہوتے ہیں اور دست بوسی سے اور مریدین کی کثرت سے حتیٰ کہ ان میں سے کسی ایک کو مجبوراً اپنی ضرورت کے لئے بازار جانا پڑے تو نہیں جاتا اور کسر شان سمجھتا ہے پھر انہیں رہبانیہ کا رتبہ یہاں تک پہنچا دیتا ہے کہ وہ مریض کا حال دیکھنے نہیں جاتے جنازہ میں شامل نہیں ہوتے اِلاّ یہ کہ ان کی نگاہ میں کوئی بڑا آدمی ہو، اور نہ ہی وہ ایک دوسرے کی ملاقات کو آتے جاتے ہیں بلکہ بعض لوگ تو بعض کی ملاقات میں بھی خلل کرتے ہیں الغرض صوفی و راہب قسم کے لوگ ہوں جیسے ہیں جن کی غیر شعوری طور پر عبادت ہو رہی ہے اور انہیں سے بعض اپنے جہل کے باوجود فتویٰ بھی دینے لگتے ہیں تاکہ ان کا مقام، صدارت قائم رہے اور پھر یہ لوگ علماء کو دنیاوی کا عیب بھی لگاتے ہیں اور نہیں جانتے کہ مذموم دنیا وہ ہے جس میں یہ خود غرق ہیں نہ کہ مباح چیزوں کا استعمال پھر میں نے علماء اور متعلمین میں غور کیا اور بہت تھوڑے متعلمین ایسے دیکھے جن میں شرافت و عظمت کے نشان پائے گئے کیونکہ عظمت و شرافت کی علامت وہ علم ہے جو بغرض عمل حاصل کیا جائے اور ان میں اکثر ایسے ہیں جو اپنے علم کو کسب کا ذریعہ بناتے ہیں تاکہ ذاتی ضروریات پورا کر سکیں یا شہر کے قاضی بن جائیں یا کم از کم اپنے ہم عصروں میں امتیازی شان حاصل کر لیں پھر میں نے علماء میں غور کیا تو اکثر و بیشتر ایسے حضرات دیکھے جو خواہشات کے ہاتھوں میں کھلونا بنے ہوئے ہیں اور اس کے اشاروں پر چلتے ہیں۔ جس بات سے علم روکتا ہے اسے ترجیح دیتے ہیں جس چیز سے علم منع کرتا ہے اسی پر لپکتے ہیں اللہ تعالیٰ کے لئے کسی کام کے کرنے کا ذوق ہی نہیں رکھتے پوری توجہ محض لفاظی اور قول پر ہے تاہم اللہ سبحانہ و تعالیٰ روئے زمین کو ایسے لوگوں سے خالی نہیں ہونے دیتے جو اس کے لئے دلیل و برہان کہلاتے ہیں علم و عمل کے جامع ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ کے حقوق پہچانتے ہیں اس کے خوف و خشیت سے متصف ہوتے ہیں یہی لوگ دنیا کے لئے عمود اور قطب کہلاتے ہیں ان میں سے جب کوئی فوت ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کا قائم مقام پیدا کر دیتے ہیں بلکہ بسا اوقات اپنی زندگی ہی میں وہ ایسے لوگوں کو اپنی آنکھوں میں دیکھ لیتے ہیں جو ہر موقعہ پر ان کے نائب بننے کی

صلاحیت رکھتے ہیں اور ایسے لوگ روئے زمین پر موجود رہتے ہیں کبھی ناپید نہیں ہوتے یہی امت میں بمنزلہ نبی کے ہوتے ہیں اور یہ مذکورہ لوگ اصول کے پابند حدود کے نگہبان ہوتے ہیں گو بعض دفعہ علم کے اعلیٰ درجہ پر اور معاملات میں نمایاں نہیں ہوتے لیکن ہر پہلو میں کمال رکھنے والے لوگ اقل قلیل ہیں دور دور زمانے تک انکا وجود خال خال ملتا ہے۔

میں نے تمام اسلاف کو بغور دیکھا اور ارادہ کیا کہ ان میں سے ایسے حضرات کا انتخاب کروں جو علم میں لگے تو مجتہد کہلائے اور عمل کے میدان میں اترے تو اہل عبادت کے لئے مقتداء اور پیشوا بنے جن میں تین حضرات امتیازی مقام رکھتے ہیں (۱) الحسنؒ البصری (۲) سفیانؒ الثوری (۳) احمدؒ بن حنبل میں نے ان میں سے ہر ایک کے حالات پر ایک ایک مستقل کتاب لکھی ہے اور بعض نے ان تینوں کے ساتھ چوتھے حضرت سعید بن المسیبؒ کو بھی شامل کیا ہے جس کے انکار کی کوئی وجہ نہیں۔ یوں تو اسلاف میں بڑے بڑے بزرگ و سادات گزرے ہیں مگر ان میں اکثر ایسے ہیں کہ ایک فن کا غلبہ ہوا تو دوسرے میں کمی آگئی چنانچہ انہیں سے بعض پر علم غالب رہا اور بعض پر عمل گو سب کے سب ایسے تھے کہ انہیں علم کا بھی وافر حصہ ملا تھا اور معرفت و معاملات کا بھی اور ان کے نقش قدم پر چلنے والوں کی بھی کمی نہیں مگر اولیت کی فضیلت انہی کو حاصل ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت خضر علیہ السلام کو ایسی باتوں پر مطلع فرمایا تھا جو موسیٰ علیہ السلام سے مخفی تھیں بس اللہ تعالیٰ کے خزانے بھرپور ہیں اور اس کی عطا کسی ایک کے لئے مختص نہیں میرے پاس علامہ ابن عقیل کی یہ بات نقل کی گئی کہ وہ اپنے بارے میں فرمایا کرتے تھے۔ کتنے لوگ ہیں جو عجب و خود پسندی میں مبتلا ہوتے ہیں مگر جب کسی دوسرے کی خوبی اور کمال سامنے آتا ہے تو اپنے کو حقیر سمجھنے لگتے ہیں اور کتنے بعد میں آنیوالے ہیں جو پہلوں سے آگے بڑھ جاتے ہیں شاعر نے اسی کو بیان کیا ہے کہ ۔

راتیں اور دن حاملہ عورت کی مانند ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا کیا جنے گی۔

خواہش پر غلبہ پانے کی لذت

میں نے نفس کا میلان خواہشات کی طرف بہت زائد مقدار میں دیکھا ہے حتیٰ کہ نفس جب مائل ہوتا ہے تو دل عقل اور ذہن سبھی مائل ہو جاتے ہیں ایسے میں آدمی کو کسی قسم کی نصیحت بھی نفع نہیں دیتی میں نے اسے ایک دن پکار کر کہا جبکہ وہ پوری قوت کے ساتھ شہوت کیطرف مائل تھا کہ تیرا ناس ہو ذرا ٹھہر جا میں تجھ سے کچھ باتیں کرلوں پھر جو چاہے کر

ہندستانی لائبریری
گارڈن ریچ روڈ۔ مٹیابرج۔ کلکتہ

لینا اس ۔نے جواب دیا فرمایئے میں سنتا ہوں میں نے کہا یہ بات پکی ہے کہ مباح مرغوبات کی طرف تیرا میلان کم ہے اور پورا میلان تیرا حرام کی طرف ہے اور میں تیرے سامنے دو باتوں کی وضاحت کرتا ہوں کہ کبھی تو دو میٹھی چیزوں کو بھی کڑوا پاتا ہوگا تو دیکھ کہ خواہشات میں سے جو جائز اور مباح ہیں وہ تیرے لئے جائز ہیں لیکن ان کا طریق مشکل ہے کیونکہ انکو حاصل کرنے کی کبھی مالی قوت نہیں ہوتی اور کبھی بعض کو کسب کے ذریعہ بھی حاصل نہیں کر سکتا اور گرانقد وقت یونہی چلا جاتا ہے پھر اس کو حاصل کرنے میں اور دقت حصول میں دل ادھر لگا رہتا ہے اور پھر ضائع ہونے کا سہم پر وقت چڑھا رہتا ہے پھر کوئی نہ کوئی کمی اور نقص کا تصور بھی اس کی مسرت کو گدلا کئے رہتا ہے جیسا کہ کسی سمجھدار آدمی پر یہ پوشیدہ نہیں پھر اگر کھانے کی چیز ہے تو زیادہ مقدار میں کھانے سے آفات پیدا ہوتی ہیں اور کوئی شخص ہے تو اکتاہٹ اور ملال بھی ہو جاتا ہے یا فراق کی آفت یا کوئی بد اخلاقی دیکھنی پڑتی ہے پھر سب سے بڑھ کر لذت نکاح ہے جو بدن میں اضمحلال پیدا کرتی ہے وغیرہ وغیرہ' باقی رہیں حرام خواہشات تو ان میں مباحات کی مذکورہ آفات کے علاوہ مزید یہ کہ عزت کی آفت ہے دنیاوی سزا کا خطرہ ہے۔

رسوائی کا ڈر ہے اور آخرت کی وعید ان سب سے بڑھ کر' اور توبہ بھی کرلے تو جب بھی یاد آجائے طبیعت میں اضطراب و پریشانی آتی ہے اور خواہش کو مغلوب کر لینے کی قوت میں وہ لذت ہے جو ہر لذت سے بڑھ کر ہے کیا تو خواہشات میں دبے ہوئے آدمی کو دیکھتا ہے کہ وہ کیسے ذلیل ہوتا ہے اس لئے کہ وہ مغلوب ہے خلاف خواہشات پر غالب آنیوالے کے کہ وہ دل میں قوت محسوس کرتا ہے عزت دیکھتا ہے اس لئے کہ وہ غالب ہے۔ لہذا مرغوب چیز کو حسن و خوبی کی نگاہ سے دیکھنے سے بچیے اور بہت بچیے جیسا کہ چور محفوظ جگہ سے مال اٹھانے کی لذت کو دیکھتا ہے اور فکر اور سوچ کی آنکھ سے ہاتھ کے کٹنے کو نہیں دیکھتا اسے چاہیئے کہ بصیرت کی آنکھ کھولے تاکہ انجام کار کا مشاہدہ کر سکے لذت کو بد مزگی میں بدلتا دیکھ سکے اور لذائد کو آفات کی شکل میں بدلتا دیکھ سکے' یا ان کا خاتمہ ہوتا ہوا دیکھ لے محبوب و مرغوب کے چھن جانے کی وجہ سے کہ اس وقت پہلی معصیت اس لقمہ کی طرح بن جاتی ہے جسے بھوکا کھاتا ہے اور وہ بھوک کی تکلیف کو دفع تو نہیں کرتا بلکہ کھانے کی مزید خواہش پیدا کرتا ہے' ضرورت ہے کہ انسان خواہشات پر غلبہ پانے کا دھیان رکھے اور ان سے صبر کرنے کے فوائد میں غور کرتا رہا ہے جسے توفیق مل گئی سمجھو کہ بیڑا پار ہے۔

افراط تفریط کے بین بین

ایک دفعہ مجلس بہترین اور خوشگوار ہو رہی تھی قلوب بیدار تھے آنکھیں بہہ رہی تھیں سر جھکے ہوئے دل اپنی کوتاہیوں پر نادم اور عزائم اپنی اصلاح احوال کے لئے تیز تر ہو رہے تھے اور ملامت کی زبان اندر ہی اندر حزم واحتیاط سے غافل رہنے پر اپنا کام کر رہی تھی موقعہ پاکر میں نے اپنے جی سے کہا کیا بات ہے کہ اس قسم کی بیداری ہوشیاری کی کیفیت دائم نہیں رہتی میں دیکھتا ہوں کہ نفس اور بیداری مجلس میں اکٹھے اور مخلص دکھائی دے رہے ہیں یہاں سے نکلتے ہی ان میں اجنبیت آجاتی ہے غور کرنے سے معلوم ہوا کہ نفس کی بیداری اور قلب کی معرفت تو قائم ہی رہتی ہے مگر مزاحمت اور مواقع بہت زیادہ ہیں اور وہ فکر جو اللہ تعالیٰ کی معرفت میں استعمال ہونے کے لائق تھی سامان دنیا کے جمع کرنے اور نفسانی حاجات کے حصول کے لئے استعمال ہو کر کند ہو جاتی ہے اور دل خود اس مشغلہ میں منہمک ہو جاتا ہے اور بدن تو غریب خادم اور اسیر ہے۔ اور فکر خوراک وپوشاک کے لئے چکر کاٹتا ہے اور دیکھتا ہے کل کے لئے کیا موجود ہے بلکہ سال بھر کے لئے کیا جمع ہے اور اس کے لئے تدابیر میں سوچتا ہے اور کھانے پینے میں مشغول رہتے رہتے ان فضلات کے خارج کرنے کی فکر بھی لگتی ہے جو موذی بھی ثابت ہو جاتے ہیں مثلاً مادہ منویہ وغیرہ اور اس کے لئے نکاح کی حاجت پڑتی ہے پھر دیکھتا ہے کہ اس کے لئے کسب دنیا کے بغیر چارہ نہیں تو اس کی فکر اور اس کے تقاضوں میں لگ جاتا ہے پھر اولاد ہونے لگتی ہے تو اس کے لوازمات میں الجھتا ہے گویا دنیا کے اصول اور اس کے فروع میں اسی کی فکر کا عمل دخل ہے اور جب انسان مجلس میں آتا ہے تو بھوکا نہیں ہوتا اور نہ ہی کسی تقاضے کو دبائے ہوئے ہوتا ہے بلکہ اپنے پوری ہمت وارادہ کے ساتھ آتا ہے اور دنیا کے مشاغل سے یکسو ہو کر آتا ہے تو وعظ اس کے دل میں اترتا ہے اور اس کو اس کی مانوس باتیں یاد دلاتا ہے اور سابقہ معرفت کی طرف کھینچتا ہے جس سے دل کے جذبات عرفان کی سواری پر سوار ہو کر تیار ہوتے ہیں اور نفس کو اس کی غفلت اور انہماک سے ہٹانے کے لئے حاضر ہوتے ہیں اور گذشتہ کوتاہیوں پر احساس کو جھنجوڑتے ہیں تو آنکھیں ندمت سے بہنے لگتی ہیں اور تلافی کے لئے عزائم پختہ ہونے لگتے ہیں اور یہ نفس ان مشاغل میں غرق نہ ہوتا جن کا تذکرہ پہلے ہو چکا ہے تو یہ اپنے رب تعالیٰ کی طاعت میں لگ سکتا تھا اور جب یہ اللہ تعالیٰ کی محبت کے دائرہ میں داخل ہو جائے تو اسے اس کے قرب کی لذت کی وجہ

سے ہر ما سوا سے دہشت ہونے لگتی ہے اسی لئے زاہد لوگ خلوتوں کو مقدم رکھتے ہیں اور موانع سے یکسوئی کی تدابیر کرتے ہیں اور اس سلسلہ میں اپنے مجاہدہ کی مقدار پر طاعت خداوندی کے مقصود کو پالیتے ہیں جیسا کہ فصل کی کٹائی اس کی کاشت کے تناسب سے ہوتی ہے مگر مجھے اس میں بھی ایک دقیق ولطیف خرابی محسوس ہوتی ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر نفس کی مذکورہ بیداری وہوشیاری ہمیشہ یکساں رہے تو اس کے ایسے شر میں واقع ہونے کا خطرہ ہے جو پہلی خرابی اور نقصان سے کہیں زیادہ ہے مثلاً یہ کہ اپنے حال پر عجب اور خود پسندی دوسروں کو حقیر جاننا اور بسا اوقات یہ چیزیں ترقی اختیار کر کے اس قسم کے دعووں تک پہنچا دیتی ہیں کہ میری یہ خصوصیت ہے میرے پاس یہ ہے میرے اندر یہ قابلیت اور استحقاق ہے وغیرہ وغیرہ جس سے یہ پھر اپنے گناہوں کے صحرا میں بدحواس ہو کر گھومنے لگ جاتا ہے اگر یہ اندر گھسنے کے جائے کنارے کے قریب رہتا اپنی عبودیت کی ذلت و درماندگی کا حق ادا کرتا تو کہیں بہتر تھا اور یہ باتیں اکثریت کے لحاظ سے ہیں اسی لئے وہ اس مقام سے ذرا پرے رہتے ہیں اور جو لوگ اس بیج کو بوتے ہیں اور ان کی فصل بھی درست ہوتی ہے تو پھر ان کے لئے کئی ایک لغزش کے مقام آتے ہیں جہاں پر خوف کی آنکھ ان کی نگہداشت کرتی ہے جس سے ان کی بندگی کو صحت اور عبادت کو سلامتی ملتی ہے اسی حقیقت کی طرف صحیح حدیث شریف میں اشارہ کیا گیا ہے کہ (اگر تم گناہ نہ کرو تو اللہ تعالیٰ تمہیں لے جائے گا اور ایسے لوگوں کو لے آئے گا جو گناہ کر کے اس پر استغفار کریں گے اور اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائیں گے)۔

جاہل صوفیاء

غور وفکر سے مجھے یہ معلوم ہوا کہ مال کی کچھ تعداد جمع کرنا اور محفوظ رکھنا ضروری ہے۔ اور جاہل صوفیا جو تمام مال سے خالی ہو بیٹھنے کو توکل کا نام دیتے ہیں یہ شریعت میں جائز نہیں ہے آنحضرت ﷺ نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا (اپنا کچھ مال محفوظ اور اپنے پاس جمع رکھو) نیز اسی طرح کا مضمون حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ (تو اپنے وارثوں کو غنی چھوڑ کر جائے اس سے بہتر ہے کہ تو انہیں نادار اور بھیک مانگنے والے چھوڑ کر مرے)، اگر کوئی جاہل یہ سوال کرے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے تو سارا مال پیش کر دیا تھا تو جواب یہ ہے کہ وہ باہمت مرد تھے اور تاجر بھی تھے سارا مال دے کر بھی حسب ضرورت

وہ مال لے سکتے تھے اور گزران چلا سکتے تھے ایسے لوگ اگر سارا مال بھی خرچ لیں تو قابل مذمت نہیں' لائق مذمت تو وہ لوگ ہیں جو وسائل نہیں رکھتے اور پورا مال صرف کر بیٹھتے ہیں اور یا ان کے وسائل تو تھے مگر اب وہ ان سے الگ ہو چکا ہے بس اب وہ لوگوں پر بوجھ بنے گا ان سے عطیے اور ہدیے حاصل کرے گا اور سمجھے گا کہ غیبی امداد ہو رہی ہے حالانکہ اس کا دل مخلوق کے ساتھ پیوست ہے اور اس کی طمع ان میں لگی ہوئی ہے اور جب کبھی دروازہ کھٹکا فوراً چونکتا ہے اور خیال کرتا ہے کہ کچھ مال آیا ہے کسب معاش کی طاقت رکھنے والے کے لئے تو یہ بات قبیح ہے اور جو طاقت نہیں رکھتا اسے اپنا کل مال صرف کر دینا بہت ہی زیادہ قبیح ہے کیونکہ ایسا کرے گا تو اس کا دل لوگوں کے مال کے ساتھ اٹک جائے گا اور کبھی کبھی تو ان کے آگے ذلت تک اٹھانے کی نوبت آجاتی ہے یا ان کے سامنے۔ اپنا زہد نمایاں کرے گا اور کم از کم یہ تو ضرور ہو گا کہ فقراء نادار اور اپاہج لوگوں کے ساتھ شامل ہو کر زکوۃ وصول کرے گا ضروری ہے کہ پہلے لوگوں پر نظر کریں اور دیکھیں کہ کیا ان میں ایسے کام کرنے والے تھے جیسا کہ یہ نام نہاد اور جاہل صوفی کر رہے ہیں میں اشارہ بتا چکا ہوں کہ انہوں نے مال کمایا اور چھوڑ کے بھی گئے لہذا اپنے کو دور اول کے ساتھ لگایئے کہ اس کا چشمہ صاف ستھرا ہے گدلا نہیں ہے اور ایسے گھاٹ (چشمہ) سے پرہیز کریں جو فاسد آراء کی وجہ سے گدلا ہو چکا ہے جو کہ دراصل شریعت ہی سے خارج ہیں اور جو زبان حال سے پکار پکار کر کہہ رہی ہیں کہ شریعت ابھی ناقص ہے اور اسے تکمیل کی ضرورت ہے اس بات کا یقین رکھیں اللہ تعالیٰ توفیق بخشیں کہ بدن کی مثال سواری کی سی ہے اور سواری کو لازمی طور پر چارے کی ضرورت ہے اور پھر اس چارے کا اہتمام وانتظام بھی کرنا ہو گا اگر ان باتوں کا خیال نہ رکھا گیا تو تیر اسفر رک جائے گا حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا گیا کہ کھانے کا سامان کندھے پر اٹھائے جارہے ہیں پوچھا گیا کہ آپ تو صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں پھر بھی یہ حال ہے فرمانے لگے کہ نفس جب اپنی روزی موجود دیکھتا ہے مطمئن ہو جاتا ہے' سفیان ثوری فرماتے تھے کہ مہینہ بھر کی روزی کا انتظام ہو جائے تو عبادت میں لگ جاؤ۔ اور کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جن کے پاس سوائے زبانی دعویٰ کے کچھ نہیں جن کا کہنا یہ ہے کہ ایسا سامان کرنا رازق کی ذات میں شک اور اس پر عدم اعتماد کی بات ہے ایسے لوگوں سے بہت ہی بچ کے رہو اور کبھی کبھی ایسی باتیں اسلاف میں بڑے بڑے زاہدوں سے بھی نقل کی جاتی ہیں جو قابل اعتماد نہیں اور نہ ہی اس کے خلاف میں کوئی خطرے کی بات ہے ابو بکر مروزیؒ کہتے ہیں میں نے احمدؒ بن حنبل کو نکاح

کی ترغیب دیتے ہوئے سنا میں نے بات چلاتے ہوئے کہا: ابن ادھم نے فرمایا تو امام احمدؒ نے مجھے پوری بات کہنے کی مہلت نہ دی اور چیخ کر فرمانے لگے میں تجھے آنحضرت محمد ﷺ اور آپکے اصحاب کا حال سناتا ہوں اور تو مجھے ادھر ادھر کی باتیں سناتا ہے اور یہ بھی سنو کہ اگر کوئی شخص زہد کا دعویٰ کرتا ہے اور اسباب سے انقطاع اختیار کرتے ہوئے کہتا ہے کہ میں کھاؤں پیوں گا نہیں گرمی میں دھوپ سے چھاؤں میں نہیں جاؤں گا سردی میں گرمی اور حرارت نہیں حاصل کروں گا تو یہ شخص بالاتفاق گنہگار ہے ایسے ہی اگر وہ عیالدار ہوتے ہوئے یہ کہتا ہے کہ مجھے کمانے کی ضرورت نہیں ان کا رزق اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے اور اس کے بچے کسی آفت میں مبتلا ہو گئے تو یہ گنہگار ہوگا جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے (آدمی کے لئے یہ گناہ کافی ہے کہ ایسے لوگوں کو ضائع کر دے جن کی ذمہ داری اس کے سر ہے) اور یہ بھی جان رکھو کہ کسب معاش کا اہتمام کرنا پریشانیوں سے نجات دلاتا ہے دل کو فراغ ملتا ہے مخلوق میں طمع رکھنے سے بچاتا ہے کیونکہ طبیعت کا بھی کچھ حق ہے جس کا وہ تقاضا کرتی ہے اور خود شریعت نے بھی اس کی وضاحت فرمائی ہے ارشاد پاک ہے بیشک تیرے نفس کا تجھ پر حق ہے اور تیری آنکھ کا تجھ پر حق ہے اور طبیعت کی مرید سالک کے ساتھ ہونے کی مثال اس کتے کی سی ہے جورات کو آنیوالے کو پہچانتا نہیں بلکہ ہر چلنے والے کو دیکھ کر بھونکتا ہے اور وہ اگر اس کی طرف ٹکڑا ڈال دے تو چپ ہو جاتا ہے الحاصل یہ کہ اسباب کو اختیار کرنے کا مقصد صرف اور صرف افکار پریشان کا علاج ہے اس اصول کو خوب سمجھئے کہ بہت اہم ہے۔

خواہشات میں ڈھیلا پن اختیار کرنا

میں نے خواہشات و شہوت میں نظر کی تو معلوم ہوا کہ وہ ہلاکت کے اسباب ہیں اور تباہی کے جال ہیں لہذا جو شخص اپنی عقل کو طبیعت پر قوی اور غالب رکھتا ہے وہ سلامت رہتا ہے اور جس کی طبیعت غالب آگئی بس اس کی ہلاکت ہی ہلاکت ہے میں نے بعض اہل دنیا کو دیکھا کہ وہ باندیاں رکھنے کے بہت شوقین تھے پھر اس وجہ سے محرکات باہ اور تیز چیزوں کو استعمال کرنے لگے اور کچھ عرصہ بعد حرارت غریزیہ تحلیل ہو ہو کر ختم ہو گئی اور میں نے نفس کی شہوات و خواہشات میں اس شہوت و خواہش سے بڑھ کر جلد ہلاک کرنیوالی کوئی اور خواہش نہیں دیکھی کیونکہ انسان جب کسی حسین کی طرف مائل ہوتا ہے تو اس سے قوت باہ میں

حرکت پیدا ہوتی ہے اور اس سے بھی بڑھ کر کسی حسین کو دیکھ لیا تو اور حرکت بڑھی اور پہلے سے بھی زائد منی کا خروج ہوا جس سے جوہر حیات بہت تیزی کے ساتھ ختم ہو جاتا ہے اور اس کے برعکس عورت بدشکل ہو تو اس کے ساتھ نکاح کرنے سے زائد اور موذی مادہ پورا پورا خارج نہیں ہوتا بلکہ اس کے رکا رہنے سے ایذا بھی ہوتی ہے اور بیوی کا اشتیاق بھی قوت پکڑتا ہے ایسے ہی کھانے میں بڑھ جانیوالا اپنے اوپر بہت سے ظلم کرتا ہے اور کوتاہی اور کمی کرنیوالا بھی، معلوم ہوا اوسط درجہ سب سے افضل ہے اور دنیا ایک میدان ہے جس میں عقل کو آگے بڑھانا چاہیئے اور جس کسی نے اپنی سواری کی لگام اپنی طبیعت اور خواہش کے سپرد کر دی تو اس کی جلد ہلاکت کا کیا پوچھنا یہ باتیں بدن اور دنیا کے تعلقات میں سے ہیں آخرت کا معاملہ بھی اسی پر قیاس کر لیا جائے۔

اللہ تعالٰی کی حلال چیزوں کو حرام کرنا

وقت کے بعض صوفیاء سے سننے میں آیا ہے کہ ان کے آگے کھانا لایا گیا تو فرمایا میں نہیں کھاؤں گا، پوچھا گیا کیوں؟ فرمایا اس لئے کہ میرا نفس اس کی خواہش رکھتا ہے اور میں نے برسوں سے نفس کو اس کی مرغوبات سے روک رکھا ہے، میں نے کہا کہ اس سلسلہ میں آپ کو دو طرح سے غلطی لگی ہے اور اس کی وجہ لاعلمی اور جہالت ہے پہلی وجہ تو یہ کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کا یہ طریق نہ تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم مرغی کا گوشت تناول فرما لیتے تھے میٹھی چیز اور شہد آپ کو مرغوب تھے۔

فرقد سنجی حضرت حسنؒ کی خدمت میں آئے دیکھا کہ فالودہ کھا رہے ہیں آپ نے سوال کیا فرقد اس فالودہ کے بارے میں کیا خیال ہے؟ فرقد نے فرمایا میں نہ خود کھاتا ہوں نہ کھانے والے کو پسند کرتا ہوں، حضرت حسنؒ نے فرمایا کہ اس میں شہد ہے میدہ ہے اور گائے کا گھی ہے کونسی چیز ہے جسے کوئی مسلمان معیوب سمجھ سکتا ہے، ایک اور آدمی حضرت حسنؒ کی خدمت میں آکر کہنے لگا میرا ایک ہمسایہ ہے جو فالودہ نہیں کھاتا پوچھا کیوں آدمی نے جواب دیا کہ وہ کہتا ہے میں اس کا حق شکر ادا نہیں کر سکتا آپ نے فرمایا کہ تیرا ہمسایہ جاہل ہے کیا بھلا وہ ٹھنڈے پانی کا شکر ادا کر سکتا ہے؟ سفیان ثوریؒ سفر میں فالودہ ساتھ رکھتے تھے اور بکری کے بچے کا بھنا ہوا گوشت اور فرماتے کہ جانور کے ساتھ اچھا سلوک کرو تو وہ کام خوب دیتا ہے ان حضرات کے بعد بعض صوفیوں میں جو اس دن کی کچھ باتیں چل نکلی ہیں وہ رہبانیت سے

بمراہ مہربانی ورق نہ موڑیں۔

چرائی ہوئی ہیں ہمیں تو ان سے ڈر ہی لگتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے (وہ پاکیزہ چیزیں جو اللہ تعالیٰ نے حلال فرمائی ہیں انہیں حرام مت بناؤ اور حد سے مت گزرو) طبقہ اولیٰ کے اسلاف (صحابہ کرام) سے اس سلسلے میں کوئی شے بھی منقول نہیں ہاں کسی عارضہ کی وجہ سے کوئی بات ہو گئی تو الگ بات ہے حضرت ابن عمرؓ سے منقول ہے کہ انہوں نے کسی چیز کا شوق ظاہر فرمایا مگر پھر ایک فقیر کے لئے اس کا ایثار فرما دیا ایسے ہی اپنی باندی ریثہ کو آزاد کر کے فرمایا کہ یہ مجھے سب مخلوق سے زیادہ محبوب تھی تو اس قسم کی مثالوں میں کوئی قباحت نہیں کیونکہ ان میں تو اپنے نزدیک جو چیز سب سے عمدہ ہے اس کا ایثار کرنا ہے اور ماسوا کی نسبت سے اسے بڑھانا ہے اور کبھی کبھار جب ایسی صورت پیش آتی ہے تو اس فعل سے نفس کی خواہش کی شدت کم ہونے لگتی ہے کہ جس چیز کو بھی چاہے اسے پالینے کی سرکشی سے بچ جاتا ہے اور جو لوگ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے نفس کی مخالفت پر کمربستہ ہو جاتے ہیں اس سے دل اندھا ہو جاتا ہے اس کے خیالات فاسد ہونے لگتے ہیں اور عزائم کمزور پڑ جاتے ہیں اور یہ صورت حال نفع دینے کی بجائے اس کے لئے کہیں زیادہ مضر ثابت ہوتی ہے۔

ابراہیمؒ بن ادہم کا مقولہ ہے کہ دل کو مجبور کیا جائے تو وہ اندھا ہو جاتا ہے اور ان کے اس مقولہ میں ایک لطیف راز ہے اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے آدمی کی طبیعت عجیب طرح کی بنائی ہے وہ اس طرح کہ یہ طبیعت اپنی مرغوبات اور پسندیدہ چیزوں میں سے ان کا انتخاب کرتی ہے جہاں سے اس چیز کا مفید ہونا معلوم ہوتا ہے

بیعت کا اس سے اصلاح حاصل کرنا بھی معلوم ہو جاتا ہے چنانچہ حکماء طب فرماتے ہیں مناسب ہے کہ نفس کو اپنے مرغوب کھانوں میں آزاد رکھا جائے گو کسی میں کچھ ضرر بھی ہو کیونکہ نفس انتخاب اسی کا کرے گا جس سے موافقت و مناسبت ہو گی اور صوفی صاحب جب ان باتوں کو ایک طرف رکھ دیں گے تو جسم کو نقصان پہنچے گا اور اگر باطن میں طبیعت کی جاذب امور باقی نہ رہیں تو بدن باقی نہیں رہتا کیونکہ خواہش طعام تحریک پیدا کرتی ہے اور جب خوراک کے ذریعہ تقاضہ پورا ہو جاتا ہے تو خواہش ختم ہو جاتی ہے تو شہوت خود ہی ارادہ کرتی ہے پھر مرغوب چیز کی تلاش کرتی ہے اور بدن کی مصلحت کا بہترین انتظام کرنیوالی ہے ہاں حد سے بڑھ جائے تو ایذاء کا ذریعہ بنتی ہے اور اگر اس کو اپنے ارادے سے بالکل روک دیا جائے جبکہ فاسد انجام کا خطرہ بھی نہ ہو تو اس سے نفس کے احوال میں فساد پیدا ہو جاتا ہے جسم کمزور ہونے لگتا ہے اور ان بیماریوں کا تسلسل شروع ہو جاتا ہے جو مذکورہ باتوں سے پیدا

ہوتی ہیں مثلاً شدید پیاس کے وقت اگر طبیعت کو پانی نہ دیا جائے' بھوک کے وقت غذا روک لی جائے' قوت شہوت کے وقت جماع سے منع کر دیا جائے نیند کے غلبہ پالینے کے باوجود سونے سے روک دیا جائے' حتیٰ کہ ایک غمزدہ کو شکوہ شکایت کے ذریعہ بھی اگر غم ہلکا نہ کرنے دیا جائے تو یہی غم اسے قتل کر دیتا ہے' تو یہ ایک اصول ہے جسے مذکورہ صوفی اگر سمجھتے تو اسے یقین آجاتا کہ وہ شرعی حیثیت سے آنحضرت ﷺ اور صحابہ کے طریقہ کے خلاف چل رہا ہے اور حکمت کے لحاظ سے تو بالکل اس کے موضوع کے برعکس ہے یہاں پر یہ سوال نہ ہونا چاہیئے کہ غذا پاکیزہ کہاں سے ملے گی اور جب یہ نہیں تو احتیاط اس کے ترک ہی میں ہے کیونکہ ہماری گفتگو اس غذا میں ہے جو تقویٰ اور ورع کے خلاف نہ ہو۔ میں نے نقل کیا ہے یہ اس شخص کا جواب ہے جو کہتا ہے کہ میں نے اپنے نفس کو خواہشات سے مکمل طور پر روک رکھا ہے اور دوسری وجہ یہ کہ مجھے اس زاہد پر خطرہ ہے کہ اس کی شہوت کہیں ترک کی طرف نہ الٹ جائے کہ پھر یہ نہ کھانے کی ہی خواہش کرنے لگ جائے اور اس میں بھی نفس کا ایک لطیف مکر اور دقیق ریاکاری ہے اور اگر مخلوق کی ریاکاری سے بچ بھی گیا تو اس قسم کے کام کی آفت پھر بھی ہوتی ہے اور باطنی طور پر اس پر ناز ہونے لگتا ہے یہ ایک غلطی بھی ہے اور خطرہ بھی کوئی جاہل کبھی کہنے لگتا ہے کہ تم زہد اور خیر سے روکتے ہو حالانکہ ایسا نہیں حدیث شریف میں ہے ہر وہ عمل جو ہمارے طریقہ پر نہیں وہ مردود ہے، اور جریج'' کی عبادت سے بھی دھوکا نہ کھانا چاہیئے کہ بہت سے صوفی کہلانے والوں نے ایسے راستے اختیار کئے جن پر آنحضرت ﷺ چلے اور نہ آپ کے صحابہ مثلاً حد سے زائد عاجزی کا اظہار اور اپنی زندگی میں بے حد سادگی ظاہر کرنا اور کئی ایک باتیں جنہیں عوام اچھا سمجھتے ہیں اور کئی لوگوں کا تو وہ کسب بن گیا ہے جس سے وہ خوب منافع کماتے ہیں دست بوسی۔ عزت و توقیر میں مبالغہ۔ بزرگانہ تکلفات کا لحاظ وغیرہ اور اکثر ایسے بھی ہیں جن کی تنہائی کی حالت مجلس کی حالت سے مختلف ہوتی ہے ابن سیرین'' لوگوں میں بیٹھ کر ہنستے اور قہقہہ تک لگا لیتے تھے مگر رات کی تنہائیوں میں یوں ہوتے جیسے انہوں نے پوری بستی کو قتل کر دیا ہے لہٰذا ہم اللہ تعالیٰ سے علم نافع کا سوال کرتے ہیں کہ اصل یہی ہے یہی حاصل ہو تو معبود عزوجل کی معرفت حاصل ہوتی ہے اور یہی شریعت کے تقاضہ اور پسند کے مطابق عبادت و طاعت کی رہنمائی کرتا ہے اور اپنے عالم کو اخلاص کے طریق پر چلاتا ہے گویا علم اصل الاصول ہے اور سب سے بڑھ کر نافع علم رسول ﷺ کی سیرت اور صحابہ کی طریق پر نظر رکھنا یہی لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے

ہدایت عطا فرمائی ہے آپ بھی انہی کی ہدایت پر چلتے ہیں۔

نفس سے جہاد اور اس کے ساتھ حسنِ معاملہ

میں نے نفس کے جہاد پر نظر کی تو اسے سب سے بڑا جہاد پایا اور میں نے بہت سے علماء وصوفیا حضرات کو دیکھا کہ وہ اس کے معنی سے ناواقف ہیں کیونکہ ان میں کچھ وہ ہیں جو نفس کو اس کی ضروریات اور لذائذ کا کچھ بھی حصہ نہیں دیتے اور یہ دو طرح سے غلط ہے۔ (۱) ایک یہ کہ بہت سے لوگ نفس سے اس کی مرغوب چیز کو روک کر اس سے بھی بڑی اس کو عطا کر دیتے ہیں مثلاً ایک مباح چیز سے نفس کو روک دیا اور اس روکنے کی شہرت ہو گئی تو نفس اس پر راضی ہو جاتا ہے کہ اسے اس مباح سے بہتر بدل مدح و توصیف کی صورت میں مل گیا اور اس سے بھی دقیق بات یہ ہے کہ مباح سے نفس کو روکنے والا اپنے آپ کو ان لوگوں سے افضل سمجھنے لگتا ہے جو اس مباح سے نفس کو نہیں روکتے۔ اور یہ ایسی دقیق مخفی باتیں ہیں جنہیں عقل و فہم کی کدال ہی کھود کرید کر دکھا سکتی ہے۔

(۲) دوسری بات یہ ہے کہ ہمیں نفس کی حفاظت کا حکم دیا گیا ہے اور اس کے اسباب حفظ میں سے یہ بھی ہے کہ وہ اس میں ایسی چیزوں کی طرف میلان پایا جاتا ہے جو اس کو قائم رکھتی ہیں تو ایسی چیزیں اسے دینا ضروری ہو گا جو اسے قائم رکھتی ہیں اور انہیں اکثر بلکہ سب ایسی ہی ہوتی ہیں جو اس کی مرغوبات اور پسندیدہ ہیں اور اس حفاظت میں ہماری حیثیت ایک ذمہ دار شخص کی سی ہے کیونکہ یہ ہماری ملکیت نہیں بلکہ ہمارے پاس امانت ہے لہذا اس کے حقوق سے بالکل محروم رکھنا خطرناک بات ہے ویسے بھی بہت سی شدت اور سختیوں کا انجام ڈھیلا ظاہر ہوتا ہے اور بہت سے اپنے اوپر مجاہدوں کی تنگیاں کرنے والے بالآخر بھاگ نکلتے ہیں اور پھر تلافی بھی ممکن نہیں رہتی اور نفس کا جہاد ایک سمجھدار مریض کے جہاد کی طرح ہے وہ نفس کو اس کی ناپسند چیز کے استعمال پر تیار کر لیتا ہے جس میں سے اسے شفا اور عافیت کی امید ہوتی ہے اور کڑوی چیز میں ہلکا سا میٹھا ڈال دیتا ہے اور وہ غذا کی وہی مقدار لیتا ہے جو طبیب نے بتائی ہے اور اس کی خواہش اسے اپنی پسند کی موافقت پر تیار نہیں کر پاتی کہ وہ ایسا کھائے جو مزید تقاضا پیدا کرے یا ایسا لقمہ لے لے جو ایسے بہت سے لقموں سے محروم ہی کر دے ایسے ہی عقلمند مومن نفس کی لگام کو ہاتھ سے نہیں چھوڑتا اور نہ ہی اس کی رسی کو مہمل چھوڑتا ہے بلکہ کبھی اس کو ڈھیل دے دیتا ہے حالانکہ رسی اس کے ہاتھ ہی میں ہوتی ہے اور جب تک وہ راہ پر چلتا رہے اس کی رسی کھینچ کر تنگ نہیں کرتا اور جب کبھی راہ سے ہٹتا

ہوا دیکھتا ہے تو نرمی سے ادھر لاتا ہے اگر مان لے اور لوٹ آئے تو بہتر ورنہ پھر سختی کرتا ہے اور اسے حد سے باہر نہیں جانے دیتا جیسے کہ عورت کی عقل بنیادی طور پر ضعیف و قلیل ہے تو اس کے ساتھ وعظ و نصیحت کے ذریعہ مدارات کی جاتی ہے جب وہ ذرا نافرمانی دکھاتی ہے اور یوں درست نہ ہو تو علیحدگی (بستر وغیرہ میں) کے ذریعہ اور اس طرح بھی سیدھی نہ ہو تو ہلکی سی ضرب کے ذریعہ۔۔۔۔ اور تادیب نفس کے کوڑوں میں عزم کے کوڑے سے بڑھ کر کچھ نہیں اور یہ عملی مجاہدہ ہے اور ایک وعظ و تنبیہ کے راستہ کا مجاہدہ ہے کہ جب کوئی دیکھتا ہے کہ نفس برے اخلاق کی طرف جھکا جارہا ہے تو تو اسے اس کے خالق کی عظمت سمجھا پھر اگر دیکھے کہ تکبر کرتا ہے تو اسے خطاب کر کے کہے کہ تو ایک ذلیل پانی کا قطرہ ہے پانی کا ایک گھونٹ گلے میں پھنس کر تجھے ختم کر سکتا ہے

ایک کھٹمل تجھے بے چین کر سکتا ہے اور اگر اس کی کمی کوتاہی دیکھے تو اسے موٹی کے وہ اللہ کے وہ حقوق یاد دلائے جو غلاموں پر ہوتے ہیں اور عمل میں سستی کرے تو اجر جزیل کے وعدے یاد دلائے اگر خواہشات کی طرف مائل ہو تو اس پر آنے والے عظیم عذاب سے ڈرائے اور پھر دنیا ہی میں آنے والی ظاہری عقوبت و سزا بھی سنائے جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ فرما دیجئے بھلا بتاؤ اگر اللہ تعالیٰ تمہارے کان اور آنکھیں مار دے" اور معنوی اور باطنی سزا بھی بتائے جیسے فرمایا۔ میں اپنی آیات سے ہٹا رکھوں گا ان لوگوں کو جو زمین میں ناحق بڑے بنتے ہیں"

دعا کی قبولیت میں تاخیر کیوں ہوتی ہے

میں نے عجیب امتحانات دیکھے ہیں۔۔۔ مومن دعا مانگتا ہے قبول نہیں ہوتی وہ پھر دعا کرتا ہے اور ایک طویل مدت تک کرتا ہے مگر قبولیت کا کچھ اثر اسے دکھائی نہیں دیتا ایسے میں جان لینا چاہئے کہ یہ بھی ایک امتحان ہی ہے جس میں صبر کی ضرورت ہے اور قبولیت کی تاخیر پر نفس میں جو وساوس پیدا ہوتے ہیں وہ مرض ہے جس کے علاج کی ضرورت ہے مجھے خود ایسے عوارض پیش آچکے ہیں چنانچہ مجھے ایک پریشانی آئی میں نے دعا مانگی اور خوب مانگی مگر قبولیت دکھائی نہ دی اب ابلیس نے اپنے مکر کے میدانوں میں چکر لگانے شروع کئے۔

کبھی کہتا ہے: اس کا کرم وسیع ہے بخل نام کو نہیں تو پھر یہ تاخیر کیوں ہے؟

میں نے کہا چل ملعون دفع ہو مجھے نہ تقاضے کی حاجت اور نہ ہی تیری وکالت کی

ضرورت اور اپنے نفس سے کہا کہ ہرگز ایسے وساوس کو پاس نہ آنے دینا اگر قبولیت کی تاخیر میں اس کے سوا کوئی وجہ نہ ہو کہ دشمن کے مقابلہ میں تیرا امتحان ہو رہا ہے تو یہ حکمت بھی کافی ہے نفس نے کہا تو پھر ایسے موقعہ پر مجھے کوئی تسلی کا مضمون ہی سنایئے میں نے کہا کہ یہ بات دلائل سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ مالک ہیں اور مالک کو نہ دینے اور عطاء کرنے (ہر قسم کے تصرف) کا پورا پورا اختیار ہے لہٰذا اس پر اعتراض کی کوئی گنجائش نہیں دوسرے یہ کہ قطعی دلائل سے اس کی حکمت بھی ثابت ہو چکی ہے اور میں بسا اوقات کسی شی کو مصلحت سمجھتا ہوں حالانکہ وہ حکمت کے تقاضا کے خلاف ہوتی ہے۔ اور طبیب کے فعل میں کبھی بظاہر حکمت نہیں ہوتی مثلاً ایسی اشیاء جو بظاہر مضر ہوتی ہیں مگر مصلحت کیلئے مقصود ہوتی ہیں ممکن ہے یہ بھی اسی طرح کا معاملہ ہو۔ تیسرے یہ کہ کبھی تاخیر میں مصلحت اور بہتری جبکہ جلدی میں مضرت ہوتی ہے آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے (بندہ ہمیشہ خیر میں رہتا ہے جب تک جلدی نہ دکھائے) (یعنی) یہ کہے کہ میں نے دعا مانگی تھی قبول ہی نہیں ہوئی (اور دعا چھوڑ دے) چوتھے یہ کہ قبولیت میں رکاوٹ کبھی تیرے اندر کی آفت کی وجہ سے ہوتی ہے چنانچہ کبھی غذا مشتبہ (شبہ والی) ہوتی ہے یا بوقت دعا دل غافل ہوتا ہے یا تیری حاجت کو روک کر اس گناہ کی سزا میں اضافہ کیا گیا ہے جس کیلئے سچے دل سے توبہ نہیں کی گئی۔ لہٰذا تجھے ان اسباب میں نظر دوڑانی چاہئے تاکہ اپنے مقصود پر تجھے یقین حاصل ہو جیسا کہ بایزیدؒ سے روایت ہے کہ کوئی عجمی مسافر ان کے گھر مہمان ہوا آپ نے اسے دیکھا کہ وہ دروازے پر رک گیا آپ نے کسی ساتھی کو حکم دیا وہ اندر آیا اور نئی مٹی جس سے لپائی کروائی تھی اکھاڑ پھینکی اس کے بعد وہ عجمی آدمی اٹھ کر چلا گیا ابو یزیدؒ سے پوچھا گیا تو فرمایا کہ اس میں کچھ شبہ تھا جب شبہ نہ رہا تو شبہ والا بھی چلا گیا ابراہیم خواصؒ کا واقعہ ہے کہ وہ ایک دفعہ کسی برائی سے منع کرنے کو نکلے تو ان کا کتا بھونکنے لگا گویا وہ جانے سے روک رہا ہے آپ واپس آ کر مسجد میں چلے گئے کچھ نوافل پڑھ کر پھر نکلے تو کتا دم ہلانے لگا اور آپ چل دیئے اور برائی پر نکیر کرنے سے وہ برائی ختم ہو گئی اس سلسلہ میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ میرے اندر خود ایک برائی موجود تھی تو کتے نے مجھے روک دیا میں نے واپس آ کر اس سے توبہ کی تب یہ معاملہ سر انجام پایا۔ پانچویں یہ کہ غور کرنا چاہئے کہ مطلوب کے حصول سے تیرا مقصود کیا ہے کبھی اس کے حصول سے گناہ میں اضافہ ہو جاتا ہے یا کسی مرتبہ خیر میں تاخیر ہو جاتی ہے تو اس وقت منع حاجت میں ہی بہتری ہے کسی بزرگ کا قصہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے جہاد میں جانے کی دعاء

کرتے تھے آواز آئی کہ اگر تو جہاد میں گیا تو قید ہو جائے گا اور قید میں پڑ کے نصرانی بن جائے گا
چھٹی بات یہ ہے کہ بہت دفعہ کسی چیز کا نہ ملنا دروازے پر پڑے رہنے اور گریہ وزاری کا سبب ہوتا ہے اور مل جانا اس میں مشغول ہو کر مسئول ذات (اللہ تعالیٰ) سے غفلت کا ذریعہ بنتا ہے اور یہ بات ظاہر ہے اس وجہ سے بھی کہ اگر یہ آفت نہ آتی تو آپ اس دروازے پر ہاتھ پھیلائے بھی دکھائی نہ دیتے۔ پس حق تعالیٰ نے یہ جانتے ہوئے کہ کچھ لوگ مباحات و انعامات میں اس سے غافل ہو جاتے ہیں تو عین خوشحالی اور نعمتوں کی حالت میں بعض ایسے عوارض پیدا فرماتے ہیں جو ان لوگوں کو اس کے دروازے پر لا کے کھڑا کرتے ہیں اور وہ اس سے گڑگڑاتے اور حاجات طلب کرنے لگتے ہیں تو یہ بھی ایک نعمت ہے جو آفت کے لباس میں آئی ہے محض بلا اور مصیبت تو وہ ہوتی ہے جو تجھے اللہ تعالیٰ سے غافل کر دے اور جو تجھے اس کے دربار میں پہنچا دے وہ تو تیر اجمال ہے یحییٰ البکاء سے منقول ہے کہ انہیں خواب میں حق جل مجدہ کی زیارت نصیب ہوئی عرض کیا یا اللہ میں کتنا پکارتا اور درخواست کرتا رہتا ہوں اور ادھر سے جواب ہی نہیں ملتا ارشاد ہوا یحییٰ مجھے تیری آواز سننا پسند ہوتا ہے الغرض جب آپ ان باتوں میں غور کریں گے مثلاً کسی خلل کا دفع ہونا یا کسی عذر معذرت کی توفیق ملنا یا رب الارباب کے دروازے پر حاضری کی سعادت ملنا وغیرہ تو جو چیزیں آپ کے حق میں زیادہ نفع بخش ہیں ان میں لگیں گے نہ کہ فوت شدہ چیزوں کے حصول میں

مصائب پر صبر کرنا

جس کسی پر کوئی آفت آتی ہے اور وہ اس کا ازالہ چاہے تو وہ اس مصیبت کی کثیر مقدار کی طرف دھیان کرے تو یہ ہلکی محسوس ہونے لگے گی نیز اس کے اجر و ثواب کو خیال میں رکھے اور اس سے بھی کسی بڑی آفت کے نزول کا امکان سوچتا رہے تو اسی پر اکتفاء کو نفع بخش پائے گا اور اس کے سرعت زوال پر نظر رکھے کیونکہ اگر شدت و سختی کی تکلیف نہ ہو تو راحت کے لمحات کی انتظار کون کرتا ہے اور یہ بھی خیال کرنا چاہئے کہ اس آفت کے ہمارے پاس قیام کی مثال اس مہمان کے قیام کی سی ہے جو ہر لحہ اپنی حوائج و ضروریات کی تلاش میں رہتا ہے ہائے افسوس اس کی مدت قیام کس قدر جلد ختم ہو گئی اور جانے کے بعد اس کے تعریفی کلمات اور محفلوں میں اس کا خوشی کا مظاہرہ کس قدر لذیذ ہے اور اپنے میزبان کے کرم و سخاوت تذکرہ کیسا بہترین ہے ایسے ہی مصیبت و بلا میں مؤمن کا حال ہے اسے چاہئے کہ اپنے ان

لمحات کا خیال رکھے اور نفس کے حالات پر نظر رکھے اپنے اعضاء کو نگاہ میں رکھے مبادا زبان سے کوئی کلمہ نکل جائے یا دل میں کچھ رنجش آنے لگے یوں سمجھے کہ اجر کی صبح طلوع ہو چکی ہے اور مصیبت کی رات ختم ہو گئی رات کا مسافر تاریکی کے چھٹ جانے پر خوش ہے بس جو نہی جزاء کا سورج طلوع ہو گا یہ سلامتی کی منزل پر پہنچ جائے گا۔

علم تیرے حق میں حجت ہے یا تیرے خلاف حجت ہے

میں نے اپنے نفس کی رائے علم کے متعلق اچھی ہی دیکھی کہ وہ اسے ہر شی پر مقدم رکھتا ہے اسے دلیل اور حجت سمجھتا ہے اور اس میں مشغولیت کے لمحات کو نوافل کے لمحات پر ترجیح دیتا ہے اور کہتا ہے کہ اس کی نوافل پر فضیلت کی سب سے قوی دلیل میرے نزدیک یہ ہے کہ میں نے بہت سے ایسے لوگ دیکھے جو نفل نماز روزہ میں لگنے کی وجہ سے علم سے محروم رہے اور یہ چیز بنیادی طور پر ان کے لئے عیب شمار کی گئی اس تناظر میں میں نے اسے درست طریق اور صحیح رائے پر پایا مگر میں نے دیکھا کہ اس نے صرف علمی مشغلہ کی ظاہری صورت پر اکتفاء کر لیا ہے تو میں نے اسے پکار کر کہا: تو تجھے علم نے کیا فائدہ دیا؟ خوف خدا کہاں ہے؟ قلب و جگر کا سوز کدھر ہے؟ ورع و تقوی کہاں ہے کیا تو نے بزرگ صوفیاء کے احوال میں عبادات اور مجاہدات کا تذکرہ نہیں سنا؟ کیا رسول اللہ ﷺ دو عالم کے سردار نہ تھے پھر ان کا قیام اور عبادت نہیں دیکھی حتی کہ آپؐ کے مبارک قدموں پر ورم آجاتا تھا۔

کیا ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بکثرت روتے نہ تھے بلکہ ہچکی بندھ جاتی اور بہت ہی غمزدہ رہنے والے تھے کیا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے رخسار پر آنسوؤں کی وجہ سے دو لکیریں نہیں بن گئی تھیں؟ کیا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک رکعت میں قرآن پاک کا ختم نہ کرتے تھے؟ کیا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ رات بھر محراب میں نہیں روتے تھے کہ داڑھی مبارک آنسوؤں سے تر ہو جاتی تھی اور فرمایا کرتے: اے دنیا کسی اور کو دھوکہ دے کیا حسن بصریؒ عمر بھر قلق و اضطراب میں نہیں رہے۔ کیا سعیدؒ بن المسیب مسجد کے ہو کر نہیں رہ گئے تھے کہ چالیس برس تک ایک نماز باجماعت بھی فوت نہ ہوئی کیا اسودؒ بن یزید نے اتنے روزے نہیں رکھے کہ ان کے بدن کا رنگ سبز اور زرد ہونے لگ گیا تھا کیا ربیعؒ بن خیثم کی بیٹی انہیں نہیں کہا کرتی تھی کہ کیا بات ہے میں دیکھتی ہوں کہ لوگ رات کو سو لیتے ہیں مگر آپ نہیں سوتے

توآپ نے جواباً فرمایا کہ تیرے باپ کو رات کے عذاب کا ڈر لگ رہا ہے کیا ابو مسلمؒ الخولانی مسجد میں اپنے نفس کی تنبیہ کیلئے کوڑا نہیں لٹکا رکھتے تھے جبکہ وہ سست ہو جاتا تھا کیا یزید الرقاشی نے چالیس برس تک روزہ نہیں رکھا اور کہا کرتے تھے ہائے افسوس عبادت گذار لوگ مجھ سے آگے بڑھ گئے اور میں پیچھے رہ گیا کیا منصور بن المعتمر نے چالیس برس روزہ نہیں رکھا۔ کیا سفیان ثوریؒ خوف کی وجہ خون کے آنسوؤں سے نہیں روتے تھے کیا ابراہیم بن ادھم کو خوف کی وجہ سے پیشاب کے بجائے خون نہ آتا تھا اور کیا تجھے معلوم نہیں کہ ائمہ اربعہ یعنی امام ابو حنیفہ 'مالک 'شافی اور احمد رحمہم اللہ تعالیٰ کا زہد و طاعت میں کیا حال تھا عمل کو چھوڑ کر صورۃ علم کی طرف مائل ہونے سے بہت ہی بچو کہ یہ بے حد سست اور اپاہج لوگوں کا حال ہے۔

اور اپنے لئے اپنے ہی پاس سے کچھ مہلت نکال لو۔ جبکہ آنے والی زندگی لوٹتی نہیں ہے اور اچانک واقع ہونے والی (موت) سے ڈرو۔ جو گنہگار کو چھوڑے گی نہیں اور پیش قدمی کو مراجعت میں بدل دیتی ہے اور اپنے لئے ایسے ساتھی تیار کر جو محشر میں تجھے اپنے ساتھ ملا لیں۔

بعض نام نہاد صوفیوں کی جہالت

علم کی فضیلت میں اضافہ کا ایک سبب میرے نزدیک یہ بھی ہے کہ کچھ لوگ علم کو چھوڑ کر عبادت و ریاضت میں مشغول ہوئے اور مطلوبہ حقائق تک پہنچنے سے محروم رہ گئے۔ گذشتہ لوگوں میں سے ایک کا قصہ ہے کہ اس نے کسی شخص سے کہا اے ابو الولید !اگر واقعی تو اولاد والا ہے یعنی اس کے اولاد نہ ہونے کی صورت میں وہ اس کنیت کے استعمال سے بچنا چاہتا تھا اگر یہ شخص علم میں لگا ہوتا تو اسے معلوم ہوتا کہ آنخضرت ﷺ نے صہیب کی ابو یحییٰ کنیت رکھی اور ایک بچے کو یا ابا عمیر کہہ کر پکارتے اور فرماتے تھے تیرے بلبل کا کیا ہوا۔ اور بعض صوفیاء کہلانے والے ایسے بھی ہیں جو تمام اسباب کے ترک کو توکل کہتے ہیں اور یہ علم سے ناواقفی کی بات ہے کیونکہ آپ ﷺ غار میں داخل ہوئے تھے طبیب سے مشورہ فرمایا تھا جہاد میں زرہ پہنی تھی۔ خندق کھودی تھی مکہ میں مطعم بن عدی کی امان حاصل فرمائی تھی اور وہ کافر تھا اور آپ ہی نے حضرت سعدؓ سے یہ فرمایا تھا کہ اگر تو اپنے وارثوں کو غنی چھوڑ کر جائے اس سے بہتر ہے کہ ان کو نادار چھوڑ کر جائے کہ وہ لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلاتے ہوں ہاں اللہ کی

ذات سے غافل ہو کر اسباب میں لگنا غلط ہے اور اللہ کے ساتھ تعلق خاطر ہوتے ہوئے اسباب میں لگنا غلط ہے اور مسبب کے ساتھ تعلق خاطر ہوتے ہوئے اسباب کا استعمال کرنا جائز ہے اس قسم کی تمام تاریکیاں علم کی شمع سے ختم ہوتی ہیں اور جہالت کی تاریکی میں چلنے والے یا خواہشات کی گلیوں میں گھومنے والے گمراہ ہو جاتے ہیں۔

فرشتوں اور انسان کے مابین فضیلت کا مسئلہ

مجھے ایسے لوگوں پر ہمیشہ تعجب رہا ہے جو انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام پر بھی فرشتوں کی فضیلت مانتے ہیں اگر یہ فضیلت شکل و صورت کے لحاظ سے ہے تو آدمی کی صورت پروں والی مخلوق سے اعلیٰ ہے اور اگر صورت کا اس لئے لحاظ رکھا جائے کہ اس کے ساتھ طرح طرح کے میل کچیل پیوست ہوتے ہیں تو آدمی صرف صورت کا نام نہیں یہ تو صرف ڈھانچہ ہے اور پھر اس میں بھی بعض ایسی باتوں کو اچھا کہا گیا جو عام عادت میں قبیح سمجھی جاتی ہیں مثلاً روزہ دار کے منہ کی بو شہداء کا خون' حالت صلوٰۃ میں نیند وغیرہ پس صورت ایک مسکن ہے اور حکم حقیقت اور معنی پر ہوتا ہے۔

بعض لوگ یہ کیوں کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو انسان پر فضیلت دی ہے اور اگر یہ فضیلت ذاتی جوہر کی وجہ سے ہے تو ہماری ارواح کی جوہریت بھی اسی جنس سے ہے اور ہم پر جسم کے لباس کا بوجھ لاد دیا گیا ہے۔

مثلاً اگر سوار کو اونٹ کی حاجت نہ ہوتی کہ اس کی ضروریات کی وجہ سے اسے رکنا پڑتا ہے اور چلنے میں بھی اس کی رعایت کرنی پڑتی ہے تو ارض منیٰ میں عشرہ سے قبل ہی پہنچ جاتے۔

عجیب بات ہے کیا ملائکہ کی فضیلت ان کی کثرت عبادت کی وجہ سے ہے اس میں کون سی عجیب بات ہے یہ تو ان کی طبیعت ہے کیا بھلا پانی کے بہنے پر کبھی تعجب ہوا یا اس کی پستی کی طرف تیز چلنے میں ؟ بلکہ تعجب چٹانوں کی وجہ سے ہوتا ہے جہاں راستہ مشکل ہوتا ہے اور گھاٹیاں رکاوٹ بنتی ہیں۔ بلکہ ان کی طرف سے تو مخالفت کا تصور بھی کیا جا سکتا ہے اور الوہیت کے دعویٰ کا بھی کیونکہ انہیں پہاڑوں کو توڑنے کی زمین کو پھاڑنے کی طاقت ملی ہوئی ہے اسی لئے ان کو وعید بھی سنائی گئی (جو کوئی ان میں سے کہے کہ اللہ ہوں اس کے سوا تو اس کو ہم جہنم کی سزا دیں گے) مگر وہ چونکہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کو جانتے ہیں اس لئے ڈرتے رہتے

ہیں۔

باقی ہم لوگوں کا حقیقت کی معرفت سے دور رہنا اور منع کرنے والی ذات پر یقین کا ضعف اور غفلت کے ساتھ ساتھ خواہشات کا غلبہ یہ سب چیزیں ایسے جہاد کی محتاج ہیں جو ان کے جہاد سے بہت بڑا ہے حتیٰ اگر مقربین ملائکہ میں سے کسی ایک کو وہ آزمائش پیش آئے جو ہمیں پیش آتے ہیں تو وہ ثابت قدم نہ رہ سکیں۔ ہمارا ایک شخص صبح اٹھتا ہے اور شریعت کا حکم اسے پکار رہا ہوتا ہے اپنے اہل وعیال کیلئے کسب کرو اور کسب میں احتیاط رکھو اور بچ کے چلو جبکہ اس پر ایسی چیزوں کا غلبہ بھی ہے جو اس کے اختیار میں نہیں ہیں جیسے اہل وعیال کی محبت بچوں کے ساتھ دلی لگاؤ اور بدن کا اپنی ضروریات کا محتاج ہونا وغیرہ پھر کبھی اپنے خلیل علیہ السلام کو حکم ہوتا ہے اپنے ہاتھ سے بیٹے کو ذبح کرو اپنے ہاتھ سے دل کے ثمر کو کاٹو اور یہ کہ منجنیق پر جلو تاکہ آپ کو آگ میں پھینکا جائے اور ایک غضبناک شخص کو غصہ پی جانے کا حکم ہوتا ہے آنکھ والے کو نگاہ پست کرنے کا حکم ہوتا ہے ایک فصیح البیان شخص کو چپ ہو جانے کا حکم ملتا ہے نیند کے مزے لوٹنے والے کو جاگنے اور بیدار ہونے کا امر ہوتا ہے محبوب کے مر جانے پر صبر کا ارشاد ہوتا ہے 'بدنی مصیبت میں مبتلا ہے اور شکر کا حکم ہو رہا ہے' جہاد کے کٹھن اور سنگین مراحل میں گھرے ہوئے کو بتایا جا رہا ہے کہ اِدھر اُدھر بھاگنا جائز نہیں' پھر یہ بھی دیکھو کہ موت کس قدر شدید تلخیوں کے ساتھ آتی ہے رگ رگ سے روح نکالی جاتی ہے اور حکم ہے کہ وقت آگیا ہے تحمل کرو' اور یقین ہے کہ قبر میں ریزہ ریزہ ہو جائے گا مگر رنجیدہ مت ہو کہ تقدیر کا لکھا یہی ہے کہ کبھی بیماری آگئی ہے تو مخلوق کے پاس شکوہ شکایت نہیں ہے بھلا بتایئے کہ ملائکہ کیلئے بھی ان آزمائشوں میں سے کوئی ہے وہاں عبادت کے سوا کیا ہے اور اس میں بھی نہ طبیعت کی کوئی مزاحمت نہ خواہش کی کوئی رکاوٹ اور آپ یہ بدگمانی مت کریں کہ میں ملائکہ کی عبادت میں کسی کمی کوتاہی کا قائل ہوں کیونکہ وہ انتہائی خوف وخشیت والے ہیں اس لئے کہ عظمت خالق کا علم رکھتے ہیں تاہم بے خطا شخص کا اطمینان وسکون اس کے نفس کو قوت دیتا ہے اور لغزشوں میں غرق شخص کا قلق واضطراب کی وجہ سے کلیجہ مونہہ کو آتا ہے لہٰذا میرے بھائیو اپنا مقام پہچانو اور اپنے جوہر کو گناہوں کی آلائش سے بچا کے رکھو تم ملائکہ سے افضل مقام والے ہو بہت ہی احتیاط رکھو کہیں گناہ تمہیں چوپایوں کی وادی میں نہ دھکیل

ﷺ یعنی عقلاً گو شرعاً کسی طرح کی معصیت کا بھی ان کے حق میں تصور جائز نہیں ارشاد ہے: وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے جو حکم ہوتا ہے وہی کرتے ہیں۔

دیں ولا حول ولا قوۃ باللہ العلی العظیم ؎۱

وساوس میں غور وخوض

میں نے بہت سے لوگوں کو دیکھا ہے اور بعض عالموں کو بھی کہ وہ ایسی بنیادی باتوں میں بحث کرنے سے باز نہیں آتے کہ جن سے ناواقف رہنے کا اور ان کی حقیقت میں بحث نہ کرنے کا انہیں حکم دیا گیا ہے مثلاً روح ہے اللہ تعالیٰ نے اسے مخفی رکھا ہے ارشاد ہے "آپ فرما دیجئے کہ روح میرے رب کے امر سے ہے" مگر انہوں نے قناعت نہیں اختیار کی اور اس کی ماہیت میں بحث شروع کر دی حالانکہ وہ کچھ بھی حاصل نہیں کر پائے اور نہ ہی کوئی ایک اپنے دعویٰ پر کوئی دلیل قائم کر سکا اور یہی معاملہ عقل کا ہے کہ اس کے موجود ہونے میں کوئی شک نہیں جیسا کہ روح لاریب موجود ہے دونوں چیزیں اپنے آثار سے پہچانی جاتی ہیں اپنی ذاتی حقیقت سے نہیں اگر کوئی یہ سوال کرے کہ ان اشیاء کے اخفا میں کیا راز ہے تو جواب یہ ہے کہ نفس ہمیشہ ایک حال سے دوسرے حال کی طرف ترقی کرتا رہتا ہے اگر وہ ان اشیاء پر مطلع ہوا تو ان کے خالق کی طرف چلنے لگے گا تو اس سے پہلے ہی بعض چیزوں کا مستور رہنا بھی اس کی عظمت کی دلیل ہے کیونکہ جب مخلوق میں بعض چیزیں ایسی ہیں جن کی کنہ حقیقت معلوم نہیں ہو سکتی تو اس کی ذات تو بہت ہی عظیم اور بلند و بالا ہے۔

اگر کوئی پوچھتا ہے کہ صواعق کسے کہتے ہیں برق کی کیا حقیقت ہے زلزلے کیا ہوتے ہیں تو یہ جواب کافی ہو سکتا ہے کہ جھنجوڑنے کی چیزیں ہیں تنبیہات ہیں اور ان کی حقیقت کو مخفی رکھنے کا راز یہ ہے کہ اگر اسے کھول دیا گیا تو ان کی عظمت و ہیبت کا معیار گر جائے گا اس نکتہ میں غور کرنے والا جان سکتا ہے کہ واقعی قابل قدر بات ہے جب مخلوقات میں ایسی چیزیں موجود ہیں تو خالق کی عظمت و جلالت کا کیا پوچھنا لہٰذا مناسب ہے کہ یہاں پر اس کے وجود کے دلائل پر اکتفاء کی جائے سلسلہ رسالت کے جواز اور قیام پر دلائل دیئے

؎۱ معلوم ہونا چاہئے کہ تمام مخلوق سے ہر حال میں افضل انبیاء علیہم السلام ہیں پھر بڑے بڑے ملائکہ ان کے قریب قریب ہیں اور انسانوں میں سے بعض اولیاء اللہ تعالیٰ کے نزدیک بعض ملائکہ سے افضل ہیں اور تکمیل فائدہ کیلئے یہ بھی جان لینا چاہئے کہ ملائکہ نوری مخلوق ہیں کھاتے پیتے سوتے نہیں ہیں تھکتے اور اکتاتے نہیں ہیں مذکر ہیں نہ مؤنث نکاح اور اولاد کے سلسلہ سے پاک ہیں اللہ تعالیٰ کے کسی حکم کو نہیں توڑتے جو حکم ہوتا ہے وہی کرتے ہیں۔

جائیں پھر کتب وحی اور رسولوں کے ذریعہ سے اس کے اوصاف کا تعارف حاصل کیا جائے اور اس سے آگے بڑھنے کی کوشش نہ کی جائے۔

بہت سے لوگوں نے اپنی رائے سے اس کی ذات و صفات میں بحث کی جرأت دکھائی اور اس کے وبال میں مبتلا ہوئے۔

اور جب ہم نے مان لیا کہ وہ موجود ہے اور اس کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ سمیع ہے بصیر ہے حیّ ہے قادر ہے بس صفات میں اسی قدر جان لینا ہمیں کافی ہوگا آگے غور و خوض کی ضرورت نہیں اسی طرح ہم نے مان لیا کہ وہ متکلم ہے اور قرآن اس کا کلام ہے اس سے آگے بڑھنے کے ہم مکلف نہیں ہیں اسلاف کہیں بھی تلاوت و متلو اور قرات و مقروء کے امتیازات میں نہیں لگے اور نہ ہی ۔ استواء علی العرش کو اس کی ذات کیلئے ثابت مانا اور نہ ہی ذات کے لحاظ سے نزول ۔ فرمانے کی کبھی بات کی بلکہ جیسا بھی نقل میں وارد ہو ابلا کم و کاست مان لیا اور ہم بھی اسی کے قائل ہیں کہ جو دلائل سے ثابت نہیں اس کا اطلاق اس کی ذات کیلئے جائز نہیں یہ چند ایک مثالیں بطور نمونہ درج ہیں انہی پر باقی صفات کو قیاس کر سکتے ہیں اس میں تعطیل ۔ سے سلامتی بھی ہے اور تشبیہ ۔ سے نجات بھی۔

اللہ تعالیٰ کی مختلف شانیں

بہت سی مخلوق ایسی دیکھنے میں آئی ہے جس کا وجود کالعدم ہے کچھ تو اپنے خالق ہی کو نہیں جانتے اور کچھ اپنی حس اور شعور کے مطابق مانتے ہیں اور بعض احکام تکلیف کا مقصد نہیں سمجھتے اور کئی ایک زہد کا لبادہ اوڑھنے والے دیکھنے میں آئیں گے جو قیام و قعود کی مشقتیں اٹھاتے ہیں خواہشات کو چھوڑے ہوئے ہیں اور وہ طلب شہرت اور ہاتھوں کی تقبیل (چومنے) سے غافل ہیں جس نے ان میں فراموشی پیدا کر دی ہے اگر ان میں سے کسی سے بات کی جائے تو وہ کہتا ہے کیا یہ بات ہم ایسوں سے کہنے کی ہے اور فلاں فاسق کون ہوتا ہے؟ یہی لوگ ہیں جو مقصود سے بالکل کورے ہیں اور یہی حال اکثر و بیشتر ان علماء کا ہے جو دوسروں کو حقیر جانتے ہیں اور اپنے آپ میں بڑے بنتے اور تکبر کرتے ہیں۔

میں نے دیکھا کہ دنیا میں ان کے وجود کا فائدہ دخول جنت کے فائدہ سے ملتا جلتا ہے کیونکہ ایسے لوگ یا تو درجہ اعتبار میں ہیں کہ ایک عارف کو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا استحضار ہوتا ہے جو اس پر منکشف ہو رہی ہیں اور یہ لوگ اس سے محروم ہیں یا پھر یہ لوگ تابع ہیں کہ

ان کے ذریعہ سے آبادی کی تکمیل ہو رہی ہے اور نظام معاش قائم ہے اور اس بعید تفاوت کے باوجود حیات اصلاح پذیر ہوتی ہے پھر خاص لوگوں میں بھی فرق ہوتا ہے کیونکہ ایک عارف شخص کے پاس صرف صورت و ظاہر پر قناعت کرنے والے لوگوں سے میل جول کی فرصت کب ہوتی ہے چنانچہ ایک زاہد چوپائیوں کے چرواہے کی طرح ہے اور عالم بچوں کے مربی کی مانند ہے اور عارف شخص حکمت کی تعلیم و تلقین کرنے والے کی طرح ہے اور بادشاہ کے محافظ اور خدمت گار اگر نہ ہوں تو اس کی زندگی مشکل میں پڑ جاتی ہے ایسے ہی ایک عارف کی تکمیل حیات میں یہ بات داخل ہے کہ وہ ایسے لوگوں سے اشتغال و اختلاط ان کے حسب درجات رکھے۔

اور ان میں کچھ ایسے بھی ہیں جو وہاں تک نہیں پہنچے تو ایسے لوگوں کا وجود کلام میں لا زائدہ کی طرح ہوتا ہے جو زائد تو ہوتا ہے مگر تاکید کا فائدہ بھی دیتا ہے اب جو شخص میرے ان اشارات میں غور کرے گا اس کیلئے میرے لفظی اشارے طویل شرح کی بجائے کافی ہو سکتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ

میں غور کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میرا رزق پہنچانے میں کیا کچھ تدابیر کرتے ہیں مثلاً بادل اڑے پھرتے ہیں۔ بارش آہستہ سے نرمی کے ساتھ برستی ہے بیج زمین میں دفن ہوتا ہے جیسے مردہ کو گاڑتے ہیں پھر وہ گداز اور متعفن ہو کر صور حیات میں پھونک لگنے کی انتظار کرتا ہے وہ پھونک لگتی ہے تو نکلتا اور سرسبز ہو کر لہلہانے لگتا ہے اور پانی نہ ملے تو دست طلب دراز کرتا ہے عاجزی سے سر جھکا لیتا ہے اور تغیر کا لباس پہن لیتا ہے گویا جس شمسی حرارت کی مجھے حاجت ہے وہ بھی اس کا محتاج ہے پانی کی نمی اور ٹھنڈک اور باد نسیم کے جھولے اور زمین کی نشو و نما اسے یہ سب کچھ چاہئے سبحان اللہ میری نشو و نما اور غذائی اشیاء کے ان بدلتے ہوئے حالات میں مجھے دکھایا جا رہا ہے کہ تیری اصل اور حقیقی تربیت یوں ہوتی ہے۔ تو اے نفس جو اس کی بعض حکمتوں پر مطلع ہو سکا ہے تیرے لئے اس کے غیر کی طرف متوجہ ہونا خدا کی قسم بے حد قبیح ہے اور پھر اس پر تعجب بھی ہے کہ اپنے جیسے محتاج کو تو کیسے قبول کرنے لگا ہے جو زبان حال سے پکار رہا ہے کہ جناب میرا حال بھی ویسا ہی ہے جیسا آپ کا لہذا تجھے اپنے اصل اول کی طرح رجوع کرنا چاہئے اور جو مانگو مالک اسباب سے مانگو تجھے مبارک

ہے اگر تو اسے پہچان گیا کہ یہی پہچان و معرفت دنیا اور آخرت کی بادشاہی ہے۔

خواہشات کے دروازے یا راستے

جوانی کے آغاز ہی سے دل میں طریق زہد اختیار کرنے کا خیال پیدا ہونے لگا نفل نماز اور روزہ کا تسلسل اور خلوت و تنہائی محبوب ہو گئی دل میں پاکیزگی اور شوق محسوس ہونے لگا میری بصیرت کی نگاہ خوب تیز تھی اور اسے ہر اس لمحہ پر افسوس ہوتا تھا جو غیر طاعت میں گذر جاتا طاعت کو غنیمت شمار کرنے میں بہت جلدبازی تھی مناجات خداوندی سے ایک گونہ انس اور لذت پیدا ہو چکی تھی یہاں تک کہ بعض حکام کو میرا کلام پسند آنے لگا مجھے اپنی طرف متوجہ کیا طبیعت تھی مائل ہو گئی مگر وہ لذت و چاشنی ختم۔ پھر مجھے کسی اور نے بلانا چاہا مگر میں شبہات سے پرہیز کے پیش نظر ان کی ملاقات اور دعوتوں سے بچنے ہی لگ گیا اور حالت کچھ مناسب سی تھی پھر تاویل کی طرف میلان ہوا اور میں نے مباحات میں وسعت اختیار کر لی مگر جو نور اور قلبی سکون حاصل تھا وہ جاتا رہا اور باہمی میل ملاپ سے دل میں ظلمت پیدا ہوتی رہی یہاں تک کہ نورانیت کا احساس تک ختم ہو گیا اس متاع کے لٹ جانے پر میرا قلق و اضطراب اہل مجلس کیلئے باعث عبرت ہوتا تھا اور وہ توبہ تائب ہو کر اپنی اصلاح کر لیتے اور میں اسی لٹے پٹے حال میں اٹھ کر چل دیتا تھا اور میری چیخ و پکار بیماروں سے کہیں بڑھ چکی تھی اور میں اپنے علاج میں عاجز آگیا تھا پھر میں نے صلحاء حضرات کی قبور کا رخ کیا اور اپنی اصلاح کیلئے سہارا ڈھونڈا تو میرے مولا کی کرم فرمائی نے جو مجھ پر ہوئی مجھے گوشہ تنہائی کی طرف کھینچا حالانکہ تنہائی مجھے پسند نہ تھی اور بے گانہ ہو جانے کے بعد میرا دل پھر مجھ پر مہربان ہوا اور اپنی پسند کی باتوں میں مجھے اب عیب دکھائی دینے لگے میں نے اپنی غفلت کی مرض میں افاقہ محسوس کیا اور اب میں اپنی تنہائی کی مناجاتوں میں کہا کرتا: میرے آقا میں تیرا شکر کیسے ادا کر سکتا ہوں اور کس زبان سے میں تیری حمد و ثناء کہوں کہ میری غفلتوں پر تو نے مواخذہ نہیں فرمایا بلکہ میری نیند سے مجھے بیدار فرمایا اور طبیعت کے نہ چاہنے کے باوجود میں نے اپنا حال درست کرنے کی کوشش کر لی۔ میری کیفیات کے سلب پر بھی مجھے کس قدر نفع حاصل ہوا ہے جبکہ اس کے انجام میں تیری پناہ مل گئی اور میرا ذخیرہ کتنا وافر ہے۔ جس کے نتیجے میں تیری طرف خلوت کا دھیان پیدا ہوا اور میری غنا کا کیا کہنا جبکہ تو نے مجھے اپنا فقیر بنا لیا ہے اور میری انس و محبت کا کیا پوچھنا جبکہ تو نے اپنی مخلوق سے مجھے وحشت نصیب کر دی ہے۔

ہائے افسوس اس وقت پر جو تیری بندگی کے بغیر ضائع ہو گیا اور ہائے ندامت و حسرت اس زمانے پر جو تیری اطاعت کے بغیر غارت ہوا جب فجر کے وقت میں بیدار ہوتا تھا تو رات بھر کی طویل نیند سے مجھے ذرا دکھ نہ ہوتا تھا اور دن ختم ہونے کو آتا تو اس دن کے ضائع ہونے کا مجھے کچھ احساس نہ ہوتا تھا اور مجھے یہ تک معلوم نہ تھا کہ میری یہ بے حسی مرض کے شدت پکڑنے کی وجہ سے ہے اور اب تو (سبحان اللہ) عافیت کی باد نسیم چلنے لگی ہے تکلیف کا احساس ہونے لگا ہے جو کہ صحت کی علامت ہے بس اے عظیم انعامات والے میرے لئے عافیت کو مکمل فرما۔ آہ ہے اس مدہوش پر جسے اپنی بدحالی کا علم بھی ہوش آنے پر ہی ہو جس کا دامن اتنا پھٹ چکا ہے کہ اب اصلاح مشکل ہو رہی ہے اور ہائے افسوس اس متاع پر جو لٹ گئی اور اس کشتی بان پر جو مدتوں تند و تیز شمالی موجوں میں مشقتوں کے ساتھ آگے بڑھتا رہا پھر اس پر نیند غالب آگئی اور وہ اپنے پہلے مقام پر پہنچ گیا باہمی اختلاط سے میری تحذیرات کے پڑھنے والے لوگوں میں نے عملی طور پر اپنے نفس سے خیانت کی ہے مگر میں اپنے بھائیوں کو زبانی اس کی نصیحت ضرور کروں گا کہ بچ کے رہیے میرے بھائی ان رخصتوں کے استعمال سے جن میں فساد کا خطرہ ہے۔ کیونکہ شیطان پہلے پہل مباح کو مزین کر کے دکھاتا ہے اور پھر گناہ کی طرف کھینچ لاتا ہے لہذا حال کو سمجھو اور انجام پر خوب نظر رکھو اور کبھی وہ تمہیں انجام بہترین دکھائے گا مگر اس کا راستہ فاسد ہوتا ہے لہذا ایسے موقعہ پر اپنے ابا (آدم علیہ السلام) کے واقعہ سے عبرت پکڑو جسے اس نے کہا تھا (کیا تجھے سدا زندہ رہنے کا درخت بتاؤں اور بادشاہی جو پرانی نہ ہو)" کہ یہاں پر آدم علیہ السلام نے صرف انجام کو دیکھا یعنی ابدیت کو اور طریقہ کی غلطی پر نظر نہ گئی اور شیطان کے آلات میں سے شکار کرنے کا یہ عجیب ترین آلہ ہے جس سے وہ علماء کو شکار کرتا ہے کہ وہ اچھے انجام کو دیکھتے رہتے ہیں اور نقد اور فوری مفاسد کے ضرر میں پھنس جاتے ہیں مثلاً وہ کبھی کسی عالم کو یوں کہتا ہے کہ اس ظالم کے پاس پہنچو اور مظلوم کی سفارش کرو تو یہ جلدی میں کسی برائی میں مبتلا ہو جاتا ہے اور اس کا اپنا دین ہل جاتا ہے اور بسا اوقات وہ کسی ایسے جال میں پھنس جاتا ہے کہ اس ظالم سے بھی بڑا ظالم بن جاتا ہے بس جس شخص کو اپنے پر اعتماد نہ ہو اسے اس کے جالوں سے بچ کے رہنا چاہئے کہ وہ بہت دقیق ہوتے ہیں۔

ایک کمزور آدمی کیلئے علیحدگی اور تنہائی سلامتی کا بہترین ذریعہ ہے خصوصاً ایسے دور میں جبکہ نیکی اور بھلائی مر رہی ہے اور برائی دندناتی پھرتی ہے اور اہل حکومت کی نگاہ میں اہل

علم کا مقام گر چکا ہے۔ جو عالم ان کے ساتھ ہوتا ہے وہ ناجائز امور میں بھی ان کا شریک کار ہو جاتا ہے خود ان کو برائی کے گڑھے سے کھینچ لانے پر قادر نہیں ہوتا پھر غور سے دیکھنے والا جان لیتا ہے کہ جو عالم سرکاری عہدوں پر کام کرتے ہیں وہ علمی نفع سے محروم اور حکومت کے سپاہی بن کے رہ جاتے ہیں بس گوشہ تنہائی کے سوا کہیں عافیت نہیں ہے اور میل جول رکھنے کی ہر تاویل فاسد سے اعراض میں ہی سلامتی ہے اور اپنی ذات تک نفع کو محدود رکھنا اس سے بہتر ہے کہ دوسروں کو نفع پہنچائیں اور خود نقصان اٹھانے لگیں۔

لہذا اچھے اور خوب بچئے دھوکے کی تاویلات سے فتاویٰ کے مفاسد سے اور گوشہء تنہائی پر جس قدر ہو سکے صبر کیجئے کہ تو جب اپنے مولا کے ساتھ تنہائی اختیار کرے گا وہ تجھ پر اپنی معرفت کا دروازہ کھول دے گا جس سے ہر مشکل آسان اور ہر تلخی لذیذ لگے گی اور تنگی میں سہولت اور ہر مطلوب کا حصول ہو گا اللہ پاک ہی اپنے فضل سے توفیق بخشنے والے ہیں۔ ولاحول ولاقوۃ الابہ۔

نفسانی وساوس

میں کبھی سوچتا ہوں کہ کسی حیلہ اور تدبیر کے ذریعہ کچھ دنیا مباح درجہ میں حاصل کر لوں مگر اس سے تقویٰ کا پہلو ضرور متاثر ہوتا ہے اور پہلے پہل دینی منافع تو مل جاتے ہیں مگر اخلاص کی لذت جاتی رہتی ہے اور بالآخر منافع کے وہ پستان بھی خشک ہو جاتے ہیں اور کچھ بھی ہاتھ پلے نہیں رہتا۔

تب میں نے اپنے جی سے کہا کہ تیری مثال اس ظالم حکمران کی سی ہے جس نے ناجائز طریق سے مال جمع کیا تفتیش ہوئی تو جو ظلماً جمع کیا تھا وہ تو گیا ہی، جو اپنا اصل تھا اسے بھی ساتھ لے گیا لہذا حیلہ اور تاویل کے فساد سے بہت ہی بچ کے رہیے۔ کہ اللہ تعالیٰ کو دھوکہ نہیں دے سکتے اور اس کے خزانوں سے نافرمانی کے ذریعہ کچھ لیا نہیں جا سکتا۔

ذہن کی صفائی کے موانع (رکاوٹیں)

میں نے اپنے نفس کو دیکھا ہے کہ جب کبھی اس کی فکر اور سوچ میں نکھار ہوتا ہے یا کوئی نصیحت آموز واقعہ پیش آتا ہے یا صالحین کی قبور کی زیارت کا موقعہ ہوتا ہے تو توجہ الی اللہ اور گوشہ تنہائی کی طلب کیلئے اس میں ایک تحریک اور ہیجان پیدا ہوتا ہے اسی سلسلہ میں اس سے ایک دن بات کرتے ہوئے میں نے کہا کہ ذرا اپنا مقصد بتاؤ اور منتہائے مطلوب ذکر کرو۔

کیا تو مجھ سے یہ چاہتا ہے کہ میں کسی چٹیل میدان میں تن تنہا ڈیرا لگالوں میری جماعت کی نماز فوت ہوتی رہے اور سیکھا ہوا علم سب برباد ہو جاوے کہ جب کوئی سیکھنے والا نہ ہو گا تو ضائع ہی ہو گا اور میں گھاس کھا کر گزارہ کروں جس کی مجھے عادت نہیں اور میں دو دن میں دبلا پتلا اور کمزور ہو جاؤں اور میں موٹا جھوٹا لباس پہن لوں جس کی مجھے ہمت نہیں اور میں اپنے ان حالات کے دباؤ میں آکر یہ بھی نہ جان سکوں کہ میں کون ہوں......اور کیا تو یہ چاہتا ہے کہ میں قدرت کے باوجود ایسی اولاد بھی حاصل نہ کرسکوں جو میرے بعد اللہ تعالیٰ کی عبادت و طاعت میں لگے......اگر میں تیری بات مان لوں تو خدا میرا وہ علم کسی کام کا نہ رہے گا جس پر میں نے اپنی عمر لگائی ہے اور ہاں علم کے بارے میں تجھے جو غلطی لگی ہے وہ میں بتائے دیتا ہوں خوب سمجھ لو کہ بدن ایک سواری ہے اور سواری کا اگر خیال نہ رکھائے تو وہ اپنے سوار کو لے کر کبھی منزل تک نہیں پہنچتی

اور خیال رکھنے سے میری مراد خواہشات کی بھرمار نہیں بلکہ وہ ضروری مقدار مراد ہے جو بدن کو درست رکھ سکے کہ اس سے فکر میں صفائی، عقل میں درستگی، اور ذہن میں قوت آئے گی۔ کیا تجھے معلوم نہیں کہ صفائے ذہن کی رکاوٹوں کی تاثیر کیا ہے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے (کسی قاضی کو غصہ کی حالت میں فریقین کے درمیان فیصلہ نہ کرنا چاہئے) اور علماء نے بھوک اور بول و براز کے طبعی تقاضوں کو بھی اس پر قیاس کیا ہے اور طبیعت کی مثال کتے کی سی ہے جو کھانے میں مشغول ہوتا ہے جب اس کی طرف کوئی ایسی چیز پھینکی جائے تو کھانے سے بڑھ کر اور کوئی مشغلہ اسے پسند نہیں باقی علیحدگی اور تنہائی تو شر سے اختیار کی جاتی ہے خیر سے نہیں اگر اس میں تیرے لئے کوئی خیر کا پہلو ہوتا تو آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام سے ضرور منقول ہوتا۔

افسوس کی بات ہے کہ میں ایسے لوگوں کو جانتا ہوں کہ ضروریات کی تقلیل اور خشکی کی وجہ سے ان کی فکر اور سوچ بدل گئی "سوداوی مادہ" غالب آنے لگا اور وہ لوگوں سے وحشت محسوس کرنے لگے اور ایسے لوگ بھی ہیں کہ ناقص کھانے کی وجہ سے فاسد مادے ان میں جمع ہونے لگے اب دو دو تین تین دن تک کھانے کا تقاضا نہیں ہو رہا وہ سمجھتے ہیں کہ لطافت بڑھ رہی ہے حالانکہ وہ فساد ہضم کا نتیجہ تھا اور بعض میں مواد فاسدہ نے یہاں تک زور دکھایا کہ کچھ صورتیں سی نظر آنے لگیں اور یہ انہیں فرشتے خیال کرنے لگے۔

لہذا علم و عقل کے بارے میں خدا کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ عقل کا نور اس لائق

نہیں کہ اسے بجھانے پر تل جاؤ اور قطعاً جائز نہیں ہے۔ علم کی بے حرمتی مضرات دفع کی جائیں گی نفع اور ضرورت کے سامان مہیا ہوں گے کھانے پینے اور باہمی میل ملاپ کے اصول اصلاح پکڑیں گے۔

اس پر میرا نفس کہنے لگا کہ بس میرے لئے ایک طریق مقرر کر دیا جائے اور مجھے ایسا مریض شمار کرو جس کے لئے پینے کی دوا وغیرہ طے کر دی جاتی ہے تو میں نے کہا کہ میں نے تجھے علم کی نشاندہی کی ہے جو بہترین طبیب ہے جو ہر لحظہ پیش آنے والی بیماری کی مناسب دوا بتاتا ہے۔

حاصل کلام یہ کہ تجھے اللہ تعالیٰ کے تقویٰ کا التزام اور پابندی کرنی چاہیے اپنے کلام میں نگاہ میں اور باقی اعضاء کے استعمال میں اور رزق حلال کی محنت میں اور ہر لمحہ اور لحظہ میں جو خیر مناسب ہے اسکے مہیا کرنے میں اور اچھی چیزوں میں زمانے کی دوڑ کے میدان میں اور منافع کی کمی یا خسارہ جیسی مضر صورتوں سے بچنے میں اور ہر عمل سے پہلے نیت کی جانچ پرکھ کر لو اور موت کیلئے ہر گھڑی تیار رہو گویا آہی گئی ہے کیونکہ تجھے کچھ علم نہیں کب آجائے بدن کی مصلحت کے پیچھے مت پڑو۔ بدن کی ضروریات و مصالح مناسب اصول کے موافق خوب مہیا کرو خواہشات پر نہیں کیونکہ بدن کی اصلاح دین کی اصلاح کا سبب ہے ایسی حماقت کو چھوڑ دو جس کا منشا جہالت ہے علم نہیں' مثلاً نفس کبھی کہتا ہے فلاں شخص سرکہ اور فلاں چیز کھاتا ہے اور فلاں رات بھر نہیں سوتا بس جس قدر طاقت ہے اتنا بوجھ اٹھاؤ اور جس قدر تم اپنے بدن میں طاقت سمجھتے ہو اگر چھلانگ لگانے کی ہمت پاتے ہو تو چھلانگ لگاؤ اور اگر سمجھتے ہو کہ ہمت نہیں ہے تو ہرگز چھلانگ نہ لگاؤ خواہ کوئی مار ہی ڈالے تمام بدن طاقت میں برابر نہیں ہوتے بعض لوگوں نے شروع شروع میں ایسے مجاہدات اختیار کر لئے جن سے کئی ایک امراض پیدا ہوئیں اور وہ کسی کام کے نہ رہے اور پھر دل ہی دل میں کڑھتے رہتے تھے بس علم کو لازم پکڑو کہ وہ ہر بیماری کی دوا اور شفاء ہے "واللہ الموفق"

جہویہ اور مجسمہ سے بچ کے رہو

مجھے ایسے لوگوں پر تعجب ہوتا ہے جو علم کا دعویٰ رکھتے ہیں اور حدیثوں کو ان کے ظاہر پر محمول کرتے ہوئے تشبیہ کی طرف مائل ہو جاتے ہیں۔ اگر یہ لوگ احادیث کو جیسا کہ وارد ہوئی تھیں اسی طرح رکھتے تو سلامت رہتے کیونکہ جو ان کو اپنے اصل پر جاری رکھتا

ہے اور بغیر اعتراض کے گذر جاتا ہے تو وہ اس کے موافق یا مخالف کچھ نہیں کہتا لیکن کچھ لوگ ایسے ہیں جو اپنی علمی کوتاہی کی وجہ سے سمجھتے ہیں کہ کلام کو اس کے ظاہر کے غیر پر محمول کرنا اسے بیکار کرنا ہے اگر وہ لغت کی وسعت سے واقف ہوتے تو یوں نہ کہتے ان کی مثال حجاج کے قول کی طرح ہے جو اس نے اپنے کاتب کو کہا تھا قصہ یہ ہے کہ خنساء نے حجاج کی تعریف میں قصیدہ پڑھا جب حجاج کسی وبائی علاقہ میں جاتا ہے تو اس کی آخری بیماری کو بھی تلاش کرتا ہے اور اس کا علاج کرتا ہے وہ شفا دیتا ہے۔ لاعلاج شدید بیماری سے کہ جب نیزہ کو حرکت دیتا ہے تو شفا ہو جاتی ہے۔

جب وہ قصیدہ پڑھ چکی تو اس نے اپنے منشی سے کہا اس کی زبان کاٹ دو یہ نادان منشی استرہ لے آیا تو وہ کہنے لگی تیرا ناس ہو اس نے تو یہ کہا ہے کہ بہت زیادہ انعام دو پھر وہ حجاج کے پاس گئی اور کہنے لگی واللہ وہ تو میری زبان ہی کاٹنے لگا تھا یہی حال ان اہل ظاہر کا ہے جو تسلیم کر کے سلامتی نہ پا سکے ورنہ جو آیات و احادیث کو پڑھتا ہے اور اس پر کوئی زیادتی نہیں کرتا اس پر کوئی ملامت نہیں اور سلف کا یہی طریقہ ہے مگر جو یوں کہنے لگتا ہے کہ حدیث کا تقاضا یہ ہے اس کا مصداق یہ ہے مثلاً یہ کہتا ہے کہ وہ عرش پر اپنی ذات سے متمکن ہے آسمان دنیا کی طرف اپنی ذات کے ساتھ اترتا ہے تو یہ ایسی زیادتی ہے جسے اس کے قائل نے اپنی حس سے سمجھا ہے روایت سے نہیں۔

مجھے ایک اندلسی شخص پر بڑا تعجب ہوا ابن عبدالبر نام تھا اس نے "کتاب التمہید" لکھی اس میں حدیث (نزول الی السماء الدنیا) آسمان دنیا پر اترنے کی نقل کی اور کہا کہ یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر (معاذاللہ) قرار پکڑے ہوئے ہیں کیونکہ اگر ایسا نہ ہو تو نزول (اترنے) کا کوئی معنی نہیں بنتا اور یہ کلام اللہ تعالیٰ کی معرفت سے جاہل ہی کا ہو سکتا ہے کیونکہ اس نے اپنی حس کی مدد سے وہ معنی بنایا جو نزول اجسام کا ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی صفت کو اس پر قیاس کر لیا۔ تو کہاں یہ لوگ اور کہاں اتباع حدیث

ان لوگوں نے ایسی بدترین بات کہی ہے جو کسی تاویل پرست نے کبھی نہیں کہی اور پھر یہ لوگ عیب لگاتے ہیں متکلمین حضرات کو...... رشد و ہدایت کے طلبگاروں کو یقین کرنا چاہیے کہ ہمیں عقل اور نقل کے دو مضبوط اصول ملے ہیں جو تمام احادیث کا مدار ہیں نقل تو اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے لیس کمثلہ شیء" (کوئی چیز اس کی مانند نہیں) جو شخص اس کو سمجھ لے گا وہ اللہ تعالیٰ کی کسی صفت کو حس کے مقتضی پر محمول نہیں کرے گا اور عقل کا

اصول یہ کہ صانع اور مصنوعات میں فرق ہر کسی کو معلوم ہے اور مصنوعات کے تغیرات سے ان کا مخلوق ہونا سمجھا جاتا ہے اور یہ کہ وہ تاثیر کو قبول کرتی ہیں بس اس کے مقابلہ میں صانع کا قدیم ہونا معلوم ہو گیا اور کس قدر تعجب ہے اس شخص پر جو اعتراض کرتا ہے اور کلام کی حقیقت کو نہیں سمجھتا...... کیا صحیح حدیث میں یہ نہیں آیا؟ کہ موت کو جنت و دوزخ کے درمیان ذبح کر دیا جائے گا اور کیا ایسا نہیں کہ عقل ایسے مواقع میں کلام کو حقیقت سے دوسری جانب کو پھیر دیتی ہے کیونکہ اہل فہم جانتے ہیں کہ موت کو ذبح نہیں کیا جا سکتا ہاں ایک آدمی تاویل کرتے ہوئے کہتا ہے کہ موت ایک عرض ہے، جو حیات کو ختم کرتی ہے تو موت کو کیسے مارا جا سکتا ہے اور جب اس سے سوال ہوتا ہے کہ حدیث میں تو آیا ہے اس کا کیا کرے گا تو وہ کہتا ہے کہ موت کے باقی نہ رہنے کو ایک محسوس شکل کی مثال دے کر بتایا گیا ہے اور جب ہم کہتے ہیں کہ حدیث صحیح میں ہے: سورہ بقرہ اور آل عمران دو بادلوں کی شکل میں آئیں گی تو وہ کہتا ہے کہ کلام بادل نہیں ہوتا اور نہ ہی اس سے مشابہت رکھتا ہے، ہم پوچھتے ہیں تو کیا اس نقل (حدیث وغیرہ) کو معطل اور بے کار سمجھیں تو کہتا ہے نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ ان سورتوں کا ثواب آئے گا۔

ہم پوچھتے ہیں کہ اس حقیقت سے پھیرنے کی دلیل کیا ہے تو کہتا ہے کہ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ کلام کو اجسام کے ساتھ مشابہت حاصل نہیں بھلا موت کو جانور کی طرح کیسے ذبح کر سکتے ہیں اور تم تو لغت عرب کی وسعت سے بھی واقف ہو اب ایک شخص اگر اس انداز پر کلام کی توجیہ کرتا ہے اور ایسی مثالیں آپ کو بہت سی مل جائیں گی تو علماء بھی اس کی تصدیق کریں گے اور ایسی ہی تاویل ہم سورہ بقرہ کے آنے کی اور موت کے ذبح کرنے کی کر لیں گے اور کیا اس کے بعد یہ نہیں کہا جا سکتا کہ تم نے موت اور کلام سے جو بات جوڑ نہیں کھاتی تھی اس کا معنی بدل دیا ہے۔ تا کہ تمہارے علم میں ان کی جو حقیقت ہے وہ محفوظ رہے تو کیا تعجب ہے کہ باری تعالیٰ کی قدیم ذات کیلئے آنے والے کلمات کو جن سے مخلوق کے ساتھ مشابہت کی بو آتی ہے بدلنے کو تم تیار نہیں ہوتے حالانکہ مشابہت سے پاک ہونے پر دلائل قائم ہیں اور پھر بھی جھگڑنے والا اپنی ضد پر قائم ہے اور پکار رہا ہے کہ مر جاؤں گا جھگڑا نہیں چھوڑوں گا چنانچہ مر گیا اور ضد نہیں چھوڑی۔

ہندستانی لائبریری
گارڈن ریچ روڈ۔ مٹیا برج۔ کلکتہ

لطائف قرآنیہ

میں نے اس حکمت میں غور کیا کہ آیت رجم کے الفاظ قرآن پاک میں سے کیوں ختم کر دیئے گئے جبکہ ان کا حکم بالاتفاق ثابت و جاری ہے مجھے اس کی دو وجہیں معلوم ہوئیں۔

ایک تو یہ کہ اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں پر کمال مہربانی اور لطف ہے کہ انتہائی مشقت والے حکم کا براہ راست خطاب نہیں فرمایا بلکہ جلد اور کوڑے کی سزا کا ذکر فرمایا اور سنگسار کرنے کا ذکر چھوڑ دیا۔ اسی نوع کا بعض علماء کا یہ قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے احکام شاقہ میں تو مجہول کا صیغہ ذکر فرمایا جیسے (کتب علیکم الصیام) کہ تم پر روزے فرض کئے گئے گو یہ بھی ظاہر ہے کہ فرض کرنے والا خود وہی ہے اور جہاں کہیں راحت و مسرت کی بات ہوتی ہے تو صاف اپنی طرف نسبت فرمائی جیسے "تمہارے رب نے اپنے ذمہ رحمت لازم کرلی ہے"

دوسری یہ کہ اللہ تعالیٰ امت کی فضیلت ظاہر فرماتے ہیں کہ یہ لوگ کسی دلیل پر بھی کفایت کرتے ہوئے جان کی بازی لگانے کو تیار ہیں کیونکہ جب اس حکم پر اتفاق ہو گیا تو یہ بھی دلیل بنا گو نص قطعی کے درجہ میں نہیں اسی جنس سے ہے خلیل علیہ السلام کا خواب دیکھ کر بیٹے کو ذبح کرنے کو تیار ہونا اگرچہ بیداری کی وحی زیادہ پختہ ہوتی ہے۔

آثار و نتائج اسباب کے ساتھ وابستہ ہیں

مجھے ایک صورت پیش آئی اور میں صدق دل سے خدائے وحدہ لاشریک کی طرف متوجہ ہوا یقین یہ تھا کہ میرے لئے نفع لانے یا مضرت کو ہٹانے پر اس کے سوا کوئی طاقت نہیں رکھتا پھر میں اسباب میں مصروف ہونے لگا تو میرا یقین پکار اٹھا کہ یہ توکل میں نقص کی بات ہے میں نے کہا: ایسا نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمتوں کی وجہ سے اسباب کو بنایا ہے اور اپنے حال کو دیکھیں تو جو کچھ ہم بناتے ہیں بے فائدہ ہے اور اس کا وجود کالعدم ہے اور شریعت میں اسباب کا وجود چلا آرہا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: جب آپ ان میں موجود ہوں اور نماز پڑھانے لگیں۔ اس میں صلوٰۃ خوف کا ذکر ہے (یعنی دشمن کے خطرہ سے بچنے کے لئے نماز میں بھی ایک تدبیر اختیار کرنے کا حکم ہوا ہے) نیز فرمایا "کہ گندم کو اس کے خوشہ ہی میں رہنے دو" (یہ بھی گندم کے لئے ایک حفاظتی تدبیر ہے) اور خود آپ ﷺ نے اوپر نیچے دو زرہوں کا استعمال فرمایا علاج کے لئے طبیبوں سے مشورہ فرمایا اور طائف کی طرف تشریف لے گئے تو واپسی پر مطعم بن عدی کی پناہ کے ذریعہ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے جبکہ آپ اس کے بغیر

توکل کرکے بھی داخل ہو سکتے تھے پس جب شرع نے احکام و نتائج کو اسباب کے ساتھ وابستہ کیا ہے تو میرا اسباب سے اعراض کرنا خدائی حکمت سے اعراض کرنا ہوگا یہی وجہ ہے کہ علاج معالجہ کو مستحب اور پسندیدہ کہا گیا ہے اور میرا صاحب مذہب امام 'ترک اسباب کو افضل جانتا ہے مگر میں اس مسئلہ میں ان کی اتباع نہیں کرتا کیونکہ صحیح حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے "اللہ تعالی نے بیماری پیدا فرمائی تو اس کے لئے دوا بھی پیدا فرمائی ہے لہذا دوا کا استعمال کیا کرو آپ ﷺ نے امر کا صیغہ استعمال فرمایا ہے جو وجوب کے لئے ہوتا ہے یا استحباب کے لئے جبکہ اس سے پہلے منع یا نہی وارد نہ ہو ورنہ اباحت کے لئے ہوتا ہے اور عائشہؓ فرمایا کرتی تھیں میں نے آپ ﷺ کی بیماریوں کی کثرت کی وجہ سے اور آپ کے لئے جو کچھ تجویز کیا جاتا تھا اس سے علم طب سیکھ لیا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے فرمایا: اس میں سے کچھ کھالو کہ یہ فلاں مرض کے لئے مناسب ہے اور جو لوگ ترک اسباب کو افضل کہتے ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ حدیث شریف میں ہے کہ جنت میں ستر ہزار افراد بلاحساب داخل ہوں گے ان کی خصوصی باتیں یہ ہوں گی کہ وہ بدن کو علاج کے لئے داغ نہیں دیں گے۔ ٹونے ٹوٹکے نہیں کریں گے۔ فال وغیرہ نہیں پکڑیں گے اور اپنے رب پر توکل کرتے ہوں گے مگر یہ حدیث علاج کے خلاف نہیں ہے کیونکہ بعض لوگ ایسے ہوئے ہیں جو بیماری سے بچنے کے لئے داغ لگاتے تھے اور دم وغیرہ بھی کرتے تھے تاکہ کوئی تکلیف نہ آئے یعنی وہ ان کی ذاتی تاثیر کے قائل تھے حدیث میں ان کی نفی مراد ہے ورنہ آنحضرت ﷺ نے خود حضرت سعدؓ بن زرارہ کو داغ لگایا ہے اور صحیح حدیث میں جھاڑ پھونک کی اجازت بھی آئی ہے اور یہ بطور علاج کے ہے اور جب تجھے اسہال لینے کی ضرورت ہو تو میرے علم میں بلوط کا استعمال منع ہے اور تمر ہندی کا پانی مناسب ہے یہ علاج اور طب ہے اور جب میں مناسب دوائی پیتا نہیں اور دعا مانگتا ہوں اے اللہ مجھے صحت و عافیت دیدے تو حکمت مجھے کہتی ہے کیا تو نے سنا نہیں ہے کہ اونٹ کا گھٹنا باندھ اور توکل کر۔ دوائی پی اور عافیت کی دعا مانگ اور اس شخص جیسا مت بن جس کی کھیتی اور نہر کے درمیان چند بالشت زمین کا فاصلہ ہے وہ اسے کھودنے کی بجائے نماز استسقاء کے لئے کھڑا ہو جائے اور یہ شخص اس مسافر کی طرح ہے جو تجربہ کے طور پر سفر کرتا ہے یعنی دیکھنا چاہتا ہے کہ اللہ تعالی اسے رزق دیتا ہے یا نہیں حالانکہ اسے "تزودوا" کا حکم پہنچ چکا ہے کہ زاد راہ اختیار کر مگر یہ کہتا ہے میں زاد نہیں لوں گا تو یہ شخص مرنے سے پہلے ہی ہلاک ہو گیا اور جب نماز کا وقت آیا اور ساتھ پانی نہیں تو اس کو تاہی

پر بھی اس کو ڈانٹ ملے گی کہ صحرا میں نکلنے سے پہلے پانی کیوں ساتھ نہ لیا۔ غرض ان لوگوں کی ایسی باریکیوں سے بہت بچو جن کی وجہ سے وہ شرعی حدود ہی سے گزر جاتے ہیں اور خیال یہ کرتے ہیں کہ دینی کمال طبعی تقاضوں کو چھوڑنے اور شرعی حدود کو توڑنے ہی سے حاصل ہوتا ہے اور اگر علمی قوت اور اس کی پختگی حاصل نہ ہوتی تو میں ان باتوں کو نہ جان سکتا نہ اس قدر تشریح کر سکتا۔ میرے ان اشارات کو خوب سمجھ لو جو تمہیں بہت سی مشہور کتابوں سے بھی زیادہ مفید ثابت ہوں گے اور اہل حقیقت کے ساتھ رہو بے کار لوگوں کے ساتھی نہ ہو۔

صاف ستھرا ہونا ایمانی تقاضا ہے

میں نے بہت سے لوگ دیکھے ہیں جو اپنے بدن تک سے غافل اور بے پرواہ ہوتے ہیں مثلاً ایسے ہیں جو کھانا کھانے کے بعد دانتوں میں خلال استعمال نہیں کرتے اور ایسے ہیں جو ہاتھوں سے چکنائی نہیں اتارتے اور کچھ ایسے ہیں جو کبھی مسواک نہیں کرتے اور کچھ ایسے ہیں جو سرمہ نہیں لگاتے اور بعض ایسے ہیں جو اپنی بغلوں کی صفائی کا خیال نہیں رکھتے وغیرہ وغیرہ۔ ان غفلتوں اور بے پرواہیوں سے دین اور دنیا دونوں کا نقصان ہوتا ہے دینی نقصان تو یوں ہے کہ مؤمن کو جمعہ کے دن غسل کرنے اور صفائی کرنے کا حکم ہے کیونکہ لوگوں کے مجمع میں جانا ہے اور مسجد میں کچا لہسن کھا کر جانے سے بھی اسے منع کر دیا گیا ہے اور شریعت نے اسے اعضاء کو اچھی طرح صاف کرنے اور دھونے کا حکم دیا ہے نیز ناخن تراشنے کا مسواک کرنے کا زیر ناف بال اتارنے کا اور اسی طرح کے اور کئی اعمال ہیں تو جب یہ ان اعمال کو چھوڑتا ہے گویا سنت والے اعمال کا تارک ہوا اور یہی بات کبھی عبادت کے فاسد ہونے تک پہنچ جاتی ہے مثلاً ناخن بڑھنے سے ان کے نیچے میل جمع ہو جاتی ہے جو غسل اور وضو کے وقت پانی کو وہاں تک نہیں پہنچنے دیتی اور دنیاوی نقصان یوں ہے کہ میں نے ان غافل اور مہمل لوگوں کو دیکھا ہے جو اپنی غفلت میں اور لاپرواہی میں آگے بڑھ جاتے ہیں اور ایسی غفلت کہ اپنا دھیان تک نہیں رہتا اور نہ ہی اس ایذا اور تکلیف کا ان کو پتہ چلتا ہے جو ان سے پھوٹتی اور لوگوں تک پہنچتی ہے بعض دفعہ میرے ساتھ سرگوشی کرنا چاہتے ہیں تو میں ان سے منہ تو موڑ نہیں سکتا کہ ان سے بات کرنے کا ارادہ ہوتا ہے مگر مجھے ان کے منہ کی بدبو سے جو تکلیف ہوتی ہے "الٰہی توبہ" شاید ان میں اکثر ایسے ہوتے ہیں کہ جب سے شعور پکڑا ہے یوں لگتا ہے دانتوں پر انگلی بھی نہیں پھیری اور ایسی بدبو عورت کے نفرت کرنے کا ذریعہ بن جاتی

ہے اور ایسے شخص کا ذکر وہ کبھی اچھے انداز سے نہیں کر سکتی یہاں تک کہ اس کی توجہ اس کی طرف سے ہٹ جاتی ہے۔ حضرت ابن عباسؓ فرمایا کرتے تھے میں اپنی عورت کیلئے مزین ہونا اتنا ہی پسند کرتا ہوں جتنا کہ اس کا مزین ہونا اپنے لئے کچھ لوگ اسے تکلیف یا تصنع کہیں گے مگر نہیں دیکھئے اللہ تعالیٰ نے جیسے ہمیں پیدا فرمایا ہے زینت بھی بخشی ہے کیونکہ آنکھ کو نظر سے لذت ملتی ہے۔ جو شخص آنکھ کی پلکوں اور ابروؤں میں غور کرتا ہے اور ان کی فطری ترتیب دیکھتا ہے وہ یقین کر لیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدمی کو زینت بھی بخشی ہے۔

اور آنحضرت ﷺ سب سے زیادہ پاکیزہ اور صاف ستھرے رہنے والے تھے حدیث شریف میں ہے کہ آپ ہاتھ مبارک اوپر کو اٹھاتے تو بغلوں کی سفیدی نمایاں ہوتی تھی اور کبھی پنڈلی مبارک کھل جاتی تو کھجور کے گابھے کی مثل دکھائی دیتی اور مسواک کو کبھی الگ نہ فرماتے تھے آپ کو یہ قطعاً پسند نہ تھا کہ آپ کی طرف سے ایسی بو کبھی محسوس کی جائے جو عمدہ نہ ہو۔

حکماء کا قول ہے لباس صاف ستھرا ہو تو غم کم ہوتے ہیں خوشبو کا استعمال رکھنے سے عقل بڑھتی ہے۔ آپ ﷺ نے اپنے اصحاب سے فرمایا کیا بات ہے تم لوگ دانتوں پر زردی لئے چلے آتے ہو مسواک کیا کرو اور مسواک والی نماز کو بلا مسواک نماز پر فضیلت دی گئی ہے صاف ستھرا رہنے والا انسان اپنے نفس کو آلائشوں سے پاک صاف بھی کرتا ہے اور ترو تازہ بھی اپنی نظافت اور عمدگی کی وجہ سے وہ لوگوں کے دلوں میں محبوب بن جاتا ہے اور ان کا قرب حاصل کر لیتا ہے۔ آنحضرت ﷺ خوشبو کو پسند فرماتے تھے اور آدمی کی یہ نظیف حالت عورت کے دل میں انس پیدا کرتی ہے کیونکہ ان کی طبیعت بھی مردوں کی طبیعت سے ملتی جلتی ہے جیسے عورت کی غلیظ حالت مرد کو ناپسند ہوتی ہے ایسے ہی عورت کو بھی مرد کی یہ حالت ناپسند آتی ہے پھر مرد تو ایسی حالت پر کبھی بھی صبر کر لیتا ہے مگر عورت نہیں کرتی۔

میں نے ایسے لوگوں کی جماعت دیکھی ہے جو اپنے آپ کو صوفی اور زاہد کہتے ہیں اور وہ لوگوں میں غلیظ ترین ہوتے ہیں وجہ یہ ہے کہ وہ علم کی سان پر نہ چڑھ سکے۔ یہ جو مشہور ہے کہ داؤد طائی کو کہا گیا کہ بہتر ہے کہ آپ داڑھی میں کنگھی کر لیا کریں تو انہوں نے جواب دیا تھا کہ مجھے فرصت نہیں ہے یہ انہوں نے سنت پر عمل کرنے سے عذر بیان کیا ہے اور خوف آخرت کی شدت کی وجہ سے اپنے آپ سے بے خبر ہونے کی بات بتائی ہے اگر ان پر حال کا غلبہ نہ ہوتا تو وہ کبھی سنت نہ چھوڑتے۔ لہذا مغلوب الحال لوگوں کو دلیل نہ بنانا چاہئے۔

آنحضرت ﷺ کی سیرت طیبہ پر نظر رکھنے والا آپ کو علم و عمل میں کامل بلکہ

اکمل پائے گا پس انہی کی اتباع مطلوب حقیقی ہے اور وہی تمام مخلوق پر کامل حجت ہیں (صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم)

اسباب میں اعتدال کا ذکر

میں نے اہل دنیا کا مبالغہ دیکھا جو وہ گرمی، سردی سے بچاؤ میں اختیار کرتے ہیں میں سمجھتا ہوں کہ ان لوگوں نے حکمت کے لحاظ سے معاملہ بالکل برعکس کر رکھا ہے کیونکہ مقصود لذت حاصل کرنا ہے اور جس لذت کے بعد رنج والم ملتا ہے اس میں کوئی خیر نہیں چنانچہ یہ لوگ گرمی میں برف کا پانی پیتے ہیں اور یہ انتہائی تکلیف دہ ہے اہل طب کا قول ہے کہ یہ شدید امراض پیدا کرتا ہے جن کا اثر بڑھاپے میں ظاہر ہوتا ہے اور یہ لوگ باریک شفاف لباس پہنتے ہیں اور سردی میں موٹا اور گرم لباس بناتے ہیں جو سردی سے مانع ہوتا ہے اور یہ بات بھی حکمت کے لحاظ سے فطرت کے خلاف ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے گرمی بنائی ہے تاکہ اخلاط کی تحلیل ہو جائے اور سردی بنائی ہے تاکہ ان میں جمود پیدا ہو اور یہ لوگ تمام سال کو موسم ربیع بنائے رکھتے ہیں اور یہ اس حکمت کے خلاف ہے جس کیلئے گرمی اور سردی کو بنایا گیا تھا اور اجسام کو ایذاء پہنچتی ہے سامعین حضرات کو یہ خیال نہ گذرنا چاہئے کہ میں انہیں گرمی اور سردی کے برداشت کا مشورہ دے رہا ہوں میں تو صرف یہ کہتا ہوں کہ ان سے بچاؤ کیلئے مبالغہ نہ اختیار کیا جائے بلکہ گرمی میں اتنا رہنا چاہئے کہ بدن کی خلطیں اتنی تحلیل ہو جائیں جو اس کی طاقت کو متاثر نہ کریں اور سردی میں اتنا رہنا چاہئے جو تکلیف دہ درجہ تک نہ ہو کیونکہ سردی گرمی دونوں میں بدن کے منافع رکھے گئے ہیں بعض امراء لوگ ایسے ہیں جو گرمی، سردی سے اتنا بچتے ہیں کہ اپنے تک پہنچنے ہی نہیں دیتے ان کی طبیعت خراب ہو جاتی ہے اور جلد ہی مر جاتے ہیں ایسے قصے میں نے اپنی طب کی کتاب "لقط المنافع" میں نقل کئے ہیں۔

صبر کی حقیقت

احکام شرعیہ میں قضاؤ قدر کے فیصلہ پر صبر سے بڑھ کر کوئی مشکل حکم نہیں اور اس فیصلہ پر رضا سے بڑھ کر کوئی کام افضل نہیں تاہم صبر فرض ہے اور رضا فضیلت کی چیز۔ صبر کے مشکل ہونے کی بظاہر یہ وجہ ہے کہ اکثر و بیشتر تقدیر کا فیصلہ نفس کیلئے خوشگوار نہیں ہوتا اور نفس کی مکروہ و ناپسند صرف بیماری اور جسمانی تکلیف کی حد تک نہیں بلکہ اس کی اور

بھی بہت سی شکلیں ہیں حتی کہ عقل کبھی تقدیر کے فیصلہ پر حیران ہو کر رہ جاتی ہے۔

مثلاً آپ ایک بڑے دنیادار کو دیکھتے ہیں کہ مال و دولت کے سیلاب اس کے ہاں امنڈ رہے ہیں حتی کہ اسے کچھ سمجھائی نہیں دیتا کہ وہ اسے کیا کرے چنانچہ وہ استعمال کیلئے سونے چاندی کے برتن بناتا ہے وہ جانتا بھی ہے کہ بلور عقیق وغیرہ شکل وصورت میں ان سے بہتر بھی ہو سکتے ہیں مگر شریعت کے معاملہ میں اس کی بے التفاتی نے منع اور نہی کو اس کی نظر میں کالعدم بنا دیا ہے اور وہ ریشم کا لباس پہنتا ہے لوگوں پر ظلم کرتا ہے اور دنیا ہے کہ اس پر موسلا دھار برس رہی ہے اور دوسری جانب تیری نگاہ اہل دین کے طبقہ پر پڑے گی اور طالب علموں پر فقر وبلا میں ڈوبے ہوئے مذکورہ ظالم کے حکموں کے تحت جکڑے ہوئے ایسے موقع پر شیطان وسواس کی راہ نکالتا ہے اور تقدیر کی حکمتوں میں نکتہ چینی شروع کرتا ہے ایسے وقت میں ایک مومن کو دنیا کی طرف سے آنے والی مضرتوں پر اور شیطان کے وساوس کے مقابلہ میں صبر کی حاجت وضرورت ہوتی ہے اور یہی حال کفار کے مسلمانوں پر غلبہ پانے کے وقت اور فساق کے اہل دین پر مسلط ہو جانے کے وقت ہوتا ہے اور اس سے بھی بڑھ کر حیوانات کے آفات میں اور بچوں کے مصائب میں مبتلا ہونے کا موقعہ ہوتا ہے اور ایمان کے نکھر جانے کا بھی یہی وقت ہوتا ہے۔

دونوں حالتوں پر صبر کو قوت دینے والی دو چیزیں ہیں ایک نقل دوسری عقل، نقل قرآن اور سنت ہے اور پھر قرآن میں دو طرح کی آیات ہیں ایک وہ جن میں کفار اور نافرمانوں پر عطاء ہونے کا سبب مذکور ہے مثلاً ہم انہیں صرف اس لئے ڈھیل دے رہے ہیں تاکہ اور گناہ کرلیں "اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ سب لوگ ایک ہی دین پر ہو جائیں گے تو ہم ان لوگوں کو جو رحمٰن کے منکر ہیں ان کے گھروں کے لئے چاندی کی چھت دے دیتے اور جب ہم نے چاہا کہ کسی بستی کو ہلاک کر دیں تو حکم بھیج دیا اس کے عیش کرنے والوں کو پھر انہوں نے نافرمانی کی اس میں" قرآن پاک میں اس کی مثالیں بہت ہیں۔ دوسری وہ آیات جن میں آفات کے ذریعہ مؤمن کے امتحان کا ذکر ہے مثلاً کیا تم کو خیال ہے کہ داخل ہو جاؤ گے جنت میں اور ابھی تک معلوم نہیں کیا اللہ نے جو لڑنے والے ہیں تم میں "کیا تم کو خیال ہے کہ جنت میں چلے جاؤ گے حالانکہ تم پر حالات نہیں گذرے ان لوگوں جیسے جو تم سے پہلے ہو چکے کہ ان کو سختی پہنچی اور تکلیف اور جھنجوڑے گئے "کیا تم یہ گمان کرتے ہو کہ چھوٹ جاؤ گے حالانکہ ابھی معلوم نہیں کیا اللہ نے تم میں سے ان لوگوں کو جنہوں نے جہاد کیا" اور سنت میں بھی دو طرح

کے مضامین ہیں ایک حال دوسرے قال۔ حال تو اس طرح مثلاً آپ ﷺ پرانی چٹائی پر لیٹ جاتے تھے جس سے آپ کے پہلوئے مبارک پر نشان پڑ جاتے یہ دیکھ کر حضرت عمرؓ رو دیئے اور عرض کیا کہ قیصر و کسریٰ (روم و فارس کے بادشاہ) تو ریشم و دیباج استعمال کریں اور...... آپ نے ارشاد فرمایا "عمر! کیا تو شک میں ہے کیا تو اس پر راضی نہیں کہ آخرت ہماری ہو اور دنیا ان کے لئے اور قول کی مثال یہ کہ آپ کا ارشاد مبارک ہے۔ "اگر دنیا اللہ تعالیٰ کے ہاں مچھر کے پر کے برابر بھی قابل قدر ہوتی تو کافر کو پانی کا گھونٹ نہ ملتا" اور عقل کی تائید یوں ہے کہ وہ صبر کی فوج کو مزید کمک مہیا کرتی ہے اور کہتی ہے کہ میرے ہاں تقدیر کے فیصلہ کا پُر حکمت ہونا قطعی دلائل سے ثابت ہے لہذا میں ایک ثابت اور یقینی بات کو اس وجہ سے کیوں کر چھوڑ دوں کہ وہ جاہل کے خیال میں خلل اور نقصان ہے اور یوں کہتی ہے اے دیکھنے والے عاصی کی فراخ دستی جو تجھے بڑی دکھائی دے رہی ہے وہ درحقیقت تنگدستی ہے اور مطیع لوگوں کی تنگدستی جو تیرے علم میں آئی وہ درحقیقت فراخ دستی اور خوشحالی ہے کیونکہ وہ فراخی ایک طویل عذاب لانے والی ہے اور یہ تنگدستی کا عظیم اجر کے ذریعہ مسرت و خوشی لانے والی ہے دونوں قسم کے آدمیوں کا دور عنقریب ختم ہونے والا ہے منزلیں لپٹتی جا رہی ہیں اور سوار تیزی سے دوڑ رہے ہیں اور یوں کہتی ہے کہ یہ بات پکی ہے کہ مومن بندہ ایک مزدور کی طرح ہے اور احکام شریعت کا زمانہ دن کی روشنی کی طرح اور مٹی گارے کے مزدور کو یہ لائق نہیں کہ وہ صاف ستھرا لباس پہنے بلکہ اسے تو مزدوری کے وقت میں محنت و مشقت اٹھانی ہے پھر جب تو فارغ ہوگا تو نہا دھو کر عمدہ لباس پہنے گا جو عمل کے وقت میں نزاکت دکھاتا ہے وہ اجرت کی تقسیم کے وقت ندامت اٹھاتا ہے اور اپنے کام میں سستی کرنے کی وجہ سے سزا بھی پاتا ہے'

بس اس قسم کی باتوں سے صبر کی کمر مضبوط ہو جاتی ہے اور میں اس کی تفصیل میں کچھ اور کہہ دیتا ہوں کہ جب خوش نصیب حضرات کیلئے شہادت کی سعادت کا فیصلہ ہو چکا تو اب وہ لوگ کیونکر نہ پیدا کئے جائیں گے جو ان حضرات کو قتل کرنے کے لئے ہاتھ بڑھائیں گے کیا بھلا حضرت عمر کو کسی ابو لولو جیسے شقی کے بغیر ہی یہ سعادت مل جاتی اور حضرت علیؓ ابن ملجم جیسے بدبخت کے بغیر ہی یہ مقام پا لیتے اور کیا یہ صحیح ہوگا کہ حضرت یحیٰ علیہ السلام کو کسی بد دماغ جبار کافر کے بغیر ہی فی سبیل اللہ قتل و شہادت کا اعزاز مل جاتا بس اگر فہم و درایت کی آنکھ سے خیرگی کا پردہ ہٹ جائے تو پھر وہ براہ راست مسبب کو دیکھنے لگتی ہے اسباب کو نہیں' مقدر (تقدیر بنانے والا) پر جمنے لگتی ہے تقدیر پر نہیں پھر وہ اس کے ارادہ پر قربان ہونے کیلئے اس

کی وہ بھیجی ہوئی ہر بلا پر صبر کرنے لگتی ہے اور اسی مقام سے رضا کا وجود پھوٹتا ہے جیسا کہ اسی طرح کے کسی مبتلاء شخص سے کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ سے عافیت کی دعا کر لو تو فرمایا مجھے سب چیزوں سے زیادہ محبوب اور پسندوہ چیز ہے جو اللہ تعالیٰ کو پسند اور محبوب ہے اب اگر تمہاری رضا میرے جاگنے میں ہے تو بس نیند کو میرا سلام۔

سب سے بڑی غِنَا

سابق مضمون ختم کرنے کو تھا کہ اندر سے آواز آئی کہ اجازت ہو تو تقدیر پر صبر کرنے کی ذرا تفصیل ہونی چاہئے کیونکہ صرف نمونہ پر اکتفا ہوئی ہے شرح نہیں اور ذرا حالت رضا کی وضاحت بھی کہ اس کے ذکر سے تو روح کیلئے فرحت بخش باد نسیم کے جھونکے محسوس ہونے لگے تو میں نے کہا کہ جناب بولنے والے ذرا جواب کو سننے اور صحیح سمجھنے کی کوشش کرنا رضا معرفت خداوندی کے ثمرات میں سے ایک ثمر ہے کہ جب تجھے اس کی معرفت حاصل ہو جاتی ہے تو پھر تو اس کے فیصلہ اور قضا پر بھی راضی ہو جاتا ہے اور کبھی قضا کے ضمن میں بعض تلخیاں بھی ہوتی ہیں جن کا کچھ ذائقہ اس راضی ہونے والے کو محسوس بھی ہوتا ہے البتہ عارف کامل کی لذت و قوت معرفت اس قدر ہوتی ہے کہ ان تلخیوں کا احساس تک نہیں ہوتا اور یہی معرفت جب درجہ محبت تک پہنچتی ہے تو اقدار (تقدیر) کی یہ تلخیاں لذت و چاشنی عطا کرتی ہیں جیسا کہ شاعر کا قول ہے تیری محبت میں آنے والا عذاب بھی لذیذ اور میٹھا ہے اور تیری محبت میں ملنے والا بعد بھی قرب کا درجہ رکھتا ہے اور تو میرے لئے میری روح کے بمنزلہ ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ محبوب ہے مقام محبت میں مجھے یہی بہت ہے کہ میں اس چیز سے محبت رکھتا ہوں جو تجھے محبوب ہے اور بعض اہل محبت اسی معنی کو یوں ذکر کرتے ہیں۔

دوسرے لوگ ایک کام کرتے ہیں اور وہ مجھے برا لگتا ہے اور وہی کام جب تو کرتا ہے تو اچھا ہو جاتا ہے اندر سے بولنے والے نے پھر کہا ذرا یہ بتائیے کہ کیسی تقدیر پر راضی ہونا مراد ہے فرض کرو میں اقدار پر راضی ہوتے ہوئے بیماری پر راضی ہوں فقر پر راضی ہوں مگر کیا میں عبادت میں سستی پر بھی راضی ہو جاؤں اللہ تعالیٰ کے اہل محبت سے بعد پر راضی ہو جاؤں ذرا کھول کر بتائیے کہ کیا کیا چیزیں محل رضا میں داخل ہیں اور کونسی نہیں میں نے کہا آپ نے بہت اچھا سوال کیا ہے لہذا اس کا جواب بھی خوب دھیان سے سنئے جو کچھ ان کی طرف سے آتا ہے اس پر راضی ہونا چاہئے باقی سستی اور بعد وغیرہ ان کی نسبت تو تیری

براہ مہربانی ورق نہ موڑیں؛

طرف ہو رہی ہے لہٰذا اسے اپنا فعل سمجھ کر راضی نہ ہو بلکہ اس کا حق ادا کرنے کی کوشش کر جو تیرے ذمہ ہے اور اپنے نفس کے ساتھ ان باتوں میں خوب مقابلہ کر جو اللہ تعالیٰ کے قرب تک پہنچاتی ہیں اور اس مجاہدہ میں ہونے والی سستی پر راضی مت رہو باقی اللہ تعالیٰ کے فیصلوں کی وہ باتیں جنہیں تیرے کسب و عمل کا کوئی دخل نہیں ہے ان پر بہر حال راضی ہونا ہے جیسا کہ رابعہ بصری رحمہا اللہ نے کہا تھا جب ان کے پاس کسی عابد کا ذکر ہوا کہ وہ کوڑے کے ڈھیر سے کچھ اٹھا کر کھا رہے تھے کسی نے کہا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کیوں نہ مانگ لی کہ کسی اور جگہ سے رزق دے دیں تو رابعہؒ نے کہا کہ راضی شخص ایسی باتیں نہیں کرتا اور جسے معرفت کا ذوق نصیب ہوتا ہے تو محبت کا ذائقہ بھی اس میں آنے لگتا ہے ایسے وقت میں لازمی طور پر رضا ہی رضا ہوتی ہے لہٰذا دلائل کے ذریعہ معرفت کے حصول کی کوشش کرنی چاہئے پھر اس کے تقاضا پر عمل کرتے ہوئے خدمت و طاعت کی محنت کرے تب جا کر امید ہے کہ محبت کا مقام نصیب ہو اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے بذریعہ حدیث قدسی عن ابو ہریرہؓ بندہ نوافل کے ذریعہ میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ میں اسے محبوب بنا لیتا ہوں اور میں جب اس سے محبت کرتا ہوں تو اس کے کان بن جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے بس یہ ہے غناء اکبر (عظیم دولت) اور ہائے میرا فقر واحتیاج (افسوس)

دنیا ایک ڈھلتی چھاؤں ہے

میں نے اکثر علماء حضرات کو دیکھا ہے کہ بچپن میں طلب علم کی وجہ سے اسباب معاش سے محروم رہتے ہیں اور اپنی ضروریات تک میں محتاج نہ بیت المال کا وظیفہ نہ احباب و اخوان کی طرف سے کفایت جس کیلئے وہ ذلت اٹھانے پر مجبور ہو جاتے ہیں اس کی حکمت میں دو باتیں سامنے آئیں ایک تو یہ کہ اس ذلت کشی کے ذریعہ ان کی خود پسندی کا علاج دوسرے ان کے ثواب کے ذریعہ دوسروں کو نفع دینا پھر غور کرنے سے ایک لطیف نکتہ سمجھ آیا وہ یہ کہ ان کا صفت نفس دنیا کا حال جب دیکھتا ہے تو اس میں سکونت رکھنے کو دل سے قبول نہیں کرتا اور اس سے فراق اور بعد کا عزم رکھتا ہے اور تمام اشیاء میں سے اس کے ساتھ تشبیہ دینے کیلئے اس کے نزدیک غلاظت کا وہ ڈھیر ہے جس پر کتے جمع ہو رہے ہوں یا وہ بیت الخلاء جہاں مجبوری کو جانا ہوتا ہے بس جب موت اس جیسے گھر سے کوچ کا پیغام لے کر آتی ہے تو دل کو

اس کے ساتھ لگا رہنے کی کوئی وجہ نہیں ہوتی اور سفر آسان ہو جاتا ہے۔

حلال بھی ظاہر ہے اور حرام بھی

زاہد کہلانے والوں کی ایک جماعت ہمیشہ سے اکثر علماء پر طعن کرتی چلی آئی ہے جبکہ وہ مباحات میں ذرا وسعت اختیار کر لیتے ہیں اور منشاء اس طعن کا جہل ہے اگر ان حضرات کو علم کی کچھ فضیلت حاصل ہوتی تو ان پر طعن نہ کرتے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ طبیعتیں مختلف ہوتی ہیں برابر نہیں ہوتیں چنانچہ کچھ لوگ تو موٹی چھوٹی زندگی سے صلح کر لیتے ہیں اور کچھ نہیں کرتے اور کسی کو جائز نہیں کہ وہ دوسرے کو ایسی بات پر مجبور کرے جس کا وہ تحمل نہیں رکھتا تاہم شریعت ہمارے لئے اصول اور ضابطہ ہے جس میں رخصت بھی ہے اور عزیمت بھی اور جو شخص اپنے کو اس ضابطے کی حدود میں پابند رکھتا ہے وہ قابل ملامت نہیں ہو سکتا اور کئی رخصتیں اپنے نفع کی تاثیر کی وجہ سے فضیلت میں عزیمت سے بڑھ جاتی ہیں اور اگر ان نام نہاد زاہدوں کو معلوم ہو جائے کہ "علم" معرفت خداوندی کا ذریعہ ہے کہ دل اس کے خوف سے کٹتے ہیں اور جسم اس کے ڈر کی وجہ سے پگھلنے لگتے ہیں تو اجسام کی رعایت و حفاظت ضروری ہے تاکہ سواری کی قوت بحال رہے اور یہ بھی ہے کہ علم اور حفظ کا ذریعہ قلب اور فکر ہے اور آلات و اسباب صحیح ہوں تو عمل صحیح اور عمدہ ہوتا ہے زہد کے یہ مدعی لوگ علم سے ناواقف ہونے کی وجہ سے ان باتوں کا ہی انکار کرنے لگے جنہیں وہ جانتے نہ تھے اور اس خیال پر پکے ہو گئے کہ بدن کا مجاہدہ اور اسے مشقت میں ڈالنا اور سواری کو لاغر اور دبلا پتلا رکھنا بھی مقصود ہے اور یہ نہیں جانتے کہ کمزور اور لاغر کرنے والے خوف کے مقابلہ میں راحت بھی ہونی چاہئے جیسا کہ کسی کا قول ہے کہ قلوب کو راحت پہنچاؤ وہ ذکر کی پابندی کریں گے۔

کتاب کا علم

موجودات میں کوئی چیز علم سے بڑھ کر نہیں ہے کیوں نہ ہو کہ علم رہنما ہے اور رہنما نہ رہے تو گمراہی پھیلتی ہے اور شیطان کے مخفی حیلوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ انسان کے نفس میں عبادت کو مزین کر کے دکھاتا ہے تاکہ اس میں لگا کر اسے علم سے جو کہ بہترین عبادت ہے محروم کر دے حتیٰ کہ متقدمین کی ایک جماعت کو اس قدر دھوکا دیا کہ

انہوں نے اپنی کتابیں دفن کر دیں یا دریا برد کر دیں تاہم ان حضرات کے متعلق میرا حسن ظن یہ ہے کہ ان کتب میں ان کی اپنی رائے سے لکھی ہوئی باتیں تھیں جن کا عام ہونا انہیں پسند نہ آیا ورنہ اگر ان میں مفید اور صحیح علم ہوتا جس کا انجام برا نہ تھا تو ایسے میں ان کتابوں کا پھینکنا مال کا ضیاع بھی ہے جو کہ جائز نہیں صوفیاء کی ایک اور جماعت ابلیس کے مکر کا شکار ہوئی اور انہوں نے اپنے شاگردوں کو دوات اٹھانے سے منع کر دیا یہاں تک کہ جعفر خلدی نے کہا کہ اگر صوفیاء حضرات مجھے اجازت دیتے تو میں تمہیں اس پر دنیا بھر کی سندیں جمع کر دیتا میں نے ابو العباس دوری کی ایک مجلس تحریر کی ایک صوفی مجھے ملا اور کہنے لگا ورق کا علم چھوڑو اور گودڑی کا علم اختیار کرو اور میں نے ایک صوفی کے پاس قلم دوات دیکھی تو ایک اور صوفی اسے کہنے لگا اپنے پردہ کو پڑا رہنے دو اور یہ لوگ حضرت شبلیؒ کی طرف سے یہ شعر بھی پڑھا کرتے ہیں (ت) جب انہوں نے مجھ سے کتاب کے علم کا مطالبہ کیا تو میں ان کے سامنے خرقہ (گودڑی) کا علم لے کر آیا اور یہ شیطان کے خفی حیلوں میں سے ایک حیلہ ہے "اور بے شک سچا پایا ابلیس نے اپنا گمان ان کے بارے میں"

اور شیطان کا یہ حیلہ اور بناوٹ بظاہر دو وجہ سے ہے ایک تو یہ کہ وہ چاہتا ہے کہ یہ لوگ اندھیرے میں چکر کاٹتے رہیں دوسری وجہ یہ کہ علمی مشغلہ روزانہ عالم کے علم میں اضافہ کرتا ہے اور مخفی باتیں اس کے سامنے کھولتا رہتا ہے اور اس کے ایمان اور معرفت کو قوت دیتا ہے اور اس کے راستے کے عیوب و نقائص اسے دکھاتا رہتا ہے خصوصاً جبکہ پیغمبر ﷺ کی سنت اور صحابہ کے طریق کا علم ہو اور اس کا مشغلہ ہو تو شیطان اس راستے سے روکنے کیلئے باریک سے باریک حیلے تراشتا ہے چنانچہ کہتا ہے کہ اصل مقصود تو عمل ہے خود علم مقصود نہیں اور اس فریب خوردہ کو پتہ چلتا کہ علم حاصل کرنا اور اس کا اشتغال خود ایک عمل ہے اور بہترین عمل ہے لہذا اس مخفی دھوکہ سے بہت بچنا چاہئے کہ علم یقیناً ایک اصل اعظم اور بہت بڑا نور ہے اور بسا اوقات کتاب کی ورق گردانی نماز، روزہ، حج اور غزوات ایسے نفلی اعمال سے بڑھ جاتی ہے اور بہت سے علم سے روگردانی کرنے والے اپنی خواہش اور مرضی کی عبادتوں میں لگ کر عذاب میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور نفل میں لگ کر بہت سے فرض ضائع کر لیتے ہیں اور ایسی باتوں میں لگے رہتے ہیں جنہیں فرض وواجب سے بھی افضل سمجھتے ہیں اگر ان کے پاس علم کا شعلہ ہوتا تو صحیح راستہ پا لیتا اس میں ذرا غور کیجئے جو کچھ کہا گیا ہے ہدایت ملے گی ان شاء اللہ

طاعت اور بندگی پر پختگی کیلئے نفس کو تیار کرنا

دو مزدور ایک بھاری شہتیر اٹھائے ہوئے میرے پاس سے گذرے اور وہ باری باری کچھ گیت کے بول اور خوش کن کلمات کہتے جاتے تھے ایک بولتا تھا تو دوسرا خاموشی سے سنتا تھا پھر دوسرا انہی کلمات کو دہراتا تھا یا اسی طرح کے اور کلمات بولتا تھا اور وہ چپ رہتا اور سنتا تھا میں نے اس سے یہ سمجھا کہ اگر یہ ایسا نہ کریں تو ان کی مشقت اور بوجھ بڑھ جائے گا اور ایسا کرنے سے ان کو یہ کام ہلکا اور آسان لگتا ہے میں نے اس کے سبب میں غور کیا تو معلوم ہوا کہ اس قصہ میں ہر ایک نے اپنی فکر اور دھیان کا تعلق دوسرے کی آواز اور قول کے ساتھ لگا رکھا ہے اور وہ اس میں نشاط بھی محسوس کرتا ہے اور پھر دوسرے کے جواب کیلئے اپنے ذہن کو گردش دیتا ہے اس سے انکار استہ قطع ہو رہا ہے اور اٹھائے ہوئے بوجھ کی طرف دھیان نہیں ہے..... مجھے اس سے ایک عجیب اشارہ ملا وہ یہ کہ انسان کو مشکل امور کا پابند بنایا گیا ہے اور سب سے گراں پابندی اپنے نفس کو تیار کرنا اور اس کی مرغوبات سے رکنے کا اور مکروہات پر جمنے کا پابند بنانا ہے میں نے دیکھا کہ اس میں صحیح طریق یہ ہے کہ نفس کو تسلی دے کر اور نرم انداز کے ساتھ صبر اور پابندی کی منزل طے کرانا ہے جیسا کہ شاعر کا قول ہے (ت) اگر وہ شکایت ظاہر کرے تو اس کو بہلاؤ' چلنے کیلئے صبح صادق کے وقت سے اور ضحیٰ کے وقت آرام کرنے کا وعدہ دو' اسی قسم کی یہ حکایت ہے کہ بشر حافیؒ سفر میں تھے ایک اور شخص بھی ساتھ ہو گیا اس ساتھی کو پیاس لگی تو کہنے لگا اس کنوئیں سے پانی پی لیں بشرؒ نے فرمایا اگلے کنوئیں تک صبر کرو وہاں تک پہنچے تو پھر فرمایا اگلے کنوئیں تک اور ایسے ہی اسے بہلاتے رہے پھر متوجہ ہو کر فرمایا کہ دنیا کا سفر یوں طے ہوتا ہے بس جو شخص اس اصول کو سمجھ گیا وہ نفس کو بہلاتا ہے اور اس کے ساتھ نرمی کرتا ہے اور اچھے اچھے وعدے سناتا ہے تاکہ وہ ذمہ لگے ہوئے احکام پر پابندی کرتا رہے۔ جیسا کہ ایک بزرگ اپنے نفس سے کہا کرتا تھا خدا میں جو تجھے تیری اس مرغوب و محبوب چیز سے روکتا ہوں تو تیری بھلائی اور بہتری کیلئے ابو یزیدؒ کا مقولہ ہے میں اپنے نفس کو اللہ تعالیٰ کی طرف چلاتا رہا اور یہ رویا کرتا تھا حتی کہ اب یہ ہنستا ہوا چلتا ہے لہذا جان رکھئے کہ نفس کے ساتھ خاطر مدارات رکھنا اور نرم معاملہ کرنا لازم ہے اور یہ راہ اسی سے طے ہو گی بس یہ ایک اشارہ ہے جس کی شرح طویل ہے۔

جاہل واعظوں کی حرکات

میں نے وعظ کی مجالس میں کئی چیزیں دیکھی ہیں جنہیں عام لوگ اور جاہل قسم کے علماء نیکی اور قربت شمار کرتے ہیں حالانکہ وہ کام ناجائز اور گناہ ہیں مثلاً ایک پڑھنے والا گانے کی طرح سے آواز نکالتا ہے اور ایک واعظ لیلیٰ مجنون کے اشعار گیت کے انداز پر گاتا ہے اور مجلس میں ایک تالی بجانے لگتا ہے تو دوسرا اپنے کپڑے پھاڑنے لگتا ہے اور اسے اچھائی اور نیکی شمار کرتے ہیں اور کون نہیں جانتا کہ یہ سریلی آوازیں نفوس میں نشہ اور نشاط پیدا کرتی ہیں اور فساد پیدا کرنے والی چیزوں کے پیچھے لگنا عظیم غلطی ہے اور واعظوں کا اس سلسلہ میں محاسبہ ہونا چاہئے اور یہی حال کچھ مجاور قسم کے نوحہ خوانوں کا ہے کہ وہ اشعار پڑھ کر غم تازہ کرتے ہیں اور تیز کرتے ہیں جس پر عورتیں خوب روتی ہیں اور اس پر انہیں اجرت ملتی ہے اور اگر یہ لوگ صبر کی تلقین کریں تو عورتیں یوں ان کے پاس نہ آئیں اور یہ سب باتیں شریعت کے خلاف ہیں ابن عقیل فرماتے ہیں ہم ایک شخص کے پاس تعزیت کیلئے گئے اس کا بیٹا فوت ہو گیا تھا وہاں پر قاری نے آیت یہ پڑھی "یا اسفی علی یوسف "(ہائے افسوس یوسف پر) تو میں نے کہا اس نے نوحہ کیلئے قرآن کو استعمال کیا ہے اور کچھ واعظ ایسے ہیں جن کا کلام معرفت اور محبت کے انداز کا ہوتا ہے اور اس پر جولا ہے اور بازاری قسم کے لوگ جو نماز کے فرائض سے واقف نہیں ہیں اللہ تعالیٰ کی محبت کے دعویٰ میں اپنے کپڑے پھاڑنے لگتے ہیں اور بعض ایسے ہیں جو اپنے خیال میں وہمی طور پر ایک شخص کو خالق مانتے ہیں پھر اس کے اشتیاق میں روتے ہیں اس کی رحمت عظمت اور جمال کی باتیں سن سن کر، حالانکہ وہ خیالی شخص معبود اور خالق نہیں ہے کیونکہ معبود کسی کے خیال میں نہیں آسکتا اس کے باوجود عوام کو یہ حقائق سمجھانا بہت مشکل ہے اور نہ ہی انہیں اس کا صحیح نفع حاصل ہو سکتا ہے البتہ واعظ کو لازم ہے کہ وہ صحیح حد سے آگے نہ بڑھے اور عوام میں مفاسد پیدا کرنے والی باتوں سے اجتناب کرے بلکہ لطیف تدابیر کے ذریعہ انہیں ایسی باتوں پر لائے جو ان کی اصلاح اور درستگی کیلئے مفید ہوں اور اس کام کیلئے فہم و فراست کی ضرورت ہے کیونکہ عوام مختلف قسم کے واقع ہوئے ہیں بعض کو اچھے الفاظ پسند آتے ہیں اور بعض اشارات کی زبان کے شائق ہیں اور بعض بیت اور شعر پر سر جھکا دیتے ہیں اور واعظ سب سے زیادہ بلاغت کا محتاج ہے تاکہ ہر قسم کے مزاج کو قابو میں لا سکے لیکن پھر بھی اسے چاہئے کہ لازم اور واجب کو پیش نظر رکھے اور الفاظ و

تعبیر کے لحاظ سے جو کچھ جائز ہے اس میں سے عوام کو اتنا چکھائے جیسے کھانے میں نمک ہوتا ہے پھر انہیں عزائم اور لازمی امور کی طرف لائے اور طریقِ حق کا ان کو واقف بنائے امام احمد بن حنبل ایک مجلس میں تشریف لائے حارث المحاسبی کا کلام سنا اور رونے لگے پھر فرمایا اس مجلس کی حاضری مجھے چنداں پسند نہیں اور رونا اس لئے تھا کہ حال ہی رونے کا تھا۔ اسلاف کی ایک جماعت نے جب واعظوں کو دیکھا کہ وہ خلط ملط کرنے لگے ہیں تو وہ ان کی مجالس سے روکنے لگے مگر آج کل کلیتہً روکنا مناسب نہیں کیونکہ ان کے دور میں لوگ علمی مشغلہ رکھتے تھے تو انہوں نے دیکھا کہ قصہ کہانیوں کی مجلس ان کے علمی مشغلہ میں رکاوٹ ہے اور آج کل علم سے اعراض عام ہو چکا ہے لہذا عامی آدمی کو فائدہ اٹھانے کیلئے اب یہی مجلس وعظ ہی رہ گئی ہے جو اسے گناہ سے روکتی ہے توبہ کی طرف توجہ دلاتی ہے۔ اب خلل اگر ہے تو واعظ کی وجہ سے ہے لہذا اسے خدا تعالیٰ کا خوف کھانا چاہیے۔

عوام کیلئے عقیدہ کی وضاحت

عوام کے حق میں سب سے زیادہ مضر تاویل پرستوں کا کلام ہے جو ذات باری تعالیٰ کی صفات اور ان کے تعلق و نسبت کی نفی کرتے ہیں اور حضرات انبیاء علیہم السلام نے اس بات پر خوب زور دیا ہے تاکہ عوام کے نفوس میں اللہ تعالیٰ کے وجود کا یقین پختہ ہو جائے اس لئے کہ نفوس مثبت بات کے ساتھ مانوس ہوتے ہیں اور جب عامی آدمی منفی بات کو سنتا ہے تو اس کے قلب سے مثبت بات نکل جاتی ہے اور یہ اس کا بہت بڑا نقصان اور ضرر ہے اور اس قسم کے نام نہاد علماء جو اپنے خیال میں ذات باری کی تنزیہہ (پاکیزگی) بیان کرتے ہیں انبیاء علیہم السلام کے مقابلہ میں اس چیز کو مٹا رہے ہیں جسے وہ ثابت کرتے ہیں اور ان کی بتائی ہوئی بات کو باطل کرنے کی کوشش کرتے ہیں اس کی تفصیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عرش پر اپنے استواء کا ذکر فرمایا ہے جس سے نفوس ذات باری کے ثبوت اور وجود سے مانوس ہوئے آپ کا ارشاد ہے ویبقی وجہ ربك (باقی رہے گی ذات تیرے رب کی) نیز فرمایا: بل یداہ مبسوطتان (بلکہ اس کے دونوں ہاتھ کھلے ہیں) اور فرمایا غضب اللہ علیہم (اللہ تعالیٰ کا غضب ان پر ہوا) اور فرمایا رضی اللہ عنہم (اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوئے) اور پھر رسول اللہ ﷺ نے خبر سنائی۔ "کہ اللہ تعالیٰ آسمان دنیا کی طرف نزول فرماتے ہیں" اور یہ کہ "بندوں کے قلوب رحمٰن کی دو انگلیوں کے درمیان ہیں" اور یہ کہ "اس نے تورات

اپنے ہاتھ سے لکھی" اور یہ کہ "اس نے ایک تحریر لکھی جو عرش کے اوپر اس کے پاس ہے وغیرہ وغیرہ بس جب ایک عام آدمی یا بچہ ان باتوں کے ثبوت پر قائم ہو گیا اور قریب تھا کہ وہ ان اوصاف سے مانوس ہو جائے اور یقین کر بیٹھے جو بذریعہ وعظ سمجھی جاتی ہیں تو انہیں سنایا گیا "لیس کمثلہ شیء" کہ اس جیسی کوئی چیز نہیں اس طرح کے خیال نے جو نقشہ باندھا تھا ان کے قلوب سے مٹا دیا گیا اور صفات کے ثبوت والے الفاظ بدستور ذہنوں میں قائم رہے اور بہت سے لوگ ثبوت کا معنی وہی کچھ جانتے ہیں جس کا مشاہدہ کرتے ہیں وہ اسی پر قائم ہیں اور تنزیہ کے قائل ہو گئے ہیں البتہ اہل علم حضرات قابل اطمینان ہیں کیونکہ ایک عالم جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفت میں تجدد ماننا محال ہے اور یہ کہ استویٰ کا وہ معنی مراد لینا جائز نہیں جو معروف ہے اور نہ ہی ذات باری تعالیٰ کا حمول ہونا جائز ہے اور نہ ہی وہ مس اور التصاق کے ساتھ موصوف ہوتا ہے اور نہ ہی انتقال کرتا ہے اور عالم یہ بھی جانتا ہے کہ قلوب کے بدلنے کا معنی ہے قلوب میں تصرف کرنا کہ انسان جو تدبیر کرتا ہے وہ اس کی دو انگلیوں کے درمیان ہے یعنی اللہ تعالیٰ اس میں تصرف کرتا ہے اور قادر ہے بعض نے کہا کہ الاصبع سے مراد اچھا اثر ہے تو معنی یہ ہوا کہ قلوب آثار بوبیت میں سے دو اثروں کے درمیان ہیں اور وہ ہیں اقامتہ (سیدھا رکھنا) ازاغتہ (ٹیڑھا کر دینا) اس تاویل کی ضرورت نہیں ہے اور نہ ہی اس تاویل کی جو کسی نے کہا کہ یداہ سے مراد نعمتاہ (اس کی دو نعمتیں) ہے اس لئے کہ جب سمجھ لیا گیا کہ مقصود کسی صفت کو ثابت کرنا ہے اور اس کے موافق حدیث بھی وارد ہے اور مثالیں مذکور ہیں اور ہمارے نزدیک ایک پختہ اصول کے ذریعہ یہ بھی ثابت ہے کہ ذات باری کیلئے بھی ان چیزوں کا ثبوت جائز نہیں جو ظاہر حس سے معروف و ثابت ہیں ان سب کی روشنی میں ہم یقین کر سکتے ہیں کہ ان (صفات) کا مقصد کیا ہے اور سب سے بڑا جاہل وہ شخص ہے جو آتا ہے اور جس چیز کی عظمت بٹھانے کا پیغمبر ﷺ نے ارادہ فرمایا ہے یہ شخص اسے کمزور کرنے اور مٹانے کے درپے ہے، پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قرآن کا نسخہ ساتھ لے کر دشمن کے علاقہ میں مت جاؤ اور امام شافعیؒ اسی مصحف کی تعظیم کے طور پر فرماتے ہیں کہ بے وضو آدمی کو جائز نہیں کہ مصحف پر بندھی پٹی سے اسے اٹھائے۔ اور ایک عقل و فہم کا مدعی آکر بولنے لگتا ہے کہ کلام ایک صفت ہے جو ذات متکلم کے ساتھ قائم ہوتی ہے اس بولنے کا مقصد یہ ہے کہ یہاں احترام کی کوئی چیز نہیں ہے اس شخص نے یہ حرکت شرعی مقصد کے خلاف کی ہے ضروری ہے کہ شرعی قدروں کو پہچانا جائے اور انبیاء علیہم السلام کے مقاصد کو سمجھا جائے

ایسے لوگوں کو ان باتوں کے کھولنے سے منع کیا گیا ہے جن پر شریعت نے پردہ ڈالا ہے چنانچہ آنحضرت ﷺ نے تقدیر میں کلام کرنے سے منع فرمایا ہے اور اس میں اختلاف کرنے سے بھی منع فرمایا کیونکہ اس قسم کی اشیاء میں بحث مباحثہ کبھی حد مضرت کو پہنچ جاتا ہے اور اس میں کیا شک ہے کہ تقدیر میں بحث کرنے والا اپنی فہم کی جب اس حد پر پہنچے گا اور کہے گا کہ خود ہی فیصلہ اور حکم دیا اور پھر خود ہی سزا دے دی تو اس کا اللہ تعالیٰ کے عدل پر ایمان قائم نہ رہا اور اگر یوں کہے کہ اس نے تو کچھ بھی نہ لکھا نہ فیصلہ کیا تو تقدیر پر ایمان نہ رہا لہذا بہتر یہی ہے کہ ان باتوں میں انہماک و اشتغال چھوڑ دیا جائے۔ ممکن ہے کوئی یوں کہنے لگے کہ یہ تو حقائق کے علم سے روکنے والی بات ہے کہ بس تقلید پر جمے رہو۔

میں کہتا ہوں کہ ایسا نہیں ہے بلکہ یہ بتانا ہے کہ تم لوگوں سے شریعت کو اجمالی ایمان مطلوب ہے تمہیں حقائق کی معرفت کیلئے کھود کرید کا حکم نہیں دیا گیا جبکہ یہ بھی واقع ہے کہ تیری قوی فہم بھی حقائق کے ادراک سے عاجز ہے...... حضرت خلیل علیہ السلام نے جب "ارنی کیف تحی الموتی" کہا تھا کہ ذرا مردوں کو زندہ کرنے کی کیفیت دکھایئے تو اللہ تعالیٰ نے انکو ایک مردہ دکھا دیا جو زندہ ہوا تھا مگر احیاء کی کیفیت نہیں دکھائی کیونکہ آپ کے قویٰ اس کے متحمل نہ تھے اور آنحضرت ﷺ کا مقصد بعثت ہی یہ تھا کہ لوگوں کو کھول کر بتائیں جو ان کی طرف نازل کیا گیا مگر آپ لوگوں کی طرف سے فقط اقرار اور اجمالی اعتقاد پر کفایت فرماتے تھے اور یہی کچھ صحابہ کا عمل تھا کہیں نہیں آتا کہ انہوں نے تلاوت اور متلو کی یا قرات اور مقروکی بحث چلائی تھی اور نہ ہی یہ کہ انہوں نے استویٰ کا معنی غلبہ کا لیا تھا اور ینزل کا معنی یرحم کیا تھا بلکہ انہوں نے اس اجمالی ثبوت پر قناعت کی جس سے نفوس میں تعظیم پیدا ہو اور خیال کو "لیس کمثله شیء" کے ذریعہ آگے چلنے سے روک دیا اور پھر یہ منکر اور نکیر بھی قبر میں اجمالی اصولوں کے بارے سوال کریں گے کہ من ربك، مادینك، من نبیك، کہ تیرا رب کون ہے، تیرا دین کیا ہے، تیرا نبی کون ہے بس اس تفصیل کو سمجھنے کے بعد مجسمہ کی تشبیہات سے نجات مل جائے گی اور اہل تعطل کی تعطیل سے جو اللہ تعالیٰ کو صفات سے معاذ اللہ خالی مانتے ہیں اور ایسا شخص سلف کے طریق پر قائم ہو جائے گا اللہ تعالیٰ توفیق بخشیں۔

ابن جوزی کا مقصد اس بحث سے علم توحید و تاویل کی مذمت نہیں ہے کیونکہ ان کا شمار متکلمین میں ہوتا ہے انہیں حنابلہ کا اشعری کہا جاتا تھا یعنی ابو الحسن اشعری کا سا مقام رکھتے تھے ان کی اپنی ایک کتاب تاویل کے متعلق ہے جس کا نام [illegible] ہے اس میں سلف کے طریق پر آیات کی تاویل ہے [illegible] ان کا مقصد اس بحث سے یہ ہے کہ ہمیں عوام سے وہ خطاب نہ کرنا چاہئے جو علماء سے کیا جاتا ہے ان سے ایسا کلام نہ ہونا چاہئے جو ان کی عقل میں نہ آسکے بلکہ ان کے ساتھ سلف والا طریق استعمال کیا جائے مثلاً نصوص پڑھ کر عمومی تنزیہ بتائی جائے جیسے لیس کمثله شیء۔ اور جس نص کے ظاہر سے تجسیم یا تشبیہ کا وہم پڑے نہ تو روایت سے، وہ ہر قسم کی آفت سے سلامتی رہے گی۔

حقیقت سمع وبصر

میں نے یہ آیت پڑھی۔قل ارایتم ان اخذ اللہ سمعکم و ابصارکم و ختم علی قلوبکم من الہ غیر اللہ یاتیکم بہ" ترجمہ بھلا بتاؤ تو اگر اللہ تعالیٰ تمہارے کان اور آنکھیں لے لے اور تمہارے دلوں پر مہر کردے تو اللہ کے سوا کون ہے جو تمہیں لادے گا" اس آیت میں مجھے ایسا اشارہ ملا کہ میرے حواس مکمل قائم رہ سکے قریب تھا کہ میں بے ہوش ہو جاتا وہ یہ کہ آیت میں یا تو نفس سمع اور بصر مراد ہوگی کہ یہ آلہ اور ذریعہ ہیں مسموعات اور مبصرات کے ادراک کا اور یہ دونوں یعنی کان اور آنکھ سننے اور دیکھنے کی چیزوں کو قلب پر پیش کرتے ہیں اور وہ ان میں تدبر کرتا اور تصرف کرتا ہے تو جب مخلوقات کو سمع (کان) پر اور بصر (آنکھ) پر پیش کیا گیا اور ان دونوں نے ان کے حالات قلب تک پہنچائے کہ یہ وجود خالق پر دلالت کرتے ہیں اس کی طاعت پر تیار کرتے ہیں اور مخالفت پر اس کی پکڑ سے ڈراتے بھی ہیں تو یہ ان اعضاء کے فائدہ کا اظہار واثبات ہے ورنہ تو مقصد کے برعکس ہو جائے گا اور اگر سمع بصر سے عضو کے بجائے معنی مراد ہے یعنی سننا اور دیکھنا تو پھر ان کو لینے کا مطلب یہ ہوگا کہ جو سنیں اس کی حقیقت کا ذحول ہو جائے اور جو دیکھیں اس کی حقیقت کا ذحول ہو جائے محفوظ نہ رہے اپنی خواہشات میں مشغول ہونے کی وجہ سے تو انسان کو ان آلات کے حقیقی فائدہ کے سلب ہونے کا عذاب دیا جائے گا چنانچہ وہ دیکھتا ہے اور گویا اس نے کچھ نہیں دیکھا اور سن رہا ہے اور گویا کہ کچھ نہیں سنا اور قلب انکے ذریعہ سے جو کچھ حاصل کرتا تھا اس سے فارغ ہے گویا انسان مجسم خطابن کے رہ گیا ہے جسے کچھ پتہ نہیں کہ اس سے کیا مطالبہ ہے یہ بات اس پر کچھ اثر نہیں رکھتی کہ وہ ہر لحہ ختم ہو رہا ہے کوئی کھلی اور واضح نصیحت اسے کچھ نفع نہیں دیتی اسے کچھ پتہ نہیں میں کہاں ہوں اور میں کیوں ہوں اور میں کدھر جا رہا ہوں طبعی طور پر وقتی نفع اور مصلحت کو پہچان لیتا ہے مگر آخرت کے خسارہ کی فکر نہیں رکھتا' کسی ساتھی سے عبرت پکڑتا ہے نہ کسی دوست سے نصیحت لیتا ہے اور نہ ہی اپنے سفر کے لئے سامان مہیا کرتا ہے جیسا کہ کسی شاعر کا قول ہے (ترجمہ) لوگ غفلت میں ڈوبے ہوئے ہیں اور موت انہیں بیدار کر رہی ہے' عمر کے ختم ہونے تک یہ ہوش میں آنے کے نہیں ہیں اپنے اعزہ واہل کو مجمع کی شکل میں رخصت کرتے ہیں اور ان حالات کو بھی دیکھ رہے ہیں۔

جن میں مبتلا ہو کر وہ قبروں میں گئے اور پھر اپنی غفلت کی نیند میں یوں لوٹ آتے ہیں گویا انہوں نے کچھ نہیں دیکھا اور نہ کچھ جانا اور اکثر لوگوں کی حالت یہی ہے پس ہم اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگتے ہیں آلات واعضاء کے فوائد کے سلب ہو جانے سے کہ یہ حالات میں سے بدترین حالت ہے۔

عشق کے متعلق خیالات

میں نے اس گفتگو میں غور کیا جو حکماء نے عشق کے بارے میں اس کے اسباب اور علاج کے بارے میں کی ہے اور میں نے اس سلسلہ میں ایک کتاب بھی لکھی جس کا نام ''ذم الھوی'' ہے ؂۔ میں نے اس کتاب میں بعض حکماء کا قول نقل کیا ہے کہ عشق کا سبب بے کار نفس کی حرکت ہے اور پھر ان کا اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ یہ ہوشیار لوگوں کا عارضہ ہے اور بعض کا کہنا ہے کہ جو لوگ حقائق میں غور و فکر سے غافل اور فارغ ہیں وہ اس میں مبتلا ہوتے ہیں مگر اس کے بعد مجھے ایک عجیب بات سمجھ آئی ہے جسے میں ذرا تفصیل سے لکھوں گا وہ یہ کہ عشق اپنی جڑیں ایسے شخص میں مضبوط کرتا ہے جو جامد طبیعت رکھتا ہے اس میں ٹھہراؤ ہے ہلنے کا نام نہیں لیتا ہاں جو لوگ بلند ہمت ہیں بڑھتے ہوئے عزائم رکھتے ہیں ان کے خیال میں جب بھی محبت کوئی نقشہ لاتی ہے اور ان پر اس کے عیوب کھلنے لگتے ہیں محبوب میں غور و فکر کر کے یا اس کے ساتھ میل جول کرنے سے تو ان کو ادھر سے سکون ہو جاتا ہے اور وہ کسی اور کی طلب میں لگ جاتے ہیں لہٰذا عشق کے اس درجہ پر جس میں ایک ہی صورت کے ساتھ تعلق کا انحصار ہو اور اس کے عیوب سے یکسر چشم پوشی ہو وہی شخص قائم رہتا ہے جو طبیعت میں جمود رکھتا ہے اور آگے بڑھنے کا قائل نہیں البتہ نقائص سے نفرت رکھنے والے وہ ہمیشہ ترقی کرتے رہتے ہیں کوئی رکاوٹ ان کیلئے مانع نہیں ہوتی اور جب طبیعت میں کسی کی محبت کا تعلق قائم ہوتا ہے تو وہ عشق کے درجہ انتہاء کو نہیں پہنچ جاتے اور کبھی کبھی وہ شدید میلان محسوس کرتے ہیں یا تو اس لئے کہ ابتداء میں فکر و تدبر نہ ہو سکا یا اختلاط کم رہا یا عیوب و نقائص پر اطلاع نہ ہو سکی اور یا بعض خوبیوں میں باہم اشتراک اور مناسبت کی وجہ سے جیسے ایک عاقل دوسرے عاقل کے ساتھ ایک دانا دوسرے دانا کے ساتھ اور اس سے محبت پیدا ہوتی

؂۔ اس کتاب کا ترجمہ احقر امداد اللہ انور نے ''عشق مجازی کی تباہ کاریاں'' کے نام سے کیا جو بارہا چھپ چکا ہے اور مقبول عوام و خواص ہے نہایت ہی قابل دید کتاب ہے۔

ہے تاہم عشق ان کی زندگی میں ناپید ہوتا ہے بلکہ طبیعت کا اونٹ فہم کے حدی خواہ کے پیچھے لگایا جاتا ہے کیونکہ بعض ہمتوں کے ہدف ایسے ہوتے ہیں جو دنیا میں نایاب ہیں اس لئے کہ ان کا مطلوب وہ کمال ہے جو اشخاص میں پایا ہی نہیں جاسکتا پس جب وہ عیوب کو دیکھتے ہیں تو نفرت کرنے لگتے ہیں۔

اور باری تعالیٰ کی محبت کا تعلق جو قلوب میں ہوتا ہے تو وہ اپنے ماسوا کے پاس پھٹکنے نہیں دیتا گو یہ محبت مخلوق کی محبت کی ہم جنس نہیں ہے۔ جی ہاں ارباب معرفت بے خود ہوتے ہیں خالق کی محبت انہیں مخلوق کی محبت سے مشغول و مصروف رکھتی ہے معرفت قلوب کی قوت اور محبت کی وجہ سے طبیعت ہمہ وقت مستغرق رہتی ہے جیسا کہ رابعہؒ کا قول ہے (ترجمہ)۔ مجھے ایسے محبوب سے محبت ہے جس کی محبت پر مجھے طعن نہیں کیا جاتا بلکہ اس کی محبت میں تو طعن کرنے والا بھی مجھے محبوب ہے۔ کسی زاہد فقیر کا واقعہ ہے کہ چلتے ہوئے راستہ میں ایک عورت پر نظر پڑ گئی اس کے باپ کے پاس نکاح کا پیغام پہنچایا باپ نے منظور کر لیا اسے گھر بلایا اور گودڑی اتروا کر اچھا لباس پہنایا نکاح ہو گیا رات آئی تو فقیر نے چیخنا چلانا شروع کر دیا ہائے میری گودڑی ہائے میرا لباس میرے تو احوال و مقامات سب گم ہو گئے فقیر کیلئے راستہ کی یہ ایک لغزش تھی جس نے بتایا کہ وہ اپنی منزل سے ہٹ گیا ہے اور اس قسم کے حالات اہل معرفت کو ہی پیش آتے ہیں اور انہیں جو رذائل سے نفرت رکھتے ہیں' اور اس حالت کی مثال کچھ یوں ہے کہ مرغوب و لذیذ کھانوں کی لذت میں عقل کو یہ دھیان کبھی نہیں آتا کہ یہ چبایا کیسے جا رہا ہے منہ میں ادھر ادھر کیونکر منتقل ہو رہا ہے اور پھر حلق سے نیچے کیسے اتر رہا ہے اسی طرح جماع کے لحات میں کئی ایک مکروہات سے غلبہ شہوت کی وجہ سے ذہول ہو جاتا ہے لعاب دہن کو نگلتے وقت یہ احساس نہیں ہوتا کہ وہ غذائی تحلیل کا کام دیتا ہے اور اس قسم کی باتیں پردہ ہی میں رہیں تو بہتر ہے: ہاں مگر بیدار مغز لوگوں کا یہ احساس غیر شعوری طور پر لذت عیش میں بھی اکثر و بیشتر باقی رہتا ہے اور خواہشات و محبت کے نقائص سے نفرت کا باعث بنتا ہے بس انجام پر نظر کے حساب سے قلب عاشق میں عشق کمزور ہوتا چلا جاتا ہے اور ذہنی جمود کے بقدر اس کا قلق و اضطراب بڑھتا رہتا ہے بقول متنبی (ترجمہ) اگر عاشق اس حسن کے انجام کو سوچ لیتا جس نے اسے قید کر رکھا ہے تو یہ کبھی قید نہ ہوتا میری پوری تفصیل کا حاصل یہ ہے کہ بیدار مغز لوگوں کی طبائع ترقی پسند ہوتی ہیں کسی ایک پسندیدہ شخص پر رکتی نہیں ہیں اور اس کی ترقی کا سبب اس شخص کے عیوب و نقائص میں غور و فکر کرنا

ہے یا پھر اس سے بھی بڑھ کر کسی اور کی تلاش اور عارفین کے قلوب اپنے معروف کی طرف بڑھتے رہتے ہیں اور اعتبار وامتحان کے میدان میں چلتے رہتے ہیں اور رہ گئے اہل غفلت تو ان کا دونوں حالتوں کا جمود اور ہر دو مقام کی غفلت و بے حسی ان کو اسیر و پابند اور حیران و سرگردان کر چھوڑتی ہے۔

کوتاہی کے اعتراف کی حقیقت

مجھے ایک ضرورت پیش آئی جس میں اللہ تعالیٰ سے سوال اور دعاء کا تقاضہ ہوا چنانچہ میں دعا مانگنے لگا اور ایک مرد صالح میرے ساتھ دعا میں شریک ہو گیا اور میں نے قبولیت کے کچھ آثار بھی محسوس کئے تو میرا نفس مجھے کہنے لگا کہ یہ اس مرد صالح کی برکت ہے تیری دعا کی وجہ سے نہیں میں نے کہا جہاں تک میری ذات کا تعلق ہے تو میں اپنے گناہوں سے خوب واقف ہوں جو اجابت دعا کیلئے مانع ہو سکتے ہیں مگر پھر بھی ممکن ہے کہ یہ اجابت میری ہی دعا کی ہو کیونکہ اس دعا مانگنے والے نیک ساتھی کو وہ کیفیت حاصل نہیں جو میں اپنے میں خیال کرتا ہوں کیونکہ میں اپنے گناہوں کی وجہ سے عاجزی اور انکساری محسوس کرتا ہوں اور وہ اپنے اس معاملہ پر خوش ہے اور بسا اوقات اپنی کوتاہی اور گناہ کا اعتراف بوقت حاجت کام آجاتا ہے علاوہ ازیں ہم دونوں اللہ تعالیٰ کا فضل ہی تو مانگتے ہیں نہ کہ اپنے اعمال کا معاوضہ اور جب کہ میں عجز و انکسار کی حالت میں گناہوں کا اعتراف کرتے ہوئے عرض کروں گا کہ مجھے اپنے فضل سے عطاء فرمائیے تو میرے پاس تو کچھ بھی نہیں جس پر میں قبولیت کیلئے اعتماد کر سکوں البتہ اس ساتھی کی نگاہ اپنے حسن عمل کی طرف جا سکتی اور وہ قبولیت کیلئے رکاوٹ بھی بن سکتی ہے لہذا اے نفس مجھے اتنا مایوس اور نکمانہ بنا کیونکہ اپنی بد اعمالیوں کے علم سے جو انکسار و عجز مجھے حاصل ہوا ہے وہی میرے لئے کافی ہے اور پھر میرے پاس علم ہے جو آداب سکھاتا ہے اور اپنی خطاؤں کا اعتراف ہے اور اپنی مطلوبہ چیز کی مجھے شدید احتیاج بھی ہے اور جس سے مانگ رہا ہوں اس کے فضل پر یقین بھی ہے اور یہ وہ چیزیں ہیں جو اس عابد کے پاس نہیں ہیں بس اللہ تعالیٰ اس کی عبادت میں برکت عطاء فرمادیں اور میرے لئے اپنے گناہوں اور تقصیر کا اعتراف بھی بہت بڑا سرمایہ ہے۔

علم کا مخاطب

میں علم کے کچھ غرائبات اور حکمت کے عجائبات ایک مدعی علم کے پاس ذکر

کرنے لگا میں نے دیکھا کہ وہ سننے سے اعراض کر رہا ہے اور اس کی گہرائی تک پہنچ نہیں رہا اور مذکورہ مضمون پر توجہ نہیں دے رہا جس وجہ سے مزید کچھ بیان کرنے سے میں بھی رک گیا اور میں نے کہا کہ اس قسم کے مضامین تو ایسے عاقل شخص کو لائق ہیں جو ان کی طرف یوں متوجہ ہو جیسے پیاسا پانی کی طرف ہوتا ہے۔

پھر مجھے اس سے ایک اور اشارہ ملا وہ یہ کہ اگر یہ شخص میری علمی باتیں سمجھتا اور احسان مند ہو کر میری تعریف و توصیف کرتا تو میری نگاہ میں بھی اس کی قدر بلند ہوتی اور میں اس کو مزید اپنے عمدہ عمدہ معلومات سناتا لیکن میں نے جب اسے اہل ہی نہ پایا تو میں نے یہ سلسلہ روک دیا اور اس کی طرف سے اپنی نظر پھیر لی تو اشارہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اس مخلوقات کی تصنیف فرمائی' بہترین ترکیب و ترتیب رکھی' پھر اسے عقلوں پر پیش کیا پس جو نسی عقل غور و فکر میں کوشش کرے گی مصنف کی محبوب بنے گی اور اپنی فہم کے بقدر قابل تعریف بھی ہوگی اور اسی طرح قرآن کریم اتارا گیا جو عجیب و غریب حکمتوں سے پر ہے اب جو شخص فہم کے ہاتھوں سے ان حکمتوں کو نکال لائے گا اور اپنی فکر و نظر کی خلوتوں میں اس سے ہم کلام ہوگا تو اس کے متکلم کی رضا حاصل کرے گا اور اس کے قرب کی لذتیں اٹھائے گا اور جس نے اپنی فہم و ذکاء کو حسیات میں غرق کر دیا وہ اس مقام سے محروم رہے گا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

"ساصرف عن آیاتی الذین یتکبرون فی الارض بغیر الحق"

(ترجمہ) میں پھیر دوں گا اپنی آیتوں سے ان کو جو تکبر کرتے ہیں زمین میں ناحق۔

حسنِ عمل اور طویل امیدیں

میں نے ایک دن دعا مانگتے ہوئے عرض کیا اے اللہ علم و عمل کے بارے میری امیدیں اور خواہشات مکمل فرما اور مجھے لمبی عمر عطا فرما تاکہ میں اپنی مرغوبات اور پسندیدہ چیزیں حاصل کرلوں اتنے میں ایک شیطانی وسوسہ پیش آیا کہنے لگا پھر کیا ہوگا؟ کیا پھر موت نہ آئے گی تو لمبی عمر سے کیا فائدہ؟ میں نے کہا ارے احمق اگر تو میرے سوال کا مقصد سمجھ لیتا تو جان لیتا کہ وہ فضول نہیں ہے کیا ایسا نہیں ہے؟ کہ ہر دن میں میرے علم و معرفت میں اضافہ ہوگا اور میرے درختوں کے پھل بڑھیں گے اور کٹائی کے دن میں شکر ادا کروں گا کیا بھلا میں پسند کر سکتا ہوں کہ آج سے بیس برس پہلے فوت ہو گیا ہوتا؟ خدا ہرگز نہیں کیونکہ

اللہ تعالیٰ کی جو معرفت مجھے آج حاصل ہے ان دنوں اس کا عشر عشیر بھی حاصل نہ تھا اور یہ سب میری اس حیات کا ثمرہ ہے جس میں مجھے وحدانیت کے دلائل میسر آئے اور میں درجہ تقلید کی پستی سے بصیرت کی بلندی تک پہنچا اور ان علوم پر اطلاع پائی جن سے میری قدر و منزلت میں اضافہ ہوا اور میرے نفس میں نکھار آیا اور پھر میری آخرت کی کھیتی اور فصل میں بھی خوب اضافہ ہوگا اور نفع پرست متعلمین کی رہنمائی کیلئے میری تجارت (محنت) قوت پکڑے گی اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک خود سید المرسلین ﷺ کے بارے میں ہے۔" وقل رب زدنی علما اور آپ کہئے اے رب مجھے اور علم عطا فرما۔ صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا مومن کیلئے اس کی عمر خیر ہی میں اضافہ کرتی ہے اور حضرت جابرؓ کی روایت ہے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "یہ سعادت کی بات ہے کہ بندے کی عمر لمبی ہو اور اللہ تعالیٰ اسے اپنی اطاعت نصیب فرمادے پس اے کاش کہ مجھے عمر نوحؑ مل جاتی کیونکہ علم کثیر ہے اور جب بھی اس کا کچھ حصہ حاصل ہوتا ہے عزت دیتا ہے اور نفع بخشتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اسباب کے خالق ہیں

عارفین کے قلوب کے ساتھ اسباب کے بارے میں غیرت کا معاملہ کیا جاتا ہے گویہ ان اسباب کے ساتھ موافقت نہیں رکھتے کیونکہ قلوب جب اسباب کی معرفت کی طرف متوجہ ہوں گے تو ان کے مقدمات و اسباب کو بھی دیکھنا ہوگا تو جب یہ اسباب کی طرف ہوتے ہیں تو ان کا اثر ہی سلب ہو جاتا ہے" و یوم حنین اذ اعجبتکم کثر تکم فلن تغن عنکم شیئا (ترجمہ) اور حنین کا قصہ یاد کرو جبکہ اچھی لگی تم کو تمہاری کثرت سو کچھ نفع نہ دیا اس نے تم کو" ایسے ہی یعقوب علیہ السلام کے حال میں ذرا غور کرو اور یوسف علیہ السلام کے متعلق ان کے خدشہ میں جبکہ فرمایا" اخاف ان یاکلہ الذئب" مجھے خطرہ ہے کہ بھیڑیا اسے کھا جائے گا تو بھائیوں نے بھی آگے "فاکلہ الذئب" ہی بتایا کہ اسے بھیڑیا کھا گیا اور جب خوشی کے دن لوٹے تو یہودا قمیص لے کر چلا تو اس کی خوشبو پہلے پہنچ گئی اور فرمایا" انی لاجد ریح یوسف" کہ میں یوسف کی خوشبو محسوس کر رہا ہوں۔

آنحضرت ﷺ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندے کو رزق وہیں سے دیتا ہے جو اس کے وہم و گمان سے بالا ہوتا ہے اسباب تو اس کا راستہ ہے جسے طے کرنا ہی

پڑتا ہے اور عارف انسان اس سے لگاؤ نہیں رکھتا البتہ اس کو اسباب کے متعلق ایسی وضاحت کر دی جاتی ہے جو دوسروں کو نہیں کی جاتی اور بسا اوقات ان کی طرف مائل ہونے پر تنبیہ بھی کی جاتی ہے اگرچہ اس میلان کو اس نے قبول بھی نہ کیا ہو تاہم چھوٹی سی بات پر بھی کبھی تادیب ہو جاتی ہے ذرا سلیمان علیہ السلام کا معاملہ دیکھئے کہ انہوں نے جب کہا کہ "میں آج رات سو بیویوں کے پاس جاؤں گا جس سے ہر ایک بچہ جنے گی اور ان شاء اللہ نہیں کہا تو ان میں سے صرف ایک حاملہ ہوئی اور اس نے بھی ناتمام بچہ جنا مجھے بھی ایک دفعہ ایک صورت حال پیش آئی جس میں بعض اسباب کی ضرورت پڑی مگر اس سلسلہ میں ایک ظالم کو ملنا پڑتا تھا اور کچھ مناسب نرم کلام بھی کہنی پڑتی تھی میں ابھی سوچ ہی رہا تھا کہ ایک قاری نے تلاوت شروع کی میں نے ابتداء آیت سے فال لینے کا ارادہ کر لیا اس نے یہ آیت پڑھی

"ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار و مالکم من دون اللہ من اولیاء ثم لا تنصرون" (ترجمہ) اور مت مائل ہو جاؤ تم ظالموں کی طرف پس چھوئے گی تم کو آگ اور تمہارے لئے اللہ کے سوا کوئی مددگار نہ ہوگا اور نہ ہی تمہاری مدد کی جائے گی) میں اپنے خیال کے اس جواب پر حیران رہ گیا اور اپنے جی سے کہا کہ سن لے میں نے اپنی نصرت اس ظالم کی مدارات میں تلاش کی تو قرآن نے بتایا کہ جب تو ظالم کی طرف مائل ہوگا تو وہ نصرت جاتی رہے گی جس کے لئے تو مائل ہو رہا ہے پس مبارک ہیں وہ لوگ جو مسبب (خالق اسباب) کو پہچانتے اور اس کے ساتھ تعلق لگاتے ہیں کہ وہی منتہائے مقصود ہے اللہ تعالیٰ ہمیں بھی نصیب فرمائیں آمین۔

ایمان قوت اور ضعف کے درمیان ہے

مومن گناہ پر جرأت مند نہیں ہوتا بس کبھی خواہش قوۃ پکڑتی ہے شہوت کی آگ بھڑکنے لگتی ہے تو یہ اس میں گر پڑتا ہے حالانکہ اس کا ایمان ایسا ہے جسے گناہ برا لگتا ہے وہ اس کے ارتکاب کا کبھی عزم و ارادہ نہیں کرتا اور کبھی ہو جائے تو دوبارہ کرنے کا فیصلہ نہیں کرتا کبھی غصہ آجائے تو انتقام میں حد سے نہیں گذرتا کوتاہی سے قبل ہی توبہ کی طرف جھک جاتا ہے ذرا یوسف علیہ السلام کے بھائیوں میں نظر کرو کہ انہوں نے یوسف علیہ السلام کو باپ سے دور کرنے سے پہلے ہی توبہ کا عزم کر لیا تھا چنانچہ پہلے "اقتلوا یوسف" کہا کہ یوسف کو قتل کر دو مگر یہ کام گراں محسوس ہوا تو کہنے لگے او اطرحوہ ارضاً" یا کسی جگہ میں

پھینک دو پھر توبہ کا عزم بھی کر لیا اور کہنے لگے تکونوا من بعدہ قوماً صالحین کہ اس کے بعد نیکی اختیار کر لینا اور جب صحرا میں لیجا کر دلی حسد کی وجہ سے قتل کا ارادہ کرنے لگے تو بڑے نے کہا لا تقتلوا یوسف والقوہ فی غیابۃ الجب" کہ قتل مت کرو کسی گہرے کنوئیں میں ڈال دو" وہاں بھی مقصود یہ نہیں کہ مر جائے بلکہ "یلتقطہ بعض السیارۃ" کوئی قافلے والے لے جائیں گے چنانچہ انہوں نے مان لیا ان احوال مختلف کا سبب یہ ہے کہ ایمان کے نفوس کو روکنے میں اپنی قوۃ کے لحاظ سے کئی درجے ہیں کبھی ارادہ کے وقت روکتا ہے اور کبھی پختہ ارادہ کے وقت اور کبھی بعض فعل کر چکنے کے بعد اور جب غفلت غالب ہی آجائے اور گناہ واقع ہو جائے تو طبیعت میں شکستگی پیدا ہوتی ہے اور ایمان عمل کیلئے تیار ہوتا ہے اور اٹھائی ہوئی لذت سے کئی گنا زیادہ ندامت دکھاتا ہے اور اس میں ... ر دیتا ہے۔

اکابر واسلاف کی نسبت سے

علم میں ترقی اور اضافہ بہترین چیز ہے اور جو شخص اپنے علم پر اکتفا کرتا اور اسے کافی سمجھتا ہے تو وہ اپنی رائے میں مستقل ہو جاتا ہے اور اپنی خود پسندی اور عجب اسے استفادہ (سیکھنے) سے روک دیتا ہے اور باہمی مذاکرہ کبھی غلطی ظاہر کر دیتا ہے اور کبھی ایسا شخص دوسروں کی نظر میں قابل تعظیم ہوتا ہے تو اس کی بات کو رد کرنے کی جرات نہیں کی جاتی اور اگر یہ استفادہ کا اظہار کرے تو اس کی خامی اسے بتائی جا سکتی ہے اور یہ اس سے رجوع بھی کر سکتا ہے۔

ابن عقیل ابو المعالی الجوینی سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: کہ اللہ تعالیٰ اشیاء کا اجمالی علم رکھتے ہیں تفصیلی نہیں نہ معلوم اس مسکین کے دل میں کیا شبہ واقع ہوا کہ اسے یہ بات کہنے کی ضرورت پڑی اور ایسے ہی ابو حامد کا قول ہے کہ نزول کا معنی انتقال مراد ہے اور استواء کسی شے پر بیٹھنا اور مس کرنا اور میں ان کو فقہ کے اور ان کو تصوف کے ذریعہ کیسے بتاؤں جبکہ وہ یہی نہیں جانتے کہ ذات باری کے حق میں کیا عقیدہ جائز اور کیا نا جائز ہے ؎

؎ علامہ ابن جوزی نے یہ اعتراض امام ابو المعالی الجوینی اور امام ابو حامد غزالی پر وارد کیا ہے جو یا تو ان کو وہم ہوا ہے یا ان کے ذمہ لگایا گیا یا پھر ان حضرات کے ذمہ جھوٹ لگایا گیا ہے کیونکہ وہ دونوں حضرات وقت کے امام اور اکابر علماء اور مصلح امت میں سے تھے اور ان کی نسبت سے جو کچھ کہا گیا ہے وہ صریح کفر ہے جس کی تاویل بھی ممکن نہیں اور ایسی بات تو ایک عام مسلمان نہیں کہہ سکتا چہ جائے کہ دو معتبر امام اور کسی کے ہاں بھی ان کا علمی مقام مخفی نہیں خصوصاً علم التوحید والکلام میں ۱۲۔ (ترجمہ از حاشیہ صید الخاطر)

اور اگر وہ اپنی تعظیم نفس کو چھوڑیں تو کتاب خواں بچے بھی ان کی رائے کو رد کر سکتے ہیں اور ان کو ان بچوں کی صداقت کا یقین آسکتا ہے اور اسی نوع کی بات کچھ ابو بکر بن مقسم کی ہے کہ انہوں نے کتاب الاحتجاج للقراء لکھی جس میں بڑی مفید باتیں ہیں مگر انہوں نے یہ اجازت دے کر اپنا علم ہی فاسد کر لیا ہے کہ قرآن ایسے بھی پڑھ سکتے ہیں جیسے کسی نے بھی نہیں پڑھا مثلاً (فلما استیئسوا منه خلصوا نجیئاً) جب وہ مایوس ہو گئے اس سے الگ ہو کر لگے سرگوشیاں کرنے، وہ کہتے ہیں کہ یہاں نجیا بھی پڑھ سکتے ہیں یعنی سرقہ سے باعزت طور پر بری ہو گئے اور یہ قصہ کو نہ سمجھنے کی وجہ ہے کیونکہ جس کی نسبت سرقہ کی طرف ہوئی اور وہ اس سے برآمد بھی ہو گیا تو وہ کیسے بری ہوا اور دوسرے بھائیوں کا بری ہونا ان کے کیا کام آیا قصہ کا ذکر تو اس لئے ہوا ہے تاکہ بتایا جائے کہ وہ الگ ہو کر باہم مشورہ کرنے لگے کہ کیا کرنا چاہئے اور باپ کے پاس کیسے واپس جانا ہے جبکہ بھائی روک لیا گیا ہے پس اس مخمصہ سے نجات کی کیا صورت ہونی چاہئے اور جو شخص ان کی کتاب کا بغور مطالعہ کرے گا اسے اس قسم کی اور بے شمار باتیں مل جائیں گی اور اگر وہ صاحب علماء وقت کی طرف رجوع کرتے اور خود پسندی کو چھوڑ دیتے تو درست بات سامنے آجاتی مگر جب انسان اپنے علم پر انحصار کر لیتا ہے اور اس میں خود پسندی کی آمیزش بھی ہو جائے تو پھر درستگی کو پانے سے محروم ہو جاتا ہے۔ نعوذ بالله من ذلك

میری توفیق اس کی رحمت سے ہے

میں نے اس آیت کریمہ میں غور کیا۔ (یمنون علیك ان اسلمو قل لا تمنوا علی اسلامکم بل الله یمن علیکم ان هداکم للایمان) (ترجمہ) یہ لوگ آپ پر احسان رکھتے ہیں اس پر کہ وہ اسلام لے آئے آپ فرما دیجئے کہ تم مجھ پر اپنے اسلام کا احسان مت دھرو بلکہ اللہ تعالیٰ تم پر احسان رکھتا ہے کہ اس نے تمہیں ایمان کیلئے توفیق وہدایت دے دی) مجھے اس آیت سے ایک عجیب بات معلوم ہوئی اور وہ یہ کہ جب لوگوں کو عقل عطاء کی گئی اور اس کے ذریعہ بتوں کے عیوب انہیں محسوس ہوئے اور یہ معلوم ہو گیا کہ یہ عبادت کے لائق نہیں تو انہوں نے اپنی عبادت کا رخ خالق اشیاء کی طرف سیدھا کیا یہ معرفت ان کی اس عقل کا ثمرہ ہے جو انہیں عطاء ہوئی اور وہ اس کے ذریعہ دیگر حیوانات سے ممتاز ہوئے اور جب انہوں نے اپنے اس فعل ہی کو دیکھنا شروع کر دیا جس کی طرف اس عقل نے

رہنمائی کی تھی تو وہ اپنی اس موھوبہ عقل کی قدر گنوا بیٹھے اور خود اس ذات سے بھی غافل ہو گئے جس نے یہ عطیہ (عقل) انہیں عطاء فرمایا تھا اور ان کا اس پھل اور درخت میں کیا حصہ ہو سکتا ہے جو ان کی ملک میں نہیں ہے ایسے ہی ایک عبادت گذار اور علمی مشاغل میں مصروف شخص اپنے نور بصیرت' قوت فہم و عقل کے ذریعہ جب کسی اچھے انجام کو پالیتا ہے اور مطلوب اسے حاصل ہو جاتا ہے تو اسے شکر اس ذات کا کرنا چاہئے جس نے طبعی تاریکیوں میں نور کا شعلہ عطاء فرمایا۔

اسی مضمون سے ملتی جلتی ان تین مسافروں والی حدیث ہے جو بارش سے بھاگ کر غار میں داخل ہوئے اوپر سے ایک پتھر کی چٹان پھسلتی آئی اور غار کے منہ پر آکر رک گئی راستہ بند ہو گیا انہوں نے سوچ کر یہ تدبیر کی کہ اپنے نیک اعمال کو وسیلہ بنا کر دعا کریں چنانچہ ان میں سے ہر ایک نے دعا میں یہی کہا میں نے یہ کیا اور یہ کیا اور یہ لوگ اگر انہوں نے ذات کریمہ کے گناہوں سے محفوظ رکھنے والے انعام پر نظر کی ہے اور اسی انعام کا وسیلہ پکڑا ہے جس کی وجہ سے ان کو عام لوگوں میں سے یہ امتیازی شان نصیب ہوئی تھی۔ پھر تو اسی کی طرف وسیلہ ہے اور اگر انہوں نے اپنے اپنے اعمال کو دیکھا ہے اور ان کی جزا اور صلہ پر اس گمان سے نظر رکھی ہے کہ انہوں نے یہ کیا ہے تو یہ اہل غیبت ہیں اس کے دربار کے حاضر باش نہیں ہیں پھر بھی ان کے سوال کا جواب جو ان کو مل گیا ہے (درخواست قبول ہو گئی ہے) تو ان کی اس نعمت کے دوام کو ختم کرنے کیلئے ہے (معاذ اللہ)

ایسے ہی ایک متقی اور پاکباز شخص اپنے تقویٰ پر نظر رکھتا اور بہت سے لوگوں سے اپنے کو افضل جانتا ہے اور بسا اوقات اہل معاصی کو حقارت سے دیکھتا اور ان پر ناک چڑھاتا ہے یہ حالت اس کے طریق سلوک سے غفلت کی ہے جو کبھی کبھی ایسے شخص کو طریق سے محروم ہی کر دیتی ہے۔

اور میں یہ بھی نہیں کہتا کہ اپنی کسر نفسی کیلئے فساق و فجار کی مجالس میں شرکت کیا کرو بلکہ اندر سے ان پر ناراض اور ظاہر میں ان سے اعراض رکھو اور ان کے حق میں تقدیر کے فیصلہ پر نظر رکھو کہ ان کیلئے یہی فیصلہ ہو چکا ہے کیونکہ ان میں کتنے ہیں جو اس ذات کی معرفت ہی نہیں رکھتے جس کی نافرمانی میں مبتلا ہیں اور بہت سے ایسے ہیں جن کو نافرمانی مقصود نہیں بلکہ ارادہ صرف اپنی خواہش کی موافقت کا ہے معصیت کا خیال بھی انہیں گراں گذرتا ہے اور کچھ ایسے بھی ہیں جن پر ذات کریم کے حلم اور عفو کے تصور کا غلبہ ہے اور معافی

کے قوی یقین کے پیش نظر وہ اپنے اعمال کو ہیچ سمجھتے ہیں اور یہ سب باتیں ان لوگوں کی طرف سے عذر و معذرت کے درجہ میں نہیں ہیں مگر اے صاحب تقوی تجھے سوچنا بلکہ یقین کرنا چاہئے کہ تیرے خلاف قائم ہونے والی حجت اور دلیل اس دلیل سے بڑھ کر ہے جو ان لوگوں پر قائم ہے کیونکہ تو جانتا ہے کہ کس کی نافرمانی کر رہا ہے تو جانتا ہے کہ تو کیا کر رہا ہے بلکہ تجھے قلوب کے دو انگلیوں کے درمیان پلٹیاں کھانے پر بھی دھیان رکھنا چاہئے کہ کبھی ہلاکت کا ایسا چکر بھی آسکتا ہے جس میں تو اس ذات سے کٹ کر رہ جائے اور کوئی کتا ہوا اصل بن جائے پس تعجب ہے اس پر جو ایسی خیر پر تو نشاندہی کرتا ہے جو اس کے علم میں ہے اور اس ذات کو بھلائے ہوئے ہے جس نے انعام فرمایا اور توفیق بخشی۔

صحیح عقیدہ

معلوم ہونا چاہئے کہ ہماری شریعت کے اصول مدون ہیں اور قواعد محفوظ ہیں جن میں کوئی خلل راہ پا سکتا ہے نہ ہی دخل اندازی ممکن ہے اور تمام شریعتوں کا یہی حال رہا ہے اور آفت اہل بدعت کی طرف سے آتی ہے یا جاہلوں کی وجہ سے مثال کے طور پر نصاریٰ نے جب دیکھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ذریعہ مردے زندہ ہو جاتے ہیں تو انہوں نے اس خلاف عادت فعل میں ذرا غور کیا کہ یہ انسانی طاقت سے باہر کی بات ہے تو انہوں نے اس فاعل کو صفت الوہیت سے موصوف کرنا شروع کر دیا اور اگر وہ اس کی ذات میں ذرا نظر کرتے تو معلوم ہوتا کہ اس میں تو حاجات اور کمزوریاں ہیں جو الوہیت کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتیں اور ایسی ذات الہ نہیں بن سکتی اور یہ بھی معلوم ہو جاتا کہ یہ جو کچھ ان کے ہاتھ پر ظاہر ہو رہا ہے کسی اور ذات کی قدرت کا کرشمہ ہے اور یہی صورت فروع میں بھی ظاہر ہوتی ہے مثلاً منقول ہے کہ نصاریٰ پر ایک ماہ کے روزے فرض ہوئے انہوں نے بیس دن اور بڑھا لئے اور پھر ان کو اپنی رائے سے سال کے ایک خاص موسم میں متعین کر لیا شریعت کے اصول و فروع میں اس طرح کی بد حواسیاں یہود نے بھی داخل کر لی تھیں اور ہماری امت میں پیدا ہونے والی کجروی بھی انہی گذشتہ لوگوں کے طور طریقوں سے کچھ ملتی جلتی ہے اگرچہ عمومی طور پر یہ لوگ شرک سے شک و تردد سے محفوظ رہے ہیں اور احکام شرع کی ایسی مخالفت سے بھی جو بظاہر قبیح اور بدترین ہوتی ہے کیونکہ یہ باقی امتوں سے عقل و فہم میں بڑھ کر ہیں تاہم شیطان ان کے ساتھ ساتھ تو رہتا ہے گو انہیں غرق کرنے کی خواہش میں کامیاب نہ ہو سکا

اور بعض کو گمراہی کے سمندر میں اس نے غرق کر بھی دیا ہے ان کی مثال یہ ہو سکتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نادر کتاب لائے ہیں جس کی شان میں کہا گیا ہے مافرطنا فی الکتاب من شیء: کہ ہم نے کتاب میں کوئی کمی نہیں چھوڑی اور سنت کے ذریعہ جوبات مشکل تھی اور محتاج بیان تھی اس کو بیان کر دیا گیا جیسا کہ ارشاد ہے (لتبین للناس ما نزل الیھم) تاکہ آپ لوگوں کیلئے وہ باتیں کھول کر بتادیں جو ان کی طرف نازل کی گئیں اور بیان کے بعد ارشاد فرمایا کہ میں نے تمہیں ایک صاف اور واضح طریق پر کر دیا ہے مگر کچھ لوگ آئے جنہوں نے آپ کی اس وضاحت پر قناعت نہیں کی اور نہ ہی وہ آپ کے صحابہ کے طریق پر راضی ہوئے بلکہ بحثیں کرنے لگے اور تقسیم ہو گئے۔

کچھ تو وہ ہوئے جنہوں نے ان باتوں میں دخل دیا جنہیں دلوں میں جمانے کیلئے شریعت نے بڑا زور دیا تھا اور ان لوگوں نے وہ باتیں دلوں سے محو کر دیں مثلاً قرآن وحدیث اللہ تعالیٰ کا تعارف ایسی صفات کے ذریعے کراتے ہیں جن سے قلوب میں اس کے وجود کا یقین بیٹھتا ہے اور وہ صفات گوان کے ظاہر سے عام موجودات کے ساتھ تشبیہ کا خیال پیدا ہوتا ہے مگر مقصود ایک موجود ذات کا اثبات ہے اور شریعت نے دیکھا کہ ان کو سن کر کچھ توہمات قلوب میں راہ پاتے ہیں تو اس کا علاج "لیس کمثلہ شیء" سے کر دیا گیا کہ اس جیسی کوئی چیز نہیں۔

پھر ان لوگوں نے قرآن کی طرف اپنا رخ کیا جو سب سے بڑا معجزہ ہے اور شریعت کو اس کے وجود کا اثبات اور دلوں میں اس کا یقین بٹھانا مقصود ہے تو ان میں سے کچھ لوگ کہنے لگے یہ تو مخلوق ہے جس سے اس کا احترام دلوں سے زائل کرنے کی کوشش کی اور یوں بھی کہا کہ کچھ بھی نازل نہیں ہوا اور نہ ہی اترنے کا تصور ممکن ہے بھلا صفت اپنے موصوف سے بھی الگ ہو سکتی ہے اور مصحف میں تو صرف اوراق ہیں اور دوات کی سیاہی ان لوگوں نے بھی شریعت نے جس کے ثبوت پر زور دیا اسے مٹانے کی کوشش کی اور یوں کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آسمان میں نہیں ہیں اور نہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ اللہ نے عرش پر استواء فرمایا ہے اور نہ ہی وہ آسمان دنیا پر نزول فرماتے ہیں بلکہ اس کی رحمت مراد ہے ان لوگوں نے بھی قلوب سے ان چیزوں کو مٹانے کی کوشش کی ہے جسے ثابت کرنا شریعت کو مقصود و مطلوب ہے اور جو کچھ یہ کہتے ہیں وہ شارع کی مراد نہیں ہے اور کچھ اور لوگ آئے جو شریعت کی حد پر قائم نہ رہے بلکہ انہوں نے خود رائی استعمال کرنا شروع کر دی اور کہا کہ "اللہ تعالیٰ عرش پر ہے" اور ثم استوی علی

ہند ستانی لائبریری
محمد گارڈن ریچ روڈ، مٹیابرج، کلکتہ

العرش پر قناعت نہیں کی اور ان کی وجہ سے لوگوں نے اپنے اسلاف کے علمی خزانے دفن کر دیئے ملحدوں نے ان کے لئے بہت سی حدیثیں گھڑیں اور یہ لوگ نہ جان سکے کہ اللہ کے حق میں کیا جائز اور کیا ناجائز ہے اور انہوں نے اپنی رائے سے ہی صفات ثابت مانی ہیں جن میں سے اکثر عرب کے توسعات کے طریق پر ہیں اور ان کو ظاہر ہی پر محمول کرتے ہیں ان کی مثال بجاناہی ایک شخص کی سی ہے جسے اس کی ماں نے تاکید کی کہ دروازہ کی حفاظت کرنا وہ دروازہ اکھاڑ کر ساتھ لے گیا اور گھر کا سامان لوگ لے گئے ماں نے ملامت کی تو کہنے لگا تو نے دروازے کی حفاظت کو کہا تھا یہ نہ کہا تھا کہ گھر کی حفاظت کرنا اور جب عرش پر ہونے سے ایک عظیم صورت کا خیال قائم ہونے لگا تو ایسی تاویل کرنا شروع کردی جو عرش پر موجود ہونے کے منافی ہے ایسے ہی (من اتانی یمشی، اتیته هرولة) کا معنی بتایا کہ اس سے مراد حسی قرب نہیں ہے بلکہ مرتبہ اور نصیب کا قرب ہے اور (الا ان یاتیهم الله فی ظلل) (ترجمہ) (مگر یہ کہ آئے ان کے پاس اللہ تعالی سائبانوں میں) اس آیت کو اپنے ظاہر پر محمول کرتے ہیں کہ خود ذات باری کا آنا ہی مراد ہے تو یہ لوگ کبھی تاویل کو جائز اور کبھی حرام کردیتے ہیں اور اللہ تعالی کی طرف منسوب اشیاء کو صفات کہتے ہیں جیسے اللہ تعالی نے نفخ اور روح کی نسبت اپنی طرف کی ہے اور ایسے ہی وہ ید کے ساتھ تخلیق کے قائل ہیں اور اگر وہ یوں کہتے ہیں کہ اپنی قدرت کے ساتھ پیدا کیا تو انکار ممکن نہ تھا بلکہ انہوں نے یوں کہا کہ یہ ایسی صفت ہے جس کا تعلق صرف خلق آدم کے ساتھ ہے دوسری مخلوق کے ساتھ نہیں ورنہ تخلیق آدم کی کیا فضیلت باقی رہے گی ان لوگوں کو فضیلت آدم کی فکر میں اس بات کا دھیان نہ رہا کہ حضرت حق کے لائق کون سی بات ہے اور کون سی نہیں ہے کیونکہ ذات باری کے حق میں مس بالید کا اور عمل بالآلات کا تصور ممکن نہیں ہے اور آدم کی نسبت جو اللہ تعالی کی طرف کی گئی ہے تو کہنے لگے کہ اللہ تعالی پر صورت کا اطلاق ہم کر سکتے ہیں کیونکہ آتا ہے "خلق آدم علی صورته" (کہ آدم کو اپنی صورت پر پیدا فرمایا) اور یہی معنی اس حدیث کا کیا کہ "جب کوئی مارے تو چہرے سے اجتناب کرے اور "قبح الله وجهك" (کہ اللہ تعالی تیرے چہرے کو قبیح کرے) نہ کہے اور نہ یہ کہے کہ اس چہرے کو قبیح کرے جو تیرے چہرے کے مشابہ ہے" کیونکہ اللہ تعالی نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا ہے۔ اب اگر ان کے بقول صورت سے مراد ذات حق ہے تو ذات حق کا (چہرہ معاذ اللہ) اس قائل کے چہرہ کے مشابہ ہو گا کیونکہ حدیث کے الفاظ میں یہ بھی ہے "ولا وجها یشبهه وجهك" اور ان لوگوں نے

حضرت خولہؓ بنت حکیم کی حدیث نقل کی ہے جس میں ہے "وان آخر وطئة وطئها الله بوج" کہ آخری افتاد جو ان پر اللہ تعالیٰ نے مقام وج میں ڈالی" ایسے ہی ایک حدیث ہے "اللهم اشدد وطاتك على مضر" اے اللہ مضر قبیلہ پر اپنی افتاد شدید کر دے۔ یہاں پر مراد یہ ہے کہ آخری واقعہ جس میں مسلمانوں نے کفار کو قتل کیا مقام وج میں جو غزوہ حنین تھا مگر یہ لوگ نہ روایت کو سمجھے نہ سیرت سے واقف، کہتے ہیں کہ ظاہر ہی مراد ہے اللہ تعالیٰ نے اس مکان کو خود پامال کیا ہے۔ اب اس میں کیا شک رہا کہ ان کے نزدیک اللہ تعالیٰ زمین پر تھے پھر آسمان کی طرف چڑھ گئے (معاذاللہ) ایسے ہی ان کا قول (ان الله لايمل حتى تملوا) (کہ اللہ تعالیٰ اُکتاتے نہیں ہیں اگرچہ تم اُکتا جاؤ) کی وضاحت میں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ملال (اُکتا جانا) کی وصف کے ساتھ موصوف ہونا جائز ہے اور یہ لوگ لغت سے جاہل ہیں اور یہ بھی نہ جان سکے کہ حتیٰ کا حرف یہاں پر اگر نہایت بتانے کے لئے ہے تو اس میں اللہ تعالیٰ کی مدح کیسے ہوئی کیونکہ لوگوں کے ملول ہونے پر جب ادھر بھی ملال آگیا (معاذاللہ) تو مدح کیا ہوئی مراد تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ملول نہیں ہوتے گو تم ہو بھی جاؤ اور یہ لوگ۔ اس حدیث کے بارے میں جو آپؐ نے ارشاد فرمائی کہ (رحم رحمٰن سے نسبت رکھنے والی چیز ہے جو کہ رحمٰن کے حقو (وسط) کے ساتھ چمٹ جائے گی) یہ کہتے ہیں کہ حقو بھی ذات حق کی ایک صفت ہے اور اس پر ایسی حدیثیں ذکر کرتے ہیں کہ اگر وہ نقض وضو کے بارے میں آتیں تو قبول نہ ہوتیں اکثر وہ ہیں جنہیں ملحدوں نے گھڑا ہے مثلاً عبداللہؓ بن عمرو کی روایت کہ "اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو اپنے بازوؤں اور صدر (سینے) کے نور سے بنایا" کہتے ہیں کہ ہم اسے اسی طرح اپنے ظاہر پر مانتے ہیں اور لوگوں کو راضی کرنے کو یہ بھی کہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کے لئے اعضاء ثابت نہیں کرتے گویا یوں کہتے ہیں کہ: فلاں قائم ہے اور وہ قائم نہیں ہے۔ پھر اس میں ان کا اختلاف ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں کہا جائے وہ بیٹھا ہے یا کھڑا ہے آیت میں ہے: قائماً بالقسط کہ "وہ انصاف کو قائم رکھنے والا ہے" اور یہ لوگ تو سمجھ بوجھ میں اس مذکور "جحا" سے بھی گئے گزرے ہیں کیونکہ "قائماً بالقسط" میں قیام مراد ہی نہیں یہ تو ایسا ہے جیسے کہا جاتا ہے الامير قائم بالعدل کہ امیر عدل قائم کرنے والا ہے وغیرہ وغیرہ۔

میں نے ان لوگوں کی بطور نمونہ بعض باتیں ذکر کر دی ہیں تاکہ ان کی طرف کوئی میلان نہ ہو جائے لہٰذا ان لوگوں سے بہت بچنا چاہئے کہ ان کے پاس نہ دین کی فقہ (سمجھ) ہے نہ عبادت اور اصل راستہ وہ اسلاف کا راستہ ہے، علاوہ ازیں امام احمد بن حنبلؒ کا قول ہے کہ یہ

انسان کے علم کی تنگی (کمی) کی بات ہے کہ وہ دین کے معاملہ میں دوسرے لوگوں کے پیچھے لگے تاہم یہ مناسب نہیں کہ جس کے پیچھے بھی لوگوں کی بھیڑ اور ان کی تعظیم ہوتی دیکھو تو اصول شرع میں ان کی تقلید مت کرو اور اگر کسی کی بات صحیح اصول کے خلاف سنو تو کہہ دو کہ کسی راوی کی غلطی ہے کیونکہ اس امام کی مسلمہ عادت ہے کہ وہ اپنی رائے سے کچھ نہیں کہتا اور بالفرض یہ بات انہوں نے کہی ہے کہ ہم اصول میں ان کے مقلد نہیں ہیں یہ ایک ایسا اصول ہے جس پر قائم رہنا ضروری ہے لہذا کسی صاحب کے ذکر سے جس کی لوگ تعظیم کرتے ہیں گھبرا نہیں جانا چاہئے۔

اس تمام تر تفصیل سے مقصود یہ ہے کہ ہمارا دین صحیح سالم ہے کچھ لوگوں نے اس میں بعض ناپسند اور اذیت ناک باتیں داخل کر دی ہیں اور نام نہاد صوفیوں نے ایسی باتیں داخل کرلی ہیں جن سے لوگ نفرت کھاتے ہیں حتی کہ ان کے افعال کو دیکھتے ہیں تو اسے طریق حق سے بعید سمجھتے ہیں اور اس طریق کی اکثر رہنمائی قصہ گو لوگوں نے کی ہے ایک عام آدمی جب ان کی مجلس میں آتا ہے بے چارہ اچھی طرح سے وضو بھی نہیں کرنا جانتا مگر یہ لوگ اسے گفتگو میں جنیدؒ کے باریک نکتے اور شبلیؒ کے اشارات سناتے ہیں جس سے یہ آدمی سمجھتا ہے کہ بس سیدھا راستہ یہی ہے کہ اہل وعیال کے لئے کسب معاش کو چھوڑ کر گوشہ تنہائی اختیار کیا جائے اور بزعم خویش اپنی اس خلوت میں اللہ تعالی کے ساتھ مناجات اور ہمکلامی کی جائے جبکہ یہ مسکین نماز کے ارکان تک سے واقف نہیں ہے نہ علم نے اس کی کچھ تربیت کی اور نہ ہی علماء کی مجلس میں اس کے اخلاق کی کوئی اصلاح ہوئی لہذا یہ اپنی خلوت و تنہائی میں اتنا ہی کچھ حاصل کر سکتا ہے جتنا کہ ایک گدھا اصطبل کی تنہائی میں اور اگر اس تنہائی اور ضروریات کی تقلیل کی مدت لمبی ہو گئی تو خشکی بڑھ جائے گی اور بعض دفعہ مالیخولیا کے ذریعہ اسے کچھ اجسام سے دکھائی دیں گے جن کو یہ ملائکہ خیال کرنے لگے گا اور پھر سر کو جھکا کر مصافحہ کرنے اور بوسہ دینے کو ہاتھ بھی بڑھانے لگے گا چنانچہ کتنے کاشتکار ہم نے دیکھے جو زراعت کو چھوڑ کر گوشہ نشین ہوئے اور اسی حالت کو پہنچ گئے بس اپنی محنت کی زندگی سے جان چھڑالی اب اگر اسے کہا جائے کہ کسی بیمار کا حال پوچھ لو تو کہتا ہے میری عادت نہیں ہے...... خدا کی لعنت ہو ایسی عادت پر جو شریعت کے خلاف ہے۔ بس عام لوگ قصہ کہانی سنانے والوں کے ہاتھوں یہ سمجھنے لگتے ہیں کہ صحیح راستہ یہی ہے وہ نہیں جو فقہاء و علماء بتاتے ہیں' اور بعض زہد و تصوف کے مدعی ایسے بھی ہیں جنہیں یہ پرواہ نہیں کہ شرع پر عمل ہے کہ نہیں پھر ان جاہلوں کی قسمیں ہیں

بعض ایسے ہیں جو اباحت کا مسلک اپنائے ہوئے ہیں کہ سب جائز ہے معاصی میں غرق رہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ شیخ سے مت پوچھو کہ یہ کیوں کیا کیسے ہوا اور بعض اپنی جھوٹی وضع کو تحفظ دینے کے لئے علم کے بغیر ہی فتویٰ بھی دے دیتے ہیں مبادا کوئی کہہ دے کہ شیخ کو علم نہیں ہے مجھے شیخ ابو حکیمؒ نے بتایا کہ شریف دحالی جو ایک معروف شخص تھا لوگ اس کی زیارت کو آتے برکت حاصل کرتے ایک دن ان کی مجلس میں تھا کسی نے شیخ ابو حکیمؒ سے مسئلہ پوچھا کہ : مطلقہ ثلثہ یعنی جس عورت کو تین طلاقیں ہو گئیں اگر اس کو لڑکا پیدا ہو جائے تو کیا طلاق دینے والے کے لئے حلال ہو جائے گی شیخ نے جواب دیا "خدا نہیں" اس پر شریف دحالی کہنے لگا کہ شیخ چپ رہیں خدا میں نے لوگوں کو فتویٰ دے رکھا ہے کہ وہ بالکل حلال ہو جائے گی۔

اور اسی شیخ ابو حکیمؒ نے یہ قصہ بھی سنایا کہ آزاد الحداد کا دادا علم کے نام سے معروف تھا اس کے پاس ایک عورت آئی اس نے ایک آدمی کے ساتھ اس کا نکاح کر دیا اور یہ بھی نہ پوچھا کہ عدت ختم ہو گئی ہے کہ نہیں حاکم وقت کو پتہ چلا اس نے دونوں میں تفریق (جدائی) کا حکم دیا اور نکاح خواں پر بھی نکیر کی کہتے کہ عورت اس صاحب کے پاس آکر کہنے لگی میرے آقا میں تو ایک جاہل عورت ہوں آخر آپ نے میرا نکاح کیونکر پڑھا دیا تھا کہنے لگا بس تو لوگوں کی باتوں کو جانے دے تو بالکل حلال اور پاک صاف ہے اور مجھے بعض فقہاء نے ایک عابد کا قصہ سنایا کہ وہ نماز میں کئی سال تک سجدہ سہو کیا کرتا تھا اور کہا کرتا تھا کہ خدا مجھے سہو نہیں ہوتا میں تو احتیاطاً ایسا کرتا ہوں فقیہ نے کہا کہ تیری نمازیں تمام کی تمام باطل گئیں کیونکہ تو نے ایسے سجدہ کا اضافہ کیا ہے جو شرعاً صحیح نہ تھا پھر وہ اضافے اور زائد باتیں جو ہمارے دین میں داخل ہوئی ہیں وہ نام نہاد صوفیاء کا طریق ہے کہ انہوں نے ایسے طریق اختیار کئے جن میں اکثر شریعت کے خلاف ہیں اور دین کے دعوے دار اس میں کمی بیشی کرتے رہتے ہیں مگر یہ کوئی شریعت یا دین نہیں۔ حتیٰ کہ ایک آدمی نے جو میرے قریب کے زمانہ میں گزرا ہے کثیر نام تھا جامع منصور میں داخل ہوا اور کہنے لگا میں نے اللہ تعالیٰ سے ایک عہد کیا تھا مگر توڑ بیٹھا ہوں میں نے اپنے نفس کو پابند کیا تھا کہ چالیس دن تک کھانا مت کھائیو اسے دیکھنے والے ایک شخص نے مجھے بتایا کہ وہ دس دن تک تو پکارا اور چوتھے عشرے میں موت کے قریب پہنچ گیا اور جب یہ عشرہ بھی پورا ہو گیا اور وہ چلہ سے فارغ ہوا تو اس کے حلق میں پانی ڈالا گیا تو ہم نے اندر سے یوں آواز سنی جیسے ابلتی ہوئی ہنڈیا کی ہوتی ہے اور وہ چند روز کے بعد مر گیا اس

مسکین کو دیکھو اور اس کی جہالت نے جو کچھ اس کے ساتھ کیا اسے بھی دیکھو اور کچھ لوگ ایسے بھی ہوئے جنہوں نے اپنے نفس کی محبوب و مرغوب نعمتوں اور لذتوں کے لئے ہر حکم کو ختم کر دیا اور تصوف کے شعبہ میں ایک قمیص ایک چھوٹی سی لنگی اور ہلکی سی ایک پگڑی پر قناعت کر لی اور کچھ نہیں دیکھ رہے کہاں سے کھا رہے ہیں کہاں سے پی رہے ہیں بڑے بڑے امیر کبیر دنیاداروں سے مجلسیں ہیں ریشم کا لباس اور شراب کا استعمال یہ سب کچھ اپنے مال و جاہ کو تحفظ دینے کے لئے' اور کچھ وہ ہیں جنہوں نے اپنے ہی طور طریقوں پر عمل کیا ہوا ہے اور ایسے کلمات کو دلیل بنایا ہے جن میں سے اکثر ثابت ہی نہیں اور کچھ گیت گانے سننے کھیلنے اور ناچنے پر لگے ہوئے ہیں پھر ان میں بھی بعض عشق کا دعویٰ رکھتے ہیں اور بعض حلول کا دعویٰ کرتے ہیں (کہ اندر کچھ اتر آتا ہے) اور ان چیزوں کو اپنی خواہش اور کھیل تماشہ کے طور پر دیکھتے سنتے ہیں اور یہ سب طریق عوام کو پوری طرح خراب کر رہے ہیں اور یہ تفصیل مزید طویل ہو سکتی ہے اور میں نے کئی ایک کتابیں لکھی ہیں جن میں تجھے بہترین تفصیل نظر آئے گی ایک ان میں سے تلبیس ابلیس ہے۔ مقصد یہ ہے کہ یہ یقین کر لینا چاہئے کہ شریعت کامل و مکمل ہے اگر سمجھ نصیب ہو جائے تو تجھے رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام کی اتباع کرنی چاہئے اور ادھر ادھر کے راستے ترک کرنے چاہئیں اور دین کے معاملہ میں اور کسی کے پیچھے نہ لگنا چاہئے اگر تو یہ مان گیا تو پھر کسی اور نصیحت کی تجھے ضرورت نہیں اور اہل نقل کے جمود اور متکلمین کی توسیع اور پھیلاؤ سے اور نام نہاد صوفیاء کی مجالس سے اور اہل بدعت کی پسندیدہ باتوں سے بہت بچ کے رہو اور ایسے علماء سے بھی جو صورۃً علم پر قائم ہیں اور عمل نہیں کرتے اور علم کے بغیر عبادت و ریاضت کرنے والوں کے عمل سے' اور اللہ تعالیٰ اپنے لطف و کرم سے جس کی تائید فرماتے ہیں اسے دین کی صحیح سمجھ عطا فرما دیتے ہیں اور اپنے وقت کا اسے مقتدا بناتے ہیں وہ کسی کی فضول بات کی پرواہ نہیں کرتا کسی کی ملامت کی طرف نگاہ نہیں کرتا وہ اپنی رسی واضح طریق کے رہنما کے حوالہ کر دیتا ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو رسمی طور پر بڑے بننے والوں کی اتباع سے بچا کر رسول اللہ ﷺ کی اتباع نصیب فرمائیں کہ وہی جوہر وجود ہیں اور مقصود کائنات ہیں ﷺ و علی آلہ واصحابہ واتباعہ ورزقنا اتباعہ مع اتباعہ (آمین)

دنیا پر اعتماد مت کرو

زمانے کو ایک حال پر قرار نہیں جیسا کہ ارشاد باری ہے کہ "اس زمانے کو ہم

لوگوں میں پھیرتے رہتے ہیں'' کبھی فقر ہوتا ہے کبھی غنا، کبھی عزت کبھی ذلت، کبھی احباب کی خوشی، کبھی دشمنوں کی شماتت (خوشی) پس بہترین آدمی وہ ہے جو ہر حال میں ایک اصول پر پکا رہے اور وہ اللہ تعالیٰ کا تقویٰ ہے کہ وہ غنی کی حالت میں زینت دیتا ہے فقر کی حالت میں صبر کے دروازے کھولتا ہے عافیت کی حالت میں نعمت کو مکمل کرتا ہے اور اگر کسی آفت میں آ جائے تو تحمل سکھاتا ہے اور اسے کچھ نقصان نہیں ہوتا زمانہ اسے نیچے کرتا ہے یا اونچا۔ اسے ننگا رکھتا ہے بھوکا رکھتا ہے یا سیر کرتا ہے کیونکہ یہ تمام چیزیں بدلتی رہتی ہیں زوال پذیر ہیں اور تقویٰ سلامتی کی بنیاد ہے اور ایسا پہرہ دار ہے جو کبھی نہیں سوتا پھسلنے کے وقت ہاتھ پکڑتا ہے شرعی احکام پر موافقت کرتا ہے اس کے برعکس منکر شخص ہے جسے بغیر تقویٰ حاصل ہونے والی لذت نے دھوکہ میں ڈال دیا ہے یہ لذت عنقریب جاتی رہے گی اور اسے تہی دامن چھوڑ جائے گی اور ہر حال میں پابندی کرو کہ تو تنگی میں فراخی کو پائے گا اور مرض میں عافیت کو اور یہ اس کا نقد حاصل ہونے والا فائدہ ہے اور آخرت کا نفع تو ظاہر ہے ہی۔

صبر کا پھل

ایک عجیب امر اور عمدہ بات سامنے آئی اور وہ ہے آفات و مصائب کا مومن پر مسلسل اترنا' اور لذتوں کی شکل و صورت کا باوجود طاقت حصول کے اس کے سامنے آنا خصوصاً ایسی لذتیں جنکے حصول میں کچھ تکلف بھی نہ کرنا پڑے مثلاً اپنی محفوظ خلوت میں محبوب کا مل جانا جو موافقت بھی رکھتا ہو...... میں نے کہا سبحان اللہ قوت ایمان کا ظہور جو یہاں ہو سکتا ہے وہ دو رکعت نماز میں کہاں۔ بخدا یوسف علیہ السلام کا عروج و سعود ایسے ہی مقامات میں پروان چڑھا میرے بھائیو! بخدا ذرا ان کے حال میں غور کرو اگر وہ اپنی خواہش کی موافقت کر لیتے تو کیا ہوتے کس مقام پر ہوتے اور پھر اس حالت اور آدم علیہ السلام کی حالت کا ذرا موازنہ کرو اور میزان عقل کے ساتھ ان کی حالت کے انجام اور ان کے صبر کے ثمر کا وزن کرو اور ہر خواہش کے وقت حالات فہمی کو اپنا لازمہ بنالو اور یقین کر لو کہ لذتیں مومن کے سامنے پیش کی جاتی ہیں اور جب ان کی ملاقات ایسے میدان کی صف میں ہوتی ہے اور عاقبت اندیشی کا لشکر اس سے پیچھے رہ جاتا ہے تو یہ شکست کھا جاتا ہے میرے سامنے ایسے شخص کا نقشہ آ رہا ہے اس نوع کی حالت میں مبتلا ہوا زبان حال اسے پکار رہی ہے ٹھہر' ٹھہر۔ اپنے کو سنبھال اور اس لذت سے بچ جسے تو اختیار کرنا چاہتا ہے کہ اس کا آخر انجام ندامت و بکاء (رونا) ہے اگر اس

ندامت کے ذریعہ اس گڑھے سے نکل بھی گیا تو زخمی تو ہو گا ہی۔ کتنے لوگ ہیں کہ جن کا قدم پھسلا اور اس کے بعد پھر اٹھ نہ سکا اور جو شخص یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کے ذلت کے منظر میں غور کرلے جب کہ وہ "اتصدق علینا" "کہ ہم پر صدقہ کیجئے" کی بھیک مانگ رہے تھے اسے اپنی لغزش کی نحوست کا یقین آسکتا ہے اور ان کے احوال میں غور کرنے والا خوب جان سکتا ہے کہ یوسف اور اس کے بھائیوں میں کس قدر فاصلہ ہے اگرچہ ان کی توبہ قبول ہو ہی چکی۔ کیونکہ پھاڑ کر سی لینے والا اور صحیح کپڑے والا کب برابر ہو سکتے ہیں اور کتنی ہڈیاں ہیں جو ٹوٹ جائیں تو پھر جڑتی نہیں اور بالفرض جڑ بھی جائے تو ضعف (کمزوری) ہمیشہ باقی رہتی ہے لہذا میرے بھائیو مشتبہ چیزیں سامنے آئیں اور جی للچانے لگے تو ذرا آنکھیں کھول کے رکھو اور گھوڑے کی لگام پر ہاتھ مضبوط کرلو اور اس بادل کو دیکھ کر ہوشیار ہو جاؤ جو تہ بہ تہ ہو کر ٹیلے کی طرف آرہا ہے کہ بسا اوقات ندی چڑھتی ہے اور سواروں کو بہا کرلے جاتی ہے۔

خوف اور امید کے درمیان

ایک عجیب حالت پر نظر پڑی اور وہ یہ کہ مومن پر افتاد پڑتی ہے وہ دعا مانگتا ہے اور خوب مانگتا ہے مگر قبولیت کے آثار کچھ بھی دکھائی نہیں دیتے حتی کہ جب یہ مایوسی کی حد کے قریب ہو جاتا ہے تو اس کا دل دیکھا جاتا ہے اگر وہ تقدیر پر راضی ہے اللہ تعالی کے فضل سے مایوس نہیں ہے تو ایسے وقت میں اکثر وبیشتر بہت جلد قبولیت اتر آتی ہے اس لئے کہ ایسے مقام پر ایمان کا غلبہ شیطان پر نمایاں ہوتا ہے اور لوگوں کے مقامات پہنچانے جاتے ہیں آیت سورۃ البقرہ (۲۱۴) میں اسی طرف اشارہ ہے "حتی یقول الرسول والذین امنوا معه متیٰ نصر اللّٰہ" (حتی کہ پکارنے لگا رسول اور اس کے ساتھی کب ہوگی مدد اللہ کی) اور ایسا ہی ماجرا حضرت یعقوب علیہ السلام کا ہوا کہ جب بیٹا لاپتہ ہو گیا اور مدت طویل ہو جانے پر بھی وہ اللہ تعالی کی رحمت سے مایوس نہ ہوئے تو دوسرا بیٹا بھی پکڑ لیا گیا مگر ان کی امید اپنے رب کے فضل کے ساتھ بدستور قائم رہی "ان یاتینی بھم جمیعا" سورۃ یوسف ۸۳ (امید ہے کہ اللہ تعالی ان سب کو میرے یہاں لے آئیں) اور اسی طرح حضرت زکریا علیہ السلام نے کہا تھا (سورۃ مریم ۸۴) "ولم اکن بدعائك رب شقیا" (اور اے اللہ میں تجھے پکارنے میں محروم نہیں رہوں گا) لہذا تو قبولیت کی مدت کو لمبا کبھی نہ سمجھنا بلکہ تیری نظر ادھر ہونی

چاہئے کہ وہ مالک ہے مدبر ہے حکمت والا ہے مصالح سے واقف ہے اور یہ کہ وہ تیرا امتحان چاہتا ہے تاکہ تیرا باطن ظاہر ہو جائے اور یہ کہ وہ تیری عاجزی اور تضرع دیکھنا چاہتا ہے اور پھر یہ کہ اس صبر پر وہ تجھے اجر دینا چاہتا ہے اور یہ کہ وہ تجھے تاخیر میں مبتلا کرتا ہے تاکہ تو شیطانی وسوسہ کے مقابلہ کے لئے تیار ہو سکے اور یہ تمام اشیاء خدا تعالیٰ کے فضل میں حسن ظن کو خوب پکا کرتی ہیں اور اس کے شکر پر آمادہ کرتی ہیں جبکہ وہ مصیبت سے تجھے ہلاک کرتا ہے کہ اس سے ہاتھ پھیلانے کا تقاضہ پیدا ہوتا ہے اور ایک نادار و فقیر کا پناہ پکڑنے کو بے قرار و مضطرب ہو جانا کامل درجہ کی غنا ہے۔

لذت منزل مقصود نہیں

آدمی کے بدن کا قیام مفید چیزوں کے حصول اور مضر چیزوں کی مدافعت میں ہے اسی لئے اس میں خواہش رکھی گئی تاکہ منافع کے حصول کا ذریعہ بنے اور غضب رکھا گیا تاکہ مضر چیزوں کے دفع کا ذریعہ بنے اور اگر خوردنی اشیاء میں رغبت و خواہش نہ ہو اور کھانا کھایا نہ جائے تو بدن قائم نہیں رہ سکتا۔ اس لئے اس میں ان اشیاء کی رغبت اور میلان رکھا گیا اور جب بدن کے حسب ضرورت چیز مل جاتی ہے تو رغبت ختم ہو جاتی ہے یہی معاملہ مشروبات' لباس اور نکاح کا ہے اور نکاح کا فائدہ دو طرح سے ہے ایک ہے جنس کی بقاء یہ اس کا مقصود اعظم ہے دوسرا اس زائد مواد کو خارج کرنا جس کا بدن میں جمع ہونا مضر ہوتا ہے اگر ایسے صاحب مواد شخص میں نکاح کی خواہش نہ رکھی جاتی تو ادھر کوئی راغب نہ ہوتا جس سے نسل بھی ختم ہو جاتی اور مجتمع مواد وایذاء کا باعث بنتا عارف حضرات نے تو اس مقصد کو سمجھا ہے اور جاہل لوگ اپنی شہوت اور خواہش کی رو میں بہہ نکلے اور اس کے اصل مقصد کو نہ سمجھ پائے اور اپنی عمر بے فائدہ مشاغل میں ضائع کر دی ان کا مقصد تخلیق ہاتھ سے جاتا رہا اور خواہشات نے ان کو مال کے فساد اور دین و عزت کی بربادی کی طرف دھکیل دیا اور بالآخر رخصت ہو گئے اور ہم نے بہت سے ناز و نعمت میں سرشار لوگ دیکھے جو مسلسل باندیاں خریدتے تاکہ ہر نئی باندی کے ذریعہ اپنی طبیعت میں ہیجان اور تحریک پیدا کریں جس سے بہت جلد ان کی اصل قوت ہی جواب دے گئی اور تھوڑے ہی عرصے میں موت کے گھاٹ اتر گئے اسی طرح ہم نے ایسے لوگ بھی دیکھے جو اپنے غیظ و غضب کی حدود سے آگے بڑھنے لگے تو انہیں اچانک قتل کر دیا گیا اور ان کے احباب کو بھی۔ بس جو شخص یہ جانتا ہے کہ یہ چیز۔۔

بدن کی اعانت کے لئے بنی ہیں تاکہ دنیا کے مراحل باسانی حل ہو جائیں محض لذت اندوزی کے لئے نہیں اور لذت ان میں بطور حیلہ رکھی گئی ہے تاکہ ان سے مطلوبہ نفع حاصل کیا جاسکے ایسا شخص عقل و سمجھ کا مالک ہے اس لئے کہ ان چیزوں سے لذتیں اٹھانا ہی اگر مقصود ہوتا تو حیوانات کو ان باتوں میں آدمی سے بڑھ کر حصہ نہ ملتا۔ پس وہ شخص قابل ستائش ہے جو فطری حقائق کو سمجھتا ہے اور خواہش کی لذت اسے مخلوقات کی حکمتیں سمجھنے سے غافل نہیں کرتی۔

تقویٰ سب سے قوی ہے

جو شخص معاصی کے انجام کو دیکھتا ہے وہ انہیں برا ہی جانتا ہے میں نے بہت سے لوگوں میں نظر دوڑائی جنہیں میں جانتا پہچانتا ہوں جو زنا وغیرہ جرائم کا خود اقرار کرتے ہیں ان کی قوت وطاقت کے باوجود میں دیکھتا ہوں کہ ان کی یہ غلطیاں اور لغزشیں کسی حد پر رکتی نہیں ہیں یوں لگتا ہے کہ ظلمت اور تاریکی ان کا لباس بن چکی ہے لوگوں کے قلوب ان سے نفرت کرتے ہیں کسی شے کی فراوانی اگر ان کے پاس ہے تو اکثر وبیشتر دوسروں کے مال سے آئی ہے اور اگر کسی موقعہ پر تنگی دیکھتے ہیں تو لگتے ہیں تقدیر پر غصہ نکالنے اور اس کے باوجود وہ اس میل کچیل میں غرق ہو کر آخرت سے غافل ہو چکے ہیں پھر میں نے اپنی نظر کا زاویہ بدلا اور ایسے لوگوں کے بارے میں خیال کرنے لگا جنہوں نے اپنی خواہشات کے ساتھ صبر کا معاہدہ کر لیا ہے اور حرام چیزوں سے بالکل الگ تھلگ ہو چکے ہیں ان میں ایسے بھی ہیں جن کیلئے دنیا میں لذیذ کھانوں، عمدہ فروش اور خوشگوار عیش کے پھل پک چکے ہیں اگر کسی بات میں انہیں تنگی محسوس ہوتی ہے تو صبر وسعت پیدا کر دیتا ہے اور رضا بالقضا اسے خوشگوار بنا دیتی ہے میں نے ان حالات سے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا معنی سمجھا " انه من يتق و يصبر فان الله لا يضيع اجر المحسنين. (سورۃ توبہ ۱۲۰) بات یہی ہے کہ جو شخص تقوی اختیار کرتا اور صبر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ ایسے نیکوکاروں کے اجر ضائع نہیں کرتا۔

بڑا کام کسی بڑے کی خدمت ہی میں پیش کیا جاتا ہے

عاقل انسان کو لائق ہے کہ ہر حال میں اپنے مولیٰ کے دروازے پر پڑا رہے اس کے فضل کے دامن سے وابستہ رہے گناہ کرے یا طاعت اس کی یاد کی خلوتوں میں اس کے ساتھ انس محسوس کرے اگر کوئی وحشت محسوس کرتا ہے تو اس کے سبب کو دور کرنے کی

کوشش کرے جیسا کہ شاعر کا قول ہے ۔ (ترجمہ) کیا تو اپنے گناہ کی وجہ سے وحشت محسوس کرنے لگا ہے جب چاہے نیکی کر اور انس حاصل کرلے......

پس اگر طبیعت میں دنیا کا میلان دیکھتا ہے تو اسی سے طلب کرے اور آخرۃ کا میلان ہے تو اس کیلئے عمل کی توفیق بھی اسی سے مانگے اور اگر کسی دنیاوی مقصد میں نقصان کا خوف ہے تو اللہ تعالیٰ سے اپنے قلب کی اصلاح اور مرض کی شفا کا سوال کرے کیونکہ جب اس کی اصلاح ہو جائے گی تو موذی چیز کا مطالبہ نہیں کرے گا ایسے حالات والا شخص خوشگوار زندگی رکھتا ہے مگر ان حالات کیلئے تقویٰ کی پابندی لازم ہے کہ انسان کی اصلاح کا مجرب نسخہ یہی ہے اہل تقویٰ ہر شے سے مصروف ہو سکتے تھے مگر اس کے در کا سوال اور اس کی چوکھٹ کی پناہ کبھی نہ چھوڑی حدیث شریف میں ہے کہ قتیبہ بن مسلم نے جب ترکوں کے ساتھ جہاد کیلئے صف بندی کی تو ان کو دیکھ کر کچھ گھبرانے لگے اور پوچھا محمد بن واسع کہاں ہے؟ کہا گیا کہ وہ لشکر کے میمنہ (دایاں حصہ) کے آخر میں ہے اپنی کمان کے سرے پر جھکا ہوا آسمان کی طرف انگلی سے اشارہ کر رہا ہے قتیبہ نے کہا کہ یہ ایک انگلی مجھے ایک لاکھ لہراتی ہوئی تلواروں سے نیزوں کی نوک سے زیادہ محبوب ہے جب فتح ہو گئی تو محمد بن واسع سے پوچھا تو اس وقت کیا کر رہا تھا کہنے لگا تیرے لئے ایک جامع طریق کی درخواست کر رہا تھا۔

نظر کا لگنا برحق ہے

جس شخص کو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں نے ڈھانپ رکھا ہے مناسب ہے کہ ان میں سے ایسی نعمتوں کا اظہار کر دیا کرے جن کے آثار نمایاں ہوتے ہیں سب کی سب نہ دکھاتا پھرے اس چیز کا دنیا کی عظیم لذتوں میں شمار ہوتا ہے مگر احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ اسے ترک کر دے کیونکہ نظر کا لگنا برحق ہے میں نے بعض نعمتوں کو دیکھا کہ ان کا اظہار نفس کو بہت لذیذ محسوس ہوتا ہے مگر ان کا اظہار اگر تو کسی دوست کے پاس کرے گا تو اس امکان کا انکار نہیں کہ اس کا باطن غیظ و غصہ سے پھٹ جائے اور اگر کسی دشمن کے سامنے کرے گا تو اس کا حسد کی وجہ سے نظر لگانا بالکل ظاہر ہے علاوہ ازیں حاسدوں کا شر تو ایک لازم شئی ہے کہ وہ آفت و مصیبت کے حال سے شفا محسوس کرتے ہیں اور نعمت کی حالت ہو تو نظر لگاتے ہیں اور یہ قسم کی بات ہے کہ صاحب نعمت اپنے حاسدوں کو غیظ و غضب میں جلانا چاہتا ہے لیکن اس کی بھی کوئی ضمانت نہیں کہ اس کی نعمت کو خطرہ نہ ہو گا کیونکہ اکثر و بیشتر حاسد نظر لگاتے رہتے ہیں

لہذا اجتلاء غیظ کرنے کے لئے اظہار کی لذت اس نقصان کے برابر بھی نہیں آتی جو نظر لگانے سے ہو گیا ہے اور حال میں اپنے حالات کو چھپائے رکھنا محتاط آدمی کا کام ہے کہ یہ مسکین اگر اپنی عمر بتائے تو لوگ زیادہ سمجھیں گے تو کہیں گے بوڑھا کھوسٹ ہے اور تھوڑی محسوس کریں گے تو چھوٹا سمجھ کر حقیر جانیں گے اور اپنے عقیدہ کا اگر اظہار کرے گا تو عداوت کی وجہ سے مخالف ہو جائیں گے اگر اپنا مال بتائے تو تھوڑا ہونے پر حقیر جانیں گے زیادہ ہوا تو حسد کریں گے انہی تین باتوں کے بارے میں شاعر نے کہا ہے (ت) اپنی زبان کی حفاظت کر اور تین چیزیں حتی الامکان ظاہر مت کر اپنی عمر اور مال اور مذہب کیونکہ ان تینوں پر تین طرح کی آفتیں آتی ہیں شک ڈالنے والوں کی طرف سے فریب دینے والوں کی طرف سے اور تکذیب کرنے والوں کی طرف سے بس میری غیر مذکورہ باتوں کو ان مذکورہ پر قیاس کر لو اور ان نادانوں کے سے مت ہو جو اپنے راز کو سنبھال نہیں سکتے اور ایسی جگہ بھی کہہ دیتے ہیں جہاں کہنا مناسب نہیں ہوتا اور بہت سے کلمے ہیں جنہیں زبان بول بیٹھتی ہے اور انسان ہلاک ہو جاتے ہیں۔

لغزش بغیر عبرت

میں نے ہر اس شخص کو دیکھا جو بارش میں یا چلتے ہوئے کسی شے کی وجہ سے پھسلتا ہے کہ وہ اس شے کو دیکھتا ہے جس کی وجہ سے پھسلا اس کا یہ دیکھنا اسی طبعی تقاضے کی وجہ سے ہے جو اس میں فطرت نے رکھا ہے یا تو اس لئے دیکھتا ہے کہ دوبارہ کبھی وہاں سے گزر ہو تو احتیاط کر سکے اور یا اس لئے دیکھتا ہے کہ اپنی سمجھ بوجھ اور احتیاط کے باوجود وہ کیونکر نہیں بچ سکا مجھے اس سے ایک اشارہ ملا اور میں نے کہا "اے بار بار پھسلنے والے تو اس چیز کو کیوں نہیں دیکھتا جو تجھے پھسلاتی ہے تاکہ تو بھی آئندہ بچ سکے یا احتیاط کے باوجود یہ واقعہ ہو گیا ہے تو اپنے نفس میں اس کی قباحت ہی بٹھالے کیونکہ اکثر غور و فکر والے یوں سوچتے ہیں کہ میرا فلاں ساتھی کیسے پھسل گیا حالانکہ وہ اس قسم کی باتوں سے بچتا تھا جو میرے سامنے ہیں تو تعجب ہے تجھ پر کہ تو فلاں گناہ کی مثل کے ساتھ فلاں گناہ کی مثل کی وجہ سے کیسے پھسل گیا تجھے اس کی ظاہری چمک کیسے دھوکا دے گئی جبکہ تو اپنی عقل کے ساتھ اس کے باطن کو جانتا ہے اور اپنی فکر کی آنکھ کے ساتھ اس کے انجام کو دیکھ رہا ہے تو نے ایک فانی چیز کو باقی پر کیسے ترجیح دے دی تو نے خسارہ کا یہ معاملہ (سودا) کیسے کر لیا معاملہ کی ہوشیاری اور بیداری پر اونگھ اور غفلت

کی لذت کو کیسے اختیار کر لیا ہائے افسوس تجھ پر تو نے اپنے اس معاملہ میں ندامت کے وہ بوجھ خرید لئے ہیں جنہیں کمر اٹھا نہیں سکتی اور تیر اسر اتنا نیچا ہو گیا ہے جو مدتوں تک اونچا نہ ہو سکے گا اور اپنے فعل کی قباحت پر غم کے وہ آنسو تو نے لئے ہیں جن کی کوئی انتہاء نہیں ہے اور ان سے بڑھ کر قباحت یہ کہ تجھے یہ کہا جائے گا کہ یہ کس چیز کے عوض لیا کس غرض کے لئے لیا اور یہ کس کے مقابلہ میں ترجیح دے کر لیا۔اے وہ شخص جس کا صحیفہ فریب نے الٹ دیا ہے۔

اللہ تعالی جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے

اسے ابتلاء میں ڈالا جاتا ہے

میں نے اللہ تعالی کے اس قول میں غور کیا "فمن اتبع هدی فلا یضل ولا یشقی" (ترجمہ) "پس جس نے میری ہدایت کی پیروی کی وہ نہ بھٹکا نہ محروم رہا" مفسرین نے هدی کی تفسیر رسول اللہ ﷺ اور کتاب اللہ سے کی ہے میرے نزدیک یہی حقیقت ہے کہ جو شخص قرآن و سنت کی اتباع کرتا اور ان پر عمل کرتا ہے تو بلا شک ضلال سے بچ جاتا ہے اس کے حق میں آخرت کی شقاوت و محرومی ختم ہو جاتی ہے جبکہ وہ اسی حال پر فوت ہو اور ایسے ہی شقاوت دنیا سے بھی محفوظ ہو جاتا ہے لہذا وہ قطعاً شقی نہیں ہے یہی مضمون اس آیت میں ہے "ومن یتق اللہ یجعل له مخرجا" "جو کوئی اللہ سے ڈرتا ہے وہ اس کے لئے راہ پیدا کرتا ہے" پھر بھی اگر کبھی اسے کسی مصیبت میں دیکھے تو اسے اس کے اجر کا ایسا یقین ہوتا ہے جو کڑوی اور تلخ چیز کو بھی لذیذ کر دیتا ہے اور اکثر و بیشتر ہر حال میں خوشحال ہی رہتا ہے اور اغلب یہی ہے کہ اسے کوئی مصیبت نہیں آتی الا یہ کہ وہ تقویٰ کی راہ سے ہٹ جائے لہذا تقویٰ کے پابند پر آفت نہیں آتی یہ اکثری بات ہے تاہم اگر تقویٰ کے باوجود کوئی مصیبت دیکھو تو اکثر یہ ہوتا ہے کہ کسی سابقہ گناہ کا بدلہ ہے اور اگر یہ بھی مان لیں کہ پہلے بھی کوئی گناہ نہ تھا تو یہ اس کے صبر کے سونے کو مصیبت کی بھٹی میں ڈالا جاتا ہے حتی کہ وہ خالص سرخ ڈلی کی شکل میں ہو جاتا ہے اور وہ اس میں بھی لذت محسوس کرتا ہے کیونکہ وہ اس آفت میں بھی ابتلا کو نہیں بلکہ مبتلا کرنے والے کو دیکھتا ہے جیسا کہ شبلیؒ کا قول ہے: کہ لوگ تیری نعمتوں کی وجہ سے تجھ سے محبت کرتے ہیں اور میں تیرے ابتلا کی وجہ سے تجھے محبوب رکھتا ہوں۔

ہندوستانی لائبریری
مرزوں ریچ روڈ شیابرج کلکتہ

گناہ کی نحوست

گناہوں سے لذت وہی محسوس کرتا ہے جو غفلت کے نشہ میں ہے رہا مؤمن تو اسے گناہ میں لذت آہی نہیں سکتی کیونکہ عین لذت کے وقت گناہ کے حرام ہونے کا علم اور عذاب کا خوف اس کے سامنے ہوتا ہے پھر اگر اس کی معرفت میں کچھ جان ہے تو وہ اپنے علم کی آنکھ سے دیکھ لے گا کہ روکنے والا بھی قریب ہی موجود ہے پس اُن لذت میں بھی اس کی عیش کر کری (بدمزہ) ہو جاتی ہے اور اگر خواہش کا نشہ غالب ہے تو ان مراقبات سے دل بدمزہ ہونے لگتا ہے گو طبیعت اپنی شہوت میں مست رہے اور یہ کیفیت بھی چند لمحات کی ہوتی ہے پھر اس کے بعد ہمیشہ کی ندامت اور مسلسل رونا دھونا اپنے کئے پر مدتوں تک افسوس کرنا مسلط ہو جاتا ہے حتی کہ معافی کا اگر یقین بھی ہو جائے تو عتاب کا خوف پھر بھی سامنے رہتا ہے پس افسوس ہے ان گناہوں پر جن کے آثار کس قدر قبیح اور جن کے حالات کس قدر بدترین ہیں اور کسی شہوت و خواہش کا حصول بھی اسی قدر ہوتا ہے جس قدر غفلت کا غلبہ ہوتا ہے۔

مجلس علم تنہائی سے بہتر ہے

میں ایک دن صبح سویرے اٹھا اور جامع الرصافہ میں ذرا علیحدگی اختیار کرنے کا ارادہ ہوا میں اپنے خیالات میں چکر کاٹنے لگا اور اس جگہ کے بارے میں اور جو علماء و صلحاء یہاں رہ چکے تھے ان کے بارے میں سوچنے لگا میری چشم خیال میں ایسے لوگ آئے جو یہاں مدتوں رہ چکے تھے میں نے ان میں سے ایک سے پوچھا آپ یہاں پر کتنی مدت سے مقیم ہیں اس نے کوئی چالیس برس کے قریب کا اشارہ دیا میں نے اس کے حجرہ کی طرف نظر کی وہ میل کچیل اور گرد و غبار سے اٹا ہوا تھا۔ میں سوچنے لگا کہ اس مدت میں اس نے اپنے نفس کو نکاح کے تقاضوں سے بھی باز رکھا ہوا ہے میرے جی میں اس کی یہ بات بھلی معلوم ہونے لگی دنیا اور اس کی فریب کاریاں مذموم نظر آئیں ادھر علم نے اس پر نکیر شروع کردی حقائق کی فہم اور شرعی بصیرت نے علم کی تائید کی جس کے بعد میں نے نفس سے کہا کہ تجھے معلوم ہونا چاہئے کہ یہ لوگ دو قسم کے ہیں (۱) وہ لوگ جو ان احوال پر صبر کرتے ہوئے اپنے نفس سے مجاہدہ کرتے ہیں ایسے لوگ علم والے حضرات کی مجالس میں شرکت کی فضیلت سے محروم رہتے ہیں نیز طلب اولاد سے اور لوگوں کو نفع پہنچانے سے بھی بلکہ اہل فہم کی مجالس میں جا کر خود نفع حاصل کرنے سے بھی محروم رہتے ہیں پھر ان کے نفس میں ایک وحشت کی سی حالت

پیدا ہو جاتی ہے اور وہ علیحدگی برائے علیحدگی کو ترجیح دینے لگتے ہیں اور کبھی طبیعت میں یبوست خشکی بڑھ جاتی ہے اور اخلاق بگڑ جاتے ہیں اور کبھی مادہ منویہ کے جمع رہنے سے زہریلے اثرات پیدا ہو جاتے ہیں جو بدن اور عقل کے فساد کا موجب بنتے ہیں اور بسا اوقات خلوت کا اثر وساوس کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے اور وہ اپنے کو اولیاء میں سے شمار کرتے ہیں اور اپنی معرفت پر کفایت کر لیتے ہیں اور کبھی شیطانی خیالات گھیرا ڈالتے ہیں تو یہ ان کو اپنی کرامات سمجھنے لگتے ہیں اور کبھی وہ اپنے انہی حالات کو منتہاء مقصود بنا بیٹھتے ہیں اور اتنا بھی نہیں جان پاتے کہ وہ کراہت کے قریب ہو رہے ہیں کرامت کے نہیں۔ آنحضرت ﷺ نے آدمی کو تنہائی میں رات گزارنے سے منع فرمایا ہے اور یہ سب کے سب تنہائیوں میں گزار رہے ہیں اور آپ ﷺ نے تبتل (لوگوں سے انقطاع) سے منع فرمایا اور یہ تبتل اختیار کئے ہوئے ہیں اور آپ ﷺ نے رہبانیت سے منع فرمایا ہے اور یہ اس میں مبتلا ہو رہے ہیں اور ابلیس کے مخفی دھوکہ میں آگئے ہیں جس کی وجہ سے وہ انتہائی لطیف اور خفی طریق سے گمراہی کے گڑھوں میں دھکیل دیتا ہے (۲) دوسری قسم کے لوگ وہ ہیں جنہیں شیخ فانی کہہ سکتے ہیں اور ان کا انقطاع ایک مجبوری اور ضرورت ہے کہ ان کا کوئی ٹھکانہ بھی نہیں ایسے لوگ بمنزلہ اپاہج کے ہیں اور پہلی قسم کے لوگ وہ ہیں جنہوں نے اپنے علم و عمل اور کسب کا رشتہ قطع کر کے اپنا تعلق ان فتوحات کے ساتھ جوڑ لیا جو ان کے دروازے پر دستک دیتی ہیں تو یہ لوگ بینائی کے بجائے اندھے پن پر اور آزادی کے بجائے مقید ہونے پر راضی ہو چکے ہیں میرا نفس کہنے لگا جو کچھ تو کہہ رہا ہے میں اسے پسند نہیں کرتا کیونکہ تیرا میلان پسندیدہ عورتوں سے نکاح اور مرغوب عمدہ کھانوں کی طرف ہے جب تو اہل تعبد (ریاضت کرنے والے) میں سے نہیں ہے تو ان پر طعن بھی مت کر۔

میں نے جواب دیا کہ اگر تیری فہم کام کرتی ہے تو میں بات کر چکا اور اگر تو ظاہر حال دیکھ کر ان کے پیچھے لگنے والا ہے تو تیرے پاس فہم ہی نہیں ہے تجھے معلوم ہونا چاہئے کہ نکاح سے مقصود چند ایک چیزیں ہیں مثلاً طلب اولاد' زائد مواد کو خارج کر کے شفاء نفس کا حصول اور اس مواد کا خروج بدرجہ کمال پسندیدہ بیوی کے بغیر نہیں ہوتا اس کا اندازہ بدون الفرج وطی سے ہو سکتا ہے کہ اس میں فضلات خارج تو ہوتے ہیں مگر اس درجہ کے نہیں جو وطی فی الفرج کی صورت میں ہوتے ہیں اور ان فضلات کے مکمل طور پر نکلنے سے نفس کو اپنے مشاغل سے فراغ ہوتا ہے اور وہ جاننے لگتا ہے کہ میں کہاں ہوں۔ جیسا کہ ہم قاضی کو کہتے

ہیں کہ فیصلہ دینے سے پہلے کھانے سے فارغ ہو جائیں اور ایسے ہی ہم اسے بحالت غضب یا قضاء حاجت کے تقاضا کے وقت فیصلہ کرنے سے منع کرتے ہیں اور فراغ مادہ کی غرض جب بدرجہ کمال پوری ہو توجہ بھی کامل و مکمل بنتا ہے کیونکہ مادہ ولادت بدرجہ تمام حاصل ہوا ہے علاوہ ازیں خود نفس کا بھی حق اور حصہ ہے جیسا کہ بحالت سفر اونٹ کا حصہ اور حق چارہ یا پانی وغیرہ کا ہوتا ہے اور یہ سفر میں اس کے معاون بھی ہوتا ہے باقی کھانے وغیرہ کی اشیاء کا معاملہ تو وہ شخص جاہل ہے جو ان کو اپنا مقصد بنا تا ہے یا صرف ان کی لذتوں ہی کا طالب ہے کیونکہ مقصد تو سواری کی اصلاح ہے کہ اس کا دھیان ادھر ادھر نہ جائے اور اس کی مراد اور غرض پوری ہو جائے جو اصل مقصد کے دھیان میں رکاوٹ بن سکتی ہے۔ اس سلسلہ میں قرن اول پر نظر کرو تو تمہیں اس قسم کا عجیب منظر دکھائی دے گا خود آنحضرت ﷺ نے عائشہؓ کو اپنے نکاح میں لیا جو کہ آپ کے ہاں پسندیدہ تھی حضرت علیؓ کے نکاح میں ۴ آزاد عورتیں اور سترہ باندیاں تھیں جنہیں چھوڑ کر رخصت ہوئے اور اس امت سے پہلے حضرت داؤد علیہ السلام کے ہاں سو اور سلیمان علیہ السلام کی ہزار بیویاں تھیں اب جو شخص اس طریق (خلوت) میں خلل کا دعویٰ کرتا ہے یا ان حضرات کو کہے کہ انہوں نے خواہشات کو ترجیح دے رکھی تھی اور اپنی متاع عمر ان اغراض میں لگا دی جبکہ دوسرا حال افضل و بہتر تھا تو گویا اس نے ان کاملین کے ناقص ہونے کا دعویٰ کیا حالانکہ فہم میں یہ خود ناقص ہے وہ حضرات ناقص نہ تھے۔

حضرت سفیان ثوریؒ سفر کے لئے نکلتے تو بھنا ہوا گوشت اور فالودہ وغیرہ ساتھ لے لیتے تھے اور خوب خوش خوراک تھے فرمایا کرتے تھے کہ جانور کے ساتھ حسن سلوک نہ کرو گے تو کام کیا دے گا اور یہ باتیں جن کی طرف میں نے اشارہ کیا ہے اگر اپنی حاجت اور ضرورت کے بقدر اور نفس کے تقاضہ کے پیش نظر قصد میں رکھا جائے یا دینی اور دنیوی اغراض حاصل کرنے کے لئے مطلوب ہوں تو یہ صحیح قصد ہے اور اس کی طرف وہ شخص نہیں کرتا جو چند رکعات کا قیام و قعود تو کرتا ہے مگر ان کا معنی نہیں سمجھتا اور ایسے وظائف میں لگا ہوا ہے جن کے اکثر و بیشتر الفاظ تک صحیح نہیں ہیں۔

بس کچھ نہیں ہے سوا علم کے جو تمام صفات میں افضل ہے عبادات میں اشرف ہے جو مصالح (بھلائیوں) کا حکم دیتا ہے پند و موعظت کا کلام کرتا ہے علاوہ ازیں علم کے منافع معروف و مشہور ہیں اور زاہد کا زہد اس کے دروازہ کی دہلیز سے آگے نہیں گزرتا آپ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ اللہ تعالیٰ کا تیرے ذریعہ سے کسی شخص کو ہدایت دے دینا تیرے پوری

دنیا سے بہتر ہے جس پر سورج طلوع کرتا ہے پھر اس کی تائید رسولوں کی فضیلت سے بھی ہو سکتی ہے جو ان کو انبیاء علیہم السلام پر حاصل ہے بلکہ ان شکاری جانوروں کی فضیلت سے جو نہ شکار کرنے والے جانوروں پر اور جس مٹی سے قابل نفع چیزیں تیار ہوتی ہیں وہ افضل ہے اس مٹی سے جو گزرگاہوں میں پڑی ہے علماء کے پیش نظر مباح امور میں علمی تصرفات کرنا ہے اور اکثر زاہد کہلانے والے جاہل ہیں ان کو لوگوں کی دست بوسی نے معبد (عبادت گزار) بنا دیا ہے کہ وہ عبادات کو چھوڑے ہوئے ہیں پس اس خلوت پسندی نے کتنا علم ضائع کیا ہے جس سے دینی بنیادیں اصلاح پا سکتی تھیں اور اس نے کتنوں کو آفتوں میں ڈالا اور ان کا دین تباہ کیا پس عالم کی علیحدگی اور تنہائی صرف اور صرف شر سے ہے اللہ تعالیٰ توفیق بخشیں۔

الٹا گرے ہوئے قلوب

ہر سمجھدار عاقل کو معاصی کے انجام سے ڈرنا چاہئے کیونکہ بندوں اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی قرابت ورشتہ داری نہیں ہے وہ تو انصاف کو قائم رکھنے والا اور عدل و انصاف کے فیصلے کرنیوالا ہے گو اس کا علم بہت وسیع ہے وہ چاہے تو بڑے سے بڑے جرم کو معاف کر دے اور پکڑنے پر آئے تو معمولی غلطی پر گرفت کر لے پس احتیاط اور ہر دم احتیاط لازم ہے میں نے بہت سے عیش و عشرت کے مزے اڑانے والے دیکھے جو شب و روز اپنے ہمہ قسم معاصی اور مظالم میں مست رہتے تھے وہ اس طریق سے گرفت میں آئے جس کا انہیں وہم و گمان بھی نہ تھا وہ نیست و نابود کر دیئے گئے انکی مضبوط بنیادوں پر قائم عمارتیں پیوست زمین کر دی گئیں جو انہوں نے اپنی نسلوں تک کے لئے تیار کی تھیں اور یہ سب کچھ اسی لئے ہوا کہ ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے صرف نظر کیا اور یہ خیال باندھے رہے کہ ان کی نام و نمود کی بھلائیاں انکے شر و فساد کے مقابلے کو کافی ہونگی بس ان کے وہم گمان کی کشتی ذرا ٹیڑھی ہوئی اور انکے مکر و فریب کا پانی اس میں گھسا اور سب کو غرق کر گیا۔

اور میں نے کچھ ایسے لوگ دیکھے جو بظاہر علم سے تعلق و نسبت رکھتے تھے مگر اپنی خلوتوں میں خدا تعالیٰ سے غافل رہتے تھے جس سے انکی مجالس کا ذکر بھی اکارت ہو گیا اور وہ موجود ہوتے ہوئے کالعدم ہو گئے کہ ان کی زیارت میں کوئی مزہ اور ان کی ملاقات میں کوئی کشش نہ رہی پس حق جل مجدہ کے مراقبہ میں بھی بہت محتاط اور ہوشیار رہنا چاہئے کہ اسکے میزان عدل میں ایک ذرہ برابر جھول نہیں اور اس کی جزا خطاکار کے لئے تیار ہے گو کچھ عرصہ

بعد میں ملے اور اس تاخیر کو کبھی عفو ودر گذر سمجھ لیا جاتا ہے حالانکہ یہ ڈھیل اور مہلت ہے چھٹی نہیں ہے اور گناہوں کے انجام بہت برے ہوتے ہیں لہٰذا اپنی تنہائیوں میں بھی خدا تعالیٰ سے بہت ڈرنا چاہئے اپنے باطن پر ہمہ وقت نگاہ کر اپنی نیت کو بہت ہی درست کرو کہ ہر وقت تم اللہ تعالیٰ کی چشم بینا کے سامنے ہو اسکے حلم وکرم کو دیکھ کر کبھی دھوکہ میں مبتلا نہ ہونا کہ وہ بہت سوں کو ڈھیل دیتے ہیں اپنی خطاؤں کو یاد کر کر کے ان کو مٹانے کی محنت میں لگے رہو اور گناہوں سے بچنے کے ساتھ ساتھ اسکی بارگاہ میں گریہ وزاری سے بڑھ کر کوئی چیز نفع بخش نہیں ہے پس کیا بعید ہے کہ...... اور ان باتوں میں غور کرنے والے مخلصین نفع پاتے ہیں۔

ایک اللہ والے کا بیان ہے کہ مجھے ایک لذت کو حاصل کرنے اور خواہش کو پورا کرنے کی قدرت ملی جو گناہ کبیرہ نہ تھا میرے نفس نے یہ دیکھ کر صغیرہ ہی تو ہے اور اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم بہت عظیم ہے مجھ سے بحث شروع کر دی۔ میں نے اپنے نفس سے کہا کہ اگر تو اس خواہش پر غالب آگیا پھر تو' تو ہے (یعنی باہمت شمار ہوگا) (یعنی کن میں شمار ہوگا) اور میں نے اسے ایسے لوگوں کا ذکر سنایا جنہوں نے ایسی باتوں میں ڈھیلا پن دکھایا تو وہ خدا تعالیٰ کی نگاہ سے گر گئے اور ان کا ذکر تک ختم ہو گیا تب جاکے نفس میں رکاوٹ پیدا ہوئی اور اپنے ارادہ سے رجوع کیا "اللہ توفیق دینے والے ہیں"

بڑی آگ چھوٹی چنگاری سے جلتی ہے

اکثر لوگ بعض باتوں کو ہلکا سمجھتے اور ان میں نرمی اختیار کرتے ہیں اور وہ اصل میں مقدمہ اور بنیاد ہوتی ہے جیسے طالب علم کا پی کا کوئی جز یا ورق دوسرے سے لیتے ہیں اور واپس نہیں کرتے اور ایک شخص کسی کھانے والے کے پاس بر وقت جاتا ہے تاکہ اس کے ساتھ شریک طعام ہو جائے یا کسی ایسی تقریب میں کھانا کھاتا ہے جہاں اس کو دعوت نہیں ہے ایسے ہی کسی مخالف کی بے عزتی میں بغرض لذت ڈھیلا پن دکھاتا ہے اور اس قسم کے جرائم کو معمولی سمجھتا ہے نیز کسی نامحرم پر نظربازی کرنا اور اسے ہلکا خیال کرنا وغیرہ اور ان اعمال کا کم از کم اثر ایسے شخص پر یہ ہوتا ہے کہ وہ لوگوں کی نظروں میں اپنی امتیازی شان اور مرتبہ پر نہیں رہتا اور اللہ تعالیٰ کے ہاں اپنے بلند مقام سے گر جاتا ہے اور کبھی کبھی زبان حال اسے پکار کر کہتی ہے کہ اے شخص تونے جو ایک معمولی اور ہلکی سی امانت میں خیانت کرلی ہے تو اپنے قرب

کے ذریعہ رب دیان کو راضی کرنے کی تو کیا توقع رکھتا ہے۔

ایک بزرگ کہتے ہیں کہ میں نے ایک لقمہ کھانے میں غفلت برتی تو میں چالیس برس سے آج تک اپنے مقام سے پیچھے جارہا ہوں لہذا اللہ تعالی سے بہت ڈرو اور ایسے شخص کی بات پر کان دھرو جو تجربہ کر چکا ہے اور ہمہ وقت دھیان رکھو اور نتائج پر نگاہ رکھو اور منع کرنے والے کی عظمت کو پہچانو اور اس پھونک سے بھی بچو جو حقیر شمار ہوتی ہے اور اس چنگاری سے بھی جو چھوٹی سمجھی جاتی ہے کہ بسا اوقات وہ ایک شہر کو جلا ڈالتی ہے اور جس کی طرف میں نے اشارہ کیا ہے بظاہر قلیل ہے مگر کثیر پر دلالت کرتا ہے اور ایک نمونہ ہے جو باقی ایسے گناہوں کا تعارف کرتا ہے جنہیں حقیر سمجھا جاتا ہے اور علم اور مراقبہ تجھے ان گناہوں کا تعارف کرا دیں گے جن کا ذکر میں نے ترک کر دیا ہے اور اگر تو نے بصیرت کی نگاہ سے دیکھا تو تجھے بتا دیں گے کہ ان کو کرنے کی نحوست کیا ہے۔ "ولا حول ولا قوة الا باللہ العلی العظیم"

آداب دعا

میں نے اپنے نفس کا عجیب معاملہ دیکھا اللہ تعالی سے اپنی حاجات مانگتا رہتا ہے اور اپنی خطاؤں اور گناہوں کو بھلائے رکھتا ہے۔ تو میں نے کہا۔ اے میرے نفس تجھ جیسے کو بولنا چاہئے اور اگر بولے بھی تو اپنے گناہوں سے معافی مانگے اور بس نفس نے جواب دیا: تو میں اپنی مرادیں اور حاجتیں کس سے مانگوں میں نے کہا: میں حاجات مانگنے سے منع نہیں کرتا میرا مقصد یہ ہے کہ پہلے توبہ کر معافی مانگ پھر کچھ اور جیسا کہ۔ ہم ایک گناہ کے سفر پر جانے والے کو جبکہ وہ مردار کھانے پر مجبور ہو جائے کہتے ہیں کہ اسے یہ کھانا جائز نہیں ہے اگر سوال کیا جائے کہ اسے کیا کرنا چاہئے کیا مر جائے؟ تو ہم کہیں گے نہیں بلکہ پہلے توبہ کرلے پھر کھا لے بس اللہ تعالی سے بہت ہی ڈرتے رہو اس معاملہ میں کہ طلب اغراض کی جرات تو کرو اور ان گناہوں کو بھلائے رکھو جو سر اٹھانے کے قابل بھی نہیں چھوڑتے۔ اور اگر تو اپنے ماضی کی اصلاح اور اپنے کئے پر ندامت میں لگ جائے تو تیری حاجتیں بھی پورا ہونے لگیں گی جیسا کہ حدیث پاک میں ہے کہ جس شخص کو میرے ذکر کے مشغلہ میں طلب حاجت کی فرصت نہیں ملی تو میں اسے مانگنے والوں سے بھی بہتر عطا کروں گا۔ بشر حافی مانگنے کو ہاتھ اٹھاتے اور پھر ہٹا لیتے اور کہتے کہ مانگنے کے لئے میرے جیسے کا کیا منہ ہے یہ ان کی خصوصی

بمراہ مہربانی ورق نہ موڑیں۔

بات تھی قوت معرفت کی وجہ سے کہ وہ بوقت سوال اس شخص کی مانند ہوتے تھے جو بالمشافہ سوال کرنے لگے اور پھر اپنی غلطی پر نظر کر کے شرما جائے۔ رہے اہل غفلت تو ان کا سوال کرنا مانگنا بُعد کی وجہ سے ہے "یہ بات غور سے" سمجھو اور اپنی لغزشوں کی معافی مانگنے اور توبہ میں لگ جاؤ اور پھر تمہارے سوالات بھی عجیب ہوتے ہیں کیونکہ دنیا کی بھی اہم چیزیں تم مانگنے کے نہیں بلکہ معمولی اور گھٹیا چیزیں اور دین کی اور قلب کی صلاح اور درستگی کا سوال تمہارا ایسے نہیں ہوتا جیسے دنیا کی صلاح کا ہوتا ہے لہذا اپنے معاملہ کو سمجھو کہ تم اپنی مسرت اور غفلت میں گڑھے کے کنارے پر کھڑے ہونا چاہئے تھا کہ اپنی خطاؤں کا حزن و ملال تجھے اپنے مطالبات اور تقاضوں سے غافل کر دیتا حسن بصریؒ بہت ہی خوف رکھنے والے بزرگ تھے ان کو اس بارے میں کہا گیا تو فرمایا کہ ہر وقت خطرہ لگا رہتا ہے کہ میرے گناہوں پر مطلع ہونے پر کہیں یوں نہ فرمادیں کہ چل یہاں سے میں تجھے نہیں بخشوں گا (اعاذ نا اللہ تعالی منہا)

نمائش کی محبت کمر توڑ دیتی ہے

عرفان و معرفت سے بُعد کے باوجود معرفت کا دعویٰ عجیب ترین دعویٰ ہے خدا اسے وہی جانتا ہے جو اس سے خوف رکھتا ہے اور اپنی حالت پر مطمئن آدمی اہل معرفت میں سے نہیں ہے اور صوفیاء کہلانے والوں میں بعض تغافل پسند ہوتے ہیں جو اپنے نفس کو اس پر پکار کھتے ہیں کہ وہ ولی ہے محبوب ہے مقبول ہے اور کبھی اس پر لطف و عنایات کا تسلسل ہوتا ہے تو یہ ان کو کرامات شمار کرنے لگتے ہیں اور اس استدراج اور ڈھیل کو بھول جاتا ہے جو اس کی عیش و مسرت کے تمام لمحات کو ختم کر دے گی اور کبھی یہ کسی دوسرے کو حقیر جانتا ہے اور یہ بھی گمان رکھتا ہے کہ پھر بھی اس کا مقام و مرتبہ بدستور محفوظ ہے اسے ان چند رکعتوں نے دھوکے میں ڈال دیا ہے جن میں وہ ذرا کھڑا ہو لیتا ہے یا اس عبادت نے جس کی وہ کچھ مشقت اٹھا لیتا ہے اور کبھی وہ اپنے کو زمین کا قطب خیال کرتا ہے اور یہ کہ اب اس کے مقام تک کوئی اور نہ پہنچ سکے گا اور یہ گویا اسے پتہ ہی نہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کلیم کا مقام حاصل

¹ یہ بات مصنفؒ نے اپنے مسلک کے مطابق فرمائی ہے حنفیہ کے نزدیک توبہ کا مسئلہ الگ ہے اور بھوکوں مرنے والوں کو مردار کھانے کی اجازت ایک الگ مسئلہ ہے

تھا اور ان کے بعد یوشع علیہ السلام نبی آگئے۔ زکریا علیہ السلام کی دعائیں قبول ہوتی تھیں وہ

آرے سے چیر دیئے گئے یحییٰ علیہ السلام کی تعریف میں آیا ہے کہ وہ سید تھے ان پر ایک کافر مسلط ہوا جس نے ان کا سر کاٹ دیا اور بلعام اسم اعظم کا راز دان تھا مگر کتے والا حال اس کا ہو گیا اور ایک شریعت نافذ العمل ہوتی تھی مگر وہ منسوخ ہو جاتی تھی اور حکم باطل ہو جاتا تھا اور ایک اچھا بھلا بدن فاسد اور آفت زدہ بن جاتا رہا اور ایک عالم محنت و ریاضت کرتا اور ایک خاص مقام تک پہنچ جاتا ہے اور اس کے زمانہ میں ہی ایک لڑکا پیدا ہوتا ہے جو اسکے عیوب اور غلطیوں کی تہہ تک پہنچ جاتا ہے اور کتنے قادر الکلام لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ ہماری مثل کوئی نہیں اور اگر وہ زندہ رہتے اس فصاحت کو سن پاتے جو ان کے بعد آئی اور اگر وہ اپنے آپ کو گونگا سمجھنے لگتے اور یہ ابن سماک' ابن عمار' ابن سمعون کے وعظ ہیں جو ہمارے بعض شاگردوں کے شایان شان نہیں اور نہ ہی انہیں پسند آتے ہیں تو ہمارا کوئی معاصر کیا عجب دکھا سکتا ہے ممکن ہے ہمارے بعد کوئی ایسا آجائے جو ہمیں کسی شمار ہی میں نہ رکھے پس کسی کی ہمسری اور مخالفت میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو ایک بیدار مغز آدمی کو بہت محتاط رہنا چاہئے اپنی کثیر اطاعت کو بھی حقیر ہی سمجھے نفس کے انقلابات اور تقدیر کے فیصلوں سے ہمہ وقت خائف رہے اور یہ یقین رکھو کہ ان مذکورہ اشیاء کو پیش نظر رکھنا عجب کی گردن کو توڑ دیتا ہے اور تکبر کا نشہ جاتا رہتا ہے۔

اعتبار انجام کا ہے

جو شخص سلامتی کے ایام میں اللہ تعالیٰ کے فیصلوں پر برضاء رغبت زندگی گزارتا ہے اسے بہادر نہیں کہتے ہاں مصیبت کے دنوں میں بھی حالات کی الٹ پلٹ جب اسے ناگوار نہ ہو تو یہ بہادری ہے اور یہی پیمانہ اور معیار ہے مالک مطلق ایک آن میں بناتا اور توڑ ڈالتا ہے۔ دیتا ہے اور واپس لے لیتا ہے بس اللہ تعالیٰ کے امور پر خوش اور راضی رہنے والا ان حالات میں پرکھا جاتا ہے جس پر نعمتیں مسلسل اتر رہی ہیں وہ خوش ہے تو نعمتوں کے اس تسلسل کی وجہ سے اور جونہی مصیبت کا ذرا جھونکا آیا تو اس کی ثابت قدمی دور نکل جاتی ہے ...... حسنؒ بصری فرماتے ہیں کہ نعمت و خوشحالی کے ایام میں سب یکساں دکھائی دیتے ہیں اور جب کوئی آفت اترتی ہے تو فرق و امتیاز نمایاں ہوتا ہے پس عاقل وہ ہے جو ذخیرہ اندوزی کرتا ہے زاد تیار کرتا ہے مصائب کی جنگ میں اترنے کا سامان مہیا کرتا ہے اور آفات و مصائب کا آنا ناگزیر ہے اور نہیں تو موت کی پچھاڑ کے وقت ہی سہی کیونکہ وہ موت جب آتی ہے اور بندہ کو اتنی معرفت بھی حاصل نہ ہو جو صبر اور رضا کا ذریعہ بنے تو معاذ اللہ یہی موت اسے کفر تک پہنچا

دیتی ہے میں نے بعض ایسے لوگوں کو سنا جن کے بارے میں میرا گمان بہت ہی اچھا تھا کہ وہ موت کے ایام میں کہہ رہا تھا "کیا میرا رب یہ ہے جو مجھ پر ظلم کر رہا ہے" (معاذ اللہ) بس اس وقت سے مجھ پر ایک اضطراب کی کیفیت ہے ہر وقت اس اہتمام میں ہوں کہ اس دن کی ملاقات کے لئے کچھ سامان جمع ہو جائے اور یہ اس لئے بھی ضروری ہے کہ روایت میں ہے کہ شیطان اس موقعہ پر اپنے رفقاء سے کہتا ہے کہ اس کو شکار کر لو اگر اب تم سے جاتا رہا پھر نہیں پا سکو گے اور کون سادہ دل ہے جو سانس کے رکنے کے وقت گلا گھٹنے کے وقت جان کے نکلنے کے وقت اور محبوب و مرغوب چیزوں سے جدا ہونے کے وقت ثابت رہ سکتا ہے اور جدائی بھی ایسی سمت میں جس کا کچھ علم نہیں اور بظاہر قبر اور آفت وبلا کے سوا کچھ نہیں۔

پس ہم اللہ تعالیٰ سے ایسا یقین مانگتے ہیں جو ہمیں اس دن کے شر سے بچائے تاکہ ہم اس کی قضاء وقدر پر صبر کر سکیں یا اس پر راضی رہ سکیں اور مالک امور کی بارگاہ میں اس بات کی رغبت رکھتے ہیں کہ اپنے احباب پر اتاری ہوئی نعمتوں کا کچھ حصہ ہمیں بھی عطا فرمائیں حتی کہ اس کی ملاقات ہمیں اپنی بقاء سے زیادہ محبوب ہو جائے اور اس کی تقدیر پر اپنے کو حوالہ کر دینا اپنا اختیار استعمال کرنے سے زیادہ مرغوب ہو جائے اور ہم اپنی تدابیر کے کمال کا معتقد ہونے سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں کہ جب وہ تدبیر الٹی پڑنے لگے تو تقدیر پر ناراض ہونے لگیں کہ یہ محض جھانسہ ہے اور رسوائی ہی رسوائی ہے "خدا کی پناہ بار بار پناہ"

جو چکھے سو جانے

دنیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کے عارفوں (معرفت والے) سے بڑھ کر کوئی عمدہ زندگی والا نہیں ہے کیونکہ اس کا عارف اپنی تنہائیوں میں اس کے ساتھ مانوس ہوتا ہے اگر کوئی عام نعمت اسے ملتی ہے تو اسے معلوم ہے کہ کس کا ہدیہ اور عطیہ ہے اور اگر کوئی تلخی ملے تو اس کے ہاں اس کا ذائقہ بھی لذیذ ہوتا ہے کہ اس کی نظر بھیجنے والے پر ہوتی ہے اور اگر کبھی دعا کرتا ہے اور مطلوب حاصل نہیں ہوتا تو تقدیر کا فیصلہ ہی اس کی مراد بن جاتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی حکمت پر یقین اور اس کے حسن تدبیر پر اعتماد کے بعد اپنی مصلحت وہ اسی میں جانتا ہے عارف کی شان یہ ہے کہ اس کا دل اپنے معروف (ذاتی باری تعالیٰ) کے دھیان رہتا ہے گویا اس کے سامنے کھڑا ہے اسے یقین کی آنکھ سے دیکھ رہا ہے اور اس کی معرفت کی برکت اس کے جسمانی اعضاء تک سرایت کر کے انہیں مہذب بنا دیتی ہے (شعر ترجمہ) پس اگر میں

بولتا ہوں تو تیرے سوا کچھ نہیں بولتا اور اگر میں چپ ہوں تو میرے چھپے ہوئے عقیدے میں بھی تم ہی ہو۔ عارف پر کوئی آفت آئے تو وہ اپنی نظر سبب سے ہٹا لیتا ہے اور مسبب کے سوا کچھ نہیں دیکھتا اس طرح وہ اپنے خدا کی معیت میں بہترین زندگی گزار رہا ہے چپ ہے تو اس کے حقوق ادا کرنے کی فکر میں ہے بولتا ہے تو ایسی زبان سے جو اسے راضی کر دے اس کا دل بیوی بچوں میں اٹکا ہوا نہیں ہوتا اور کسی کے دامن محبت کے ساتھ وہ وابستہ نہیں ہوتا۔ اپنے بدن کے ذریعہ وہ مخلوق کے ساتھ معاملات کرتا ہے اور روح مالک روح کے پاس ہوتی ہے یہی وہ شخص ہے جس کو دنیا میں کوئی فکر نہیں اور یہاں سے جاتے وقت کوئی غم نہیں اور قبر میں کوئی وحشت نہیں یوم محشر میں اس پر کوئی خوف نہیں اور اس کے برعکس جس شخص کو معرفتِ حاصل نہیں ہے اسے کسی کل قرار نہیں ہوتا مصیبت اور آفت پر واویلا کرتا ہے کیونکہ وہ مبتلا کرنے والے کو نہیں جانتا اپنی کوئی غرض فوت ہو جائے تو وحشت ظاہر کرتا ہے
کیونکہ وہ مبتلا کرنے والے کو نہیں جانتا اپنی کوئی غرض فوت ہو جائے تو وحشت ظاہر کرتا ہے
کیونکہ مصلحت سے واقف نہیں اپنے ہم جنسوں سے مانوس ہوتا ہے اس لئے کہ اپنے رب کے اور اس کے درمیان کوئی معرفت اور تعلق نہیں ہے سفر آخرت سے خوف کھاتا ہے کیونکہ زاد سفر پاس نہیں اور راستہ سے واقف نہیں اور بہت سے عالم اور زاہد ہیں جنہیں معرفت کا بس اتنا سا حصہ ملا ہوتا ہے جتنا کہ ایک عام آدمی اور بے عمل کو ہوتا ہے بلکہ کبھی یہ ان دونوں سے بڑھ جاتا ہے اور کتنے عام لوگ ہیں جنہیں وہ معرفت نصیب ہوئی جو ایک عالم و زاہد کو کوشش و محنت کے باوجود نصیب نہ ہوئی بس یہ تو تقسیم اور عطا ہے اور اللہ تعالیٰ کا فضل ہے وہ جسے چاہے عطا فرما دیتا ہے۔

صبر کا جمال

اے تقویٰ کی بدولت بلند مرتبہ پانے والے تجھے اللہ کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ اس کی عزت کو معاصی کی ذلت کے عوض مت بیچ اور شہوت کی دوپہر میں خواہشات کی پیاس پر صبر اختیار کر اگرچہ وہ تجھے بے چین کر دے اور جلا ڈالے اور جب تو صبر کی انتہا تک پہنچ جائے تو پھر جو پسند آئے کہہ اور مانگ کیونکہ یہ اس شخص کا مقام ہے جو اگر اللہ تعالیٰ کے بارے میں قسم کھالے تو وہ اسے سچا کر دکھاتا ہے۔ حہ ۱ اگر عمرؓ کا صبر نہ ہوتا تو اس کا ہاتھ زمین پر درہ مارنے کو نہ بڑھتا اور اگر انسؓ بن نضر کا ترک خواہشات میں مجاہدہ نہ ہوتا اور ان کی عزیمت کی

ایک بات میں نے یہ سنی ہے: خدا اگر مجھے اللہ تعالیٰ نے کسی جہاد کی حاضری کا موقعہ دیا تو اللہ تعالیٰ میرا معاملہ دیکھ لیں گے چنانچہ احد کے موقعہ پر قتال کرتے کرتے شہید ہو گئے اور انگلیوں کے پوروں سے ہی پہچانے گئے اور عزیمت کا یہ حال نہ ہوتا تو ان کے منہ سے یہ بات نہ نکلتی جو قسم کھا کر ایک دن کہی تھی: "خدا ربیع کا دانت نہیں توڑا جائے گا" تجھے قسم دے کر کہتا ہوں کہ ممنوعات سے رکنے کی لذت کا ذرا مزہ چکھو کہ یہ وہ درخت ہے جو دنیا کی عزت اور آخرت کی شرافت و بزرگی کا پھل دیتا ہے اور جب کسی خواہش کی پیاس شدت پکڑ جائے تو اس ذات کے سامنے امید کا ہاتھ پھیلا جو کامل درجہ کی سیرابی کا مالک ہے اور بہت ہی کم ایسا ہوا کہ خشک سالی کے ایام میں صبر مغلوب ہونے لگا تو اس نے مجھے وہ خوشحالی دکھائی کہ بارشیں برسیں اور میں شراب نچوڑنے لگا تجھے خدا کی قسم ذرا اس شخص کے بارے میں غور کر جو اپنی اکثر عمر تقویٰ اور اطاعت میں گزارتا ہے پھر آخری ایام میں اسے کوئی آزمائش (آفت) آتی ہے تو وہ اپنی سواری کو کس طرح گرتے ہوئے کنارے کی طرف دھکیل دیتا ہے اور چڑھنے (نجات پانے) کے وقت میں غرق ہو کے رہ جاتا ہے ایک عام آدمی اپنے نام اور اپنے باپ کے نام سے پہچانا جاتا ہے مگر باکمال لوگوں کے اوصاف و کمالات ان کے نسب ناموں سے مقدم ہوتے ہیں۔ ذرا بتایئے آپ کون ہیں آپ کا عمل کیا ہے آپ کا مقام کس بلند پائے کا ہے اے شخص جو ایک لحظہ کے لئے بھی اپنی خواہش سے صبر نہیں کر پاتا تجھے قسم دے کر پوچھتا ہوں: کیا تو جانتا ہے کہ مرد کون ہے؟ مرد خدا وہ شخص ہے کہ ایک حرام چیز کو جو اس کی محبوب و مرغوب ہے جب وہ تنہائی میں پا لیتا ہے اور اس پر قادر ہو جاتا ہے اپنی رغبت اور پیاس کو اس میں ناکافی سمجھتا ہے تو اس کا دھیان ادھر چلا جاتا ہے کہ حق تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہے اور اسے اللہ کی اس ناپسند چیز میں عزم و ارادہ کے استعمال سے حیا آنے لگتی ہے اور اس کی رغبت جاتی رہتی ہے اور تو ایسا ہے کہ ہماری وجہ سے وہی چھوڑتا ہے جس کی تجھے خواہش ہی نہیں یا یہ مگر ناقص اور ریا ایسی چیز ہے جو تیری قدرت ہی سے باہر ہے خدا تیری عادت کچھ اسی طرح کی سی ہے کہ صدقہ کرتا ہے تو ایسا ٹکڑا جو تیرے کام کا نہیں ہوتا یا ایسے لوگوں کے سامنے جو تیری تعریف کریں بہت افسوس خدا ہماری دوستی کا مقام تجھے اس وقت ہی مل سکتا ہے جبکہ ہمارے ساتھ تیرا معاملہ پر خلوص ہو گا اپنی عمدہ چیزوں کا خرچ اور مرغوبات کا ترک اور مکروہات پر صبر تو اس یقین پر کرتا ہے کہ ان کا ثواب ہمارے ہاں تو ذخیرہ کر رہا ہے اور تیرا معاملہ ایک مزدور کا سا ہے جس کا دن ابھی پورا نہیں ہوا اگر تو محب ہوتا تو اپنے محبوب کی رضا کے مقابلہ میں اپنی

ESTD HINDUSTANI LIBRARY 1936 MATIABURJ CAL-24

اس محنت کو ہیچ سمجھتا اور کسی تیسرے سے ہماری بات ہی نہیں ہے۔

جو نہیں جانتا اس کے پیچھے نہ چل

میں عقل میں ایک تقاضہ محسوس کرتا ہوں احکام خداوندی کی حکمتیں معلوم کرنے کے لئے اور بسا اوقات بعض حکمتیں اسے نہیں بھی بتائی جاتیں (مثلاً کسی چیز کو بنا کر توڑ دینا وغیرہ) تو یہ حیران ہو جاتی ہے اور کبھی شیطان ایسی فرصت کو غنیمت جانتا ہے اور وسوسہ ڈالتا ہے کہ حکمت تھی تو کہاں گئی؟ تو میں نے اس سے کہا کہ خبردار اے مسکین دھوکہ مت کھائیو کیونکہ ہمارے سامنے جو بھی کوئی صنعت آئی ہے وہاں دلائل کی رو سے صانع کی کمال حکمت ثابت و مسلم ہے اگر تجھے کوئی حکمت معلوم نہ ہو سکی تو اس کی وجہ تیرے ادراک کی کمی ہے پھر کچھ باتیں ملوک و سلاطین کی راز کی بھی ہوتی ہیں تو تیری حیثیت ہی کیا ہے کہ اس ضعف و بے چارگی کے باوجود تجھے سب حکمتوں پر مطلع کیا جائے۔ بس یہی اجمال تجھے کافی ہے ہرگز ہرگز ان باتوں میں نہ لگ جو تجھ پر مخفی ہیں کہ تو خود اس کی مخلوق کا ایک فرد اور اس کی مصنوعات میں سے ایک ذرہ ہے تجھے اس پر اختیار چلانے کا کیسے حق ہے جس کے ہاتھوں تو خود بنا ہے پھر تیرے نزدیک اس کی حکمت، حکومت، سلطنت مسلم ہے پس تو اپنے آلات کو بقدر ہمت جن حکمتوں کے مطالعہ میں لگا سکتا ہے لگا دیکھ کہ اسی سے تیرے اوسان خطا ہونے لگیں گے یا پھر مخفی حکمتوں سے چشم پوشی اختیار کر کہ کمزور نگاہ والے کو سورج کے سامنے نہ آنا ہی مناسب ہوتا ہے۔

محاسبہ نفس کی حقیقت

نفس کا مجاہدہ سب سے عجیب ہے کیونکہ اس میں عجیب صورت اختیار کرنی پڑتی ہے چنانچہ کچھ لوگوں نے نفس کو اپنی پسندیدہ باتوں میں بالکل آزاد چھوڑ دیا جس سے وہ اپنے ناپسند حالات میں مبتلا ہوئے اور کچھ لوگوں نے اس کی مخالفت میں انتہا کر دی حتی کہ اس کے حقوق سے بھی اسے محروم کر دیا اور اس پر ظلم کیا اور ان کے اس ظلم کا اثر عموماً ان کی عبادات میں نمایاں ہوا چنانچہ بعض نے تو اپنے نفس کو غذا اچھی نہیں دی جس کے نتیجہ میں جسم واجبات کی ادا میں بھی کمزور پڑ گیا اور بعض نے اسے تنہائیوں میں رکھا جس سے اس کو لوگوں سے وحشت پیدا ہوئی اور بر والدین (والدین سے حسن سلوک) اور عیادت مریض

ایسے اعمال و فرائض کے ترک کی نوبت آئی۔ بس محتاط انسان وہ ہے جس سے اس کا نفس محنت اور اصول کی پابندی کا سبق سیکھتا ہے اور جب وہ کسی مباح کام میں اسے ڈھیل اور گنجائش دیتا ہے تو وہ حد سے تجاوز کرنے کی جرأت نہیں دکھاتا اور اس کا معاملہ نفس کے ساتھ اس بادشاہ جیسا ہوتا ہے جو اپنے کسی سپاہی سے خوش طبعی اور مزاح کرتا ہے تو وہ سپاہی اس سے بے تکلف نہیں ہوتا اور کبھی ہونے لگے تو بادشاہی ہیبت اسے یاد آجاتی ہے اسی طرح ایک محقق انسان نفس کو اس کا حق اور حصہ دیتا ہے اور اس کے ذمہ جو واجبات ہیں وہ وصول کرتا رہتا ہے۔

وقت کی اہمیت

عام طور پر لوگوں کو دیکھتا ہوں کہ وہ عجیب طرح سے وقت گزار رہے ہیں اگر رات طویل ہے تو بے فائدہ گپوں میں یا افسانے اور ناولوں کے مطالعہ میں گزار دی اور دن لمبا ہوا تو نیند میں اور صبح و شام بازاروں میں یا دجلہ کے کنارے پر ان کی مثال بعینہ ان لوگوں کی سی ہے جو کشتی میں بیٹھے خوش گپیوں میں مصروف ہیں کشتی چل رہی ہے اور انہیں اس کا احساس تک نہیں ہو رہا ہوتا اور کچھ نادر روزگار ایسے بھی دیکھنے میں آئے جو وجود کا معنی سمجھے ہوئے ہیں اور وہ زاد سفر کی تیاری اور کوچ کرنے کی فکر میں ہیں مگر یہ بھی یکساں نہیں اور ان کے یکساں نہ ہونے کی وجہ اس علم کی قلت و کثرت ہے جو شہر میں رائج مال سے متعلق ہے چنانچہ ان کے سمجھدار لوگ شہر میں رائج مال معلوم کرتے ہیں اور اسے جمع کر کے زیادہ سے زیادہ نفع کماتے ہیں اور غافل لوگ جو کچھ سامنے آیا بس اسے ہی اٹھا لاتے ہیں اور بسا اوقات محافظ کے بغیر چل دیتے ہیں۔ راستے میں راہزنوں نے لوٹ لیا بس مفلس و کنگال رہ گئے۔ لہٰذا عمر کے موسموں میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور ختم ہونے سے پہلے جلدی جلدی کچھ نہ کچھ کر گزرو اور علم سے شہادت حاصل کرو حکمت سے رہنمائی لو اور زمانے میں سبقت کی کوشش کرو اور نفوس کے ساتھ خوب مناقشہ و مباحثہ رکھو اور زاد کے ذریعہ مدد حاصل کرو بس یوں سمجھو کہ اونٹ چلانے والے نے حدی پڑھ دی ہے مگر دوستوں میں مشغول آدمی اس کی آواز نہیں سمجھ پایا۔

میل ملاپ ایک عظیم مرض

مریض کے لئے سب سے زیادہ مضر میل جول ہے اور پرہیز اعلیٰ درجہ کا علاج ہے۔ تخلیط (میل جول) مرض کو تسلسل دیتا ہے اور اہل آخرت سے میل جول کی ۲ قسمیں ہیں

(۱) ایک علماء کا خلط اور وہ اپنے ضد اور مخالف سے ہوگا جیسا کہ سلاطین وغیرہ سے کہ اس وجہ سے ان کے یقین کی قوت میں ضعف آتا ہے اور جتنا یہ بڑھے گا اپنے معتقدین کے ہاں ان کی دلیل ختم ہوتی جاتی ہے چنانچہ میں جب کسی طبیب کو دیکھتا ہوں کہ وہ لوگوں سے خلط رکھتا ہے اور مجھے روکتا ہے تو مجھے شک ہونے لگتا ہے اور یا میں اس سے رک جاتا ہوں (۲) اور دوسرا خلط زاہدوں کا ہے اور وہ بھی کبھی تو اہل دنیا کی ہم نشینی کی غرض سے ہوتا ہے اور کبھی فنائیت میں اپنی وضع کے تحفظ کے لئے تاکہ عوام میں محبت عام ہو جائے بس اللہ تعالیٰ سے خوب خوب ڈرنا چاہئے کہ جزاء کا ناقد خوب نگاہ والا ہے اور اخلاص ایک باطنی شئی ہے اور صدق کا محل قلب ہے اور ہاں سلامتی کا راستہ ہے حال کے مستور ہونے میں ہے۔

فاضل علماء

مجھے بہت سے مشائخ کی ملاقات میسر آئی ان کے احوال اپنے اپنے علمی مقام کے لحاظ سے مختلف تھے اور سب سے زیادہ نفع مجھے اس عالم کی صحبت میں ہوا جو اپنے علم پر عمل رکھتا تھا گو علم میں کوئی اور اس سے بڑھ کر ہی ہو میں علماء حدیث کی جماعت سے ملا جو حدیث کی معرفت رکھتے اور اسے یاد بھی کرتے تھے مگر غیبت کے معاملہ میں کمزوری دکھا جاتے اور اسے جرح و تعدیل کے پلڑے میں ڈال دیتے تھے اور حدیث پڑھانے پر اجرت لیتے تھے اور جواب دینے میں جلدی کرتے تاکہ علمی مقام پر حرف نہ آجائے گو جواب میں غلطی ہی آجائے اور میں عبدالوہاب الانماطی سے ملا انہیں میں نے سلف کے طریق پر پایا اپنی مجلس میں کسی کی غیبت نہ سنتے تھے اور نہ ہی درس حدیث پر اجرت لیتے تھے اور رقائق کی احادیث جب میں پڑھتا تو مسلسل روتے رہتے تھے میں ان دنوں میں چھوٹی عمر میں تھا مگر پھر بھی ان کا رونا میرے دل پر اثر کرتا تھا اور ادب کی بنیادیں میرے دل میں مضبوط ہوتی تھیں اور وہ ان مشائخ کے بالکل نقش قدم پر تھے جن کے اوصاف ہم نے کتابوں میں پڑھے تھے اور میں شیخ ابو منصور الجوالیقی سے ملا جو بہت ہی خاموش طبع تھے بہت سوچ کر بولنے والے محقق اور ثقہ تھے اور کبھی ان سے ایسا سوال بھی ہوتا جس کا جواب ان کے شاگرد بہت جلد آسانی سے دے سکتے مگر وہ اس میں بھی توقف اور غور فرماتے حتی کہ یقین ہو جاتا کثرت سے روزہ رکھنے والے خاموش رہنے والے تھے مجھے ان دو مشائخ کی ملاقات و زیارت سے جو نفع ہوا ان کے سوا اور کسی سے نہیں ہوا جس سے میں یہ سمجھا کہ عملی دلیل رہنمائی میں محض علمی اور قولی دلیل سے

بڑھی ہوئی ہے اور میں نے ایسے مشائخ دیکھے جن کی خلوتیں بے تکلفی اور مزاح میں ڈوبی ہوئی تھیں جس سے وہ دلوں میں نہ جم سکے اور ان کی اس کمزوری نے ان کے جمع کردہ علم کو بھی بکھیر دیا زندگی میں ان سے انتفاع بہت کم ہوا اور فوت ہونے کے بعد تو ان کی یاد بھی باقی نہ رہی اور کوئی نہیں جو ان کی کتابوں ہی کو اٹھا کر دیکھ لے لہذا عمل والے علم میں اللہ تعالیٰ کا بہت دھیان رکھو کہ یہی اصل اکبر ہے اور وہ شخص حد درجہ کا مسکین ہے جس کی عمر ایسے علم میں ضائع ہو گئی جس پر عمل نہ کر سکا دنیا کی لذتیں بھی گئیں اور آخرت کی بھلائیاں بھی نہ پا سکا پس وہ بحالت افلاس اپنے خلاف قوی دلیل ساتھ لے کر آگے پہنچ گیا۔

اللہ تعالیٰ مہلت دیتے ہیں کھلی چھٹی نہیں

پاک ہے وہ عظیم شہنشاہ کہ جو بھی اس کی معرفت حاصل کرتا ہے ڈرنے لگتا ہے میں نے ایک عظیم بات دیکھی کہ اللہ تعالیٰ مہلت دیتے ہیں حتیٰ کہ یوں لگتا ہے کہ گویا چھٹی ہی دے دی چنانچہ کتنے باغی اور نافرمان کھلے ہاتھوں پھر رہے ہیں جنہیں بظاہر کوئی روکنے والا نہیں پھر جب ان کی یہ آزادی حد سے بڑھ جاتی ہے اور عقل بھی نہیں روک سکتی تو وہ یوں پکڑتا ہے جیسے ایک قوت والا پکڑا کرتا ہے اور اس کی یہ مہلت اور ڈھیل صابروں کے صبر کا امتحان تھا اور تاکہ ظالم اپنی مہلت کے پورے پورے لمحات وصول کرے پھر ان کو اپنے صبر پر پختگی عطا کرتا ہے اور ظالم کے فعل قبیح پر جزا دیتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اس کا حلم بھی کارفرما ہوتا ہے جو ہمارے علم میں نہیں ہوتا پس اگر اس کی گرفت سزاوالی ہوتی تو ہر غلطی پر سزا ملتی اور یہاں تو غلطیاں جمع ہوتی رہتی ہیں اور کبھی ظالم شخص کو پتھر لگتا ہے جو اس کا دماغ نکال دیتا ہے اور کبھی لوگوں کو اس کی سزا کا سبب معلوم نہیں ہوتا تو کہتے ہیں کہ فلاں تو اہل خیر میں سے تھا اس کے ساتھ یہ کیا ہو گیا تو تقدیر کہتی ہے کہ مخفی گناہوں پر کبھی سزا دی جاتی ہے تو وہ ظاہر ہو جاتی ہے پس پاک ہے وہ ذات جو مہلت دیتی ہے تو اس کی درگزر کی طمع ہونے لگتی ہے اور پکڑتے ہیں تو عقلیں اس کی گرفت پر حیران رہ جاتی ہیں۔ لاحول ولا قوۃ

علم قلب کو قوی کرتا ہے

میں نے علم میں غور کیا اور اس کے اشتیاق و اشتغال میں تو میں نے پایا کہ وہ قلب کو قوت دیتا ہے اس طرح کی کہ اس کا میلان شدت اور سختی کی طرف ہونے لگتا ہے اور اگر

قلبی قوت اور امید کا طول نہ ہوتا تو کوئی بھی اس میں مشغول نہ ہوتا چنانچہ میں حدیث اس امید پر لکھتا ہوں کہ اس کی روایت کروں گا اور تصنیف کی ابتداء اس کے خاتمہ کی امید پر ہی کرتا ہوں اور جب معاملات کے سلسلہ میں دھیان کرتا ہوں تو امید کم ہونے لگتی ہے دل میں رقت آجاتی ہے آنسو بہنے لگ جاتے ہیں مناجات اچھی لگتی ہیں اور سکینت کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے اور گویا میں ایک مراقبہ کے مقام میں ہو جاتا ہوں تاہم علم افضل ہے اور بلحاظ حجت اقوئی (بہت قوی) اور مرتبہ میں اعلیٰ ہے اس کی طرف سے کوئی ناگواری پیش بھی آئے گی تو کوئی گلہ شکوہ نہیں اور عبادت وریاضت کے فوائد کثیر سہی جیسا کہ ان کی طرف اشارہ کر بھی چکا ہوں تاہم ان کے احوال کمزور اور ست لوگوں کے قریب قریب ہیں جو کہ دوسروں کی ہدایت سے ہٹ کر اپنی اصلاح نفس پر قناعت کر لیتا ہے اور مخلوق کو خالق کی طرف لانے کے جائے اپنی تنہائی میں مست ہو جاتا ہے۔ پس صحیح اور درست یہی ہے کہ علم میں انہماک ہو اور نفس کا رقت قلب کے اسباب کے ساتھ بھی رابطہ قائم رہے اور اس قدر کہ علمی انہماک میں کمی نہ پیدا ہو خود میں اپنے ضعف اور رقت قلب کی وجہ سے اپنے لئے زیارت قبور کی کثرت کو مناسب نہیں سمجھتا اور ایسے ہی قریب المرگ لوگوں کے پاس جانے کو کیونکہ اس سے میری فکر اور سوچ متاثر ہو جاتی ہے اور یہ مجھے علمی اشتغال سے نکال کر موت کی فکر میں لگا دیتی ہے اور میں عرصہ تک کسی کام کا نہیں رہتا حاصل کلام یہ ہے کہ مرض کا مقابلہ اس کی ضد کے ساتھ ہونا چاہئے جس کسی کے قلب میں شدید سختی آگئی ہے اور وہ ایسا مراقبہ بھی نہیں کر سکتا جو اسے غلط اقدام سے روکے تو اسے ذکر موت سے اس کا علاج کرنا چاہئے اور قرب المرگ لوگوں کے پاس جانا چاہئے اور جہاں رقت شدید ہے اس کے لئے یہ نہیں بلکہ اسے ایسے مشاغل میں لگنا چاہئے جن سے اس کا دھیان بدلے اور وہ اپنی زندگی سے فائدہ اٹھا سکے اور سوچ سمجھ کے ساتھ دوسروں کو بھی کچھ بتا سکے خود آنحضرت ﷺ مزاح فرما لیتے تھے عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ دوڑنے میں مقابلہ فرماتے اپنے نفس کے آرام کا بھی خیال فرماتے بس جو آپ ﷺ کی سیرت کو اپناتا ہے وہ اس کے ضمن میں نفس کی راحت وآسانی کی بات جو میں کہہ رہا ہوں اسے بھی پالے گا۔

موت کا ذکر

ایک مرنے والے کا اپنی موت کے قریب ہوشیار ہونا بھی بڑا عجیب ہے وہ اتنا

بیدار ہو جاتا ہے جو بیان نہیں کر سکتا اور اتنا بے قرار ہوتا ہے جس کی حد نہیں اور وہ اپنے گزشتہ زمانے پر کف افسوس ملتا ہے اس کی پوری خواہش ہوتی ہے کہ اسے فرصت مل جائے تاکہ اپنی کوتاہی کی تلافی کر سکے اور اسی قدر سچی توبہ کر لے جس قدر کہ اسے موت کا یقین ہے اور وہ اپنے اس افسوس میں موت سے پہلے ہی مرنے لگتا ہے اور اگر عافیت کے ایام میں ان احوال کا ایک ذرہ بھر احساس بھی اسے ہو جاتا تو وہ تقویٰ اور عمل کے ذریعہ اپنے مقصود کو بدرجہ کمال پالیتا پس عاقل وہ ہے جو اس گھڑی کو سامنے رکھے اور اس کے تقضاء پر عمل کرے اور اگر وہ اس کی حقیقی اور پوری تصویر خیال میں نہیں لا سکتا تو اپنی بیداری اور دھیان کے بقدر ہی سہی کہ اس سے خواہشات میں رکاوٹ اور جہد و عمل میں حرص پیدا ہوتی ہے اور جس شخص کے لئے یہ گھڑی نصب العین بن جاتی ہے وہ تو اس کا اسیر ہو کے رہ جاتا ہے جیسا کہ حبیب عجمیؒ کے بارے میں ہے کہ وہ اپنی بیوی سے کہتے تھے آج جب میں مر جاؤں تو فلاں مجھے غسل دے گا اور فلاں میرا جنازہ اٹھائے گا معروف کرخیؒ نے ایک آدمی سے کہا کہ ہمیں ظہر کی نماز پڑھا دو اس نے کہا کہ ظہر تو پڑھا دوں گا مگر عصر نہیں پڑھاؤں گا یہ سن کر فرمایا اچھا تو عصر تک جینے کی امید رکھتا ہے ایسی لمبی امید سے خدا کی پناہ۔ ایک آدمی نے اسی معروفؒ کے سامنے کسی کی غیبت کی تو اسے کہنے لگے وہ وقت یاد کر جب تیری آنکھوں پر روئی رکھیں گے (یعنی دفن سے پہلے)

اہل حال کی حقیقت

کبھی ایک بیدار مغز آدمی کوئی شعر سنتا ہے اور اس سے کوئی اشارہ سمجھ کر نفع حاصل کر لیتا ہے۔ جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں مجھے سری سقطیؒ نے ایک رقعہ پکڑایا جس میں لکھا تھا کہ مکہ مکرمہ کے راستہ میں ایک ساربان کو میں نے یہ حدی (شعر) پڑھتے ہوئے سنا

(ترجمہ) میں رو رہا ہوں اور تجھے کیا معلوم کہ مجھے کیا چیز رلا رہی ہے۔ میں اس خوف کی وجہ سے رو رہا ہوں تو مجھ سے جدا ہو جائے گی اور میرا تعلق قطع کر کے مجھے اکیلا چھوڑ دے گی...... دیکھئے اللہ تیرا بھلا کرے اور توفیق بخشے کہ ان ابیات نے سری سقطی پر کیا اثر کیا کہ انہوں نے جنیدؒ کو بھی اس پر مطلع کرنا پسند کیا جس پر وہ خود مطلع ہوئے تھے اور اس کے لئے انہیں جنیدؒ کے علاوہ کوئی اور دکھائی نہیں دیا کیونکہ بہت سے لوگ طبیعت کے کثیف اور فہم کے موٹے ہوتے ہیں ایسے بیت سن کر بعض لوگوں کو شبہ ہوتا ہے کہ ان میں اشارہ کس

طرف ہو سکتا ہے کیا اللہ تعالی کی طرف ؟ اگر ایسا ہے تو الفاظ مونث کے کیونکر جائز ہیں اور اگر کسی مونث کی طرف ہی اشارہ ہے تو بزرگی کہاں گئی۔ عندا یہ غافل لوگوں کی آواز ہے جو اس قسم کے شعر سن کر لگا دیتے ہیں اسی لئے ان لوگوں کو قصائد وغیرہ کے سماع سے روکا جاتا ہے کیونکہ اس قسم کے اشعار کا استعمال اکثر و بیشتر نفسانی خواہشات اور غلبہ محبت کے لئے ہوتا ہے اور جنید و سری رحمتہ اللہ علیہما کے بارے میں یہ خیال نہیں کیا جا سکتا لہذا ان جیسے حضرات جو سنتے ہیں وہ اس کی خوب خبر رکھتے ہیں باقی اس کثیف الطبع آدمی کے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ سریؒ نے اشارہ لفظوں کا نہیں کیا اور نہ ہی ان الفاظ کو اپنے مطلوب پر منطبق کیا ہے کہ یہاں مذکر و مونث کی بات کی جائے۔ ان کا اشارہ تو معنی سے ہے گویا وہ اپنے محبوب کو ان ابیات کے معنی کا مخاطب بناتے ہوئے کہتے ہیں کہ میرا رونا تیرے اعراض اور بعد کے خوف کی وجہ سے ہے اور یہی ان کا مقصد ہے الفاظ کی تانیث و تذکیر ان کے پیش نظر نہیں ہے اور بیدار عقل والے لوگ اس قسم کے الفاظ سے اپنے مطلوب کے لئے اشارے اخذ کرتے رہتے ہیں حتی کہ وہ عام زبان زد باتوں سے بھی اشارہ سمجھ لیتے ہیں جیسے لوگ کان دکان وغیرہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ میں نے ابن عقیل کی تحریر میں دیکھا کہ ایک اللہ والے نے ایک عورت کو پڑھتے ہوئے سنا (ترجمہ) میں نے اسے رات بھر غسل دیا۔ اور دن بھر صاف کیا اور وہ نکل کر کسی اور کو دیکھنے میں لگ گیا بس پھسلا اور کیچڑ میں گر گیا۔ اس بزرگ نے اس سے یہ اشارہ اخذ کیا کہ اے میرے بندے میں نے تجھے بہترین شکل و صورت میں بنایا تیرے حال احوال درست کئے، جسم کو تنومند و توانا بنایا اور تو میرے غیر کے ساتھ جا لگا اب میری مخالفت کا انجام خود ہی سوچ لے۔ ابن عقیل فرماتے ہیں کہ اسی طرح کی بات میں نے ایک عورت کی سنی ایسی بات کہ قلق و اضطراب کا اثر ایک مدت تک محسوس کرتا رہا (ت) خدا میں نے کتنی بار تجھے کہا کہ اس سستی اور کوتاہی کے آثار بڑے مہلک ہیں اور قبیح کام کا مستور انجام کچھ دنوں بعد ظاہر ہو جاتا ہے۔ ابن عقیلؒ فرماتے ہیں کہ اعمال کے ترک اور سستی کے سلسلہ میں ندامت دلانے کے لئے یہ شعر کس قدر موثر ہیں کہ آج چھوڑ رہے ہو کل ان کا انجام بد اللہ تعالی کے روبرو تمہیں دیکھنا ہوگا۔

نفس کے ساتھ ایک بات

دنیا کی بعض مباح چیزوں کے حاصل کرنے کا مجھے موقعہ ملا اور مجھے جب بھی کوئی

چیز حاصل ہوتی تھی تو دل کی کوئی چیز جاتی رہتی اور جب بھی دنیا کی کوئی چیز حاصل ہونے کی کوئی واضح صورت سامنے آتی تھی دل میں ایک نئی قسم کی ظلمت پیدا ہو جاتی تھی تو میں نے کہا اے برے نفس گناہ دلوں پر غالب آ کے رہتا ہے اور یہ بھی آتا ہے کہ اپنے دل سے پوچھ لیا کرو اور پوری دنیا میں کوئی خیر نہیں ہے جب کہ اس کے حصول سے دل میں کچھ گدلا پن پیدا ہو جائے اور لاریب اگر جنت بھی ایسے ذریعہ سے ملتی ہو جو دین میں یا تعلق مع اللہ میں خلل انداز ہے تو اس جنت میں بھی کوئی لذت نہیں اور کوڑا کرکٹ کے ڈھیر پر سو رہنا جبکہ دل کو سلامتی، اور صفائی حاصل ہے وہ بادشاہوں کے نرم و نازک تکیوں سے زیادہ لذیذ ہے اس سلسلہ گفتگو میں نفس پر کبھی میں غالب آتا رہا اور کبھی وہ مجھ پر اور پھر اپنی ضروریات کی حاجت کا اظہار کرتے ہوئے یہ بھی کہتا کہ میں بظاہر جائز اور مباح کسب سے تجاوز کی بات نہیں کرتا میں نے کہا کیا ورع اور تقویٰ اس مباح سے نہیں روکتا؟ تو مان لیا کہ ہاں۔ میں نے پھر کہا کیا اس سے دل کٹھن نہیں ہو جاتا؟ تو پھر کہا کہ ہاں تو میں نے کہا کہ تیرے لئے جس شے کے یہ ثمرات ہو سکتے ہیں ان میں تیرے لئے کیا خیر ہے؟ اور ایک دن میں نے تنہائی میں اپنے نفس سے کہا تیرا ناس ہو ذرا میری بات سن اگر میں کچھ متاع دنیا کسی مشتبہ ذریعہ سے حاصل کر بھی لوں تو کیا تجھے اس کے استعمال کر لینے کا یقین ہے؟ کہا نہیں میں نے کہا تو ایسی محنت کہ جس کا نفع تو غیر اٹھائیں گے اور تجھے دنیا میں مشقت اور بدمزگی اور آخرت میں بوجھ ہی ملے۔ تو بس اس چیز کو چھوڑ دے اللہ کے لئے جس سے تقویٰ منع کرتا ہے اور اس طرح اللہ تعالی کے ساتھ اپنا معاملہ بہتر بنا لے اور یوں لگتا ہے کہ تو بس حرام چیزوں کو ہی چھوڑنے کا ارادہ رکھتا ہے اور ایسی چیزوں کو جو غلط راستوں سے آتی ہیں کیا تو نے یہ نہیں سنا کہ جو شخص اللہ کے لئے کوئی چیز چھوڑتا ہے اللہ تعالی اس سے بہتر اس کا عوض عطا فرماتے ہیں کیا تجھے ان لوگوں کو دیکھ کر بھی عبرت نہیں آتی جو جمع کرتے رہے اور دوسرے اس پر ہاتھ صاف کر گئے اور انہوں نے اپنی آخری خواہش تک امیدیں لگائے رکھیں۔ کتنے عالم ہیں جنہوں نے کتابوں کے انبار اکٹھے کئے مگر نفع نہ اٹھا سکے اور کتنوں نے نفع اٹھایا کہ خود ان کے پاس دس اجزاء بھی کتاب کے نہ تھے اور کتنے خوش عیش لوگ ہیں جو دو دیناروں کے بھی مالک نہیں اور کتنے خزانوں کے مالک ہیں کہ ان کی زندگی بدمزہ ہو رہی ہے کیا تیرے پاس اتنی بصیرت نہیں کہ جس سے ان لوگوں کے احوال کو ذرا دیکھ سکے جسے آسودگی کا ایک سبب ملتا ہے اور کئی چھن جاتے ہیں کبھی گھر کے مالک یا کسی فرد خانہ پر بیماری آتی ہے اور سال بھر کی جمع شدہ پونجی بلکہ کئی گنا زائد اس

پر خرچ ہو جاتا ہے اور بچتے ہیں تقوے والے۔ میری اس ملامت سے نفس چیخ اٹھا اور کہنے لگا کہ جب میں شریعت کی حدود واجبہ سے تجاوز نہیں کرتا تو پھر مجھ سے تو کیا چاہتا ہے؟ میں نے کہا میں تجھے خسارہ سے بچانا چاہتا ہوں اور اپنے اندر کی بات سے تو خود واقف ہے۔ کہنے لگا تو بتایئے مجھے کیا کرنا چاہئے۔ میں نے کہا کہ اس ذات کا مراقبہ لازما کیا کرو جو تجھے دیکھتا ہے اور اپنے کو اس ذات کے سامنے کھڑا ہونے کا دھیان کرو جو تمام مخلوق سے عظیم ہے یقینا تو ایسے بادشاہ کے سامنے ہے جو اعظم (بہت ہی بڑا) ہے وہ تیرے باطن کو یوں جانتا ہے جتنا دوسرے تیرے ظاہر کو نہیں جانتے لہذا بہت ہی زیادہ احتیاط کو اپناؤ اور یقین اور تقویٰ کو نقد خواہش کے عوض بیچ کر خسارہ مت اٹھاؤ اگر طبیعت حالات سے گھٹن محسوس کرتی ہے تو کہو کہ ذرا صبر کرو ابھی ہدایت کا موقعہ موجود ہے اللہ تعالی صحیح بات کی طرف رہنمائی فرمائیں گے اور بذریعہ توفیق اعانت فرمائیں گے۔

ظلم کی انتہاء

بڑے بڑے عہدہ دار اور اہل منصب کے متعلق سننے میں آتا رہتا ہے کہ شراب پیتے ہیں فسق وفجور میں ملوث ہیں ایسی ایسی کارگزاریاں کرتے ہیں جو شرعا موجب حد ہوتی ہیں تو میں اس فکر میں پڑ جاتا ہوں اور جی ہی جی میں کہتا ہوں کہ ایسے ایسے لوگوں کے خلاف موجب حد جرائم ثابت ہی کب ہوں گے اور ثابت ہو بھی گئے تو حد قائم کون کرے گا اور عادتا یہ بہت ہی بعید بات ہے کیونکہ یہ لوگ اپنے مقام و مرتبہ کے لحاظ سے قابل احترام ہوتے ہیں تو میں سوچتا رہتا ہوں کہ یہ حد واجب قائم و نافذ نہ ہو سکے گی اور تعطل کا شکار ہو کر رہ جائے گی حتی کہ دیکھتے ہی دیکھتے وہ دھر لئے گئے گرفتار ہوئے اور عجیب وغریب حالات میں مبتلا ہوئے ظلم کے عوض ان کے مال جاتے رہے اور طویل قید وبند کے بعد کئی گنا بڑھ کر ان کی حدود کا معاملہ چکایا گیا۔ بامشقت قید اور عظیم ذلت اس کے علاوہ اور ان میں سے کئی ایک کو تمام تر سختیوں اور ذلتوں کے بعد بالآخر قتل بھی کر دیا گیا۔ مجھے یقین آیا کہ امہال تو ہے اہمال نہیں (ڈھیل تو ہے کھلی چھٹی نہیں کہ باز پرس ہی نہ ہو) لہذا بہت ہی بچ کے رہو خوب محتاط رہو کہ سزا ہر وقت تاک میں ہے۔

اسباب کا استعمال

عاقل کا اپنے مناسب حال اسباب کے لئے محنت کرنا عقل اور شرع دونوں لحاظ

ہندستانی لائبریری
گارڈن ریچ روڈ۔ مٹیابرج۔ کلکتہ

براہ مہربانی ورق نہ موڑیں۔

سے لازم ہے مجملہ ان کے یہ ہے کہ مثلاً اپنے مال کی حفاظت کرنا اس کے بڑھانے کی کوشش کرنا اس میں اضافہ کی خواہش رکھنا کیونکہ یہ انسان کی بقاء کا سبب اور اس کی عزت کا ضامن ہے اسی لئے اس کو فضول خرچی سے منع کیا ہے اور حکم دیا کہ: کہ کم عقلوں کو اپنے مال نہ دو اور جان رکھو کہ وہ ان کی بقاء کا ذریعہ ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے معاش کا سہارا رکھا ہے ایسے ہی ارشاد ہے کہ ہاتھ کو پورا پورا مت کھولو اور فرمایا کہ فضول خرچ مت کرو۔ نیز فرمایا جو اسراف نہیں کرتے اور نہ ہی تنگی کرتے ہیں اور ہے اس کے درمیان سیدھی گزران۔
اور فضیلت مال میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے اور کون ایسا شخص ہے جو قرض دے اللہ تعالیٰ کو اچھا قرض اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو نیز فرمایا کہ وہ اپنے مال خرچ کرتے ہیں اور ارشاد ہے کہ تم میں سے جن لوگوں نے فتح سے پہلے خرچ کیا وہ برابر نہیں الخ اور اللہ تعالیٰ نے مال کو نعمت قرار دیا اور زکوٰۃ کو اس کی پاکیزگی فرمایا چنانچہ ارشاد ہے ان کے مال سے زکوٰۃ کو پاک کرے تو ان کو اور بابرکت کرے تو ان کو اس کی وجہ سے۔ حدیث شریف میں ہے کہ پاکیزہ مال صالح مرد کے لئے بہترین چیز ہے اور فرمایا کہ مجھے کسی مال نے ایسا نفع نہیں دیا جیسا کہ ابو بکرؓ کے مال نے دیا اور ابو بکرؓ تجارت کے لئے نکل جاتے اور آپ کو چھوڑ جاتے تھے اور آپ کبھی ان کو منع نہیں فرماتے تھے ایسے ہی صحابہ کی ایک جماعت تجارت پیشہ تھی اور سعید بن المسیب جو کبار تابعین میں سے ہیں بہت سا مال چھوڑ کر فوت ہوئے ہیں دیگر اسلاف کا بھی یہی طریق مسلسل رہا علاوہ ازیں انسان پر مرض وغیرہ کے حالات آتے رہتے ہیں جن میں مال کی ضرورت پڑتی ہے اور وہ اس کے حصول کے لئے مجبور ہو جاتا ہے بلکہ کبھی اپنی عزت اور دین کو بھی داؤ پر لگا بیٹھتا ہے نیز مال کے وجود سے انسانی بدن میں بھی قوت محسوس ہوتی ہے اور اطباء نے اس کو بھی ادویاء میں شمار کیا ہے واضح نے یہ حکمت بھی عجیب وضع کی ہے پھر ایک جماعت نمودار ہوئی جس نے راحت کی راہ نکالی اور اپنے متوکل ہونے کا دعویٰ کیا اور یہ کہ ہم لوگ کچھ بھی بچا کر نہیں رکھتے اور سفر کے لئے زادراہ بھی نہیں لیتے کہ بدن کا رزق آہی جاتا ہے یہ طریق شریعت کے سراسر خلاف ہے کیونکہ آپ ﷺ نے مال ضائع کرنے سے منع فرمایا ہے اور موسیٰ علیہ السلام نے خضر کی تلاش میں سفر کیا تو زاد سفر ساتھ لیا تھا اور خود ہمارے پیغمبر ﷺ نے سفر ہجرت میں زاد سفر ساتھ لیا تھا اور سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کہ زادراہ لے لیا کرو کہ بے شک بہتر فائدہ زادراہ کا بچنا ہے سوال سے۔
پھر یہ تصوف کے مدعی حضرات بغض دنیا کا دعویٰ بھی کرتے ہیں اور نہیں جانتے کہ بغض کس

چیز سے ہونا چاہئے اور وہ طلب مال کی زیادتی کو حرص اور حب مال سمجھتے ہیں حاصل یہ کہ یہ لوگ اگر سچے ہیں تو اپنی رائے سے انہوں نے ایسی راہ گھڑلی ہے جس میں رہبانیت گھس آئی ہے اور اگر انہوں نے زہد کا نام لے کر شکار کے لئے جال بچھایا ہے جو کچھ رزق حاصل ہوا سے فتوح کا نام دے لیتے ہیں تو یہ باطل و بے کار ہے لبن قتیبہ "غریب الحدیث میں "الید العلیا" کی شرح میں فرماتے ہیں کہ دینے والا ہاتھ مراد ہے اور فرماتے ہیں کہ عجیب بات ہے کہ بعض لوگ اس کا معنی کرتے ہیں "لینے والا ہاتھ" میں سمجھتا ہوں کہ ان لوگوں کو سوال کرنا پسند اور محبوب ہے اور اس دناءۃ (کمینگی) کی وجہ سے یہ دلیل بنائی ہے باقی شریعت ان کے حال سے بری ہے حدیث میں ہے کہ ابراہیم اور لوط علیہما السلام کے جانوروں کے لئے شہر میں جگہ تنگ ہو گئی تو انہیں الگ الگ ہونا پڑا تھا اور نام نہاد صوفیوں کی ایک جماعت نے بہت سے لوگوں کو کسب مال سے متنفر کر دیا ہے اور ان کے دلوں میں اس سے وحشت بھر دی ہے حالانکہ یہ انبیاء علیہم السلام اور صالحین کا طریق تھا اور ان لوگوں نے آرام کی راہ نکالی اور فتوح پر آس لگائے بیٹھ گئے۔ سیر ہوتے ہیں تو ناچنے (رقص کرنے) لگتے ہیں اور جب ہضم ہو جاتا ہے تو کھانے لگ جاتے ہیں اور کسی نہ کسی غنی پر دعوت واجب کرنے کے حیلہ کی تلاش میں رہتے ہیں کبھی کسی شکرانے کے ذریعہ اور کبھی کسی کفارہ اور استغفار کے ذریعہ اور اس پر مزید ظلم یہ کہ اس کو وہ نیکی اور قربت شمار کرتے ہیں حالانکہ علماء کا اس پر اجماع اور اتفاق ہے کہ رقص (ناچنے) کو عبادت و قربت سمجھنا کفر ہے زیادہ سے زیادہ مباح ہی کہہ لیتے تو بات تھی۔ وجہ یہ ہے کہ قربت و عبادت ہونا شرع بتاتی ہے اور شرع میں ناچنے کا نہ حکم آیا ہے اور نہ ہی ترغیب آئی ہے اور مجھے ان کے بعض افراد کی یہ خبر بھی ملی ہے کہ وہ بے ریش نوعمر لڑکوں کے سامنے شمع روشن کر کے رکھتے ہیں اور پھر ان کو خوب دیکھتے ہیں کوئی پوچھے تو اس سے مذاق کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہم تو اللہ تعالی کی شان کا نظارا کرتے ہیں۔ ہائے افسوس شیطان نے ان کی لگاموں پر قابو پالیا ہے اور جدھر چاہتا ہے انہیں لئے پھرتا ہے اور مجھے ایسے شخص پر تعجب ہے جو دنیا کی مذمت کرتا ہے اور خوب پیٹ بھر کے کھاتا ہے اور اتنا بھی نہیں دیکھتا کہ کہاں سے کھا رہا ہے حالانکہ سلف صالحین اپنی روزی کے لئے فکر مند ہوتے تھے ابراہیم بن ادھم اور ان کے ساتھی رات بھر کو جاگتے تو آپس میں باتیں کرتے کہ کل کس کے ساتھ کام کرنا ہے۔ سری السقطی پاکیزہ غذا کے سلسلہ میں معروف تھے اور انکے ورع اور تقوی کا مقام بہت بلند تھا اب ایسے لوگ نمودار ہوئے ہیں جو صوفیاء کہلاتے ہیں اپنے آپ کو ان مذکورہ سادات کے پیروکار

بتاتے ہیں اور وہ فلاں فلاں لوگوں کے مال سے کھاتے ہیں اور جانتے بھی ہیں کہ یہ اموال کہاں سے آرہے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کا رزق ہے۔

کیا عجب ہے کہ جب کھانے والا کچھ پرواہ نہیں رکھتا کہ کہاں سے آیا ہے اور نہ ہی شہوت اور خواہشات سے اسے کوئی رکاوٹ ہے اور باورچی خانہ سے نکل کر عبادت خانہ کی خلوت کبھی اسے نصیب نہ ہوئی اور نہ کوئی رات اللہ تعالیٰ کے ساتھ تنہائی میں اس کی کٹی اور خوراک بھی معروف ہے کہ کیسی ہے اور کہاں سے ہے اور گویا ایسی دف بجا رہا ہے جس میں جھانجر بجتی ہے اور اور اس کا ساتھی سارنگی بجا رہا ہے اور گیت گانوں میں سُعدیٰ اور لیلیٰ کے لذیذ تذکرے ہیں اور امرد (بے ریش) لڑکے شمع کی روشنی میں سامنے بیٹھے ہیں اور بایں ہمہ یہ حضرات دنیا کی مذمت بھی کرتے ہیں۔ ذرا بتایا جائے کہ لوگوں کے ساتھ تماشہ کرنے والے ان کے سوا کوئی اور لوگ ہو سکتے ہیں؟ مگر جو لوگ ان کے فریب اور دھوکہ میں مبتلا ہوتے ہیں وہ ان سے بھی گئے گزرے اور کمینے ہیں۔

اپنی ذات میں غور کرنے والا اپنے خالق پر ایمان لے آتا ہے

سفر حج میں بدوؤں کا خوف ہوا تو ہم نے طریق خیبر سے چلنا شروع کر دیا راستے میں ہولناک پہاڑ اور عجیب و غریب گھاٹیاں دیکھ کر میرے ہوش اڑتے جاتے تھے اور خالق عزوجل کی عظمت سینے میں بڑھ رہی تھی ان راستوں کے خیال کے موقعہ پر تعظیم کی ایک ایسی نوع میرے سامنے آئی کہ اور چیزوں کے ذکر پر اس کا دھیان نہیں آتا میں نے اپنے نفس کو پکار کر کہا کہ عبرت کی ایک نگاہ ذرا سمندر کی طرف بھی کر اسے اور اس کے عجائبات کو غور و فکر کی نظر سے دیکھ تجھے ایسے ہولناک حالات مشاہدے میں آئیں گے جو ان پہلے عجائبات سے کہیں بڑھ کر ہیں پھر اس کائنات سے نکل کر اس سمندر کی طرف دھیان کر تو یہ تجھے افلاک و سماوات کے مقابلہ میں یوں لگے گا جیسے صحرا میں ایک ذرہ ہوتا ہے پھر افلاک کے چکر کاٹ اور عرش کے گرد طواف کر اور جنت و دوزخ کی چیزوں میں نظر دوڑا اور پھر ان تمام سے الگ ہو کر ذرا ان کو دیکھ کہ یہ پورا عالم اس قادر ذات کے قبضہ قدرت میں ہے جس کی قدرت کی کوئی حد نہیں پھر اپنی طرف ذرا نظر کر اپنی ابتداء و انتہا کو دیکھ اور اپنی ابتداء سے ماقبل کو دیکھ کہ عدم ہی عدم ہے اور اپنی بوسیدگی کے مابعد کو دیکھ کہ مٹی کے سوا کچھ نہیں تو جو شخص غور و فکر کی نگاہ اپنی ابتداء و انتہاء پر رکھتا ہے وہ اپنے اس وجود کے ساتھ کیا مانوس ہو سکتا ہے

اور وہ عظیم اللہ کے ذکر سے اپنے قلب کو غافل رکھنا کیسے پسند کرے گا۔ بخدا اپنی خواہشات کے نشہ سے نفوس اگر ہوش میں آجائیں تو اس کی ہیبت کے مارے پگھل جائیں یا اس کی محبت میں سب کچھ بھول جائیں مگر غلبہ حس کا ہے اس وجہ سے قدرت خالق کی عظمت کا احساس پہاڑوں کو دیکھ کر ہوتا ہے اور نگاہ بصیرت اگر حقائق کو دیکھنے لگے تو اس کی قدرت کی دلیل پہاڑوں کی دلیل سے کہیں بڑھ کر ہے۔ پاک ہے وہ ذات جس نے اکثر مخلوق کو ان کی الجھنوں میں لگا کر اس مقصد سے مشغول کر رکھا ہے جس کے لئے وہ پیدا ہوئے تھے سبحان اللہ۔ سبحان اللہ

صبر کی فضیلت

آفات و مصائب کی انتہاء کا اللہ تعالیٰ کے ہاں وقت مقرر ہے لہٰذا ایک مبتلا شخص کو اس وقت مقرر تک صبر کرنا چاہئے اس وقت سے پہلے قلق و اضطراب کچھ فائدہ بھی نہیں دیتا جیسا کہ مادہ کا قطرہ اپنی جگہ سے عضو کی طرف اتر آئے تو کبھی واپس نہیں جاتا لہٰذا وقت معین تک صبر کرنا ضروری ہے اور مدت کے معین ہونے کے باوجود مصیبت کے جلد ٹل جانے کی خواہش کرنا مفید نہیں ہو سکتا لہٰذا صبر واجب ہے گو دعا کرنا مشروع (جائز) ہے اور وہ مفید بھی ہے مگر دعا مانگنے والے کو بھی جلد بازی ٹھیک نہیں بلکہ صبر اور دعا پر لگا رہے اور فیصلہ حکیم ذات کے حوالہ کئے رکھے اور ان اسباب و ذرائع کو ختم کرنے کی کوشش کرے جو اس مصیبت کا باعث بنے ہیں کیونکہ مصائب اکثر و بیشتر بطور سزا کے ہی ہوتی ہیں اور جلد باز آدمی مدبر (تدبیر کرنے والا) ذات کا مقابلہ کرتا ہے یہ مقام عبودیت کا مقام نہیں ہے اعلیٰ مقام رضا والا ہے اور صبر اس کو لازم ہے اور کثرت دعا کے ذریعہ الحاح و اصرار بہترین سہارا ہے اعتراض حرام ہے جلد بازی تدبیر کی مزاحمت ہے ان چیزوں کو خوب سمجھ لو کہ یہ مصائب میں آسانی پیدا کرتی ہیں۔

لذت صبر

کائنات میں صبر سے زیادہ مشکل کوئی چیز نہیں۔ محبوب چیز کے متعلق ہو یا مکروہ کے خصوصاً جبکہ مدت طویل ہو جائے اور حصول مطلب میں مایوسی ہونے لگے اور اس مدت کے لئے زاد کی ضرورت ہے جس کے ذریعہ اس کا سفر قطع کیا جا سکے اور یہ زاد کئی طرح کا ہو سکتا ہے مثلاً یہ کہ مقدار بلا میں غور کیا جائے کہ اس سے بڑی یا زیادہ بھی آسکتی تھی یا یہ کہ وہ ایسے

حال میں آئی ہے کہ دوسرا حال اس سے بڑھ کر تھا مثلاً کسی چیز کے گم ہونے کی مصیبت میں آ جاتی جو اسے سب سے زیادہ عزیز تھا اور ایک یہ دنیا میں عوض مل جانے کی امید اور ایک یہ کہ آخرت کے اجر پر نگاہ رکھنا اور ایک یہ کہ مخلوق کی طرف سے مدح وثناء کی لذت جن امور میں لوگ مدح کیا کرتے ہیں اور حق جل مجدہ کی طرف سے اجر کے تصور کی لذت اور ایک یہ کہ بے صبری کرنے میں کوئی فائدہ نہیں ہے بلکہ الٹی رسوائی ہوتی ہے ایسی ہی طرح کی اور باتیں جنہیں عقل وفکر پسند نہیں رکھتی بس صبر کے راستہ کا زادراہ یہی ہے لہٰذا صابر کو چاہئے کہ اپنے آپ کو اس میں مشغول رکھے اور اپنے ابتلاء کی ساعات کو ان کے ذریعہ سے بسر کرے تو انشاءاللہ صبح منزل نمودار ہو جائے گی۔

دعا کی قبولیت میں جلد بازی نہ کرو

کسی شدت ومصیبت میں مبتلا شخص جب دعا مانگتا ہے تو اسکے دل میں قبول نہ ہونے یا اس میں دیر ہو جانے کا دھیان نہ آنا چاہئے کیونکہ اس کا کام تو یہی تھا (دعا مانگنا) اور جس سے مانگا ہے وہ مالک ہے حکیم ہے اگر قبول نہیں کرتا تو وہ اپنے ملک میں جو چاہے کرتا ہے اور قبولیت میں دیر کرتا ہے تو اپنی حکمت کی بنا پر کرتا ہے اس کے اسرار میں اس پر اعتراض کرنے والا اپنی صفت عبدیت سے خارج ہے اور ایک صاحب حق کے مرتبہ میں مزاحمت کرتا ہے اور یہ بھی تو جاننا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ اس کے لئے جو اختیار فرماتے ہیں وہ اس کے اپنے اختیار سے بہتر ہے کہ یہ بسااوقات سیلاب مانگتا ہے اور اس میں بہہ جاتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ ایک شخص اللہ تعالیٰ سے جہاد کے لئے دعا کر رہا تھا آواز آئی کہ تو جہاد میں گیا تو قید ہو جائے گا اور قیدی ہو کر نصرانی بن جائے گا اور جب بندہ اللہ تعالیٰ کے حکم اور حکمت کو تسلیم کر لیتا ہے اور یہ بھی یقین ہوتا ہے کہ سب کچھ اسی کا ہے تو دل کو سکون ہو جاتا ہے حاجت پوری ہو یا نہ ہو ایک حدیث میں ہے کہ مسلمان اللہ تعالیٰ سے جو دعا بھی مانگے وہ قبول ہوتی ہے۔ فوری طور پر یا دیر کے بعد یا پھر ذخیرہ آخرت بن جاتی ہے اور جب وہ آخرت میں دیکھے گا کہ جو دنیا میں پوری ہو چکی وہ تو ختم اور جو وہاں پوری نہیں ہوئی اس کا ثواب موجود ہے تو کہے گا کاش کہ میری کوئی دعا بھی پوری نہ ہوئی ہوتی۔

ان باتوں کو سمجھ کر اپنے قلوب کو بچاؤ کہ ان میں شک کا کوئی کھٹکا پیدا ہو یا وہ جلد بازی کرنے لگیں۔

علم کی فضیلت

جو شخص یہ جاننا چاہتا ہے کہ علماء کو عباد و زہاد پر فضیلت حاصل ہے اسے جبرائیل ومیکائیل کے مرتبہ میں نظر کرنی چاہئے اور ان ملائکہ میں کہ مخلوق کے متعلق امور جن کے حوالے کئے گئے ہیں اور باقی ملائکہ ہمہ وقت عبادت میں ہیں اور ان ملائکہ کو اپنے اپنے علم کے بقدر اللہ تعالیٰ کے ہاں قرب کا مقام حاصل ہے اور جب ایک فرشتہ وحی کا حکم لے کر گزرتا ہے تو تمام آسمان والے متوجہ ہو جاتے ہیں حتی کہ وہ ان کو خبر کی اطلاع دیتا ہے۔ "اور جب ان کی قلبی گھبراہٹ ختم ہوتی ہے تو باہم پوچھتے ہیں تمہارے رب نے کیا کہا تو کہتے ہیں حق فرمایا ہے" جیسا کہ کوئی عابد وزاہد کسی حدیث کو سن کر پریشان ہوتا ہے اور علماء سے اس کی صحت اور معنی کے متعلق پوچھتا ہے پس پاک ہے وہ ذات جس نے ایک فریق کو خصوصیات کے ساتھ مختص فرمایا اور اپنے ہم جنسوں پر ان کو شرافت بخشی اور علم سے بڑھ کر کوئی خصوصیت شرافت نہیں رکھتی آدم علیہ السلام اسی میں آگے بڑھے اور مسجود ملائکہ بنے اور فرشتے اسی شرافت میں پیچھے رہ گئے اور ساجد (سجدہ کرنے والے) تو اللہ تعالیٰ کے سب سے زیادہ مقرب اہل علم ہیں اور علم بھی محض اپنے ظاہر کی وجہ سے نافع نہیں ہے بلکہ اپنی حقیقت کے لحاظ سے اور اس کی حقیقت اسے ملتی ہے جو عمل کے لئے علم حاصل کرتا ہے اور علم جب بھی کسی فضیلت پر اس کی رہنمائی کرتا ہے وہ اسے حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے اور جب بھی کسی برائی سے منع کرتا ہے تو یہ بچنے کی پوری کوشش کرتا ہے تب جا کر علم اپنے اسرار اس پر کھولتا ہے اور اس کا طریق اس پر آسان ہو جاتا ہے اور اس کی مثال اس کھینچنے والے کی طرح ہو جاتی ہے جو دوسرے کو کھینچنے کے لئے تیار کرتا ہے اور وہ جب ذرا حرکت کرتا ہے تو اس کی رفتار تیز ہو جاتی ہے اور جو شخص اپنے علم پر عمل نہیں کرتا علم اپنی گہرائیوں پر اسے مطلع نہیں کرتا اور نہ ہی اپنے اسرار اس پر منکشف کرتا ہے اور اس کی مثال ایک مجذوب کی ہے جسے کھینچنے والا گھسیٹ رہا ہے اس مثال کو سمجھ کر اپنی نیت وقصد کی اصلاح کر لو ورنہ تعب ومشقت میں مت پڑو۔

نفس کے ساتھ نرمی کا معاملہ

تمام امور میں بہترین چیز ہر کام میں اعتدال ہے جب ہم اہل دنیا کو دیکھتے ہیں کہ ان کی امیدیں غالب آ رہی ہیں اور خیر کے شعبہ میں ان کے اعمال فاسد ہو رہے ہیں تو ہم ان

کو موت، قبر اور آخرت کے ذکر اور یاد کا حکم دیتے ہیں اور جو عالم ہوتے ہیں موت ان کے دھیان سے کبھی غائب نہیں ہوتی آخرت کی احادیث اس کے پاس پڑھی جاتی ہیں اور خود اس کی زبان پر جاری ہوتی ہیں لہٰذا اس کو مزید موت کی یاددہانی مفید نہیں بلکہ اس کا یکدم سب کچھ چھوٹ جائے گا بلکہ اس عالم کے لئے جو اللہ تعالیٰ کا شدید خوف رکھتا ہے آخرت کو بکثرت یاد کرتا ہے اس کو یہ مناسب ہے کہ اپنا دھیان موت کی یاد سے ذرا دوسری طرف مصروف کرے تاکہ اس کی توقعات کی فرصت میں کچھ طول آئے اور یہ تصنیف وغیرہ اعمال خیر میں لگ سکے اور طلب اولاد کی طرف متوجہ ہو سکے اور اگر یہ ذکر موت ہی میں پگھلتا رہا تو اس کا مفسدہ اس کی مصلحت پر غالب آجائے گا کیا تم نے نہیں سنا کہ آنحضرت ﷺ نے ایک دفعہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ مسابقت فرمائی (دوڑ لگائی) اور وہ کے بڑھ گئیں اور ایک مرتبہ پھر ایسا ہوا اور آپ آگے بڑھ گئے اور آپ کبھی مزاح فرماتے اور اپنے نفس کو مصروف فرماتے تھے کیونکہ حقائق کا گہرا مطالعہ بدن کو فاسد اور نفس کو معطل کر دیتا ہے روایت ہے کہ امام احمدؒ بن حنبل نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ ان پر خوف کا باب کھولا جائے چنانچہ جب خوف کا فتح باب ہوا تو عقل کے ماؤف ہونے کا خطرہ ہو گیا پھر عرض کیا کہ اس حال کو واپس لوٹایا جائے اس اصل کو بغور دیکھئے کہ نفس کو مغالطہ ہوتا رہتا ہے اور اس میں اس کی اصلاح ہے اللہ تعالیٰ توفیق بخشنے والے ہیں۔

ترقی کی فضیلت

جو شخص اپنے خالص فکر کو کام میں لاتا ہے وہ اسے اعلیٰ مقامات کی رہنمائی کرتا ہے اور ہر حال میں کسی ناقص درجہ پر قناعت سے روکتا ہے ابو الطیب متنبی کا شعر ہے: (ترجمہ) میں نے لوگوں کے عیوب میں ایسا عیب کوئی نہیں دیکھا جو قادر علی الکمال (کمال پر قادر) لوگوں کے ناقص رہ جانے کے مانند ہو لہٰذا عاقل کو چاہئے کہ جہاں تک ممکن ہو انتہا تک پہنچے چنانچہ اگر آدمی کو آسمانوں پر جانا عادتاً ممکن ہوتا تو میرے نزدیک اس کا زمین پر قناعت کرنا قبیح ترین نقص ہوتا اور اگر محنت و ریاضت سے نبوت مل سکتی تو اس کی تحصیل میں کوتاہی کرنے والا گھٹیا آدمی کہلاتا مگر جب یہ ممکن نہیں تو جو کمال ممکن ہے اس کی محنت و طلب تو

ے شرافت علم شرافت نبوت کے بعد ہے آدم علیہ السلام کو فضیلت محض اپنے علم کی وجہ سے نہیں بلکہ شرافت نبوت کے بعد

ہونی چاہئے حکماء کے نزدیک سیرت جمیل یہ ہے کہ نفس علم و عمل کے آخری درجہ امکان تک پہنچ جائے میں اس کی تشریح کرتا ہوں جو اس کے ابہام کو واضح کردے گی۔ بدن کے لحاظ سے دیکھئے تو اس کی شکل و صورت آدمی کے اختیار میں نہیں یہ فقط اس کی تحسین و تزئین ہی کر سکتا ہے لہذا عاقل کے لئے اس سے غفلت برتنا قبیح ہے شریعت نے اس پر بعض باتوں کے ذریعہ تنبیہ فرمائی ہے چنانچہ ناخن تراشنے کا حکم دیا' نیز زیر بغل بالوں کا اکھاڑنا زیر ناف بال مونڈنا اور لہسن اور پیاز کچا کھانے سے منع فرمایا تاکہ بدبو نہ آئے اسی طرح کی دوسری چیزوں کا بھی یہی حکم ہے بس اعلیٰ درجہ کی صفائی اور تزئین ہونی چاہئے۔ آنحضرت ﷺ کا تشریف لانا آپ کی بہترین خوشبو کے ذریعہ معلوم ہو جاتا تھا آپ انتہائی نظافت و پاکیزگی رکھتے تھے اور میں یہ بھی نہیں کہتا کہ خوب مبالغہ اور شدت اختیار کی جائے جیسا کہ وہمی لوگ کیا کرتے ہیں البتہ اعتدال محمود و پسندیدہ ہے پھر یہ بھی ضروری ہے کہ اپنے بدن کی رعایت رکھے جو کہ اس کی سواری ہے اس کی غذا میں کمی نہ آنے دے ورنہ اس کی قوت کم ہو جائے گی اور میں اتنا کھانے اور سیر ہونے کو نہیں کہتا کہ ڈکاریں ہی آتی رہیں یہاں بھی میانہ روی ہی مطلوب ہے اس لئے کہ آدمی کے قویٰ ایک جاری چشمہ کی مانند ہیں جس میں اس کا اپنا بھی نفع ہے اور لوگ بھی نفع اٹھاتے ہیں اس میں ان لوگوں کا قول قابل التفات نہیں جو نام نہاد زاہد اور وسوسہ کا شکار ہیں جن کی پوری کوشش ضروریات میں کمی کرنے کی ہے جس سے وہ فرائض کی ادائیگی میں بھی کمزور پڑ جاتے ہیں ایسی تقلیل شریعت میں نہیں ہے اور نہ ہی آنحضرت ﷺ سے اور آپ کے اصحاب سے منقول ہے آنحضرت ﷺ اور آپ کے اصحاب جب کچھ نہ ہوتا تو فاقہ کرتے اور کبھی دوسروں پر ایثار کر کے خود صبر کر لیتے تھے۔ جی ہاں بدن کی اس سواری کی غذا اور چارہ کا خیال رکھنا ہی چاہئے کبھی کبھی ایک لقمہ بہت سے لقموں سے رکاوٹ بن جاتا ہے لہذا اسے ایذا والی غذا نہ دے بلکہ جو بہتر سمجھ آئے وہ دے اور اس مدعی زاہد کی بات پر توجہ نہ دے جو کہتا ہے کہ میں اس کی مرغوب و پسندیدہ چیز اسے کبھی نہ دوں گا۔ بس دیکھنا یہ چاہئے کہ غذا حلال ہے اور معتدل مقدار میں ہے خود آنحضرت ﷺ اور آپ کے اصحاب سے یہ کہیں منقول نہیں جیسے اہل وسوسہ نے مرغوبات کے کلی طور پر ترک کو اپنا رکھا ہے۔ ان حضرات نے کبھی چھوڑا تو کسی وجہ اور سبب سے چھوڑا مثلاً اس کے حلال ہونے میں شبہ کی وجہ سے یا اس خوف سے کہ نفس کہیں ہمیشہ کے لئے اس کا عادی نہ ہو جائے اور ایسا کرنا شرعاً جائز ہے آدمی کو لائق ہے کہ تجارت میں اور کسب مال میں بقدر زائد کوشش اور محنت کرے کہ

دوسروں سے آگے بڑھے پیچھے نہ رہے مگر اس حد تک کہ علم میں رکاوٹ نہ بنے اور علم میں حد نہایت کو پہنچنے کی کوشش کرے، اگر ہمت قوی ہے تو ترقی کر کے خود صاحب مذہب مجتہد بنے درجہ تقلید پر قناعت نہ کرے کیونکہ مقلد نابینا کی طرح ہے جسے مجتہد کھینچتا اور چلاتا ہے اور یہ بھی محنت و کوشش کرے کہ معرفت خداوندی میں اور اس کی عبادت و اطاعت میں حد نہایت کو حاصل کرے۔ حاصل کلام یہ کہ جس فضیلت اور کمال کو حاصل کر سکتا ہے اسے حاصل کئے بغیر نہ چھوڑے شعر (ترجمہ) بس ایسا مرد بن جس کا پاؤں زمین پر ہے اور اس کے عزم وہمت کی انتہا ثریا تک پہنچتی ہے...... اور اگر تجھے ممکن ہے کہ تمام علماء وزہاد سے آگے بڑھ جائے تو بڑھ جا کیونکہ وہ انسان ہی تھے اور تو بھی انسان ہے اور جو بھی پیچھے رہ گیا ہے وہ اپنی ہمت کی کمزوری اور گھٹیا پن کی وجہ سے پیچھے رہا ہے اور یقین رکھ کہ تو مسابقت (آگے بڑھنے) کے میدان میں اترا ہوا ہے اور اوقات دم بدم ختم ہو رہے ہیں اور کبھی سستی کی طرف مائل نہ ہو کہ جو کچھ بھی کسی سے رہ گیا وہ اس کی سستی کی وجہ سے رہا اور جو کچھ بھی کسی نے پایا اپنے عزم وہمت سے پایا اور ہمت قلوب میں یوں جوش مارتی ہے جیسے ہنڈیا کا جوش ہوتا ہے بعض سلف کا قول ہے کہ بار بار محنت کرنا ہی میرا سرمایہ ہے۔ اسی کی بدولت میں زندوں میں شمار ہوتا ہوں۔ میرا نفس رزق میں قناعت کئے ہوئے ہے اور میری ہمتیں بلندیوں میں بڑھتی جارہی ہیں۔

ظالموں سے دور رہنے میں عزت ہے

اہل علم کے لئے دنیا میں اتنا مال جمع کرنا بہت مفید ہے جو لوگوں سے مستغنی کر دے ایسا مال جب علم کے ساتھ جمع ہو جاتا ہے تو کمالات محفوظ رہتے ہیں اور اکثر علماء حضرات کو علمی مشاغل نے کسب مال سے مصروف رکھا جس سے وہ اپنی ضروریات کے محتاج ہوئے اور صبر میں کمی آئی تو وہ ایسے مقام تک بھی پہنچے جو ان کی شان کے شایاں نہ تھا اس میں گو انہوں نے تاویل فرمائی تاہم کوئی اور صورت متبادل ہوتی تو ان کے لئے بہتر ہوتا چنانچہ زہری عبد الملک کے ساتھ اور ابو عبیدہ طاہر بن حسین کے ساتھ اور ابن ابی الدنیا معتضد کے ساتھ رہے اور ابن قتیبہ نے اپنی کتاب کے مقدمہ میں وزیر کی مدح لکھی اور بعد کے اکثر علماء وزہاد ایسے لوگوں کے زیر سایہ زندگی گزارتے رہے جو اپنے ظلم میں معروف و مشہور تھے اور ان حضرات نے اس کے لئے گو تاویل کی صورتیں نکالیں تاہم اپنی قلبی کیفیات اور دینی

کمالات میں سے انہوں نے اتنا کچھ گنوالیا کہ اس کے عوض پائی ہوئی دنیا کسی شمار میں نہ آسکی اور ہم نے صوفی کہلانے والے اور علماء کی ایک جماعت کو دیکھا جو رؤسا کی مجالس میں شرکت کرتے تھے کہ ان کے ہاتھوں سے کچھ انہیں بھی ملے بعض ریاکاری کرتے بعض مداہنت اور چاپلوسی اختیار کرتے اور بعض ناجائز حد تک ان کی مدح سرائی کرتے اور بعض ان کی منکرات اور قبیح حرکات دیکھ کر خاموش رہتے وغیرہ وغیرہ اور ان سب باتوں کا سبب فقر تھا جس سے معلوم ہوا کہ عزت کا کمال اور ریاکاری سے تحفظ ظالم (اہل کاروں سے رہنے میں ہے) اور ریاکاروں سے دور رہنے میں ہے اور ہماری نگاہ میں یہ چیز دو آدمیوں میں سے کسی ایک کو نصیب ہوتی ہے یا تو اس شخص کو جس کے پاس اپنا مال ہو جیسے سعیدؒ بن المسیب کہ زیتون کے تاجر تھے اور سفیان ثوریؒ کہ وہ بھی تجارت پیشہ تھے اور ابنؒ المبارک وغیرہ حضرات یا پھر وہ حضرات جو پختہ صبر والے اور جو میسر آئے اس پر قناعت کرنے والے گو کفایت نہ بھی کرے جیسے بشر حافیؒ اور احمدؒ بن حنبل وغیرہ حضرات اور جب کسی کے پاس ان حضرات جیسا صبر اور ان حضرات جیسا مال نہ ہوگا تو ظاہر ہے کہ انہیں آفات اور مشقتوں کے انقلابات دیکھنے ہوں گے جو کبھی دین کو بھی لے بیٹھتے ہیں لہٰذا ایسے علم کے طالب تجھے لازم ہے کہ لوگوں سے مستغنی رہنے کو مال جمع کرنے کی کوشش کرے کہ اس سے تیرا دین بھی محفوظ رہے گا کیونکہ ہم نے اغلب حالات میں دین زہد اور عجز وانکسار میں منافقت اور عالموں پر آنے والی آفت حب دنیا ہی کی وجہ سے دیکھی ہے اور اس میں اکثر دخل فقر کا ہوتا ہے اور اگر کسی کے پاس بقدر کفایت مال ہے اور وہ زائد بڑھانے کو امراء سے خلط رکھتا ہے تو یہ شخص اہل شر میں شمار ہوتا ہے اہل علم میں نہیں اللہ تعالیٰ ایسے احوال سے پناہ میں رکھیں۔

شرافت فقہ

کسی شے کی فضیلت پر سب سے بڑی دلیل اس کے فوائد و ثمرات پر نظر کرنا ہے جو شخص علم فقہ کے ثمرات و فوائد پر غور کرے گا اسے پتہ چل جائے گا کہ یہ سب علوم سے افضل ہے کیونکہ ارباب مذاہب (مجتہدین فقہاء) تمام لوگوں پر فقہ کی بدولت ہمیشہ سے فوقیت رکھتے ہیں اگرچہ ان کے زمانہ میں کوئی ایسا عالم بھی ہو جو قرآن و حدیث یا لغت ان سے بڑھ کر جانتا ہو اس کا اندازہ ہمارے اس زمانہ میں بھی ہو سکتا ہے کہ ایک نوجوان جو ظاہری اختلافی مسائل جانتا ہے اور کافی سمجھتا ہے اور حوادث میں اللہ تعالیٰ کے ایسے ایسے احکام جانتا

ہے جو دوسرے بڑے بڑے علماء نہیں جانتے اور ہم نے بہت سے حضرات دیکھے جو علم قرآن وحدیث یا تفسیر ولغت میں کمال رکھتے ہیں لیکن اپنی اس بڑائی کے باوجود بہت سے احکام شرع سے ناواقف ہیں اور بسااوقات نماز میں کوئی صورت پیش آجاتی ہے اور یہ اس کے علم سے واقف نہیں ہوتے مگر فقیہ کو بھی لازم ہے کہ وہ باقی علوم سے اجنبی نہ ہو ورنہ وہ کیسا فقیہ ہوگا بلکہ اسے ہر علم سے واقفیت رکھتے ہوئے فقہ پر عبور ہونا چاہئے کہ اس میں دنیا اور آخرت کی عزت ہے۔

ایسے نقائص جن کا سبب خواہش کا غلبہ ہے

میں نے بہت سے لوگ دیکھے ہیں جو نجاست کے چھینٹوں سے پرہیز کرتے ہیں مگر غیبت سے انہیں وحشت نہیں ہے کثرت سے صدقہ دیتے ہیں اور سودی معاملات کی پرواہ نہیں کرتے رات کو تہجد پڑھتے ہیں اور فرض کو وقت سے ٹال دیتے ہیں بہت سی بے حد و شمار چیزیں جو غیر ضروری اور معمولی ہیں خوب یاد کر رکھی ہیں اور اصولی اور بنیادی باتیں ضائع کر رکھی ہیں۔ میں نے اس کا سبب تلاش کیا اور دو باتیں معلوم ہوئیں (۱) عادت (۲) مطلوب کے حصول میں خواہش کا غلبہ کہ وہ کبھی ایسی غالب آتی ہے کہ کچھ سنائی دے نہ دکھائی دے اس کی نظر یہ ہے کہ یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے جب منادی کی آواز سنی "کہ تم چور معلوم ہوتے ہو" تو جواب دیا "خدا تمہیں معلوم ہے کہ ہم یہاں فساد و شر پھیلانے نہیں آئے اور چوری کرنا ہماری عادت بھی نہیں" تفسیر میں آتا ہے کہ وہ مصر میں داخل ہوئے تھے تو اپنے اونٹوں کے منہ پر غلاف (تھیلے) چڑھا کر لائے تھے تاکہ وہ کسی کا مال ناحق نہ کھالیں گویا انہوں نے یہ کہا کہ تم نے دیکھا کہ اونٹوں کے ساتھ ہم نے کیا کیا تھا بھلا ہم چوری کیسے کر سکتے ہیں مگر وہ نہیں جانتے تھے کہ ورع میں اور کسی کا لقمہ اٹھا لینے میں یوسف علیہ السلام کو کنوئیں میں ڈالنے اور ناقص ثمن کے عوض بیچنے میں فرق کیا ہے کتنے لوگ ہیں جو معمولی باتوں میں تو اطاعت کرتے ہیں بڑی باتوں میں نہیں یا ایسی باتوں میں جو آسان ہوں یا عادت کے موافق یا ایسی باتوں میں جو ان کی خوراک و پوشاک کی عادت میں خلل انداز نہ ہوں۔ بہت سے لوگوں کو ہم دیکھتے ہیں جو سود لیتے ہیں اور پھر یوں بھی کہنے لگتے ہیں کہ میرا دشمن مجھے کیسا دیکھے گا جب میں اپنا گھر فروخت کروں گا یا لباس یا سواری تبدیل کروں گا ہم دیکھتے ہیں کہ بہت سے لوگ طہارت میں وسوسہ رکھتے ہیں اور کثرت سے پانی استعمال کرتے ہیں مگر غیبت

سے ذرا نہیں بچتے اور بہت سے ہیں جو اپنی اغراض حاصل کرنے کو غلط تاویلات کر لیتے ہیں اور جانتے بھی ہیں کہ یہ جائز نہیں حتیٰ کہ۔ میں نے ایک نیک عبادت گذار آدمی کو دیکھا جسے کسی شخص نے مسجد بنانے کو رقم دی اس نے وہ صحیح مال تو اپنے لئے رکھ لیا اور اس کے عوض ناقص اور ردی سکے لگا دیئے مرنے لگا تو اس شخص سے کہا کہ مجھے معاف کر دو کہ میں نے فلاں فلاں کام کیا ہے اور کچھ لوگ ایسے ہیں جو گناہوں کو اس لئے چھوڑے ہوئے ہیں کہ ان کی رسائی وہاں تک نہیں اور وہ اس حالت سے مانوس ہو جاتے ہیں اور جب کبھی قریب پہنچ جائیں تو بے قابو ہو جاتے ہیں اس سلسلہ میں لوگوں کے عجیب و غریب حالات و واقعات ہیں جن کا ذکر بھی طویل ہے ہمارے علم میں ہے کہ علماء یہود کے ایک طبقہ نے اپنے دین میں زائد عبادت کا بوجھ بڑھا رکھا تھا جب اسلام آیا اور اس کے صحیح ہونے کا علم بھی ان کو ہو گیا وہ اپنی خواہشات کے مقابلہ کی ہمت نہ کر سکے جو ان کی ریاست کے ختم ہونے کے بارے میں تھیں ایسے ہی قیصر روم نے آپ ﷺ کی رسالت دلائل کی روشنی میں پہچان لی مگر وہ اپنی خواہش کے مقابلہ اور ملک کے ترک پر قادر نہ آسکا بس اصول اور بنیادی باتوں کو ضائع کرنے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور خواہشات کے بے لگام چرنے میں اس کا خوف کھاؤ کیونکہ مویشی کھلے چھوڑ دیئے جائیں تو تقویٰ کی کھیتی میں بربادی لاتے ہیں اور خواہش نفس کی مثال اس درندے کی سی ہے جس کے گلے میں زنجیر ہے اس کا محافظ اگر اسے مضبوطی سے تھامے گا تو اس کو روک سکے گا اور کبھی اس درندہ کی خواہشات خود اس پر غالب آجاتی ہیں کہ زنجیر بھی ان کا مقابلہ نہیں کر پاتی تو وہ آزاد ہو جاتا ہے مگر ہاں بعض حضرات ایسے بھی ہیں جو اپنی خواہشات کو زنجیر کے ذریعہ قابو میں رکھتے ہیں اور بعض دھاگے سے ہی قابو پا لیتے ہیں لہذا عاقل کو چاہئے کہ خواہش کے شیاطین سے بچتا رہے اور اس چیز کو نگاہ میں رکھے جس کے ذریعہ وہ اپنے دشمن پر غالب آسکتا ہے اور کون ہے جو اس پر غلبہ پا سکتا ہے۔

احتیاط احتیاط

سب سے بڑی غلطی لوگوں پر اعتماد کرنا ہے اور اپنے دوستوں کے معاملہ میں بے احتیاطی کرنا کیونکہ سب سے سخت دشمن اور سب سے بڑھ کر ایذا دینے والا وہ دوست ہوتا ہے جو دشمن بن جائے اس لئے کہ وہ تمام اسرار سے واقف ہوتا ہے شاعر کہتا ہے۔

(ترجمہ) اپنے دشمن سے ایک مرتبہ بچو اور اپنے دوست سے ہزار مرتبہ۔ کہ بسا اوقات

دوست بگڑ جاتا ہے اور وہ مضرت کے راستوں کا خوب واقف ہوتا ہے واقعہ یہ ہے کہ نعمت پر حسد انسانی فطرت میں رکھ دیا گیا ہے یا غبطہ (رشک) اور حب جاہ اور جب تجھے ایسا شخص دیکھتا ہے جو تجھے اپنے جیسا سمجھتا تھا کہ تو اس سے بڑھ گیا ہے تو لازمی طور پر وہ اثر لیتا ہے اور کبھی حسد بھی کرنے لگتا ہے، اور ان یوسف کا جو کچھ بھی قصہ ہوا وہ اسی نوع کا ہے اگر کوئی یہ کہے کہ انسان دوست کے بغیر کیسے رہ سکتا ہے، تو میں کہوں گا کہ تو خوب جانتا ہے کہ حسد ہم جنس ہی کرتا ہے اور اکثر عوام یہ خیال کرتے ہیں کہ عالم تبسم بھی نہیں کرتا اور نہ ہی دنیاوی مرغوبات میں کچھ دلچسپی رکھتا ہے پھر جب وہ جائز اور مباح حد تک کبھی مزاح کرلے تو ان لوگوں کی نگاہوں سے گر جاتا ہے پس جب عوام کا یہ حال ہے اور خواص کی وہ حالت تو معاشرت اور رفاقت کس کے ساتھ ہوگی نہیں عند انفس کے ساتھ معاشرت صحیح نہیں ہو سکتی کہ اس میں تغیر ہوتا رہتا ہے۔ لوگوں کے ساتھ اب صرف مدارات ہی رہ گئی ہے اور خود ان سے بچتا رہے اور دوست بنالے مگر کسی سچے اور مخلص دوست کی طمع نہ رکھے شاذ و نادر مل جائے تو اپنا مماثل نہ ہو کہ اس سے بہت جلد حسد ہونے لگتا ہے اور اسے عوام سے بھی بلند مرتبہ ہونا چاہئے جو تیرے مرتبہ میں بھی طمع نہ رکھتا ہو اگرچہ اس قسم کی معاشرت ورفاقت کام نہیں دیتی کیونکہ علماء میں معاشرت کیلئے مجانست بھی ہونی چاہئے لہٰذا ان کو باہم میل ملاقات میں اشارات بھی لازم ہیں جن سے مجالست خوشگوار ہو سکے لیکن ایسا ہونا بظاہر ناممکن ہے اور اس حال کی مثال یہ ہے کہ اگر تو اذکیا (سمجھدار) کو خدمت کیلئے رکھے تو وہ تیرے باطن اور راز کو پالیں گے اور اگر احمقوں کو رکھے تو مقصد پورا نہ ہو سکے گا لہٰذا اذکیا کو اپنی خارجی ضروریات کیلئے متعین کرلے اور احمقوں کو اپنی گھریلو حوائج کیلئے اور دوستوں میں ایسے لوگوں پر قناعت کر جن کا ذکر ہو چکا پھر ان کی ملاقات کو بھی احتیاط کی ذرہ پہن کر جا اور اس کو کسی ایسی بات پر ہرگز مطلع نہ کر جس کا چھپانا اس سے ممکن ہے اور یوں ہوشیار رہ جیسا کہ بھیڑیئے کے بارے میں کہا گیا ہے کہ

(ترجمہ) وہ اپنی ایک آنکھ کے ساتھ سوتا ہے اور دوسری کے ذریعہ دشمنوں سے بچتا ہے بس وہ بیدار ہے اور سونے والا بھی

دھوکے کا انجام

میں نے کچھ ایسے لوگ دیکھے جنہوں نے اپنی ابتدائی عمر اور آغاز شباب علم کی طلب

میں لگادیا طرح طرح کی تکالیف پر صبر کیا ہر طرح کی راحتیں چھوڑیں جہل اور اس کی قباحت سے نفرت کی بنا پر علم اور اس کی فضیلت کو حاصل کرنے کے لئے اور جب اس کا کچھ حصہ انہیں نصیب ہوا جس نے ان کو اہل دنیا کے مراتب سے بلند کیا اور ان لوگوں سے جن کا علم صرف دنیا ہی سے متعلق تھا تو ان کو کچھ معاشی تنگی آئی یا ان کو لذت نفس میں کمی محسوس ہوئی جن کی وہ طلب وتلاش میں تھے تو وہ شہروں میں نکل گئے ذلیل لوگوں سے سوال کرنا شروع کیا اور کمینے اور گھٹیا لوگوں کے آگے اپنی عزت رکھ دی ان میں سے کسی ایک کو خطاب کرتے ہوئے میں نے کہا "تیرا ناس ہو وہ تیری جہالت سے نفرت وبیزاری کہاں گئی جس کی وجہ سے تو راتوں کو جاگتا تھا اور دن بھر پیاس میں گذارتا تھا اب جبکہ تجھے بلندی نصیب ہوئی اور اس سے نفع لینے کا موقع آیا تو اسفل السافلین کی طرف لوٹ گیا کیا تیرے پاس جہالت سے نفرت اور عار کا ایک ذرہ بھی باقی نہیں رہا جو تجھے ان ذلیل لوگوں کے مقام سے اونچا اٹھا سکے اور کیا تیرے پاس کچھ بھی علم نہیں جو تجھے خواہش کے گڑھے سے نکال سکے ...... اور تو علم کے ذریعہ اتنی قوت بھی حاصل نہیں کر سکا جس سے تو نفس کی لگام کو بری چراگاہوں سے کھینچ سکے۔ مجھے تو یوں لگتا ہے کہ تیری شب بیداریاں اور مشقتیں سب دنیا کے لئے ہی تھیں۔ پھر میں دیکھتا ہوں کہ تو یہ خیال ظاہر کرتا ہے کہ میں کچھ دنیا اس لئے حاصل کرنا چاہتا ہوں کہ مزید طلب علم میں اس سے تعاون لے سکوں تو تجھے معلوم ہونا چاہئے کہ اتنا کسب مال جس کے ساتھ کمینے لوگوں سے غنا حاصل ہو جائے علم میں ترقی کرنے سے افضل ہے اگر تجھے معلوم ہو جائے کہ تیرے دین میں کس قدر نقصان آیا ہے تو اپنی اس علمی زیادتی کو زیادتی نہ سمجھے جس کا تو نے عزم کر رکھا ہے بلکہ ممکن ہے یہ سب نفس کو خطرہ میں ڈالنے کی باتیں ہوں اور اس چہرے کو ذلیل کرنے کی جو آج تک محفوظ رہا ہے ایسے شخص کے سامنے جو تیرے جیسے فاضل کی نگاہ التفات کے بھی لائق نہیں ہے اور یہ بات بہت بعید ہے کہ تو اس معاملہ میں شروع ہونے کے بعد قدر کفایت پر قناعت کرلے گا حالانکہ تجھے یہ بھی معلوم ہے کہ قدر حاجت کے بعد سوال کرنے میں کیا گناہ ہے اور اس سے بھی کہیں بعید یہ بات ہے کہ تو حاصل کردہ مال میں تقوی اور ورع پر قائم رہ سکے گا اور وطن تک بسلامت واپسی کا تیرے لئے کون ضامن ہے کتنے ہیں جو صحرائی وادیوں میں گئے اور ہلاک ہو گئے پھر جسے تو حاصل کر رہا ہے فانی ہے اور باقی رہے گا وہی جو دے دیا گیا اور اہل تقویٰ کا تجھے عیب لگانا باقی رہ جائے گا اور جاہلوں کا تیری اقتدا میں اس راہ پر چل نکلنا باقی رہ جائے گا اور تیرے لئے تو یہی کافی تھا کہ تو

دنیا کی مذمت کو جانتے ہوئے بھی اس کی قباحت پر جھک گیا ہے کیونکہ تیرا عمل اپنے علم کے خلاف ہے خصوصاً اب جبکہ عمر کا اکثر حصہ بھی ختم ہو چکا اور جو ماضی میں اچھے عمل رکھتا ہے وہ مستقبل میں بھی اچھے عمل کرتا ہے۔

علم نافع کی حقیقت

میں نے دیکھا ہے کہ متعدد اشیاء کو حاصل کرنے کا جذب و شوق اصل مقصود کو بھی ضائع کروا دیتا ہے ہم نے دیکھا کہ جو شخص مال جمع کرنے کا حریص ہوتا ہے اور کثیر مال اسے حاصل ہو بھی جاتا ہے وہ پھر بھی مزید حاصل کرنے کی حرص رکھتا ہے اور اگر اسے سمجھ ہو تو جان لے کہ مال کا مقصد اپنی زندگی میں اسے خرچ کرنا ہے اور جب اسے حاصل کرتے کرتے عمر ہی لگا دی اور صرف کر دی تو دونوں مقصد فوت ہو گئے اور کتنے لوگوں نے مال جمع کیا اور اس سے نفع نہیں لے سکے خود ختم ہو گئے اور اسے دوسروں کیلئے چھوڑ گئے۔

شاعر کا قول ہے: کہ جیسے ریشم کا کیڑا کہ اپنی بنائی ہوئی چیز اسے ختم کرتی ہے اور دوسرے اس کی بنائی ہوئی سے نفع اٹھاتے ہیں اسی طرح بہت سے لوگ کتابیں جمع کرنے کے شوقین ہوتے ہیں اپنی عمریں ان کے لکھنے پر لگا دیتے ہیں جیسا کہ عموماً محدثین کا حال ہے کہ وہ آخر عمر تک حدیث کے لکھنے اور سننے میں لگے رہتے ہیں اور رخصت ہو جاتے ہیں اور بعض حضرات حدیث کے علم اور تصحیح میں مشغول رہتے ہیں حتی کہ بعض کے پاس ایک حدیث سو طریق (سند) کے ساتھ موجود ہوتی ہے مگر کوئی مسئلہ در پیش آجائے تو اس کا حل نہیں نکال سکتے مجھے بعض محدثین کے بارے معلوم ہوا کہ انہوں نے ابن عرفہ کا جزء سو استادوں سے سنا اور ستر نسخے اس کے ان کے پاس موجود تھے اور بعض ایسے حضرات ہیں جو کتب جمع کرتے ہیں سنتے ہیں مگر کچھ نہیں جانتے ان میں کیا ہے ان کا مفہوم کیا ہے کس درجہ کی صحیح ہے بس یہ کہتے ہیں میں نے فلاں کتاب سنی ہے اس کا نسخہ میرے پاس موجود ہے اور فلاں کتاب اور فلاں کتاب مگر اس کے صحیح یا سقیم ہونے کا علم ان کو نہیں ہے اور اسی مشغلہ نے جو علم کا اہم حصہ تھا اس سے ان کو مصروف رکھا جیسا کہ حطیئہ کہتا ہے کہ وہ لوگ اخبار کے بوجھ اٹھانے والے ہیں جنہیں اپنے بوجھ کا کچھ علم نہیں جیسا کہ اونٹوں کا علم ہے کہ وہ صبح و شام بوجھ سے لدا سفر کرتا ہے مگر نہیں جانتا کہ لدی ہوئی بوریوں میں کیا ہے پھر بعض حضرات ایسے بھی ہیں جو ایک روایت کی توثیق کیلئے لگتے ہیں اور وہ اپنا ہاتھ اس کی طرف بھی بڑھاتے ہیں جس کا

یہ مشغلہ نہیں ہے اب اگر وہ فتویٰ دے گا غلطی کرے گا اصول میں گفتگو کرے گا تو خلط ملط کرے گا مجھے ایسے حضرات کو سامنے لانا پسند نہیں ورنہ میں کبار علماء کے حالات اور ان کے خلط کے واقعات ذکر کرتا تاہم اہل تحقیق پر ان کے حالات مخفی نہیں ہیں سوال ہو سکتا ہے کہ حدیث شریف میں ہے: منھومان لا یشبعان الخ کہ دو بھوکے کبھی سیر نہیں ہوتے ایک طالب علم اور دوسرا طالب دنیا تو میں جواب میں کہتا ہوں کہ عالم کو میں نہیں کہتا کہ تو سیر ہو جا اور نہ ہی یہ کہتا ہوں کہ کسی ایک علم پر قناعت کر بیٹھ بلکہ یوں کہتا ہوں کہ اہم کو مقدم رکھو کیونکہ عاقل وہ ہے جو اپنی عمر کا اندازہ لگا کر اس کے موافق کام کرتا ہے اگرچہ بقدر عمر علم حاصل کرنے کی کوئی صورت نہیں تاہم اکثر و بیشتر کا اعتبار ہوتا ہے اگر پہنچ گیا تو ہر مرحلہ کیلئے زاد تیار کر چکا اور اگر وصول سے قبل ہی فوت ہو گیا تو اس کی نیت اس کو چلاتی رہے گی اور عاقل جب دیکھتا ہے کہ عمر تھوڑی ہے اور علم بہت زیادہ تو ایسے عاقل کیلئے جو اعلیٰ درجہ کے فضائل کا طالب ہے یہ امر قبیح ہے کہ وہ مثلاً صرف حدیث کے سماع اور تحریر میں لگا رہے کہ تمام سندوں سے اس کو اور ہر قسم کی حدیث حاصل ہو جائے اور ایسا شخص اپنے مقصد سے پچاس برس تک بھی فارغ نہ ہو گا خصوصاً لکھنے کے مشغلہ والا پھر وہ قرآن حفظ نہیں کرے گا یا علوم قرآن میں مشغول ہو جائے تو حدیث کو نہیں جان سکے گا یا فقہی اختلافات میں لگا تو وہ نقلی دلائل جو مسئلہ کا مدار ہیں کیسے معلوم ہوں گے۔

اگر کوئی یہ کہے کہ آپ ہی کوئی تدبیر بتایئے آپ اپنے لئے کیا اختیار کریں گے میں کہتا ہوں کہ ہمت و استعداد کا مالک بچپن ہی سے معلوم ہو جاتا ہے جیسا کہ سفیان بن عیینہؒ فرماتے ہیں کہ میرے والد نے مجھے فرمایا جبکہ میں ۱۵ برس کا تھا تیرے بچپن والے احکام ختم ہو گئے اب خیر کی تلاش کر تا کہ اہل خیر میں سے ہو جائے۔ چنانچہ میں نے اپنے والد کی وصیت کو اپنا قبلہ بنا لیا کہ میں اپنا رخ اسی کی طرف سیدھا رکھتا تھا کبھی ہٹتا نہ تھا اور جواب شروع کرنے سے پہلے اتنا بتا دوں کہ جس صاحب میں کچھ کراہت یا عار کا مضمون ہے اسے ہر ممکن کوتاہی سے عار آنی چاہئے کہ نفس سے اس کو دور کر سکے اب اگر مثال کے طور پر نبوت محنت اور کسب سے آسکتی ہے تو یہ درجہ ولایت پر قناعت نہ کرے یا اگر مثلاً وہ خلیفہ بننے کے اسباب دیکھتا ہے تو سربراہی پر راضی نہ ہونا چاہئے حتی کہ فرشتہ بننا اختیار میں ہو تو بشر ہونے پر اکتفا نہ کرے مقصد تو یہ ہے کہ نفس کو علم و عمل کے اس درجہ کمال تک جو ممکن ہے پہنچائے اور جان چکا ہے کہ عمر کم ہے علم کثیر ہے لہذا قرآن سیکھنے اور حفظ کرنے میں لگے اور اس کی

تفسیر میں سر سری نظر اتنی ضرور لگالے کہ اس کے مطالب واضح ہو جائیں اور اگر قراآت سبعہ پڑھ لی ہیں اور کچھ علم نحو اور لغت بھی اور اصول حدیث میں ابتدائی باتیں مثلاً صحاح، مسانید اور سنن کا تعارف اور اسماء رواۃ اور ضعفاء کی معرفت ہوگئی تو اس کے اصول میں لگے اور اس سلسلہ میں علماء حضرات نے ترتیب قائم کردی ہے جس سے طالب تعب و مشقت سے بچ رہتا ہے اور تاریخ میں اتنی نظر ضرور ہونی چاہئے جس سے ضروری باتیں معلوم ہو سکیں مثلاً آنحضرت ﷺ کا نسب شریف آپ کے اقرباء اور ازواج مطہرات کا تعارف اور ان کے حالات پھر فقہ میں لگنا چاہئے مذاہب اور اختلاف پر نظر کرے زیادہ پیش نظر اختلافی مسائل ہوں جس میں مسئلہ اور اس کے مشمولات کو دیکھے اور اس کے دلائل و محل استنباط پر غور کرے مثلاً آیت و روایت کی تفسیر و تشریح یا لغت وغیرہ اور اصول فقہ اور علم فرائض میں بھی لگنا چاہئے اور جان لے کہ فقہ علوم کی جان اور مدار ہے اور اصول میں نظر کرتے ہوئے وجود صانع کے دلائل پر بھی نگاہ ہونی چاہئے وجود صانع کے دلائل اور ذات حق کے بارے کیا عقیدہ جائز اور کیا ناجائز جاننا اور ارسال رسل (رسولوں کا بھیجنا) اور ان کو قبول کرنے کے وجوب کے دلائل جاننا سب ضروری اور واجب ہیں بس علم اصول کے مقاصد یہی باتیں ہیں پھر بھی اگر کچھ فرصت بچ گئی ہے تو پھر فقہ میں لگنا چاہئے کہ یہ بہت ہی نافع ہے اور جب بھی فرصت میں کچھ گنجائش ملے تو علمی تصنیف کرنی چاہئے کہ اپنے پیچھے بہترین خلیفہ چھوڑنے کی ایک صورت ہے گو اس کے لئے اولاد صالح کے اسباب کی کوشش بھی کرنی چاہئے پھر یہ بھی معلوم رہے کہ دنیا عبرت گاہ ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ عبادت و طاعت کے معاملہ پر نگاہ رہے کہ جو کچھ بھی علم کا حاصل ہے وہ یہی ہے پس جب یہ اس کی معرفت کی تحقیق میں لگے گا اور اس کے معاملہ کے دروازے پر اخلاص سے کھڑا ہوگا تو مقام ولایت کی طرف کھینچ لیا جائے گا اور جس کا ارادہ ہو جائے اسے توفیق بھی مل جاتی ہے اللہ تعالیٰ کے کچھ مخصوص لوگ ہوتے ہیں جن کی تربیت ان کی طرف سے کی جاتی ہے اور بچپن میں ان کی طرف مودب (استاد) بھیجا جاتا ہے جسے عقل کہتے ہیں اور مقوم (سیدھا رکھنے والا) آتا ہے اسے فہم کہتے ہیں اور ان کی تربیت و اصلاح پر خصوصی نگاہ ہوتی ہے اور اپنی قربت کے اسباب ان کے لئے مہیا کئے جاتے ہیں اور کوئی راستہ میں قطع تعلق کرنے والا پیدا ہو جائے تو ان کی اس سے حفاظت ہوتی ہے اور فتنہ ان پر آن پڑے تو مدافعت ہوتی ہے ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان میں شامل فرمائے اور ہم ایسی بے کسی سے پناہ چاہتے ہیں جس کے ہوتے

ہوئے محنت و کوشش بھی کوئی فائدہ نہیں دیتی۔

صدق طلب

یقیناً خلوت کے آثار ہوتے ہیں جو جلوت میں بھی نمودار ہوتے ہیں کتنے اللہ کے بندے ہیں جو اپنی خلوتوں میں اس ذات کا احترام کرتے ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہوئے اپنی مرغوب و محبوب چیز کو چھوڑ دیتے ہیں یا اس کے ثواب کی امید میں یا پھر محض اسی کے احترام و تعظیم میں اور یہ شخص اپنے اس عمل کی بدولت یوں ہو جاتا ہے گویا اس نے انگیٹھی کی آگ پر عود ہندی (خوشبودار لکڑی) ڈالدی ہے جس سے اس کی خوشبو مہک اٹھی لوگ اسے سونگھ رہے ہیں اور نہیں جانتے کہ وہ کہاں ہے محبوب کے ترک کا مجاہدہ جس قدر ہوگا اس قدر اس کی محبت قوی ہوتی جائے گی یا اس محبوب متروک کو مزید جس قدر اپنے سے دور ہٹاتا رہے گا یہ خوشبو بڑھتی رہے گی اور عود کے تفاوت کے بقدر مہک میں کمی بیشی ہوگی تو دیکھے گا کہ لوگوں کی نگاہیں اس کی تعظیم کرتی ہیں ان کی زبانیں اس کی تعریف کرتی ہیں اور اس کی وجہ بھی نہیں جانتے اور اس کو بتا بھی نہیں سکتے کہ اس کی حقیقت سے دور ہیں اور یہ فوائد و آثار کبھی مرنے کے بعد تک اس کے مجاہدات کے بقدر باقی رہتے ہیں چنانچہ بعض لوگوں کا ذکر خیر ایک مدت تک رہتا ہے پھر ختم اور بعض کا سو سال تک تذکرہ چلتا ہے پھر اس کا ذکر اور قبر کا نشان بھی مٹ جاتا ہے اور بعض ایسے پہاڑ ہوتے ہیں جن کا ذکر ابد الآباد تک رہتا ہے۔

اور اس کے برعکس جو مخلوق سے ڈرتا ہے اور حق تعالیٰ کے ساتھ تنہائی میں اس کا احترام نہیں کرتا تو یہ شخص گناہوں پر اپنی جرات کے بقدر اور خود اپنے گناہوں کے بقدر اس کی بدبو پھیلتی ہے اور دلوں میں اس سے عداوت قائم ہوتی ہے۔ اگر اس کے گناہوں کی تعداد کم ہے تو زبانوں پر اس کا ذکر خیر کم ہوگا محض تعظیم رہے گی اور اگر گناہ زیادہ ہوئے تو آخر امر یہ کہ لوگ مدح یا مذمت کچھ نہیں کریں گے بلکہ چپ رہیں گے اور بہت سے تنہائیوں میں گناہ کرنے والے ان کے اس گڑھے میں گرنے کا سبب دنیا و عقبی کی عیش میں محرومی اور بدنصیبی ہے گویا انہیں کہہ دیا گیا تو اسی حال میں رہ جسے تو نے پسند کر لیا ہے بس وہ اسی بدحواسی میں مبتلا رہتا ہے میرے بھائیو! ذرا ان معاصی کی طرف نظر کرو جو آدمی کو پھسلاتے ہیں اور کیا کیا آثار چھوڑ جاتے ہیں حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بندہ تنہائی میں معصیت کرتا

ہے اور اللہ تعالیٰ اس کا بغض غیر شعوری طور پر لوگوں کے قلوب میں ڈال دیتا ہے بس جو میں نے لکھ دیا ہے اس میں غور کرو جو بیان کیا ہے اسے جان لو اور اپنی خلوتوں کو اور پوشیدگیوں کو یونہی مت سمجھ کہ اعمال نیتوں سے بنتے ہیں اور جز ابقدر اخلاص ملتی ہے۔

صبر کا اثر

جو تقدیر کے نافذ ہونے کا یقین رکھتا ہے وہ اس پر پکار ہتا ہے اور جو اس کے بعد بھی اس کا مقابلہ کرتا ہے وہ سب سے بڑا جاہل ہے کیونکہ تقدیر کے مالک کی مراد اس کے سامنے عاجزی دکھانا ہے اور تو نے جب تقدیر کا مقابلہ کیا اور اپنی مراد حاصل کرلی تو تیری عاجزی نہ رہی مثلاً ایک فقیر کو بھوک لگی اور بقدر طاقت اس نے صبر کیا اور جب عاجز آگیا تو مخلوق سے سوال کرنے کو نکلا اور اللہ تعالیٰ سے حیا بھی کر رہا ہے کہ لوگوں سے کیونکر مانگوں اس شخص کو اگرچہ حاجت کا عذر ہے جس نے اسے مجبور کیا ہے مگر یہ بھی جانتا ہے کہ میں صبر سے عاجز آگیا ہوں تو یہ عذر مند بھی ہے اور حیا بھی کر رہا ہے۔ اور یہی اس سے مطلوب ہے خود آنحضرت ﷺ مکہ مکرمہ سے باہر تشریف لے گئے اور واپس نہ پہنچ سکے حتی کہ مطعم بن عدی کافر کی پناہ لینی پڑی۔ پس وہ ذات پاک ہے جس نے امور کو اسباب کے ساتھ لگا دیا ہے تا کہ حاجت سبب کے ذریعہ عارف کی عاجزی ظاہر ہو۔

مومن خوشحالی اور بدحالی کے بَین بَین ہوتا ہے

وہ ذات پاک ہے جو اپنی مخلوق میں غریب الوطنی ذلت و مسکنت ایسے تصرفات فرماتا ہے تا کہ ان کے صبر کا امتحان ہو اور آفات میں پڑ کر ان کے جوہر نمایاں ہوں یہی آدم علیہ السلام جنہیں ملائکہ سجدہ کر رہے ہیں اور کچھ عرصہ بعد انہیں جنت سے نکالا جا رہا ہے اور یہ نوح علیہ السلام ہیں جنہیں مار مار کر بے ہوش کر دیا جاتا ہے اور کچھ دنوں بعد وہ سفینہ میں سوار نجات پا رہے ہیں اور دشمن غرق اور ہلاک ہو رہے ہیں اور یہ خلیل علیہ السلام ہیں جو آگ میں ڈالے جا رہے ہیں اور چندے بعد سلامتی کے ساتھ باہر آ رہے ہیں اور یہ ہیں ذبیح علیہ السلام جو تسلیم امر میں چھری کے نیچے لیٹ رہے ہیں اور پھر عافیت و سلامتی پا رہے ہیں اور لبدی مدح و ثنا کا انعام مل رہا ہے اور یہ یعقوب علیہ السلام ہیں بیٹے کے فراق میں بینائی بھی گئی اور پھر بینائی بھی لوٹ آئی اور بیٹے کی ملاقات بھی ہوئی اور یہ ہیں موسیٰ علیہ السلام جو بکریاں چرانے کے مشغلہ میں لگے ہیں اور کلیم کے مقام تک پہنچ گئے ہیں اور یہ ہیں ہمارے پیغمبر محمد ﷺ

جن کو کل تک یتیم کہا جاتا تھا جن کو عجیب طرح کے انقلابات پیش آئے کبھی اعداء کی طرف سے کبھی فقر و فاقہ کی راہ سے مگر آپ جبل حراء سے بھی بڑھ کر ثابت رہے پھر جب آپ کی مراد فتح والی پوری ہو گئی اور اکبر الملوک (سب سے بڑے بادشاہ) کی غرض انتہا کو پہنچی اہل ارض والا مقصد پورا ہو گیا تو سفر آخرت والا مہمان حاضر خدمت ہوا تو آپ نے واکرباہ بھی کہا کہ اف میری تکلیف بس جو شخص دنیا کے سمندر کا نظارہ کرتا ہے اور جان لیتا ہے کہ موجوں کا سامنا کیسے کیا جاتا ہے زمانے کی آزمائشوں میں کیسے صبر کیا جاتا ہے تو وہ کسی مصیبت کو ہولناک نہیں سمجھتا اور کسی وقتی مسرت و راحت پر خوش نہیں ہوتا۔

جلد بازی ایک عظیم مرض ہے

عاقل کیلئے مناسب ہے کہ اپنے عزم پر رواں ہونے سے پہلے اپنا وزن کر کے دیکھ لے کہ ہمت کہاں تک ہے اور لوگوں سے بچ کر اپنے طور پر کچھ تجربہ بھی کر دیکھے مبادا کسی حالت میں مبتلا ہو جائے اور صبر نہ کر سکے اور پیچھے ہٹے تو رسوائی ہو مثلاً ایک آدمی نے زاہد لوگوں کا تذکرہ سن کر عمدہ لباس اتار پھینکا اور گھٹیا کپڑے پہن لئے اور ایک کونہ میں الگ بیٹھ گیا دل پر موت اور آخرت کا ذکر غالب آنے لگا مگر کچھ وقفہ کے بعد ہی طبعی تقاضہ نے پہلی عادت اور حالات پر لوٹنے کا اصرار کرنا شروع کر دیا...... کچھ لوگ ایسے ہیں جو یکدم اپنی سابقہ عادت سے زیادہ بڑھ جاتے ہیں جیسا کہ مرض کی وجہ ضعیف انسان یکدم مرغن غذائیں کھانے لگتا ہے اور کچھ میانہ روی رکھتے ہیں جیسے کوئی مذبذب آدمی ہوتا ہے...... عاقل انسان وہ ہے جو اپنی ذات کو لوگوں میں متوسط قسم کے لباس کے ذریعہ چھپائے رکھتا ہے اہل خیر سے خارج نہیں ہوتا اور اہل فاقہ کی وضع بھی اختیار نہیں کرتا اگر عزم قوت پکڑلے تو اپنے گھر میں بقدر ہمت عمل کر لیتا ہے اور او جھل رہنے کیلئے لباس زینت سے بچتا ہے مخلوق کے سامنے کچھ ظاہر نہیں کرتا ایسا آدمی ریاء سے بہت دور اور رسوائی سے مکمل محفوظ ہے اور لوگوں میں ایسے بھی ہیں جن پر امیدوں کی کمی اور آخرت کا ذکر غالب آجاتا ہے حتی کہ وہ علم کی کتابیں بھی دفن کر بیٹھتے ہیں میرے نزدیک یہ عمل بہت بڑی غلطی ہے گو بڑے لوگوں کی ایک جماعت سے یہ عمل منقول ہے۔ اور میں نے اپنے بعض مشائخ کی خدمت میں یہ قصہ نقل کیا تو فرمایا کہ ایسے حضرات سب غلطی پر تھے مگر میں نے بعض کیلئے یہ تاویل کی ہے کہ اس کی کتابوں میں بعض ضعیف راویوں کی احادیث بھی تھیں جن کو وہ ممتاز نہ کر سکے چنانچہ سفیانؒ سے اپنی کتابوں کے

دفن کے سلسلہ میں یہی منقول ہے یا پھر ان میں بعض باتیں ان کی اپنی رائے کی تھیں جن کی اشاعت انہیں پسند نہ تھی اس کی نظیر یہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جمع قرآن کے بعد دوسرے مصاحف ختم کروا دیئے تھے تاکہ وہ قرات نہ عام ہو سکے جس پر اجماع نہیں ہے ان علماء حضرات کے حق میں اس قسم کی توجیہ کرنا مناسب اور درست ہے البتہ احمد بن ابی الحواری اور ابن اسباط نے جو اپنی کتابیں دھو ڈالی تھیں یہ ان کی کوتاہی کی بات ہے لہذا ایسے فعل سے بہت بچنا چاہئے جس سے شرع نے منع کیا ہے اور ایسا کام ہرگز نہ کرنا چاہئے جسے دیکھ کر لوگ عزیمت سمجھنے لگیں اور واقع میں خطا ہو اور ایسے عمل کا اظہار بالکل نہ کرنا چاہئے جس کی ہمت نہیں اور پھر واپس لوٹنا پڑے ایسا عمل لازم پکڑو جس کی ہمت رکھتے ہو جیسا کہ آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے۔

آخرت پر نظر رکھیئے

سب سے بڑا جاہل وہ ہے جو دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتا ہے اور انجام بد کا خوف نہیں رکھتا کتنے بڑے بڑے سلاطین امراء وزراء اور اہل مال لوگ ہیں جنہوں نے خواہشات میں اپنے نفس کو آزاد چھوڑ رکھا ہے حلال و حرام کی بھی پرواہ نہ کی اور مرتے وقت ان کو لوٹی ہوئی لذتوں سے کہیں بڑھ کر ندامت اٹھانی پڑی اور حسرتوں کی وہ تلخیاں دیکھیں جن کے مقابلہ میں بلکہ ان کے ذرہ کے مقابلہ میں وہ تمام لذتیں ہیچ تھیں اور اگر صرف یہی ہوتا تو بھی غم و حزن کیلئے کافی تھا مگر یہاں تو ابھی ہمیشہ کی جزا سامنے ہے اس میں شک نہیں کہ طبعی طور پر دنیا محبوب ہے اور میں اس کے طالب پر اور اس کی مرغوبات کو حاصل کرنے والے پر کوئی اعتراض نہیں کرتا البتہ یہ بات ضرور ہے کہ اس کے کسب میں غور کر لے اور اس کے حصول کے طریق کو دیکھ لے تاکہ اس کی لذت کا انجام عافیت و سلامتی والا ہو ورنہ اس لذت میں کیا خیر جس کے بعد سزا اور عذاب ہے بھلا وہ شخص کبھی عقلاء میں شمار ہوا ہے جسے کہا گیا ہو کہ تخت شاہی پر ایک سال کیلئے بیٹھو پھر تجھے قتل کر دیں گے کبھی بھی نہیں بلکہ معاملہ برعکس ہے اور وہ یہ کہ عاقل وہ شخص ہے جو جہد و مشقت کی تلخیوں پر ایک سال نہیں بلکہ سالہا سال صبر کرتا ہے تاکہ انجام کار راحت و آرام پائے حاصل کلام: تف ہے اس لذت پر جو اپنے پیچھے عذاب لائے ہمیں عبدالرحمن بن محمد القزاز نے خبر دی ان کو ابوبکر خطیب نے سنایا کہ ہمیں حسن بن ابی طالب نے بتایا کہ ہمیں یوسف بن عمر القواس نے خبر سنائی اس کو حسین بن

اسماعیل نے پڑھ کر سنائی کہ ہمیں عبداللہ بن ابی سعد نے بتایا ان کو محمد بن مسلمہ بلخی نے بتایا ان کو محمد بن علی قہستانی نے بتایا کہ ہم کو دلف بن ابی دلف نے بتایا اور کہا کہ میں نے اپنے والد کی وفات کے بعد خواب دیکھا کہ ایک شخص آکر کہہ رہا ہے کہ امیر نے بلایا ہے چلئے، میں اس کے ساتھ ہو گیا وحشتناک گھر میں لے گیا تکلیف وہ گھر جس کی دیواریں سیاہ تھیں چھتیں ٹوٹی ہوئی دروازے اکھڑے ہوئے پھر وہ مجھے سیڑھیوں پر سے اوپر لے گیا اور ایک بالاخانہ میں داخل کر دیا جس کی دیواروں میں آگ کے آثار تھے اور اس کے فرش پر راکھ کے نشانات تھے اور میرا باپ ننگی حالت میں سر کو گھٹنوں کے درمیان جھکائے بیٹھا تھا اس نے مجھے سوالیہ انداز میں کہا کہ: دلف ہے؟ میں نے کہا ہاں اللہ تعالیٰ امیر کا بھلا کرے اس پر اس نے یہ شعر پڑھے۔

(ترجمہ) ہمارے اہل وعیال کو جا کر بتادو اور ان سے کچھ بھی مت چھپاؤ جو کچھ ہم نے برزخ میں دیکھا ہے جو کہ خسارہ اور ناکامی کی جگہ ہے ہم سے ایک ایک بات کا سوال ہوا جو کچھ ہم نے کیا تھا لہٰذا میری وحشت پر رحم کھاؤ اور میرے ان حالات پر جو مجھے درپیش ہیں۔

کیا تو سمجھ گیا ہے؟ میں نے کہا ہاں وہ پھر پڑھنے لگا شعر۔

(ترجمہ) اور اگر ہم جب مرے تھے چھوڑ دیئے جاتے۔ تو موت پر زندہ آدمی کیلئے راحت ہی راحت ہوتی لیکن ہمیں تو مرنے کے بعد زندہ کر لیا گیا اور اس کے بعد ایک ایک چیز کا ہم سے سوال ہوا ہے۔

لذت کی قسمیں

تمام کی تمام لذتیں حسی ہیں یا عقلی اور حسی لذتوں میں سب سے اعلیٰ لذت نکاح ہے اور عقلی لذتوں میں سب اعلیٰ لذت علم ہے اور جسے دنیا میں یہ آخری لذتیں مل گئی گویا اس نے سب کچھ پالیا اور میں طالب کو ان دونوں میں سے بھی اعلیٰ مطلوب کی نشاندہی کروں گا مگر خود طالب کی بھی کچھ علامتیں ہیں مثلاً یہ کہ اسے بلند ہمت عطاء ہوئی ہو اور یہ ہمت بچے کے ساتھ آتی ہے چنانچہ بچپن ہی سے تو دیکھ لے گا کہ وہ عالی امور کی طلب و تلاش میں ہوتا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ عبدالمطلب کا مصلی حطیم میں بچھا ہوتا تھا آنحضرت ﷺ عالم طفولیت سے تھے تشریف لاتے اور اس پر بیٹھ جاتے تھے اور عبدالمطلب کہا کرتے میرے اس بیٹے کی بڑی شان ہوگی اگر کوئی یہ سوال کرے کہ اگر عالی ہمتی تو ہو مگر مطلو

حاصل نہ ہو تو کیا کرے اس کا جواب یہ ہے کہ ایک نوع کا مطلوب نہ ملے تو دوسری نوع سے اس کا بدل مل جاتا ہے پھر یہ بات خود بعید ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمت و عزت عطاء فرمائیں اور اس میں تعاون نہ فرمائیں لہذا خود اپنے حال میں غور کرنا چاہئے ممکن ہے تجھے کچھ عطاء فرمایا ہو جس کا تو شکر نہیں کر پایا یا تجھے کسی آزمائش میں ڈالا ہو جس پر تو صبر نہیں کر سکا اور یہ بھی جان رکھو کہ کبھی تجھ سے دنیاوی لذات روک لی جاتی ہیں تاکہ تجھے لذات علم سے نوازا جائے کیونکہ تو ضعیف ہے ممکن ہے دونوں قسم کی لذتوں کو جمع کرنے کی طاقت نہ ہو لہذا وہ تیری مصلحت سے خوب واقف ہیں اور جو تفصیل میں نے تجھے بتانے کا ارادہ کیا ہے وہ یہ ہے کہ طلب علم کی ابتدا کرنے والے نوجوان کو چاہئے کہ ہر علم کا کچھ حصہ حاصل کرے اور علم فقہ کو سب سے اہم سمجھے اور علوم نقلیہ کے حصول میں کوتاہی نہ کرے کہ کاملین کی سیرتوں کا علم بھی نقل ہی کے ذریعہ ہوتا ہے اور جب فصاحت کا کچھ حصہ نصیب ہو جائے اور علم لغت و نحو کا اس پر اضافہ ہو جائے تو اس کی زبان کی چھری بہترین سان پر تیز ہو گئی ہے اور علم جب حق جل مجدہ کی معرفت و طاعت تک پہنچادے تو اس کے لئے وہ دروازے کھل جائیں گے جو اوروں کیلئے نہیں کھلتے اور یہ بھی مناسب ہے کہ بڑی سمجھ داری کے ساتھ کچھ وقت کسب و تجارت کیلئے نکالے مگر اس میں کوئی نائب بنائے خود بذات خود نہ لگے اور ایسی زندگی کی تدبیر کرے جس میں اسراف و تبذیر نام کی کوئی چیز نہ ہو یقیناً علم کی روایت اور اس پر عمل جو معرفت حق جل مجدہ کے درجہ تک ہی حواس و شعور پر اثر انداز ہوتا ہے اور بسا اوقات وصول الی المطلوب کی لذت اسے ہر شی سے مصروف کر دیتی ہے واہ کیسی لذیذ ہے یہ حالت جو عافیت و سلامتی والی ہے۔

علم کیلئے ذہن کی صفائی

جاننا چاہئے کہ طالب علم کو بلا ناغہ سبق پڑھنا ضروری ہے اور رات دن دہرانے میں لگا رہنا غلطی ہے کیونکہ ایسا آدمی چند دنوں کے بعد تھک جائے گا یا بیمار پڑ جائے گا ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ ایک طبیب ابو بکر بن الانباری کے پاس اس کی مرض الموت میں آیا وہاں اس نے سو کتابیں دیکھیں اور کہنے لگا کہ تو ایسا کام کرتا رہا ہے جو کسی نے نہیں کیا اور چلتے وقت یہ بھی کہا کہ اس سے کوئی نفع نہیں ہوگا ابو بکر سے پوچھا گیا تو کیا کیا کرتا تھا اس نے جواب دیا کہ میں ہر ہفتہ میں دس ہزار ورق دہرایا کرتا تھا اور یہ بھی غلطی ہے کہ دل کو کثیر علم کے حفظ پر یا فنون

مختلف کے حفظ پر لگایا جائے کیونکہ اعضاء میں سے یہ بھی ایک عضو ہے اسے جب ایک وقت میں ختم کرلے گا تو اس کے دوسرے اوقات ضائع ہو جائیں گے جیسا کہ شوقین یا حریص آدمی چند لقمے زائد کھالیتا ہے جو بہت سے لقموں سے محرومی کا سبب بن جاتے ہیں صحیح صورت یہ ہے کہ حسب طاقت لیتا رہے اور دن یا رات کے کسی وقت میں تکرار کرتا رہے اور باقی اوقات میں قویٰ کو آرام پہنچائے اور اصل عظیم دوام ہے کتنے لوگ ہیں جنہوں نے حفظ کے بعد دہرانا چھوڑ دیا تو ایک طویل زمانہ اسے دوبارہ یاد کرنے پر لگا جو بھول گیا تھا اور عمر میں حفظ کیلئے مناسب اوقات ہیں سب سے بہتر بچپن یا اس کے قریب کا زمانہ اور اعادہ یا تکرار کیلئے سحری کا یا دوپہر کا وقت اور صبح کا وقت شام سے بہتر ہے اور بھوک کے اوقات سیری کے اوقات سے بہتر ہوتے ہیں سبزہ کے سامنے یا نہر کے کنارے پر حفظ اچھا نہیں ہوتا کہ یہ چیزیں غفلت پیدا کرتی ہیں اوپر کی منزل حفظ کیلئے نچلی منزل سے بہتر ہے اور بنیادی چیز خلوت ہے اور یکسوئی اصل الاصول ہے اور نفس کو دہرانے سے ہفتہ میں ایک دن آرام دینا چاہئے تاکہ حفظ کیا ہوا قائم رہے اور نفس قوت حاصل کرے جیسا کہ بنیادیں اٹھا کر کچھ دن تعمیر روک لی جاتی ہے تاکہ پختہ ہو جائیں اور پھر عمارت بنائی جائے اور بلا ناغہ قلیل مقدار یاد کرتے رہنا اصل عظیم ہے اور یہ کہ جب تک پہلا فن پختہ نہ ہو جائے نیا فن شروع نہ کیا جائے اور جو شخص حفظ کیلئے نشاط نہیں پاتا اسے چھوڑ دینا چاہئے کیونکہ نفس کا مقابلہ اور مخالفت اچھی بات نہیں اور مزاج کو درست رکھنا بھی اصول عظیمہ میں سے ہے کیونکہ غذاؤں کا بھی حفظ میں بڑا دخل ہے امام زہری کہتے ہیں کہ جب سے حفظ کا کام شروع کیا ہے سرکہ نہیں کھایا امام ابو حنیفہؒ سے پوچھا گیا کہ حفظ فقہ میں کیا چیز معین ہے فرمایا یکسوئی حمادؒ بن سلمہ نے فرمایا۔ قلت غم۔ مکحول فرماتے ہیں کہ کپڑے صاف ہوں تو فکر کم ہوتا ہے اور خوشبو سے عقل میں اضافہ ہوتا ہے جسے دونوں میسر ہوں اس کی مروت بڑھتی ہے مبتدی طالب علم کیلئے میری پسند یہ ہے کہ ممکن ہو تو نکاح سے بچ کے رہے امام احمد بن حنبل نے ۴۰ برس عمر کے بعد نکاح اور یہ یکسوئی حاصل کرنے کے لئے ہے اگر کوئی مجبوری درپیش آجائے تو نکاح کرلے مگر عملی طور پر بچنے کی کوشش کرتا رہے تاکہ علم کے تکرار کیلئے قوت میسر آئے پھر یہ بھی دیکھے کہ کون سا علم محفوظ کر رہا ہے کہ عمر عزیز ہے اور علم کثیر اور بہت سے لوگ ہیں اپنے اوقات ایسے علم کے حفظ میں لگادیتے جو دوسرے علم کے مقابلہ میں اہم نہیں اگرچہ علوم سارے ہی اچھے ہیں لیکن افضل اور اہم کو مقدم کرنا اولیٰ اور بہتر ہے اور سب سے افضل علم اشتغال کیلئے

حفظ القرآن ہے پھر فقہ اور باقی سب بمنزلہ تابع کے ہیں اور جس شخص کو بیداری نصیب ہو گئی تو اس کی رہنمائی کیلئے یہی کافی ہے اور رہنما کی ضرورت نہیں اور جو شخص علم کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی رضا چاہتا ہے تو اس کا یہ مقصود بہترین امر کی رہنمائی کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور اللہ تعالیٰ تمہیں علم سکھاتے ہیں۔

گناہ کا انجام

ہمیشہ کیلئے عافیت اور سلامتی چاہنے والے کو اللہ تعالیٰ کا تقوی اختیار کرنا چاہئے کیونکہ جو شخص تقوی کے خلاف کسی شی میں بھی اپنے نفس کو آزاد چھوڑتا ہے وہ دنیا میں یا آخرت میں اس کا انجام ضرور دیکھتا ہے اور یہ دھوکہ کھانے کی بات ہے کہ گناہ کرنے کے بعد کوئی اچھی حالت نصیب ہو جائے تو یہ سمجھنے لگے کہ خیر ہو گئی ہے اب کوئی نہیں پوچھے گا ارشاد ہے۔ "جو بھی برا عمل کرتا ہے اس کا بدلہ دیا جائے گا" اور کبھی نفس غلطی میں یہ کہتا ہے کہ بے شک وہ بخشنے والا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ وہ بخشتا ہے مگر جس کو چاہتا ہے میں تجھے کچھ تفصیل سناتا ہوں جس سے تجھے نفرت کا معنی سمجھ آجائے گا......وہ یہ کہ جو شخص بلا ارادہ کوئی غلطی کرلیتا ہے نہ کرتے وقت عزم کیا تھا نہ عود (پھر کرنے) کا عزم ہے پھر اپنے کئے پر متنبہ ہوا اور استغفار کرنے لگا تو اس کا یہ عمل خطا کے درجہ کا ہے گو عمداً ہی کیا تھا مثلاً کوئی حسین سامنے آیا طبیعت کے غلبہ کی وجہ سے اسے دیکھنے لگا اور طبعی لذت میں مشغول ہو کر نہی اور منع کی طرف بھی دھیان نہ گیا یہ شخص بے ہوش کی طرح ہے اور جب یہ اپنے طور پر متنبہ ہو کر اس فعل پر نادم ہوا تو اس کی یہ ندامت اس کی میل کو صاف کر دے گی گویا وہ بلا قصد ایک غلطی تھی اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا یہی معنی ہے: کہ جب انہیں شیطان کی طرف سے کوئی چوک لگتی ہے تو وہ چونک جاتے ہیں اور اسی وقت ان کو سمجھ آجاتی ہے" اور جو شخص اس نظر پر دوام اور اصرار کرتا ہے یا بار بار دیکھتا ہے وہ گویا اس ممنوع کام کو عمداً کر رہا ہے اور مخالفت کر کے مقابلہ میں آرہا ہے بس جوں جوں اس کا اصرار ہوتا اتنی ہی عفوو مغفرت دور ہوتی جائے گی اور یہ بھی بعد ہی کی بات ہے کہ وہ اس کام پر کوئی مواخذہ نہیں سمجھتا اور یہ بھی جان لو کہ سب سے بڑی خطرناک بات یہ ہے کہ گناہ کے بعد اپنی عافیت اور سلامتی سے دھوکہ کھانے لگے کیونکہ سزا میں تاخیر بھی ہو سکتی ہے اور سب سے بڑی سزا یہ ہے کہ انسان کو اس سزا کا احساس ہی نہ رہے یا یہ کہ وہ سزا سلب دین کی شکل میں ہو یا دلوں کے بے نور ہونے کی شکل

میں یا نفس کے برے اختیارات کی صورت میں جس سے بدن سلامت رہتا ہے اور اغراض بھی پوری ہوتی رہتی ہیں بعض قابل اعتماد بزرگ فرماتے ہیں کہ میں ایک ناجائز مقام پر نظر لگا بیٹھا اور پھر اس کے انجام کی انتظار لگ گئی چنانچہ مجھے مجبوراً ایک طویل سفر کرنا پڑا جس کیلئے میرا کوئی ارادہ نہ تھا بڑی مشقتیں اٹھائیں اس کے بعد ایک انتہائی قریب عزیز کی موت واقع ہوگئی اور بہت سی ایسی چیزیں بھی ضائع ہوئیں جو میرے نزدیک بہت ہی قابل قدر تھیں پھر میں نے توبہ کے ذریعہ تلافی کی تو حال بنا ایک بار پھر خواہش کا غلبہ ہوا اور پھر اسی بد نگاہی میں مبتلا ہوگیا جس سے دل بے نور ہوگیا رقت ختم ہوگئی اور سابق نقصان سے کہیں زیادہ نقصان ہوا اور مجھے ان نقصانات کے عوض ایسی چیزیں ملیں جو نہ ملتیں تو بہتر تھا جب میں نے غور کیا کہ میں نے گنوایا کیا ہے اور اس کے عوض کیا پایا ہے تو ان تازیانوں کی چوٹ سے میں چیخ اٹھا سو خبردار میں ساحل پر کھڑا پکار رہا ہوں: میرے بھائیوں اس سمندر کی گہرائی سے بچو اس کی سطح کا سکون دیکھ کر دھوکہ مت کھاؤ ساحل کو لازم پکڑلو اور تقویٰ کے قلعہ کو لازم پکڑلو کہ سزا بہت سنگین اور تلخ ہے اور یہ بھی جان لو کہ تقویٰ کی پابندی میں اغراض و خواہشات کے پورا نہ ہونے کی تلخیاں ضرور ہیں مگر ان کی مثال علاج اور پرہیز کی ہے جس کا انجام صحت ہے اور بد پرہیزی کبھی اچانک موت تک پہنچا دیتی ہے۔

اور عدا اگر تم مصیبت بھیجنے والے کی رضا کیلئے کوڑا کرکٹ کے ڈھیروں پر کتوں کے ساتھ سو جاؤ تو اس کی رضا کے مقابلہ میں یہ کچھ بھی نہیں اور اگر تم دنیاوی اغراض و خواہشات کی انتہا تک کو پالو اور وہ تم سے ناراض ہے اور اعراض کئے ہوئے ہے تو تمہاری سلامتی ہلاکت ہے اور عافیت مصیبت ہے اور صحت بیماری ہے اور انجام پھر خاتمہ پر ہے اور عاقل وہ ہے جو انجام کو پیش نظر رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے مصیبت کی دوپہر میں خوب صبر کرو کہ وہ جلد ڈھل جانے والی ہے اور توفیق خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے کہ ہمت و طاقت اس کے فضل کے بغیر نہیں۔

قرآن کی تحقیر کفر ہے

بغداد میں عجم کے اہل بدعت کی ایک جماعت آئی جو لوگوں کو وعظ سنانے کیلئے منبروں پر بیٹھنے لگے ان کی مجلس کا اہم اور بڑا حصہ یہ تھا کہ وہ کہتے تھے زمین پر اللہ تعالیٰ کے کلام نام کی کوئی چیز نہیں مصحف تو ورق ہے دوات اور سیاہی ہے اللہ تعالیٰ آسمان میں نہیں ہیں

اور جس باندی کو آنحضرت ﷺ نے "این اللہ" کا سوال کیا تھا وہ گونگی تھی اس لئے اس نے آسمان کی طرف اشارہ کر دیا یعنی وہ ان بتوں میں سے نہیں جن کی زمین میں پوجا ہوتی ہے۔ پھر وہ یوں پوچھتے ہیں کہ حروفیہ لوگ کہاں ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ قرآن حرف اور صوت کا نام ہے یہ عبادت والفاظ تو جبریل کے ہیں بس یہ لوگ اس طرح کی باتیں کرتے رہتے ہیں حتی کہ اکثر وبیشتر عوام کے قلوب میں قرآن پاک کی عظمت کم ہو جاتی ہے حتی کہ ان میں بھی بعض کہنے لگتے ہیں کہ یہ لوگ صحیح کہتے ہیں ورنہ قرآن ایسی چیز ہو گی جسے جبریل تھیلے میں ڈال کر لائے ہوں گے چنانچہ میرے پاس اہل سنت کی ایک جماعت نے شکایت کی تو میں نے کہا کہ صبر کرو یہ ایک لازمی بات ہے کہ شبہات کسی نہ کسی وقت میں سر اٹھاتے رہتے ہیں گو بعد میں کچل ہی دیئے جائیں باطل اپنی جولانی دکھاتا ہے اور حق کا غلبہ ہو کے رہتا ہے اور دجال بکثرت پائے جاتے ہیں اور کوئی شہر بھی ایسے لوگوں سے خالی نہیں جو سرکاری سکوں کی نقل میں کھوٹے سکے چلاتے رہتے ہیں۔

ایک صاحب نے کہا پھر ہمیں ان کا کیا جواب دینا چاہیے۔ میں نے کہا اللہ تعالیٰ تجھے توفیق عطاء فرمائے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے مخلوق کی طرف سے اجمالی ایمان کو کافی قرار دیا ہے اور انہیں تفصیلات جاننے کا مکلف نہیں بنایا یا تو اس لئے کہ تفصیلات میں پڑنے سے بعض دفعہ عقاید میں خلل آجاتا ہے اور یا اس لئے کہ تمام تفصیلات معلوم کرنے سے انسانی طاقت عاجز ہے ...... بس اولین بات جو پیغمبر ﷺ نے بتائی ہے وہ وجود باری تعالیٰ ہے۔ قرآن پاک نے اس پر دلائل بیان فرمائے ہیں ذات باری کی صنعت میں غور کرنے کے راستے میں چنانچہ فرمایا کون ہے وہ ذات جس نے زمین کو قرار گاہ بنایا اور اس میں نہریں چلائیں اور ارشاد فرمایا: کہ تمہاری اپنی ذاتوں میں نظائر ہیں کیا تم بصیرت نہیں رکھتے چنانچہ مخلوقات کے ذریعہ اس کے وجود پر استدلال کا سلسلہ اور مصنوعات کے ذریعہ اس کی قدرت پر دلیل پکڑنے کا سلسلہ قائم کیا گیا پھر اپنے نبی ﷺ کی نبوت اس کے معجزات کے ذریعہ ثابت فرمائی اور ان میں سب سے بڑا معجزہ خود قرآن پاک ہے جو آپ ﷺ لے کر آئے ہیں اور مخلوق اس کی مثل لانے سے عاجز رہی صحابہ کی جماعت نے انہی دلیلوں پر اکتفاء کیا ہے اور قرن اول (پہلا دور) اسی حال پر گذر گیا اور ہدایت کا یہ چشمہ صاف وشفاف رہا گدلا نہیں ہوا چونکہ اللہ تعالیٰ کے علم میں مستقبل میں پیدا ہونے والی بدعتیں بھی تھیں لہذا حق وہدایت کیلئے دلائل کی کثرت بلکہ قرآن پاک میں ان کا انبار لگا دیا گیا ...... اور جبکہ قرآن پاک علوم کا

برائے مہربانی ورق نہ موڑیں۔

سرچشمہ اور رسول اللہ ﷺ کا سب سے بڑا معجزہ ہے اس لئے اس کے متعلق بڑی تاکید سے فرمایا گیا "اور یہ کتاب مبارک ہے جسے ہم نے نازل کیا ہے اور ہم ایسا قرآن نازل کرتے ہیں جو سراسر شفاء ہے "اور یہ بھی بتایا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے "ارشاد ہے" "یریدون ان یبد لوا کلام اللّٰہ" وہ اللہ تعالیٰ کا کلام بدلنے کا ارادہ رکھتے ہیں اور بتلایا کہ وہ کلام سنا جاتا ہے "حتی یسمع کلام اللّٰہ" حتی کہ وہ اللہ تعالیٰ کا کلام سنے "اور یہ بھی خبر دی کہ وہ کلام محفوظ ہے۔ "فی لوح محفوظ" ایسی لوح میں ہے جو محفوظ ہے" "بل ھو آیات بنیات فی صدور الذین اوتوا العلم" بل کہ وہ کھلی نشانیاں ہیں ان لوگوں کے سینوں میں ہے جو علم دیئے گئے "اور یہ بھی خبر دی گئی کہ وہ لکھا جاتا ہے پڑھا جاتا ہے "وما کنت تتلوا من قبلہ من کتاب ولا تخطہ بیمینك" اور تو اس سے پہلے کوئی کتاب نہ پڑھا کرتا تھا اور نہ ہی اپنے ہاتھ سے لکھا کرتا تھا اسی مضمون کی اور بہت سی آیات ہیں جن کی تفصیل بڑی طویل ہے اور وہ قرآن پاک کا ثبوت واضح کرتی ہیں پھر اسی قرآن میں پیغمبر ﷺ کی یہ صفائی بھی ذکر کی گئی کہ وہ اسے اپنی طرف سے بنا کر نہیں لے آئے "ام یقولون افتراہ بل ھو الحق من ربك" کیا یہ کہتے ہیں کہ اسے خود بنالیا ہے بلکہ وہ حق ہے تیرے رب کی طرف سے اور اگر ایسا کر لیتے تو اس پر وعید بھی فرمائی۔ "ولو تقول علینا بعض الاقاویل" اور اگر وہ بنالاتا ہم پر کوئی بات اور ایسا سمجھنے والے کے حق میں فرمایا "ان ھذا الا قول البشر سا صلیہ سقر" کہ نہیں ہے یہ مگر بات ہے بنائی ہوئی انسان کی ہم عنقریب اسے داخل جہنم کریں گے اور جبکہ ہر امت پر ایک طرح کا عذاب مقرر فرمایا تو اس پر کسی فرشتہ کو بھی مقرر فرمایا جیسا کہ جبریل علیہ السلام کی چیخ ثمود پر اور قوم پر آندھی قارون کیلئے ضعف کا عذاب اور قوم لوط کی بستیوں کو جبریل علیہ السلام کا الٹ دینا اور ابابیل پرندوں کا کعبہ کی تخریب کرنے والوں پر مسلط فرمانا اور قرآن کی تکذیب کرنے والوں کو عذاب اپنے ہاتھ میں رکھا ارشاد ہے "فذرنی و من یکذب بھذا الحدیث" اب چھوڑ دے مجھ کو اور ان کو جو اس بات کو جھٹلاتے ہیں "ذرنی و من خلقت وحیدا" چھوڑ دے مجھ کو اور اس کو جسے میں نے اکلوتا پیدا کیا" یہ سب تاکیدیں اس لئے ہیں کہ قرآن پاک اس شریعت کے احکام کیلئے بھی اصل ہے اور سابقہ تمام شریعتوں کے ثبوت کی بھی دلیل ہے کیونکہ سابقہ ملتوں والے لوگوں کے پاس بھی اپنی ملت کے صحیح ہونے پر ہماری کتاب کے سوا کوئی دلیل نہیں کیونکہ ان کی کتابیں تبدیل و تحریف کا شکار ہو چکی ہیں۔

نیز ہر عقل مند آدمی جانتا ہے کہ "قول البشر" کہنے والا اسی کلام کے بارے میں کہتا

نکیر کرتا ہے کہ میں ایسی چیز کو ثابت مان رہا ہوں جسے حسی طور پر میں ثابت نہیں کر سکتا تو میں تجھ پر نکیر کرتا ہوں کہ تو ایسی چیز کے وجود کی نفی کیسے کر رہا ہے جو شرعاً ثابت ہے باقی یہ کہنا کہ مصحف میں کیا ہے ورق ہے رنگ اور سیاہی وغیرہ ہے تو یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی کہے کہ آدمی گوشت اور خون کے سوا کیا ہے۔

مگر افسوس کہ آدمی تو روح کا نام تھا گوشت اور خون کو دیکھنے والا اپنی حس پر رک کر رہ گیا ہے کوئی کہتا ہے کہ مکتوب کتابت کا غیر ہوتا ہے تو ہم کہیں گے کہ ہمیں یہ تسلیم نہیں ہے کیونکہ اس کا ثبوت اور تحقیق نہ تیرے بس میں ہے نہ تیرے مقابل کے بس میں تیری مراد کتابت سے اگر سیاہی اور نقوش ہیں تو یہ قرآن نہیں ہیں اور اگر وہ معنی مراد ہے جو ان کا مدلول ہے تو وہ کتابت نہیں ہے بس ان چیزوں میں بحث مباحثہ جائز نہیں ہے کیونکہ اس سے کم درجہ کی بعض چیزیں ہیں جن کی تفصیل و تحقیق ممکن نہیں ہے مثلاً روح ہے کہ اجمالی طور پر ہم اس کا وجود مانتے ہیں مگر اس کی حقیقت و تفصیل سے واقف نہیں ہیں تو جب ہم اس کے حقائق سے جاہل ٹھہرے تو حق جل مجدہ کی صفات کے حقائق و تفصیلات میں تو اجہل ہی ہوں گے لہذا سمعیات (نقلی باتیں) میں توقف ضروری ہے ان چیزوں کی نفی کے ساتھ جو حق تعالیٰ کی ذات کے لائق نہیں ہیں کیونکہ یہ انہماک اشتغال مشغول و منہمک آدمی کو مزید پریشان تو کر سکتا ہے مگر مفید نہ ہو گا بلکہ اس پر تو واجب ہے کہ ایک امر عقلی تحقیق کیئے بغیر محض نقلی دلیل سے ثابت نہ مان لے بس سلامتی کی صورت صرف سلف کے طریق میں ہے والسلام۔

بلند ہمتی

سب سے بڑی آزمائش اور امتحان یہ ہے کہ تجھے ہمت عالی عطاء ہوتی ہے اور اس کے تقاضے پر عمل سے روک دیا جاتا ہے تیری عالی ہمتی کی تاثیر تو یہ ہے کہ مخلوق سے مفادات کو قبول کرنے میں عار آتی ہے اور ان کے احسانات کا بوجھ محسوس ہوتا ہے پھر وہ تجھے فقر میں مبتلا کر دیتا ہے تو ان سے کچھ لینا پڑتا ہے اور تیرے مزاج میں لطافت پیدا کرتا ہے جس سے عام اور دستیاب چیزیں کھانا تجھے پسند نہیں آتا پھر تو زائد نفقہ اور اخراجات کا محتاج ہو جاتا ہے ایسے ہی تیرے رزق میں کمی ہوتی ہے اور ہمت و عزم کا تعلق کسی حسین سے ہو جاتا ہے اور حالت فقر ان کے لئے سفر کرنا پڑتا ہے اور کبھی تجھے علم بمنزلہ معشوق دکھایا جاتا ہے

ہے جو اس نے سنا ہے ایسے ہی عقلاء حضرات اور خطاب کو سمجھنے والے اس میں اختلاف نہیں رکھتے کہ انہ اور تنزل بہ میں ضمیریں قرآن ہی کیلئے ہیں اور ھذا کتاب میں اشارہ موجود اور حاضر ہی کی طرف ہے یہ ایک ایسی پختہ بات ہے جس میں پیغمبر ﷺ اور صحابہؓ کے زمانہ کے قدماء کا کوئی اختلاف نہیں ہے پھر شیطان نے بدعت کے حیلے اور وساوس داخل کرنے شروع کئے تو کچھ لوگ کہنے لگے کہ ھذا کا مشار الیہ مخلوق ہوتا ہے اس کے مقابلہ کیلئے امام احمد بن حنبلؒ نے وہ عزیمت دکھائی جو دوسرے نہ دکھا سکے تاکہ قرآن کے متعلق کوئی ایسی چیز راہ نہ پا سکے جس سے قلوب میں اس کی عظمت میں کچھ بھی کمی آجائے اور اسے اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت سے ہٹایا جا سکے اور انہوں نے یہ دیکھا کہ ایک نئی بات جو آج تک قرآن کے بارے میں نہیں کہی گئی ہے اس کا کہنا جائز نہیں ہے چنانچہ فرماتے تھے میں وہ بات کیسے کہوں جو کبھی نہیں کہی گئی اور اس موضوع پر کلام اس کے دلائل و شبہات وغیرہ کا ذکر کتب اصول میں موجود ہے لہٰذا یہاں وہ طویل کلام نہیں ہوگا البتہ اجمالی بات ذکر کی جائے گی جو ایسے شخص کو کافی ہو سکتی ہے جس کی ہدایت طے ہو چکی ہے اور وہ یہ ہے کہ شرع نے ہم سے صرف اجمالی ایمان اور ظاہر امور کی تعظیم کا تقاضہ کیا ہے اور ان باتوں میں انہماک سے منع فرمایا ہے جو شبہات کے غبار اڑاتی ہیں اور اس راستہ کو طے کرنے کیلئے فہم کے قدم طاقت نہیں رکھتے تو جب تقدیر کی باتوں میں اشتغال سے منع کر دیا گیا تو مالک تقدیر اور اس کی صفات میں انہماک تو بدرجہ اولیٰ منع ہوگا اور یہ دو باتوں میں سے کسی ایک کی وجہ سے ہو سکتا ہے یا تو ایسے شبہات کے پیدا ہونے کا خطرہ ہوتا ہے جس سے عقائد متزلزل ہونے لگتے ہیں یا بشری طاقت ان حقائق کے ادراک سے عاجز ہوتی ہے۔ تو جب قرآن کی ظاہری آیات سے قرآن کا ثبوت و وجود ملتا ہے اور کہنے والا کہتا ہے کہ قرآن کوئی چیز نہیں تو گویا اس نے اس ظاہری بات کو ٹھکرا دیا ہے جس کو ثابت کرنے اور دلوں میں بٹھانے کی آنحضرت ﷺ نے محنت و مشقت اٹھائی تھی کسی بات پر یقین اور حلال و حرام کا فیصلہ پھر کس چیز سے ہوگا جبکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمارے پاس کچھ بھی نہیں ہے اور مخالف بھی اس کے سوا کیا دلیل دے سکتا ہے کہ بس اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اب یہ اسی چیز کو ثابت کرنے لگا ہے جس کی خود نفی کر چکا ہے لہٰذا با توفیق آدمی کیلئے یہی درست ہے کہ ظاہر شرع پر قائم رہے اور اگر کوئی شبہ ڈالنے کی کوشش کرے اور کہے کہ یہ آواز تیری ہے اور لکھا ہوا بھی تیرا ہے تو قرآن کہاں ہے اسے کہنا چاہئے کہ ایک بات کے ثبوت و وجود پر میرا اور تیرا اتفاق ہو چکا ہے ہم دونوں اس کو حجت مان لیتے ہیں جیسے تو مجھ پر

مگر بدن میں طاقت اس کے محفوظ کرنے دہرانے کی نہیں اور ہاتھ میں استعمال نہیں کہ کتاب لے سکے اور کبھی عارفین وزھاد کے درجات کی لگن شدت سے لگ جاتی ہے اور ادھر ارباب دنیا کے پاس آمدورفت کی مجبوری بھی یہ بہت بڑی اور کھلی آزمائش ہے اس کے برعکس ایک گھٹیا آدمی جسے مخلوق سے سوال کرنے میں کوئی شرم وعار نہیں اور بیوی کے بدلنے کا اسے کبھی خیال نہیں آتا معمولی علم پر قناعت کیئے ہوئے ہے عارفین کے احوال میں کوئی شوق ودلچسپی نہیں ایسے شخص کو کسی شی کا نہ ہونا کچھ بھی متاثر نہیں کرتا وہ اپنے پاس موجود کو ہی اپنا منتہٰی تصور کرتا ہے اور ایسا خوش ہے جیسے بچے ٹھیکریوں سے خوش ہوتے ہیں اس کا معاملہ بالکل گھٹیا ہے معمولی ہے۔

آزمائش امتحان تو اس عالی ہمت عارف کیلئے ہے جس کی ہمت اسے متضاد امور کو جمع کرنے پر مجبور کرتی ہے تاکہ مزید کمالات حاصل کر سکے اور اس کے قدم مقصود کی طرف بڑھنے کی سکت نہیں رکھتے پس وہ حال بھی کیسا عجیب ہے جس کی راہ طے کرتے کرتے اہل صبر کا زادِ سفر ختم ہو جاتا ہے اور اگر غفلت کے کچھ لمحات وحالات جو زندگی میں کبھی اس مبتلا شخص کو پیش آجاتے ہیں تو اس کا ہمیشہ اپنے مقامات کو پیش نظر رکھنا اور انہیں دیکھتے رہنا اس کو بینائی سے اندھا کردیتا منزل پالینے کی محنت وکوشش سے اس کے جوتے گھس جاتے اور پاؤں ننگے رہ جاتے مگر کبھی منزل مراد تک پہنچنے میں امداد کی جھلکیاں اور کبھی مقصود سے غفلت کی کیفیات اس کی زندگی کو سہل کیئے رکھتی ہیں یہ کلام بڑا عجیب ونادر ہے اہل فہم ہی اسے سمجھ سکتے ہیں اور اس کی حقیقت صاحب حال ہی جان سکتا ہے۔

ہر متروک چیز کا بدل ملتا ہے

اپنی مطلوبہ اغراض کیلئے میرا نفس مجھ پر تاویلات فاسدہ کے ذریعہ زور دینے لگا میں نے کہا تجھے قسم دے کر کہتا ہوں کہ صبر اختیار کرو کہ کشتی میں موجوں کی کثرت کی وجہ سے غرق ہونے کا ڈر لگا ہوتا ہے سمندر کے عجائبات دیکھنے کی فرصت نہیں ہوتی اور جب کسی کام کا ارادہ ہو تو اس کا حصول فرض کر کے غور کرے کہ اس کے فوائد کیا حاصل ہوئے اور انجام کیا نکلا۔ جو کم از کم یہ ہے کہ اپنے کیئے پر ندامت ہوگی اور بعید نہیں کہ اللہ تعالیٰ کا غضب اور اس کا اعراض اس کے ثمرہ میں ملے اور تف ہے ایسی چیز پر جو اس ذات سے قطع کرائے خواہ جنت ہی ہو اور اے نفس یہ بھی جان لے کہ کوئی چیز انگل سے نہیں چل رہی اور

میزان عدل میں ذرہ بھی نمایاں ہو کے رہے گا لہذا زندہ لوگوں اور مرنے والوں پر ذرا نظر کرو اور ان لوگوں کو دیکھو جن کا چرچا خیر یا شر کے ساتھ ہو رہا ہے اور اس کی کمی بیشی کا بھی اندازہ لگاؤ پس پاک ہے وہ ذات جس نے اہل خلوت پر اس کی دلیل واضح کر دی حتی کہ قلوب کی رغبت وکشش اہل خیر کے ساتھ جڑی ہوئی ہے اور اہل شر سے نفرت پیدا ہوتی ہے حالانکہ ان کے اعمال کو نہیں دیکھا ہوتا ابلیس نے کہا کہ مخلوق کی وجہ سے تو اپنی مراد کو چھوڑ دے گا میں نے کہا نہیں یہ تو بعض ایسے ثمرات ہیں جو خود بخود بلا غرض حاصل ہوتے ہیں اور ہم ایسے لوگوں کو دیکھتے ہیں جو تیس فرسخ اس لئے چلتے ہیں کہ لوگ ان کو سیاح کہیں اور متقی شخص اس شہرت کی شرافت کو یونہی پالیتا ہے اس کا ارادہ بھی نہیں ہوتا اور جزا کے وزن کا بھاری ہونا اس کے علاوہ ہے "سیجعل لھم الرحمن ودا" کہ رحمٰن ان کے لئے قلوب میں محبت ڈال دیتے ہیں نفس نے کہا تو مجھے عذاب پر صبر کرنے کی تلقین کرتا ہے کیونکہ ترک اغراض تو عذاب ہے میں نے کہا تجھے ہر غرض کا عوض ملے گا اور ہر متروک شی کا بدل ملے گا اور ویسے بھی تو عبدیت وغلامی کے مقام پر ہے اور ایک مزدور کو یہ مناسب نہیں کہ وہ محنت مزدوری کے وقت میں راحت کا لباس پہنے اور اہل تقوی کا سارا زمانہ روزے کا دن ہے اور جو شخص عذاب سے ڈرتا تھا وہ اپنی مرغوبات چھوڑ دیتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ کا قرب چاہتا ہے وہ تقوی اختیار کرتا ہے اور صبر کی لذت اور چاشنی ہے جو بوقت انجام محسوس ہوتی ہے۔

مشقت وامتحان میں ثابت قدمی

جس شخص کو نفس ایک حرام لذت کی طرف کھینچتا ہے اور یہ اس میں مشغول ہو کر اس کی سزا اور انجام میں غور بھی نہ کر سکا اور عقل کی پکار بھی سنی کہ تیرا ناس ہو ایسا مت کر ورنہ ترقی رک جائے گی اور تنزل شروع ہو جائے گا اور تجھے یہ کہہ دیا جائے گا کہ جس حال کا تو نے انتخاب کر لیا ہے بس اسی میں پڑا رہ پھر بھی اگر اپنی خواہش میں مشغول رہ کر اس پکار پر کان نہ دھرا تو مسلسل تنزل میں ہی رہے گا اور اس برے انتخاب میں اس کی مثال ایسی ہی ہوگی جیسے مشہور ہے کہ ایک کتے نے شیر سے کہا اے درندوں کے سردار میرا نام بدل دیجئے کہ یہ قبیح نام ہے شیر نے کہا تو خائن ہے لہذا تیرے لئے کوئی اور نام مناسب ہی نہیں کہنے لگا آپ میرا تجربہ کر لیں اور آزما لیں شیر نے گوشت کا ایک ٹکڑا دیتے ہوئے کہا کہ کل تک اس کی حفاظت کر پھر تیرا نام بدل دوں گا کتے کو بھوک لگی گوشت کو دیکھ رہا ہے مگر صبر کئے ہوئے

ہے بالآخر جب بالکل ہی مجبور ہو گیا تو کہنے لگا بھلا میرے نام کو کیا ہے؟ "کتا" تو بہترین نام ہے یہ کہا اور گوشت کھا گیا اس پست ہمت لوگ اور گھٹیا مقام پر خوش رہنے والے نقد خواہشات کو آخرت کے فضائل و کمالات پر ترجیح دینے والے اسی قسم کے ہوتے ہیں خواہشات کی آگ میں پڑنے سے جبکہ وہ بھڑک رہی ہو اللہ کا خوف کھاؤ اور سوچو کہ اس کو کیسے بجھانا ہے کہ بہت سی لغزشیں ہلاکت کے کنوئیں میں ڈال دیتی ہیں اور بہت سے آثار ایسے ہوتے ہیں جو مٹتے نہیں اور ہلاک ہونے والی چیز کی کبھی تلافی نہیں ہوتی لہذا اسباب فتنہ سے بہت دور رہو کہ ان کے قریب ہونا ایک آزمائش ہے جس میں پڑنے والا کم ہی سلامت رہتا ہے۔ والسلام

خواہشات سے جنگ

میں دیکھ رہا ہوں کہ سب لوگ میدان جنگ میں صف بستہ ہیں اور شیاطین ان پر خواہشات کے تیر پھینک رہے ہیں اور لذت کی تلواروں سے انہیں مار رہے ہیں بد پرہیز لوگ تو مقابلہ میں آتے ہی چت ہو جاتے ہیں اور متقی لوگ مجاہدہ کی انتھک محنت میں لگے ہوئے ہیں اور لازمی بات ہے کہ لڑائی میں دیر تک رہیں گے تو زخم بھی آئیں گے تو یہ لوگ زخم کھاتے ہیں اور علاج بھی کرتے رہتے ہیں تاہم قتل سے محفوظ رہتے ہیں البتہ چہرے پر لگے ہوئے زخم کا عیب ہمیشہ رہتا ہے لہذا مجاہدوں کو اس سے بچنا چاہئے۔

اعتبار خاتمہ کا ہے

دنیا ایک جال ہے اور جاہل پہلی نظر ہی میں اس میں پھنس جاتا ہے اور صاحب عقل متقی بھوک کا صبر کے ساتھ مقابلہ کرتا ہے اور دانہ کے گرد چکر لگاتا رہتا ہے اور سلامتی بہت بعید ہے کتنے اہل صبر سالوں تک مشقتیں اٹھاتے ہیں اور بالآخر پھنس جاتے ہیں لہذا بچو اور بہت بچو کہ ہم نے ایسے لوگ دیکھے ہیں جو صحیح راستے پر چلتے رہے اور گور کنارے پہنچ کر پھسل گئے۔

کتنی برائیاں ہیں جن کی تلافی نہیں ہو سکتی

میرے بھائیوں اور میری نصیحت کو قبول کرنے والو خوب جان لو کہ گناہوں کے اثرات قبیح ہوتے ہیں ان کی تلخی ان کی لذت سے کئی گنا زائد ہوتی ہے اور جزا دینے والا گھات میں ہے کوئی چیز اس سے رہ سکتی ہے نہ بچ سکتی ہے پس ہائے افسوس اس پر جو کوڑوں کی چوٹیں

کھا رہا ہے مگر اس کا درد محسوس نہیں کرتا جو زخموں کے خون میں لت پت ہے مگر اسے اپنی خبر تک نہیں جو سزاؤں میں کروٹیں لے رہا ہے مگر جانتا تک نہیں اپنی جان کی قسم سب سے بڑی سزا یہ ہے کہ اس کے سزا ہونے ہی کا علم نہ ہو ہائے تعجب ہے اس خود فریب انسان پر جو اپنے نفس کو خواہشات کے ذریعہ خوش رکھتا ہے اور پھر اپنے رب کو طاعت کے ذریعہ (بزعم خویش) خوش کرتا ہے اور کہتا ہے کہ گناہ کیا ہے تو نیکی بھی افسوس ہے تجھ پر تو اپنی تھیلی سے خرچ کئے جا رہا ہے اپنے سرمایہ کو ختم کر رہا ہے تیرے مرتبہ کا چہرہ عیبناک ہو رہا ہے کتنے زخم ہیں جو قتل کر ڈالتے ہیں کتنی لغزشیں ہلاک کر دیتی ہیں کتنی کوتاہیاں ہیں جن کی تلافی ممکن نہیں ہوتی تیرا ناس ہو اپنی ذات کیلئے بیدار ہو واپس لوٹنے کیلئے تو کس چیز کا منتظر ہے اپنی توبہ کیلئے کاہے کی انتظار ہے کیا بڑھاپے کی ؟ وہ تو موجود ہے جس نے ہڈیاں کمزور کر دی ہیں اور کیا اہل وعیال اور اقارب کے رخصت ہونے کے بعد بھی جانے کا وقت نہیں ہے ؟ مان لیا تیری دنیا کی تمام امیدیں حاصل ہو گئیں مگر پھر کیا ہوا ؟ ان چیزوں نے تجھے دنیا ہی میں مشغول کر دیا اور لذت کا آخری گھونٹ حلق میں اٹک کر رہ جائے گا یا تو اپنے محبوب کو چھوڑ دے یا وہ تجھ سے جدا ہو جائے گا پس افسوس ہے اس تلخ گھونٹ پر جبکہ تو تمنا کرے گا اے کاش کہ اسے نہ ہی دیکھا ہوتا افسوس ہے اس شخص پر جس کی عقل غور و فکر سے محروم کر دی گئی اور اس شخص پر جو چشمہ کو دیکھ رہا ہے مگر وہاں پہنچنے سے روک دیا گیا کیا ان قبور میں نذیر والا مضمون نہیں ؟ اور کیا زمانے کے چکروں میں کوئی ڈانٹنے والا نہیں ہے کہاں ہیں جو بادشاہ بنے اور اپنی امیدوں کی انتہا کو پا گئے ذرا ان کی مجالس میں انہیں آواز تو دو بھلا کہاں ؟ وہ اپنے اس پکارنے والے کیلئے بہرے ہو چکے ہیں اچھا تھا اگر ان کو موت ہی آ گئی ہوتی کہ یہ حیات چند ساعات کی ہے اور پھر قبور کا مرحلہ اے کل کے معدوم کچھ عمل حاصل کرے اور اے کل کو معدوم ہو جانے والے تو کس منہ سے اپنے رب کو ملے گا جو خواہشات بھی تو حاصل کر رہا ہے کیا یہ ایک لفظ عتاب کے مساوی ہو سکتی ہیں خدا رحمت عتاب کے بعد ہے ہو سکتا ہے کہ تو اپنے دل کا بغض بھی اچھی طرح صاف نہ کر سکے بس ہم اللہ تعالیٰ سے درخواست کرتے ہیں کہ ہمیں غافلین کی غفلتوں سے متنبہ نصیب فرمائے اور ہمیں حقائق اشیاء سے پوری طرح آگاہ فرمائے تاکہ ہم گناہوں کے عیوب پہچان سکیں۔

تقوی امان کا ضامن ہے

ایک معاملہ میں مجھے تنگی آئی جس سے میں مسلسل غم میں مبتلا ہو گیا اور شدت سے یہ فکر رہنے لگی کہ کسی حیلہ اور طریقہ سے اس غم سے رہائی ملے مگر کچھ بھی سجھائی نہ دیا ناگاہ یہ آیت سامنے آئی "ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجاً" (جو شخص تقوی اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کیلئے راہ پیدا فرما دیتے ہیں) جس سے معلوم ہوا کہ تقوی ہر غم سے خلاصی کا ذریعہ ہے بس میں نے تقویٰ حاصل کرنے کی محنت کی اور غم سے نکلنے کی راہ پالی لہذا مخلوق کو لائق نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طاعت کے سوا کسی چیز پر اعتماد کرے یا اسے سبب بنائے یا کسی چیز میں دھیان بھی کرے بے شک اس کی طاعت اور فرمانبرداری ہی ہر بند کو کھولنے والی ہے پھر سب سے بڑھ کر عجیب غم سے نجات کی وہ صورت ہے جو سوچنے والے حیلہ اور تدبیر کرنے والے کے وہم و گمان میں بھی نہ ہو جیسا کہ ارشاد ہے "ویرزقہ من حیث لایحتسب" (اور اسے ایسی طرح سے عطاء فرماتے ہیں جو اس کے خیال میں بھی نہیں ہوتی) پھر متقی کو یہ بھی لائق ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے لئے کافی سمجھے اور اسباب کے ساتھ اپنا دل وابستہ نہ کرے جیسا کہ اللہ پاک کا ارشاد ہے "ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ" (اور جو شخص اللہ تعالیٰ پر توکل کرتا ہے وہ اس کے لئے کافی ہو جاتا ہے)

دعا کی قبولیت

اپنی اغراض کے مطالبہ میں تیرا اصرار کرنا بھی ایک عجیب چیز ہے اور جوں جوں ان میں تاخیر یا رکاوٹ ہوتی ہے تیرا اصرار بڑھتا جاتا ہے اور تو بھولا ہوا ہے کہ تیرا مطلوب دو باتوں میں سے کسی ایک کی وجہ سے رکا ہوا ہے یا تو تیری مصلحت کی وجہ سے کہ جلدی ملنے والی چیز کبھی ایذا کا باعث ہوتی ہے اور یا تیرے گناہوں کی وجہ سے کیونکہ گنہگار انسان قبولیت سے محروم ہو جاتا ہے لہذا قبولیت کے راستوں کو معاصی کی غلاظت سے صاف و ستھرا رکھو اور اپنے مطلوب میں نظر کرو کہ وہ تیرے دین کی اصلاح کیلئے ہے یا محض ایک خواہش ہے اگر وہ محض تیری خواہش ہے تو جان لینا چاہئے کہ مطلوب کو روک رکھنا ہی تیرے لئے رحمت و عنایت ہے اور تیری مثال اپنے اصرار میں اس بچے کی سی ہے جو کسی موذی چیز کا مطالبہ کرتا ہے اور شفقت و مہربانی کی بنا پر اس کا مطالبہ پورا نہیں کیا جاتا اور اگر اس میں تیرے دین کی مصلحت ہے تو پھر تاخیر کسی اور مصلحت کی وجہ سے ہوتی ہے یا پھر تیرے دین کی بہتری اس

چیز کے نہ ملنے میں ہوتی ہے حاصل یہ کہ حق تعالیٰ کی تدبیر تیری تدبیر سے بہتر ہے اور کبھی تیرا مطلوب اس لئے روک لیا جاتا ہے تاکہ تیرے صبر کی آزمائش ہو جائے لہذا تو اللہ تعالیٰ کو اپنا صبر جمیل دکھا کہ عنقریب تو مسرت دیکھ لے گا اور جب تو قبولیت کے راستوں کو معاصی کی غلاظت سے صاف کرلے گا اور اللہ تعالیٰ کے فیصلہ پر صبر کرے گا تو جو کچھ بھی نافذ ہو گیا وہی تیرے لئے بہتر ہے عطا ہو یا غیر عطا"

آخرت کی تیاری

جو شخص یہ نہیں جانتا کہ موت اسے کب آدبائے گی اسے لازم ہے کہ ہر دم اس کے لئے تیار رہے صحت اور جوانی پر کبھی دھوکہ نہ کھائے کیونکہ مرنے والوں میں سب سے کم تعداد بوڑھوں کی ہے اور زیادہ تعداد جوانوں کی ہے اسی لئے بڑے بوڑھے کم کم دکھائی دیتے ہیں ایک شاعر کا شعر ہے (ترجمہ) "کسی ایک شخص کی طویل عمر پوری قوم کو دھوکہ میں ڈال دیتی ہے اور جوانی میں مرنے والوں کا دھیان نہیں رہتا" اور لمبی لمبی امیدیں بھی اسی دھوکہ کا ثمر ہے اور کوئی آفت اس سے بڑھ کر نہیں کیونکہ یہ نہ ہو تو کبھی غفلت نہ ہوتی معاصی میں سبقت اور توبہ میں تاخیر اسی لمبی امید اور خواہشات کی جلد بازی کی وجہ سے ہے اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کا فقدان بھی اسی وجہ سے ہے اور اگر تو اپنی امید میں کمی نہیں کر سکتا تو کم امید والوں کا سا عمل ہی اختیار کرلے اور شام آنے سے پہلے دیکھ لے کہ دن کن مصروفیات میں گذرا ہے اگر کوئی کوتاہی یا خطا محسوس ہو تو اسے توبہ کر کے صاف کرلے کوئی غلطی کرلی ہے تو استغفار کے ذریعہ اس کی تلافی کرلے اسی طرح جب صبح کرے تو نظر دوڑا کہ رات کیسے بسر کی ہے اس میں تاخیر مت کر اور یہ مت کہہ کر توبہ یا استغفار پھر کرلوں گا کیونکہ یہ ابلیس کا بہت بڑا حملہ ہے۔ شعر (ترجمہ) اور اپنی فرصت میں سے اپنے لئے حصہ وصول کر تیری گذشتہ عمر لوٹ کے نہیں آئے گی اور اس ناگہانی گھڑی سے ڈرتا رہ جو غلطی کو معاف نہیں کرتی اور آگے بڑھنے والوں کو پیچھے دھکیل دیتی ہے اور اپنے لئے یہ سوچ کے رکھ کہ میدان محشر میں تو کس طبقہ میں شامل ہو گا...... پھر اپنے جی میں یہ تصور کر کہ عمر کم ہے مشاغل بہت ہیں موت کے وقت کوتاہی پر ندامت ہو گی وقت گزر جانے پر نہ کر سکنے کی حسرت کتنی طویل ہو گی اور کاملین کے ثواب کا خیال کر اور اپنے ناقص ہونے کا اور محنت اور ہمت دکھانے والوں کے ثواب کا دھیان کر جبکہ تو سست ہے اپنے نفس کو کسی نصیحت سے محروم نہ رکھ جسے

تو سن پاتا ہے اور ایسی سوچ سے خالی نہ رکھ جس کی تو اس سے باتیں کرتا ہے کیونکہ نفس سرکش گھوڑے کی مانند ہے جو نہی تو اسکی لگام ڈھیلی کرے گا وہ تجھے گرا دے گا خدا تیری خواہشات نے تجھے گندہ کر دیا ہے اور تیری عمر ضائع کر دی لہذا اچاؤ کی فکر میں بہت جلدی کر قبل اس کے کہ باقی حیات شوق میں تلف ہو جائے۔ بہت سے وترنگ ہوشیار اور چالاک جانوروں کے پر خواہشات کے جال میں بے بس ہو گئے اور کتنے مدہوش شرابی آدمی ہلاکت کے کنوئیں میں گر پڑے "ولا حول ولا قوة الا بالله العلی العظیم"

بدکار کا انجام

معاصی سے بچو کہ ان کا انجام بہت برا ہوا ہے کتنی برائیاں ہیں کہ ان کے کرنے والے کا قدم پھسلتا چلا جاتا ہے اور وہ مسلسل پستی کے گڑھے میں اترتا رہتا ہے اور شدت فقر اور نہ ملنے والی دنیا پر حسرتیں ہمیشہ کیلئے چمٹ جاتی ہیں اور دنیا والوں کو دیکھ دیکھ کر الگ حسرت ہوتی ہے اور اگر اپنے کئے ہو گئے گناہ کا بدلہ اسے جلد مل جاتا ہے تو اپنی اغراض کے فوت ہونے اعتراض تقدیر پر کرنے لگ جاتا ہے جو ایک نیا عذاب ہے پس ہائے افسوس ایسے عذاب والے پر جسے اپنے عذاب میں ہونے کا بھی احساس نہیں اور آہ ہے اس عذاب پر جو اتنا موخر ہوا کہ اس کا سبب تک یاد نہیں رہا ابن سیرین فرماتے ہیں کہ ایک آدمی کو میں نے فقر کا طعنہ دیا تھا اور چالیس برس بعد میں خود فقیر ہو گیا ہائے حسرت اس مبتلا عذاب پر جسے یہ معلوم نہیں کہ سب سے بڑا عذاب اس کے احساس کا ختم ہو جانا ہے پس اللہ تعالیٰ سے توبہ کے بارے میں ڈرتے رہو بعید نہیں کہ جزاء کے طور پر اس کی توفیق سلب کر لی جائے اور گناہوں سے بہت بچو خصوصاً خلوتوں کے گناہوں سے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں آنا بندے کو اس کی نگاہ سے گرا دیتا ہے اور تیرے اور اللہ تعالیٰ کے مابین جو پردے کے حالات ہیں ان کی اصلاح کر لے جبکہ اس نے تیرے ظاہری حالات کی اصلاح فرما دی ہے اور اے معصیت کرنے والے اس کے پردہ ڈالنے سے دھوکہ میں مت آنا کہ اسے ہٹایا بھی جا سکتا ہے اور نہ ہی اسے حلم سے دھوکہ کھانا کہ اچانک کبھی عذاب بھی آجاتا ہے اپنے کیے پر قلق واضطراب اور اس کی بارگاہ میں گریہ وزاری کو لازم کر لے کہ اگر کوئی نفع کی چیز ہے تو یہی ہے اور غم وحزن کی روزی اختیار کر اور آنسوؤں کا پیالہ پی اور غم کی کدال کے ساتھ خواہشات قلب کا کنواں کھود ممکن ہے تو ایسا پانی نکالنے میں کامیاب ہو جائے جو تیرے گناہوں کے جسم کو دھو

ڈالے۔

سلامتی استقامت میں ہے

میرے بھائی اس شخص کی نصیحت سنو! جو ماہر اور تجربہ کار ہے کہ جس قدر تم اللہ کی تعظیم و تکریم کرو گے اسی قدر وہ تمہیں عزت بخشے گا اور اپنی تعظیم و توقیر کے لحاظ سے وہ تمہیں عزت واحترام عطا فرمائے گا۔ خدا میں نے دیکھا ہے کہ ایک شخص نے اپنی تمام عمر علم میں لگادی اور بڑھاپے کو پہنچا تو حدود توڑنے لگا جس سے مخلوق کی نگاہ میں وہ ذلیل ہو گیا کثیر علم اور قوی مجاہدوں کے باوجود لوگ اس کی طرف سے نظریں پھیر گئے۔
اور میں نے وہ بھی دیکھا جس نے اپنے عالم شباب میں اللہ تعالیٰ کو دھیان میں رکھا گو اس عالم عالم کے مقابلہ میں وہ بہت کم تھا مگر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے قلوب میں اس کی قدر و منزلت بٹھادی وہ اس سے مانوس ہونے لگے اور اس کی وہ توصیف و تحسین کرنے لگے جو اس کے اندر کی خیر سے کہیں زیادہ تھی اور ایسا شخص بھی دیکھا کہ سیدھا رہا تو حالات ٹھیک ہیں اور ٹیڑھا ہو گیا تو لطف و عنایت جاتی رہی اور اگر عمومی طور پر پردہ پوشی کا معاملہ اور رحمت کی وسعت نہ ہوتی تو ایسے لوگ رسوا ہو کر رہ جاتے تاہم اس میں بھی اکثر و بیشتر تادیب ہوتی ہے یا مہر بصورت قہر جیسا کہ کہا گیا ہے (ترجمہ) بھلا وہ ذات جو اپنی ناراضگی کے عالم میں بھی احسان فرماتا ہے تو رضامندی کے وقت وہ کیسا ہو گا تاہم عدل میں بھول نہیں اور جزا کا فیصلہ دینے والا ظالم نہیں ہے اور امین کے پاس کوئی شی ضائع نہیں ہوا کرتی۔

جس نے صبر کیا کامیاب ہوا

اے گنہگار آدمی جب تو جزا کے جھونکے محسوس کرے تو شور مت کر اور مت کہہ کہ میں نے توبہ کی اور نادم بھی ہوا پھر بھی یہ مکروہ جزا اور بدلہ نہیں ٹلا...... ممکن ہے تیری توبہ صحیح نہ ہوئی ہو اور پھر مجازاہ اور بدلے کا بھی زمانہ ہے جو مرض طویل کی طرح طول پکڑ لیتا ہے اور جب تک وہ زمانہ ختم نہ ہو کوئی حیلہ اور تدبیر کارگر نہیں ہوتی اور وعصی کے اور فتلقی کے مابین ایک طویل مدت ہے پس اے خطا کار انسان صبر کر حتی کہ تیری آنکھوں کا پانی دل کے نجس کپڑے میں رچ جائے پھر جب غم کی ہتھیلی اسے نچوڑ دے اور غسل کا یہ سلسلہ تکرار کے ساتھ ہو جائے تو طہارت کا حکم لگا دیا جائے گا آدم علیہ السلام اپنی لغزش پر تین سو سال روتے رہے اور ایوب علیہ السلام نے اٹھارہ سال بیماری کی آزمائش میں گذارے۔ یعقوب علیہ

السلام یوسف علیہ السلام کیلئے اسی ۸۰ برس روتے رہے اور آفات و مصائب کے وقت ہوتے ہیں تب وہ ختم ہوتی ہیں اور بعض مرتے دم تک ختم نہیں ہوتیں بس تجھے لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کے محراب میں ڈیرہ لگالے نور عطاء مانگنے والے کی طرح جم کے بیٹھ جا قلق و اضطراب کی غذا اور آہ و بکا کا پانی استعمال کر کبھی تو قبولیت کی بشارت نصیب ہوگی اور غم کے یعقوب کی بینائی لوٹے گی اور اگر تو اسی قید میں ختم ہو گیا تو بعض دفعہ دنیا کا غم آخرت کے غم کا نائب اور بدل بن جاتا ہے۔ اور اس میں بہت بڑا نفع ہے۔

معصیت کی آگ توبہ کے آنسوؤں سے بجھاؤ

عقلمند انسان کو معاصی کے انجام سے بچنا واجب ہے کہ اس کی آگ راکھ کے نیچے دبی ہوتی ہے اور کبھی سزا میں تاخیر ہوتی ہے اور پھر اچانک آ پہنچتی ہے اور کبھی فوراً آجاتی ہے لہذا گناہوں کی جو آگ جلائی جاچکی اسے بجھانے میں جلدی کرنی چاہئے اور اس آگ کو آنکھ کے چشمے کا پانی ہی بجھا سکتا ہے ہو سکتا ہے کہ جزا کا مالک حاکم کے قطعی فیصلہ کرنے سے پہلے راضی ہو جائے۔

عمل کے بغیر امید لگانا محض سراب ہے

اس شخص پر تعجب ہے جو اللہ تعالیٰ کو جانتا ہے اور پھر اس کی مخالفت بھی کرتا ہے اگرچہ جان ہی جاتی رہے کیا دنیا اور آخرت کسی اور کیلئے پیدا ہوئی ہے اس شخص پر افسوس ہے جو اپنی محبوب چیز کو حاصل کرنے کیلئے مکروہ فعل بھی کر لیتا ہے حاصل کردہ منافع سے کہیں بڑھ کر اس نے نقصان اٹھایا ہے اے باذوق آدمی ذرا میری بات سن کیا تیری زندگی کی کوئی لغزش اور کوئی کجروی ایسی ہے جس میں اس کی مخالفت نہ ہو شعر (ترجمہ) اور میرا عزم جب بھی تیرے دروازے سے منہ موڑتا ہے تو میں اپنے دامن میں الجھ کر رہ جاتا ہوں کیا تو نے کسی بزرگ سے یہ قصہ نہیں سنا کہ بیروت کی فصیل پر بیٹھا ہوا ایک نوجوان اللہ تعالیٰ کا ذکر کر رہا تھا میں نے کہا تیری کوئی حاجت ہے؟ وہ کہنے لگا مجھے جب کوئی حاجت پیش آتی ہے تو میں دل ہی میں اس کی دعا کر لیتا ہوں وہ پوری کر دیتا ہے اے اللہ والوں تمہیں قسم دے کر کہتا ہوں کہ اپنے گھاٹ کو خشک مت کرو مراقبہ کے دروازہ پر پہرہ دار کی طرح کھڑے ہو جاؤ غلط چیز کو اندر گھسنے سے روکو کہیں فساد نہ پیدا کر دے اپنے محبوب کو پسند کو حاصل کرنے کیلئے اپنی اغراض کو چھوڑ دو تمہاری اغراض بھی پوری ہو جائیں گی گو میرے نزدیک وہ شخص قابل

افسوس ہے جو ترک اغراض جزا کے ارادہ سے کرتا ہے کیا بندگی کی یہی علامت ہے؟ ہرگز نہیں جب میں مملوک ہوں تو مجھے مالک کی رضا کیلئے کام کرنا چاہئے نہ عطاء کیلئے اگر تجھے محبت ہے تو محبوب کی رضا میں اپنی حاجات کا ترک تجھے عین وصل دکھائی دے گا۔ اپنی اغراض کے دھوکہ میں آنے والے ذرا غور سے سن کہ اگر تو اس کی مشقت کو برداشت کر نہیں سکتا تو اسی سے فریاد کر اور اگر اس کی آزمائش کی پریشانی سے دکھ ہو رہا ہے تو تو اس کے سامنے ہی تو ہے اس کی رحمت سے مایوس مت ہو گو مصیبت کتنی شدید ہو جائے خدا خادم کا خدمت کرتے کرتے مرنا عقلاء کے نزدیک بہت ہی اچھا ہے میرے دوستو میں اپنے نفس کو خطاب کر کے کہتا ہوں اس میں جو بھی میرا ہم خیال ہے شریک ہو سکتا ہے اے نفس تجھے وہ کچھ عطاء کیا جس کی تجھے امید نہ تھی اور تجھے وہ ملا جس کی تو نے طلب نہیں کی تیرے قبیح حالات پر پردہ ڈالا کہ اگر وہ کھل جاتا تو بدن کے مسام تک چیخ اٹھتے پھر تیرا اغراض کے فوت ہونے کا یہ شور کیسا ہے ذرا بتا تو مملوک ہے یا آزاد کیا تجھے معلوم نہیں کہ تو ایسے جہان میں ہے جہاں عمل کی پابندی ہے یہ باتیں تو جاہلوں سے کہنے کی تھیں تیرا وہ معرفت کا دعویٰ کیا ہوا کیا یہ بھی کبھی سوچا ہے کہ اگر ایک جھونکا آئے اور تیرے بینائی جاتی رہے تو دنیا تجھے کیسی لگے گی بہت افسوس کی بات ہے کہ تیری بصیرت ختم ہو گئی ہے جو بصر (بینائی) سے کہیں بڑھ کر تھی اور تجھے معلوم نہیں کہ میں کس قدر عسی اور لعل کہتا رہتا ہوں اور تو اپنی غلطی میں بڑھتا ہی جا رہا ہے شعر (ترجمہ) عمر کا سفینہ قبر کے ساحل کے قریب آ لگا ہے اور اس کشتی میں تارا کوئی مال نفع بخش نہیں ہے۔ عمر کے سمندر میں ضعف اور کمزوری کی ہوا چل رہی ہے جس نے جسمانی قویٰ کے اتصال کو ختم کر دیا ہے یوں لگتا ہے کہ کشتی ٹکڑے ٹکڑے ہو رہی ہے تو عمر کی انتہا کو پہنچ چکا ہے اور تیری خواہشات کی نگاہیں ابھی جوانی کی طرف لگی ہوئی ہیں تجھے اللہ کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ دشمنوں کی خوشی کا سامان نہ بن اور یہ بہت ہلکی سی قسم ہے ورنہ میں یہ بھی کہہ سکتا تھا کہ میدان کو قطع کرنے کی طاقت ہے تو پھر کوئی قدم پیچھے نہیں رہ جانا چاہئے۔

تنہائی تنہائی ہے اور اپنے عقل کے ساتھی کو ساتھ رکھ فکر کی حیرت میں چکر لگا اور اجل کا شوق حاصل کر اس سے قبل کہ جوانی تجھے راہ سے بے راہ کر دے کیا تعجب ہے کہ عمر جوں جوں چڑھتی ہے اترتی جاتی ہے اور موت جب آتی ہے ختم کر دیتی ہے کیا تو اگر ان لوگوں میں سے ہو جن کا انجام فتنہ پر ہو ان کی آخر عمر میں مشقت و محنت کا فیصلہ کر دیا گیا ہو تو تیری عمر کا اول اخیر سے بہتر ہو گا اور تو بڑھاپے کے مقابلہ میں حالت شباب اپنے کو اچھا سمجھے گا وتلک

الایام نداولھا بین الناس اور ان ایام کو ہم لوگوں میں بدلتے رہتے ہیں اور اس کی عقل علم والے ہی رکھتے ہیں ہم اللہ تعالیٰ سے اس چیز کا سوال کرتے ہیں جس کے بغیر ہمارا مطلوب حاصل نہیں ہوتا اور وہ توفیق ہے بیشک وہ سننے اور قبول کرنے والا ہے۔

جو اللہ کیلئے کوئی چیز چھوڑتا ہے اللہ تعالیٰ اسے اس سے بہتر عطا فرماتے ہیں ایک دفعہ میں نے اپنی نفسانی خواہش کے حصول پر قدرت پائی جو میرے نزدیک پیاسے کے منہ میں میٹھے پانی سے بھی زیادہ لذیذ تھی...... تاویل کہہ رہی تھی کہ تقویٰ اور احتیاط کے سوا کوئی مانع اور رکاوٹ نہیں ہے اور بظاہر وہ ناجائز تھی میں متردد ہوا اور نفس کو اس سے روک دیا میں حیران تھا کہ کس طرح اس کے انتہائی مطلوب سے منع کر دیا ہے جبکہ سوا شرعی ممانعت کے اور کوئی رکاوٹ بھی نہیں اور میں نے کہا اے نفس خدا تیرے مطلوب کے حصول کی کوئی صورت نہیں بلکہ اس نے بھی کم درجہ کی اس پر نفس بے چین ہوا تو میں نے پکار کر کہا کہ تیری کتنی مرادوں کے حصول میں تیری موافقت کی ہے جن کی لذت تو جاتی رہی اور اس فعل پر تاسف آج تک باقی ہے۔

فرض کیا یہ مراد بھی پوری ہو گئی تو کیا لذت سے کئی گنا زیادہ ندامت نہ اٹھانی ہو گی اس پر نفس نے کہا کہ مجھے کیا کرنا چاہئے میں نے جواب دیا شعر (ترجمہ) میں نے صبر کیا ہے اور خدا محبت کے مقابلہ میں صبر کی ہمت مجھ میں نہیں ہے لیکن یہ صبر مجبوری کی وجہ سے ہے اور دیکھ میں اپنے اس عمل پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہترین جزا کی توقع رکھتا ہوں اور صبر کی جزا کبھی فوری مل جاتی ہے اور کبھی موخر ہو جاتی ہے جلدی ملے تو خیر اور اگر موخر ہو جائے تو مجھے اپنے رب سے ڈرنے والے کیلئے اچھی جزا ملنے میں ذرہ شک نہیں کیونکہ جو کوئی اللہ تعالیٰ کیلئے کچھ چھوڑتا ہے اللہ تعالیٰ اسے بہترین عوض عطاء فرماتے ہیں اور خدا میں یہ مطلوب اللہ تعالیٰ ہی کیلئے چھوڑ رہا ہوں اور بطور ذخیرہ آخرت کے چھوڑنا بھی مجھے کافی ہے حتیٰ کہ اگر مجھے کہا جائے کہ تجھے کچھ یاد ہے کہ تو نے اللہ تعالیٰ کی رضا کو اپنی خواہش پر ترجیح دی تھی تو میں کہدوں گا کہ ہاں فلاں فلاں دن تو اے نفس تجھے عطا کرنے والے کی اس توفیق پر فخر کرنا چاہئے ورنہ کتنے ہیں جو محروم ہیں اور ڈرتا رہ کہ کہیں تجھے بھی ان میں شامل نہ کر لیا جائے "ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم" یہ ۵۶۱ھ کی بات ہے اور میں ۶۵ میں داخل ہوا تو مجھے وہ بہترین عوض ملا جس کی مثال نہیں میں نے کہا کہ یہ تو اللہ سبحانہ و تعالیٰ کیلئے چھوڑنے کی وہ جزا ہے جو دنیا میں ملی ہے اور آخرت کے اجر کا تو کیا ہی پوچھنا" والحمد

للہ"

شہوت پرست انسان دین سے محروم ہو جاتا ہے

مجھے اس شخص پر کوئی اعتراض نہیں جو دنیاوی لذت جائز طریقہ سے حاصل کرتا ہے کیونکہ ہر شخص ترک لذت پر قادر نہیں مصیبت تو اس کے لئے ہے جو اپنی مطلوبہ لذت کو حرام طریقہ کے بغیر حاصل نہیں کر سکتا پھر وہ حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے اور یہ فکر نہیں رکھتا کہ کیسے حاصل ہوتی ہے یہ وہ مصیبت ہے جس میں عقل نے اپنا حق ادا نہیں کیا اور اس شخص کو اس کے وجود نے کچھ بھی نفع نہیں دیا اس لئے کہ وہ شخص اگر اپنی مطلوبہ لذت کا وزن اس کی سزا کے ساتھ کرتا تو اس کی فنا ہونے والی لذت کا پلڑا اجزا کے پہلے ذرہ کے مقابلہ میں ہی اوپر اٹھ جاتا اور ہم نے کتنے لوگ دیکھے ہیں جنہوں نے اپنی شہوت و خواہش ہی کو مقدم رکھا اور دین بھی کھو بیٹھے ایسے لوگوں کے حالات دیکھ کر ایک عقلمند انسان تعجب کرتا ہے کہ انہوں نے ایسی چیز کو کیسے ترجیح دے دی جوان کے ساتھ نہ رہ سکی اور وہ ایسے عذاب تک پہنچ گئے جو کبھی بھی ان سے جدا نہ ہو گا بس عقل کی اس خیانت میں اور اپنا حق نہ ادا کرنے میں بھی اللہ تعالیٰ سے ہی ڈرنا چاہئے اور چلنے والے کو دیکھنا چاہئے کہ وہ کہاں قدم رکھ رہا ہے بہت سے جلدباز ہلاکت کے گڑھے میں جا گرتے ہیں بیداری اور ہوشیاری کی آنکھ کھلی رکھنی چاہئے کیونکہ تم لڑائی کی صف میں کھڑے ہو کچھ پتہ نہیں تیر کدھر سے آجائے لہذا اپنے نفس کی اعانت کرو مخالفت مت کرو۔

اللہ تعالیٰ کی یوں عبادت کر گویا تو اسے دیکھ رہا ہے

حق جل مجدہ اپنے بندے کے شاہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے مگر وہ اس کے ساتھ معاملہ یوں کرتا ہے جیسے کوئی غائب اور بعید کیا کرتا ہے اور اس بندے کو نیت درست کرنے کا اور اپنے آگے دست سوال دراز کرنے کا حکم دیا ہے جس سے جاہلوں کے قلوب بعد سمجھنے لگے اسی لئے ان سے معاصی بھی سرزد ہوتے ہیں اور اگر حاضر و ناظر ذات کیلئے انکا مراقبہ پختہ ہوتا تو خطاؤں سے وہ اپنا ہاتھ روک لیتے اور بیدار مغز لوگ اس کے قرب کو جانتے ہیں اور اس مراقبہ کا انحصار ان کو رہتا ہے جو ان کو پابند رکھتا ہے اور اگر صحیح مراقبہ کی آنکھ پر ایک خاص قسم کا پردہ نہ پڑا ہوتا تو کوئی ہاتھ غلط کھانے کی طرف نہ بڑھتا اور کوئی آنکھ غلط نظر نہ کر

سکتی پس واہ کیا لذیذ عیش ہے ارباب انس کی اور ہائے کیسا خسارہ ہے اہل وحشت لوگوں کیلئے طاعت وبندگی جیسا کہ اکثر جاہلوں کا خیال ہے صرف صوم وصلات کا نام نہیں ہے طاعت احکام کو ماننے اور ممنوع سے بچنے میں اللہ تعالیٰ کی موافقت کا نام ہے اصل قاعدہ کلیہ یہی ہے اور کس قدر عبادت گذار ہیں جو دور جا پہنچے کہ اصل بات کو ضائع کر چکے ہیں اور حکم کی مخالفت اور ممنوع کا ارتکاب کر کے بنیادوں کو ڈھا چکے ہیں حق پرست وہ شخص ہے جو محاسبہ کا ترازو نفس کیلئے لے کر بیٹھتا ہے اپنے ذمہ جو واجب ہے ادا کرتا ہے جس سے روکا گیا ہے اس سے بچتا ہے مزید کچھ توفیق مل جائے تو ثواب کمالیتا ہے ورنہ نقصان کچھ نہیں۔ والسلام

دنیا رہگذر ہے اور آخرت قرار گاہ

دنیا کا حاصل یہ ہے کہ یہ ایک گذر گاہ ہے لہذا انسان کو چاہئے کہ اس کی لذات میں دوڑ نہ لگائے اپنے بسر اوقات کی بات کرے اور اگر ذبح ہونے والے جانوروں میں غور کرے اور اس عمل میں لگے ہوئے لوگوں کی آلودگی کو دیکھے اور بھنے ہوئے مرغ اور دوسری کھانے کی چیزیں وغیرہ تو اسے کبھی یہ اچھی نہ لگیں اور اگر سوچنے لگے کہ لقمہ کس طرح لعاب کے ساتھ مخلوط ہو کر منہ میں گھمایا جاتا ہے تو اسے حلق سے نیچے نہ اتار سکے اور آدمی کی دو حالتیں ہیں یا تو مباح لذتوں کے ذریعہ خوش عیش ہونا چاہتا ہے یا ضرورت کی چیزوں کے ذریعہ بسر اوقات کرنا چاہتا ہے بس جس چیز کو بھی طلب کرتا ہے اس کے باطن کی کھود کرید میں مت پڑے چنانچہ اگر بیوی کی شرم گاہ میں نظر کرلے تو ممکن ہے کراہت کر بیٹھے عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے کبھی آپ کا پردہ دیکھا اور نہ ہی آپؐ نے کبھی میرے پردہ پر نظر ڈالی لہذا عاقل انسان کو مناسب ہے کہ اس کا وقت متعین ہو جس میں اپنی بیوی کو زیب وزینت کا حکم کرے پھر تفتیش سے صرف نظر رکھے تاکہ طبعی نشاط قائم رہے اور خود عورت کو مناسب ہے کہ ان باتوں کا خیال رکھے اور شوہر کے سامنے اچھی حالت ہی میں آئے اس طرح عیش میں دوام آتا ہے مگر جب وہ عام میلے کچیلے حال میں رہتی ہے جس سے منظر اچھا نہیں رہتا تو نفس میں کراہت پیدا ہو جاتی ہے بیوی بدلنے کا خیال آنے لگتا ہے پھر اس دوسری میں بھی وہی صورت حال ہوگی جو پہلی میں ہوئی اور اسی طرح خود شوہر کو بھی چاہئے کہ بیوی کے سامنے بظاہر اچھے حال میں رہے جیسے وہ اس کیلئے رہتی ہے تاکہ باہمی الفت اور محبت میں دوام قائم رہے اور جب یہ صورت حال اس شخص کے حق میں باقی نہ رہے جو کسی شی سے نفرت رکھتا

ہے تو اس کی طبیعت اکھڑ جائے گی اور دو باتوں میں سے ایک ہو کر رہے گی یا اعراض کرے گا یا تبدیلی کی صورت ہو گی اور پھر اعراض کی حالت میں اپنی خواہش پر صبر کرنا پڑے گا اور تبدیلی کی صورت میں دوہرا خرچ ہو گا اور دونوں صورتیں تکلیف دہ ہیں اور جب تک ہماری بیان کردہ تجویز کو استعمال میں نہیں لاتا تو خوشگوار زندگی پا سکتا ہے نہ اچھی طرح سے بسر اوقات کر سکتا ہے۔

نعمت و عظمت کی قدر

ایک ناجائز کام کیلئے میرے نفس نے تقاضہ کیا اور اس کیلئے جواز کی دلیلیں اور تاویلات شروع کیں جبکہ اس کی تاویلات سب فاسد تھیں اور ناجائز ہونے کی دلیل واضح تھی میں نے اپنے دل سے اس مخمصہ کو دفع کرنے کی اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور میں قرات میں مشغول ہو گیا میرا اس دن کا درس سورہ یوسف کا تھا مگر میرے خیال نے دل کو اس قدر مصروف کر رکھا تھا کہ کچھ معلوم نہیں ہو رہا تھا کیا پڑھ رہا ہوں حتی کہ جب اس آیت پر پہنچا "قال معاذ اللّٰه انه ربی احسن مثوای"۔ (اللہ تعالیٰ کی پناہ بے شک وہ میرا رب ہے جس نے مجھے بہترین ٹھکانہ دیا) تو میں چونک اٹھا یوں لگتا تھا جیسے یہ بات مجھے کہی جا رہی ہے بس فوراً اس مدہوشی سے افاقہ ہوا اور میں نے نفس سے پوچھا "کچھ سمجھ میں آیا"۔ کیا تجھے اس بات کا خیال اور دھیان ہے کہ اس اللہ نے تیری کیسے تربیت کی علم دیا رزق عطاء فرمایا حفاظت فرمائی اور ہر بہتری اور بھلائی تجھ تک پہنچائی درست اور سیدھی راہ کی ہدایت فرمائی ہر قسم کے فتنہ و شر سے نجات بخشی اور ظاہری حسن و جمال کے ساتھ ساتھ باطنی فہم و دانش کا کمال دیا اور تیرے لئے علوم کا حصول آسان فرمایا حتی کہ قلیل زمانے میں تو نے وہ کچھ پا لیا جو دوسرے طویل زمانہ میں بھی نہ پا سکے تیری زبان کی مسند پر عروس علم کو فصاحت و بلاغت کا خلعت پہنا کر جلوہ افروز کیا اور تیری کمزوریوں اور قباحتوں کو مخلوق سے پردہ میں رکھا کہ جس سے وہ تیرے ساتھ حسن ظن رکھتے اور استفادہ کرتے ہیں اور تجھے بلا تکلف و تکلیف کسی کا احسان اٹھائے بغیر بافراغت رزق عطا فرمایا اور کوئی کمی نہیں چھوڑی۔ خدا کی قسم مجھے پتہ نہیں چل رہا کہ میں کس کس نعمت کی شرح و تفصیل تیرے سامنے رکھوں حسن صورت کی کہ جسم و اعضا کی صحت کی مزاج کی سلامتی کی یا ترکیب کے اعتدال کی خست و کمینگی سے پاک طبع لطیف کی یا ابتداء شعور ہی سے رشد و ہدایت کے القاء و الہام کی یا لغزشوں اور فواحش سے بہترین طریقہ

سے تحفظ فرمانے کی یا نقل اور آثار کے ذوق اتباع کی جس میں کسی کی تقلید جامد نہیں اور نہ ہی اہل بدعت میں شمول "و ان تعدوا نعمت اللہ لا تحصوھا" اور اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو شمار کرو تو نہیں کر سکو گے کتنے مکاروں نے تیرے مکر کے جال لگائے اور اس نے تیری حفاظت فرمائی کتنے دشمنوں نے مذمت کر کے تجھے گرانا چاہا اور اس نے تجھے اونچا کیا کتنی مخلوق خواہشات کے مشروب کو پیاسی ترستی ہے اور تجھے اس نے سیراب کیا ہے کتنے لوگوں کو موت نے آلیا جو تیری نسبت سے اپنی بعض خواہشات بھی حاصل نہ کر سکے اور تجھے اس نے زندگی اور بقا بخشی ہے تو صبح کرتا ہے شام کرتا ہے بدن کی سلامتی اور دین کی حفاظت ہے علم میں ترقی اور خواہشات کی تکمیل نصیب ہو رہی ہے اور اگر کوئی مراد بر نہیں آتی تو اس کی حکمت معلوم ہونے کے ساتھ ساتھ صبر کی توفیق بھی عطا ہوتی ہے حتیٰ کہ یقین آجاتا ہے کہ اس کا پورا نہ ہونا مصلحت تھا غرض مذکورہ نعمتوں ہی کی اگر کچھ تفصیل کرنے لگوں تو دفتر پر ہو جائیں گے اور تحریر ختم نہ ہوگی اور تجھے معلوم ہی ہے کہ جو میں نے ذکر نہیں کیں وہ نعمتیں ان سے کہیں زیادہ ہیں اور جن کی طرف اشارہ کیا ہے ان کی شرح و تفصیل نہیں کی ہے پھر بھی اس ذات عالی کی ناپسند چیز کی طلب میں لگنا تجھے کیسے زیب دیتا ہے "معاذ اللہ انہ ربی احسن مثوای انہ لا یفلح الظلمون"

ورع اور پرہیز متقین کی دیوار ہے

فتنہ کے قرب سے بڑھ کر میں نے کوئی فتنہ نہیں دیکھا اور یہ بہت کم دیکھا ہے کہ کوئی فتنہ کے قریب جا کر بھی اس سے محفوظ رہا اور جو شخص چراگاہ کے قریب چکر کاٹتا ہے عنقریب اس داخل بھی ہو جاتا ہے ایک بزرگ فرماتے ہیں میں ایک دفعہ ایسی لذت کے حصول پر قادر ہوا جو بظاہر ناجائز تھی مگر امکان جواز کا تھا کیونکہ اس کا حکم واضح نہ تھا میں نے مجاہدہ کیا تو نفس کہنے لگا کہ حصول کی طاقت ہی نہیں اس لئے چھوڑ رہا ہے اور پرہیزگاری دکھاتا ہے قریب پہنچنے کی ہمت کر حصول پر قادر ہو کر چھوڑے گا تو حقیقت کی رو سے تارک سمجھا جائے گا چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا اور اسے چھوڑ دیا پھر نفس نے دوبارہ گفتگو شروع کی اور ایسی تاویل پیش کی جس سے اس کا جواز ثابت ہوتا تھا گو امکان و احتمال پہلے بھی تھا اور جب میں نے اس کی موافقت کر لی تو اس سے قلب میں ظلمت محسوس ہونے لگی اس خوف سے کہ ممکن ہے حرام و ناجائز ہو میں نے دیکھا کہ رخصت اور تاویل کے ذریعہ کبھی نفس مجھ پر غالب

آتا اور مجاہدہ اور ترک کے ذریعہ کبھی میں غالب آجاتا اور اس کے رخصت ہونے کی طرف جاتا تھا تو خطرہ اس کے ممنوع اور ناجائز ہونے کا بدستور رہتا اور دل پر فوراً اس فعل کا اثر بھی محسوس ہوتا تھا چنانچہ تاویل کے ذریعہ جب مجھے اطمینان قلب نہ مل سکا تو میں نے سوچا کہ کسی طرح سے نفس کی طمع ہی اس کام سے منقطع کرنی چاہئے اور اس کے لئے مجھے اس کے سوا کچھ نہ سوجھا کہ میں نے نفس سے کہا کہ اگر مان بھی لوں کہ یہ کام بالکل جائز اور مباح ہے مگر اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ میں دوبارہ اسے نہیں کروں گا میری اس قسم اور معاہدہ سے نفس کی طمع ختم ہو گئی اور میں نے اس نفس کی طمع کاٹنے میں موثر ترین علاج دیکھا ہے کیونکہ اسی تاویل یہاں تک کام نہیں کرتی کہ قسم توڑ کر کفارہ ادا کرنے کا حکم دینے لگے پس بہترین چیز اسباب فتن سے انقطاع ہے اور ایسی چیزوں میں رخصت کے استعمال کو ترک کرنا کا احتمال تو رکھتی ہیں مگر ناجائز حد تک بھی پہنچا دیتی ہیں (اللہ تعالیٰ توفیق کے مالک ہیں)

معصیت کا نشہ

گنہگار آدمی معصیت کے وقت اگر غافل اور بے دھیان نہ ہو تو یہ معاند کہلاتا ہے مگر خواہش اس کے درمیان اور سمجھ کے درمیان حائل ہو جاتی ہے بس اس وقت اسے اپنی خواہش پوری کرنے ہی کا جنون ہوتا ہے ورنہ اگر حکم کی مخالفت کا دھیان ہوتا تو مخالفت کر کے یہ شخص دین سے خارج ہو جاتا بس اس کا مقصد تو اپنی خواہش کی تکمیل ہی ہے گو ضمناً اور مبعاً حکم کی خلاف ورزی بھی ہو رہی ہے اور اکثر و بیشتر ایسا فتنوں کے قریب رہنے سے ہو جاتا ہے اور ان حالات میں بچنے والے کم ہی لوگ ہوتے ہیں کیونکہ یہ خشک بھوسے کو آگ دکھانے کی مانند ہے پھر ایک عقل مند انسان اگر اپنی گھڑی بھر کی خواہش پورا کرنے اور عمر بھر اس حسرت پر افسوس کرنے کے درمیان کچھ امتیاز کی فکر کرے تو وہ پوری دنیا لے کر بھی اس کے قریب نہ جائے مگر خواہش کا نشہ اس شخص اور اس فکر کے درمیان حائل ہو جاتا ہے آہ کتنی نافرمانیاں اپنے مختصر لمحات میں گذر کر یوں ہو گئیں جیسے ہوئی ہی نہ تھیں مگر ان کے آثار باقی رہتے ہیں جن کا ادنیٰ درجہ ندامت کی وہ تلخی ہے جو کبھی پیچھا نہیں چھوڑتی اور محفوظ رہنے کا سب سے بڑا طریقہ یہ ہے کہ کسی فتنہ کے سبب کو ہاتھ نہ لگائے قریب تک نہ جائے بس جسے یہ سمجھ آئے اور بچنے کی کوشش بھی کرے تو سلامتی تک پہنچ جائے گا (انشاء اللہ تعالیٰ)

امتحانی مشکلات

امتحانات اور آزمائشیں بقدر مراتب ہی پیش آتے ہیں بہت سے لوگوں کو تو دیکھے گا چپ چاپ ہیں دین و دنیا سے جو کچھ مل گیا اس پر راضی ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن کا صبر کے بلند مقامات کیلئے انتخاب نہیں ہوا یا مصائب کے مقابلہ میں ان کی طبعی کمزوری لطف و کرم کا باعث بن گئی بڑی آزمائش اور امتحان یہ ہے کہ ایک طرف تجھے ہمت عالیہ دی گئی جسے ورع و تقوی کے مقام دین کے جمال، علم کے کمال کے بغیر قناعت نہیں اور ادھر نفس ملا جو مباحات کی طرف جھکا پڑتا ہے اور دعوی کرتا ہے کہ اس سے تیرے افکار کا علاج اور مرض کی شفا حاصل ہو گی تاکہ فضائل و کمالات کے حصول کیلئے بیماری کی مزاحمت قبول کی جائے اور یہ دو متضاد حالتیں ہیں کیونکہ دنیا اور آخرت خود متضاد ہیں ایسے موقع پر واجبات کی رعایت لازم ہوتی ہے اور نفس کو کسی مباح کیلئے ایسی گنجائش نہ دینی چاہئے جس سے تقوی سے اعراض کا خطرہ پیدا ہو جائے جو کہ واجب تھا بچی انسان چیختا ہے مگر چھوٹے بچے کا رونا بڑے ہو کر رونے سے بہتر ہے جاننا چاہئے کہ مباحات کا دروازہ کھولنا کبھی بہت سی دینی بیماریوں کو کھینچ لاتا ہے لہذا پانی کھولنے سے پہلے اس کا بند مضبوط باندھ لو میدان میں اترنے سے پہلے ذرہ پہن لو ہاتھ ہلانے سے پہلے اس پھل کا انجام سوچ لے جو تو اٹھانا چاہتا ہے اور بچاؤ حاصل کرنے کیلئے خطرہ والی چیز سے پرہیز کر کے مدد حاصل کرو گو اس کے خطرہ کا یقین نہ ہی ہو۔

سواری کو تھکانا سفر میں رکاوٹ کا سبب ہے

طالب علم کو لائق ہے کہ اس کی تمام تر ہمت یاد کرنے اور دہرانے پر لگے اگر زمانہ کا رخ اس کی طرف صحیح ہو تو بہت اچھا ہے مگر بدن سواری ہے اور رفتار کی مشقت سفر سے کٹ جانے کا ذریعہ بن جاتی ہے اور قوی جب تھک جاتے ہیں تو تازہ دم ہونے کے محتاج ہوتے ہیں اور تحریر، مطالعہ اور تصنیف بھی ضروری کام ہیں مگر اہم کام حفظ ہی ہے وقت کو دو کاموں میں تقسیم کرنا ضروری ہے حفظ کیلئے دن کی دونوں طرفیں اور رات کے دونوں کنارے ہونے چاہئیں اور باقی وقت لکھائی اور مطالعہ میں اور بدن کی راحت و آرام میں لگائے اور شرکاء کے مابین حصہ کی کمی بیشی نہ چاہئے کیونکہ ان میں سے جب ایک اپنے حصہ سے زائد لے گا تو دوسرے حصہ میں لازماً کمی آئے گی اور نفس اعادہ اور تکرار چھوڑ کر مطالعہ اور لکھائی وغیرہ کی طرف بھاگتا ہے کیونکہ یہ چیزیں اس کے لئے آسان اور پسند ہیں لہذا سوار کو چاہئے کہ اپنی

سواری کو بے کار نہ چھوڑے اور نہ ہی طاقت سے زیادہ اس پر بوجھ لادے اور عدل وانصاف کے ذریعہ ہر کام ہو جائے گا اور جو راستہ سے ہٹ جاتا ہے اس کا سفر لمبا ہو جاتا ہے اور جو کئی منزلوں کو ایک منزل میں لپیٹنا چاہتا ہے وہ کبھی اس منزل کو گنوا بیٹھتا ہے جس کے لئے مشقت اٹھائی ہے علاوہ ازیں انسان کو تحریض وترغیب بھی ضروری ہے کیونکہ کوشش میں کمی کوتاہی بھی ساتھ ساتھ ہے اور بعد ازیں علم میں یہ طلب اہم لازمی امر ہے کیونکہ ایک حافظ حدیث مثلاً "من اتی الجمعة فلیغتسل" کی حدیث بیس ۲۰ سندوں سے یاد کرتا ہے جبکہ حدیث طریق واحد سے بھی ثابت ہو جاتی ہے اب وہ اس کام میں لگنے کی وجہ سے آداب غسل سیکھنے سے محروم رہ گیا اور عمر بہت ہی مختصر اور نفیس ہے جس میں ایک سانس کی کوتاہی بھی گوارا نہیں اور عقل ہو تو اس کی رہنمائی کافی ہو سکتی ہے "والتوفیق من اللہ"

نار کے بجائے عار

جب کسی عالم کا قصد صحیح ہو جاتا ہے تو وہ تکلفات سے بری ہو جاتا ہے بہت سے علما حضرات ایسے ہیں جنہیں "لا ادری" (میں نہیں جانتا) کہتے ہوئے حیا آتی ہے چنانچہ وہ اپنی وجاہت قائم رکھنے کیلئے فتویٰ صادر کر دیتے ہیں تاکہ یہ نہ کہا جائے کہ انہیں جواب نہیں آیا اگرچہ خود انہیں بھی اپنی بات پر یقین نہیں ہوتا اور یہ انتہائی ذلت ورسوائی کی بات ہے حضرت امام مالکؒ بن انس کا واقعہ ہے کہ ایک آدمی نے ان سے مسئلہ پوچھا آپ نے لاعلمی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا "لا ادری" سائل کہنے لگا میں نے آپ تک پہنچنے کیلئے کئی شہر عبور کئے ہیں فرمانے لگے اپنے شہر میں واپس جا کر کہدینا کہ میں نے مالک سے مسئلہ پوچھا تھا انہوں نے جواب میں کہا ہے کہ میں نہیں جانتا۔ اس شخص کے دین کو اور عقل کو دیکھئے کہ اس نے تکلف سے کس طرح جان چھالی اور اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی سرخرو ہوا اور پھر اگر لوگوں کے ہاں اپنی وجاہت ہی مقصود ہے تو ان کے قلوب کسی اور کے قبضہ میں ہیں واللہ میں نے ایسے لوگ دیکھے ہیں جو نفلی صوم وصلاۃ کی کثرت کے ساتھ ساتھ خاموش مزاج بظاہر مسکین طبع اور سادہ لباس والے تھے مگر لوگوں کے قلوب ان سے بیزار تھے اور ان کی نگاہ میں ہو کچھ عزت نہ رکھتے تھے اور ایسے حضرات بھی دیکھے جو فاخرہ لباس پہنتے ہیں بظاہر مسکنت اور نوافل کی کثرت بھی نہیں مگر لوگوں کے قلوب ان کی محبت میں کٹے جاتے ہیں میں نے اس کے سبب میں غور کیا وہ میرے نزدیک ان کا حسن باطن تھا جیسا کہ حضرت انسؓ بن مالک کے بارے میں

ہے کہ ان کے ہاں نفلی صوم وصلاۃ کی کثرت نہ تھی بلکہ باطن کا نور تھا اس جس کا باطن درست ہو جائے اس کی فضیلت کی خوشبو پھیلنے لگتی ہے اور لوگوں کے قلوب اس سے مہک اٹھتے ہیں لہذا باطن کے معاملہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو کہ اس کے فساد کے ہوتے ہوئے ظاہری اصلاح کچھ فائدہ نہیں دیتی۔

پوشیدہ حکمت

میں ایک مصیبت میں مبتلا ہو گیا اس سے نجات اور راحت حاصل کرنے کیلئے میں نے بہت دعا کی مگر قبولیت میں تاخیر ہوئی حتی کہ نفس بے چین ہونے لگا اور دعا میں رکاوٹ ہونے لگی تو میں نے زور سے پکار کر کہا تیرا ناس ہو ذرا اپنے معاملہ میں بھی غور کر لیا ہوتا کیا تو مملوک ہے یا آزاد ؟ اپنی تدبیر تو خود کرتا ہے یا کوئی اور ؟ کیا تجھے معلوم نہیں کہ دنیا آزمائش و امتحان کا مقام ہے تو جب تو کسی غرض کی طلب کرے اور مطلوب کے خلاف دیکھ کر صبر نہ کرے تو آزمائش کیا ہوئی امتحان تو اعراض کرنے اور مقاصد کے خلاف ہونے میں ہے لہذا مکلف ہونے کا معنی سمجھ مشکل آسان ہونے لگے گی اور گرانی خوشگوار ہو جائے گی میری بات سن کر نفس نے کچھ سکون محسوس کیا تو میں نے پھر کہا کہ میرے خیال میں ایک اور بات بھی ہے وہ یہ کہ تو حق تعالیٰ سے اپنی اغراض کا تقاضا کرتا ہے مگر اپنی ذات سے حق تعالیٰ کے واجب کا تقاضہ نہیں کرتا یہ تو سراسر جہالت ہے جبکہ یہاں ہر معاملہ برعکس ہونا چاہئے کیونکہ تو مملوک ہے اور صاحب عقل مملوک اپنے نفس سے حق مالک کی ادا کا تقاضہ کیا کرتا ہے اور وہ جانتا ہے کہ مالک پر اس کی خواہش کو پورا کرنا لازم نہیں اس نے پہلے سے کچھ زیادہ سکون محسوس کیا تو میں نے پھر کہا کہ میرے نزدیک ایک تیسری بات بھی ہے وہ یہ کہ تو نے قبولیت میں تاخیر محسوس کی ہے حالانکہ تو نے خود معاصی کے ذریعہ اس کا راستہ روکا ہوا ہے تو نے اگر اس کا راستہ کھولا ہوتا تو وہ جلد آجاتی۔

گویا تجھے علم ہی نہیں کہ راحت کا سبب تقویٰ ہے کیا اللہ تعالیٰ کا قول نہیں سنا " و من یتق اللہ یجعل لہ مخرجاً " " و من یتق اللہ یجعل لہ من امرہ یسراً " کہ جو تقویٰ اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے راستہ پیدا فرماتے ہیں اور یہ کہ تقویٰ اختیار کرنے والے کے کام میں آسانی پیدا فرماتے ہیں کیا اس سے یہ سمجھا نہیں جاسکتا کہ معاملہ الٹ ہو تو نتیجہ برعکس ہو جائے گا آہ غفلت کا بند جو سب سے زیادہ قوی ہے مراد کے پانی کے آگے بندھا ہوا ہے

اور اسے خواہشات کی کھیتیوں تک پہنچنے سے روکے ہوئے ہے بس نفس کو اس بات کے صحیح ہونے کا یقین ہوا اور مطمئن ہو گیا مگر میں نے پھر کہا کہ میرے نزدیک ایک بات اور بھی ہے وہ یہ کہ تجھے مال کی طلب ہے جس کے انجام سے بھی تو واقف ہے اور بعض دفعہ اس میں مضرت بھی ہوتی ہے لہذا تیری مثال اس بیمار بچے کی سی ہے جو میٹھی چیز کا تقاضا کرتا ہے اور تیرا نگہبان تیری مصلحت سے خوب واقف ہے کیسے نہ ہو جس کا خود اپنا فرمان ہے "عسی ان تکرھوا شیأ وھو خیر لکم" کہ ہو سکتا ہے تمہیں ایک چیز پسند نہ آئے مگر واقعہ میں تمہارے لئے وہی بہتر ہوتی ہے میرا ان باتوں سے نفس کا اطمینان بڑھتا رہا تو میں نے اسے ایک اور بات سنائی کہ اس مطلوب کے ذریعہ تیرے اجر میں نقصان اور مرتبہ میں کمی واقع ہو سکتی تھی تو اللہ تعالیٰ کا ایسی مضر چیز کو تجھ سے روک لینا خود ایک عطا ہے اور اگر تو اپنی آخرت بنانے والی کوئی چیز طلب کرتا تو تیرے لئے بہتر ہوتا اب بہتر یہی ہے کہ میری اس تفصیل کو خوب سمجھ لے کہنے لگا تو نے اپنی تشریح و تفصیل کے گلستاں میں مجھے خوب سیر کرائی یہ سمجھ آجانے پر اب میں بالکل مطمئن ہوں خوش ہوں۔

ذلیل کرنے والا زہد

مالداروں کی بعض مجالس میں جانے کا اتفاق ہوا میں نے محسوس کیا کہ ان کی نگاہ میں علماء سب سے زیادہ ذلیل ہیں اور علماء ان کے ساتھ تواضع کا معاملہ کرتے ہیں اور ان کے ہاں اپنے کسی مفاد کی خاطر ذلت قبول کرتے ہیں اور وہ ان کے ساتھ مل بیٹھنا پسند نہیں کرتے جانتے ہیں کہ انہیں ہماری طرف کوئی حاجت ہے، میں سمجھتا ہوں کہ یہ صورت حال فریقین کیلئے عیب ناک ہے...... اہل دنیا کیلئے وجہ عیب یہ ہے کہ انہیں علم کی تعظیم کرنی چاہئے لیکن وہ اس کی قدر و منزلت سے ناواقف ہونے کی وجہ سے نہیں کرتے اور کسب مال کو اس پر ترجیح دیتے ہیں لہذا ان سے ایسی چیز کی تعظیم کی توقع ہی نہ رکھنی چاہئے جس کے مقام سے وہ واقف نہیں بلکہ اسے جانتے تک نہیں بالآخر الزام علماء پر ہی آئے گا جن کی خدمت میں گذارش ہے کہ آپ حضرات اپنے نفوس کو جو مشرف بہ علم ہیں ان گھٹیا لوگوں کے آگے ذلت سے بچانا چاہئے تھا اگر آپ کو ان لوگوں سے غناء حاصل ہے پھر تو ان کے سامنے ذلت اٹھانا اور کچھ طلب مطالبہ کرنا بالکل حرام ہے اور اگر بسر اوقات کی صورت موجود ہے تو پھر آپ نے ذلیل ہو کر ملنے والے فانی سامان سے پرہیز کر کے ذلت سے بچنے کو اختیار کیوں نہ کیا البتہ اس موقعہ

پر مجھے خیال گذرتا ہے کہ نفس میں قدر کفاف پر اور فضول مال سے پرہیز پر صبر کی کمی ہے اگر کبھی ہو جاتا ہے تو قائم نہیں رہتا لہذا عالم کو لائق ہے کہ غناء کیلئے کوشش کرے اور کسب مال میں محنت کرے اگرچہ اس میں علمی مشاغل کا کچھ زمانہ بھی قربان کرنا پڑے کہ اس طرح وہ اپنے مال کے ذریعہ عزت کو بچالے گا چنانچہ حضرت سعید بن المسیب زیت (زیتون کا تیل) کی تجارت کرتے تھے اور کافی مال چھوڑ گئے اور سفیان ثوریؒ بھی کافی مال چھوڑ گئے اور فرمایا کرتے تھے اگر تو نہ ہوتا تو لوگ مجھے اپنے ہاتھ کا رومال بنا لیتے میری اسی کتاب کے بعض عنوانات میں مال کی شرافت کا ذکر گزر چکا ہے اور ان صحابہ کرام اور علماء حضرات کا بھی جو کسب مال کرتے تھے اور ان کے اس مشغلہ کے راز کا تذکرہ بھی اور طالب علموں کو اس معاملہ میں ترغیب کا مضمون بھی بیان کر چکا ہوں کہ نفس کو پاکبازی پر قرار اور دوام زہد پر صبر نہیں ہے کتنے لوگ ہم نے دیکھے ہیں جنہوں نے طلب آخرت کیلئے عزم پختہ کر کے جمع کردہ مال خرچ کر دیا پھر ایک وقت عزم میں ضعف پیدا ہوا اور پھر کسب مال میں یوں لگے کہ غلط طریقہ بھی اختیار ہونے لگا لہذا بہتر یہی ہے کہ لوگوں سے استغناء کیلئے کچھ مال پاس جمع ہونا چاہئے تاکہ دل سے طمع نکل جائے اور علم کی اشاعت ہر شائبہ سے پاک صاف ہو جائے جو شخص کبار علماء اور اخیار کے حالات میں نظر رکھتا ہے اس طریقہ کی جھلک ان میں اسے دکھائی دے گی اور کسب سے پہلو تہی کا طریق عموماً وہ لوگ اختیار کرتے ہیں جن کے نزدیک دین یا عزت کا نقصان کچھ حیثیت نہیں رکھتا لہذا وہ راحت طلبی میں لگ جاتے ہیں اور بھول جاتے ہیں کہ درحقیقت یہ مشقت ہے جیسا کہ جاہل صوفیاء کی ایک جماعت کا طریق ہے کہ جو کچھ پاس ہوا صرف کر دیا اور توکل کے مدعی بن بیٹھے اور نہیں جانتے کہ کسب مال توکل کے خلاف نہیں ہے بس انہوں نے راحت کا طریق اپنا لیا ہے اور لوگوں کی نگاہوں میں رہنے کو کسب بنا لیا اور یہ طریقہ دو قباحتوں کا مجموعہ ہے ایک لوگوں کو دکھلانے میں قلت حیا۔ دوسری قلت علم۔

خواہش کی موافقت

میں سوچ رہا تھا کہ لوگوں سے گناہ کیونکر صادر ہو جاتے ہیں جس پر مجھے یہ محسوس ہوا کہ گناہگار گناہ کا قصد نہیں کرتا وہ صرف اپنی خواہش پوری کرنا چاہتا ہے معصیت تبعاً ہو جاتی ہے پھر میں نے سوچا کہ جب آدمی جانتا ہے کہ اس فعل میں اللہ تعالیٰ کی مخالفت ہے اور پھر بھی کر لیتا ہے اس کا سبب کیا ہے؟ تو میرا دھیان ادھر گیا کہ اس کی نظر خالق کے کرم اور

براہ مہربانی ورق نہ موڑیں۔

بے پایاں فضل پر ہوتی ہے اور اگر وہ اس کی عظمت اور ہیبت کا تصور کر لیتا تو اس لی مخالفت میں ہاتھ کو حرکت تک نہ دے سکتا خدا کی قسم اس ذات سے ڈرنا چاہئے جس کا ادنی سا کام مثلاً یہ ہے کہ تمام مخلوق کی موت اس کے قبضہ میں ہے حتی کہ اس جانور کی بھی جو ذبح کیلئے لٹایا جاتا ہے اور بچوں کو مرض کے ذریعہ تکلیف میں ڈالنا صاحب علم کو فقر میں مبتلا کرنا جاہل کو غنی کر دینا وغیرہ لہذا کسی بھی گناہ کرنے والے کو اپنے پیش نظر اس ذات کا خوف رکھنا چاہئے جس کی یہ صفات بتائی گئیں ارشاد باری ہے "ویحذر کم اللہ نفسہ" (اور اللہ تعالیٰ اپنی ذات سے تمہیں ڈراتے ہیں) اور اسباب خوف کا دھیان رکھنا امن و تحفظ کے زیادہ قریب ہے بہ نسبت اسباب امید پر نظر رکھنے کے، پس ڈرنے والا شخص احتیاط پر قائم رہتا ہے اور امید لگانے والا طمع کی رسی کو پکڑے ہوئے ہے اور ہر گمان کبھی پورا نہیں بھی ہوتا۔

تھوڑی مقدار پر قناعت کرنا

میں نے اکثر و بیشتر مالدار لوگوں کو دیکھا ہے کہ وہ علماء سے کوئی خدمت لیتے ہیں اور اپنی مد زکوۃ سے قلیل مقدار دے کر ان کو ذلیل کرتے ہیں اگر کہیں کوئی ختم کی تقریب ہوتی ہے تو کہتے ہیں فلاں حاضر نہیں ہے اور اگر کوئی بیمار پڑتا ہے تو کہتے ہیں فلاں لوٹ کے نہیں آیا اور کمال احسان اس عالم پر وہ شے قلیل ہے جس کی ادا اس جیسے کیلئے اس شخص پر ویسے ہی واجب تھی اور علماء اس قسم کی ذلت اپنی ضرورت کی وجہ سے گوارا کرتے ہیں میں سمجھتا ہوں کہ یہ علما کی طرف سے اس ذمہ داری سے ناواقفی کی بات ہے جو علم کے احترام و تحفظ کے بطور ان پر واجب تھی اور اس کا علاج دو طرح سے ہو سکتا ہے ایک یہ کہ مقدار قلیل پر قناعت کی جائے جیسا کہ مشہور ہے کہ جو شخص سرکہ پیاز پر قناعت کرے اسے کوئی غلام نہیں بنا سکتا دوسری یہ کہ علمی مشاغل سے کچھ وقت نکال کر کسب مال پر لگایا جائے کہ یہ اعزاز علم کا سبب بنے گا اور یہ صورت تمام وقت خدمت علم میں لگانے اور مذکورہ ذلت اٹھانے سے بہتر ہے اور جو شخص میرے انداز فکر سے سوچتا ہے اور کچھ خودداری بھی رکھتا ہے وہ اپنی ضرورت کا اندازہ لگاتا ہے اپنے موجود مال کی حفاظت کرتا ہے یا قدر ضرورت کمانے کی فکر کرتا ہے اور جو شخص اس قسم کی اشیاء سے کراہت نہیں پاتا وہ علم کی صورت سے واقف ہے اس کی حقیقت سے نہیں۔

تیرے نفس کا تجھ پر حق ہے

تمام امور کا مدار عقل پر ہے عقل کامل ہو تو عمل کرنے والے کو قوی تر دلیل حاصل ہوتی ہے اور عقل کا ثمرہ خطاب کو سمجھنا اور امر سے مقصود کو ممتاز کرنا ہے اور جو شخص مقصود کو سمجھتا اور دلیل پر عمل کرتا ہے وہ ٹھوس بنیاد پر تعمیر کرنے والے کی طرح ہے میں نے بہت سے دیکھے ہیں جو دلیل پر عمل نہیں کرتے بلکہ جیسے اتفاق پڑا کر لیا اور کبھی ان کی دلیل مروجہ عادت ہوتی ہے اور یہ ایک بدترین صورت حال ہے پھر میں نے بہت سے وہ بھی دیکھے جو دلیل کو بطور اثبات نہیں مانتے جیسے یہود و نصاریٰ کے گروہ کہ وہ اپنے آباؤ اجداد کی تقلید کرتے ہیں اور آنے والی شریعت کے لحاظ سے نہیں دیکھتے کہ صحیح ہے یا نہیں اور ایسے ہی وہ ذات خدا کے قائل ہیں مگر نہیں جانتے کہ اس کے بارے میں کیا عقیدہ صحیح ہے اور کونسا غلط ہے چنانچہ اس کیلئے اولاد کے بھی قائل ہیں اور امر مشروع میں تبدیلی کو ناجائز سمجھتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو اثبات صانع میں حق نظر ادا کر سکے نہ ان باتوں میں جو اس کے حق میں جائز یا ناجائز ہیں اور نہ ہی صحۃ نبوات پر دلائل میں غور کر سکے جس سے ان کے سب اعمال اکارت گئے جیسے کوئی ریت پر عمارت بناتا ہے اور دیکھا جائے تو وہ لوگ بھی اسی قسم سے ہیں جو زہد و عبادت میں خوب زور لگاتے ہیں اور باطل احادیث کے علم میں مشقت اٹھاتے رہتے ہیں مگر کسی صاحب علم سے اس بارے میں سوال نہیں کرتے اور کچھ لوگ دلیل کو ثابت مانتے ہیں مگر اس کے مدلول مقصود کو نہیں سمجھتے اسی جنس کے وہ لوگ ہیں جنہوں نے دنیا کی مذمت سنی اور زاہد بن کے بیٹھ گئے مگر مقصود کو نہیں سمجھ سکے اور یہ گمان کرنے لگے کہ دنیا بذات خود قابل مذمت ہے اور نفس واجب العداوت چیز ہے چنانچہ انہوں نے طاقت سے زائد اپنے نفوس پر بوجھ ڈالا ہر طرح کی تکلیف میں مبتلا کیا اور ان کے حقوق سے محروم رکھا یہ لوگ آپ ﷺ کے اس ارشاد مبارک سے جاہل ہیں کہ "بے شک تیرے نفس کا تجھ پر حق ہے" اور ان لوگوں میں ایسے بھی ہیں جو غلبہ حال میں فرائض کو ترک کر چکے ہیں ان کے جسم لاغر اور قویٰ ضعیف ہو چکے ہیں اور یہ سب باتیں مقصود کو سمجھنے میں کمی اور مراد پر نظر نہ رکھنے کی وجہ سے ہیں جیسا کہ داؤدؒ طائی کے بارے میں ہے کہ وہ پانی کا مٹکا زمین میں دبا کر رکھتے اور تیز گرم ہونے پر پیتے تھے اور سفیانؒ سے کہنے لگے کہ جب تو عمدہ اور لذیذ کھانے کھائے گا اور ٹھنڈا پانی پئے گا تو موت کو اور اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہونے کو کب پسند کرے گا اور یہ سراسر

مقصود سے لاعلمی کی بات ہے کیونکہ گرم پانی پینے سے جسم میں کئی ایک امراض پیدا ہوتی ہیں اور پیاس بھی نہیں بجھتی اور ہمیں اپنے نفوس کو اس قسم کے عذاب دینے کا حکم نہیں ملا ہے بلکہ اس کی وہ بات ترک کرنے کا حکم ہے جو اللہ تعالیٰ نے منع فرمادی ہے حدیث صحیح میں ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سفر ہجرت میں جب ایک چرواہے نے دودھ نکال کر دیا تو پیالہ پر پانی ڈال کر اسے نیچے تک ٹھنڈا کیا پھر رسول اللہ ﷺ کو پلایا تھا نیز آپ ﷺ کیلئے ایک چٹان کے سائے میں کپڑا بھی بچھایا کہ آرام فرمالیں نیز آپ ﷺ کیلئے میٹھا پانی پینے کو لایا جاتا تھا اور آپ کا ارشاد مبارک بھی منقول ہے اور اگر تمہارے پاس مشکیزے میں رات کا پانی ہے تو لاؤ ورنہ ہم اسی کو منہ لگا کے پی لیتے ہیں" اور اگر داؤدؒ یہ سمجھ لیتے کہ سفر کرنے کیلئے اونٹ کے چارہ کا انتظام ضروری ہے تو وہ ایسا عمل نہ کرتے کیا تجھے معلوم نہیں کہ سفیان ثوریؒ جو معرفت اور خوف کے اعلیٰ درجہ پر ہوتے ہوئے لذیذ کھانا استعمال فرماتے اور فرمایا کرتے کہ جانور کے ساتھ اگر حسن سلوک نہ کیا جائے گا وہ کام نہیں دے گا ممکن ہے میری یہ بات نہ سننے والوں میں سے کوئی یوں کہے کہ یہ تو اہل زہد کی مخالفت ہے تو میں کہوں گا کہ علماء کی صحبت میں رہو اور حسن' سفیان' مالک' ابو حنیفہ' احمد' شافعی رحمہم اللہ کے طریقہ پر نظر رکھو یہ لوگ اسلام کے ستون ہیں اور اپنے دین میں ان کے پیچھے مت لگو جن کا علم قلیل ہے گو زہد کیسا ہی ہو اور ان کے مجاہدات دیکھ کر یوں کہہ لیا کرو کہ یہ ان کی ہمت تھی اور جو تیری طاقت میں نہیں اس میں ان کی اتباع مت کرو کیونکہ یہ معاملہ ہمارے سپرد نہیں اور نفس خود ہمارے پاس امانت ہے اور اگر تجھے میرا اس تفصیل سے انکار ہے تو پھر تو بھی انہی لوگوں میں سے ہے جن پر میں نے نکیر کی ہے یہ جو کچھ کہا گیا ہے مقصود کی طرف اشارہ ہے ورنہ شرح طویل ہے۔

ہم اللہ کی تقسیم پر راضی ہیں

عاقل پر دلیل کو ماننا واجب ہے پھر ان مکروہات پر نظر نہ لگائے جن سے وہ بچا ہوا ہے مثلاً قطعی دلیل سے ثابت ہے کہ حق جل مجدہ حکیم ہیں' مالک ہیں' مدبر ہیں اب اگر کوئی شخص کسی عالم کو محروم دیکھ رہا ہے اور جاہل کو مرزوق (رزق والا) تو حکمت خالق کی دلیل اس پر واجب کرتی ہے کہ اس معاملہ کو اسی کے حوالہ کرے اور اپنے لئے حکمت کو جاننے سے عاجزی کا اعتراف کرلے کتنے لوگ ہیں جو اپنے جہل کی وجہ سے یہ بھی نہیں کرتے کچھ معلوم

ہے کہ وہ کیا حکم لگاتے ہیں ؟اس تدبیر کے فساد کا حکم ؟ان کی عقول کا تقاضہ یہی تو ہے اور کیا ان کی عقول خود اس خالق کی عطا نہیں ہے ؟ تو اس کی حکمت اور تدبیر پر اس کی بنائی ہوئی عقل کو حاکم بنانا کیسے صحیح ہے جبکہ خالق کے مقابلہ میں یہ مخلوق کچھ بھی نہیں ہے۔

مجھے ابن الراوندی ملعون کی خبر پہنچی ہے کہ وہ ایک پل پر ہاتھ میں روٹی لئے بیٹھا تھا اور کھا رہا تھا کچھ گھوڑے اور مال وغیرہ وہاں سے گذرے پوچھنے لگا یہ کس کے ہیں جواب ملا : فلاں خادم کے پھر کچھ مال اور گھوڑے گذرے تو پوچھا "کس کے ہیں جواب ملا۔ فلاں خادم کے" اتنے میں وہ خادم وہاں سے گذرا دیکھا تو ایک حقیر شخص محسوس ہوا اس پکڑی ہوئی روٹی ایک طرف کو پھینکتے ہوئے کہہ رہا ہے" یہ فلاں کے ہیں" یہ کیا تقسیم ہے ؟اور اگر یہ معترض ذرا سوچ لیتا تو کئی باتیں اس کے سامنے آجاتیں کم از کم یہ کہ معترض اس ذات سے جاہل ہے جس کی معرفت کا اسے دعوی ہے نیز یہ کہ اس کی نگاہ میں اس کی عظمت نہیں ہے یہی بات اس کی موجودہ تنگی سے بھی کہیں زیادہ تنگدستی کا موجب بن سکتی تھی "،مگر یہ ابلیس کی میراث ہے کہ اس نے بھی آدم علیہ السلام کو فضیلت دینے میں سوء تدبیر کا عقیدہ قائم کیا تو تعجب ہے اس شاگرد پر جو اپنے استاد سے بڑا عالم بنتا ہے اور اس مملوک پر جو اپنے آقا پر تکبر دکھاتا ہے۔ اور حال سے ہٹ کر دلیل سے ماننے کی چیز یہ ہے کہ علم کا کسب عزت و شرف کا کسب ہے بلکہ اشرف ہے...... اور کچھ جاہل لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ دنیا میں علماء کا حصہ کم ہے اور اسے وہ علم کا عیب بتاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس میں کیا فائدہ ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ علم کی عظمت سے واقف نہیں کیونکہ دلیل پر چلنے والا ما حصل کی پرواہ نہیں کرتا اور فقدان سے امتحان کا نتیجہ واضح ہو جاتا ہے ہمارے پیغمبر ﷺ کی صداقت پر اگر اور کوئی دلیل نہ ہوتی بجز اس کے کہ آپ ﷺ نے دنیا سے اعراض رکھا زندگی تنگی ترشی میں بسر فرمائی اور پیچھے کچھ چھوڑ کر نہیں گئے اہل خانہ میراث سے محروم رہے یہی ایک بہت بڑی اور کافی دلیل ہے کہ آخرت کے مطلوب کیلئے ان کی طلب صادق تھی اور کبھی ایک جاہل بعض علماء کو کسی غلطی میں مبتلا دیکھتا ہے اور عیب علم کو لگاتا ہے اور اس کے ناقص ہونے کی باتیں کرتا ہے جو کہ بہت بڑی غلطی ہے بس عاقل کو چاہئے اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرے اور اللہ تعالیٰ کی طاعت اور علم پر عمل کا وجوب بھی حکم عقل دیتی ہے اس کے تقاضے پر عمل کرے اور جانے کہ مطلوبات سے محرومی پر صبر کرنے میں ابتلا اور آزمائش ہے دلیل کے اتباع کو لازم پکڑے خواہ نتیجہ حسب منشاء نہ بھی ہو۔ (اللہ تعالیٰ توفیق عطاء کرنے والے ہیں)

ہندستانی لائبریری
گارڈن ریچ روڈ۔ مٹیابرج۔ کلکتہ

خواہش کی مخالفت

میں نے سورہ یوسف کی تلاوت کی حضرت یوسف علیہ السلام کے صبر پر مدح و ثنا پڑھ کر تعجب ہونے لگا کیسے ان کے قصہ کی تفصیل لوگوں کو بتائی جارہی ہے ایک گناہ کے ترک پر انکے مقام کی رفعت بتائی جارہی ہے میں نے حقیقت امر میں غور کیا تو دیکھا کہ یہ سب خواہش کی مخالفت کا کرشمہ ہے میں نے دل ہی میں کہا کیا عجیب ہے اگر وہ خدانخواستہ خواہش کی موافقت کر لیتے تو پھر کیا ہوتے؟ اور اب جبکہ مخالفت کی ہے تو ایک عظیم کارنامہ بن گیا ہے ان کے صبر کی مثال دی جاتی ہے مخلوق کے سامنے اس مجاہدہ کو بطور فخر نقل کیا جاتا ہے اور یہ سب کچھ ایک گھڑی کے صبر کا صلہ اور نتیجہ ہے واہ کیا عزت ہے اور کیسا افتخار اس بات پر کہ محبوب سے صبر کیا ہے جو قریب موجود ہے اور اپنے نفس پر قابو پایا ہے اور اس کے برعکس آدم علیہ السلام کا حال ہے جو خواہش کی موافقت میں ظاہر ہوا اگر توبہ کا تدارک اور قبولیت کی نوازش نہ ہوتی تو ہمیشہ کیلئے دھبہ لگ جاتا۔ خدا رحم فرمائے ذرا غور کرو صبر کا انجام اور خواہش کا نتیجہ کیا ہے بس عاقل وہ ہے جو دونوں حالتوں میں تمیز قائم کرتا ہے، تلخ اور شیریں میں جو شخص عدل کا ترازو سیدھا رکھتا ہے اور خواہش کے پلڑے کو جھکنے نہیں دیتا وہ دیکھ لے گا کہ نفع تمام کا تمام صبر میں ہے اور نقصان کل کا کل موافقت نفس میں ہے بس عاقل کیلئے مخالفت خواہش کے متعلق یہی وعظ کافی ہے "خدا توفیق بخشے"

صالحین کی صحبت

میں دیکھتا ہوں کہ فقہ کا اشتغال اور حدیث کا سماع اصلاح قلب کیلئے کافی نہیں جب تک رقت انگیز باتوں اور سلف صالحین کی سیرت کی آمیزش نہ ہو کیونکہ ان لوگوں نے نقل کے مقصود کو حاصل کر لیا ہے اور انہوں نے افعال کی ظاہری صورت سے ہٹ کر ان کی حقیقت اور مراد کو پایا ہے اور میں یہ باتیں اپنے ذوق اور تجربہ کی بنا پر کہہ رہا ہوں کیونکہ میں نے اکثر محدثین حضرات کو دیکھا ہے کہ پوری کوشش حدیث عالی کے حصول میں اور بکثرت اجزاء لکھنے یا جمع کرنے کی ہوتی ہے اور اکثر فقہاء حضرات دلیل میں مقابل پر غالب آنے کی فکر میں ہوتے ہیں ایسے حالات میں رقت قلب آئے تو کیسے اور کہاں سے آئے اسلاف میں بہت سے لوگ کسی نیک آدمی کی خدمت میں اس کی سیرت و اخلاق دیکھنے کیلئے جاتے تھے علمی استفادے کے لئے نہیں کیونکہ اس کے علم کا ثمر اور نتیجہ اس کی سیرت اور اخلاق ہی تو

ہیں اس کو سمجھو اور فقہ اور حدیث کی طلب کے ساتھ ساتھ اسلاف کی سیرت اور حالات زہد کا امتزاج بھی کرو تاکہ قلب میں رقت پیدا ہونے کا سبب مہیا ہو میں نے مشاہیر بزرگوں میں سے بعض کے الگ الگ احوال وآداب لکھے ہیں چنانچہ ایک کتاب میں امام حسن کے حالات اور ایک میں سفیان ثوری کے اور اس طرح ابراہیم بن ادھم، بشر حافی، احمد بن حنبل اور معروف کرخی رحمہم اللہ تعالیٰ ودیگر علماء دزھاد کے حالات جمع کیے ہیں پس دونوں قسم کے یہ علوم بمنزلہ سائق اور قائد کے ہیں اور نفس ان کے درمیان کھڑا ہے سائق کے ہانکنے اور قائد کے آگے سے کھینچنے کی محنت سے منزل طے ہو جائے گی اور سستی اور بے ہمتی سے خدا کی پناہ۔

احتیاط اولیٰ ہے

میں نے ایک چیز کا استعمال کر لیا جو بعض مذاہب میں جائز ہے جس سے میں نے دل میں سختی محسوس کی مجھے یوں خیال آنے لگا جیسے مجھے دروازہ سے ہٹا دیا گیا ہے بس بعد ہے اور شدید تاریکی میرا انس کہنے لگا یہ کیا ہے ؟ کیا ایسا نہیں کہ تو فقہاء کے اجماع سے خارج نہیں ہوا میں نے کہا ارے نفس بد تیرا جواب دو طرح سے ہے ایک یہ کہ تو نے وہ تاویل اختیار کی ہے جو تیرے عقیدہ میں نہیں ہے اگر تجھ سے فتویٰ لیا جاتا تو کبھی تو اس کا فتویٰ نہ دیتا جو خود کر لیا ہے نفس نے کہا "اگر میں جواز کا قائل نہ ہوتا تو کبھی یہ عمل نہ کرتا میں نے کہا کہ تیرا اعتقاد تو وہ ہے جسے تو دوسروں کیلئے فتویٰ میں اختیار کرتا ہے۔

دوسرا یہ کہ اس عمل کے بعد جو ظلمت تو نے محسوس کی ہے اس پر تجھے خوش ہونا چاہئے کیونکہ اگر دل میں پہلے نور نہ ہوتا تو اس عمل کا کوئی اثر محسوس نہ ہوتا نفس نے کہا مگر تجھے تو دل میں پیدا ہونے والی اس ظلمت (تاریکی) پر وحشت ہوئی ہے میں نے کہا بس تو عزم کر لے کہ اسے ترک ہی کرنا ہے اور یہ بھی سمجھتے رہو کہ جو چھوڑا ہے وہ بالاجماع جائز ہے مگر اس کا چھوڑنا تقویٰ اور ورع کے لحاظ سے ہے بس اس میں سلامتی ہے۔

دشمنی میں انتہاء کرنا

زمانے کے تجربات سے یہ بات حاصل ہوئی ہے کہ جہاں تک ممکن ہو کسی کے ساتھ بھی عداوت (دشمنی) کا اظہار نہ کرنا چاہئے کیونکہ کبھی اس کی طرف تجھے حاجت پڑ سکتی ہے خواہ وہ کسی بھی درجہ کا آدمی ہو ایک انسان کبھی گمان بھی نہیں کرتا کہ کسی دن فلاں شخص

کی طرف اسے حاجت پڑسکتی ہے جیسا کہ گرے پڑے تنکے کی ضرورت کا کبھی خیال نہیں آتا مگر کئی حقیر ایسے ہیں جن کی طرف حاجت پڑ جاتی ہے حصول نفع میں نہیں تو دفع مضرت ہی میں سہی مجھے اپنی عمر میں ایسے لوگوں کی نازبرداری کرنی پڑی جن کے بارے میں کبھی خیال بھی نہ گذرا تھا کہ مجھے ان کے ساتھ اس معاملہ کی حاجت پیش آئے گی اور یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ عداوت کا اظہار کبھی ایسی مضرت (تکلیف) پہنچاتا ہے جس کا خیال تک نہیں ہوتا اسلئے کہ عداوت ظاہر کرنے والا تلوار لہرانے والے کی طرح ہے جو مارنے کی انتظار میں ہوتا ہے اور کبھی اچانک مار بھی دیتا ہے اور اگر ذرہ پوش اپنے کو چھپانے کی کوشش کرتا ہے تو یہ دشمن اس وقت کو غنیمت جانتا ہے لہذا دنیا میں جینے والے کو چاہئے کہ کسی کے ساتھ بھی عداوت کا اظہار نہ کرے کیونکہ جیسا میں نے بیان کیا ہے مخلوق کو ایک دوسرے کی حاجت پڑتی ہے اور بعض بعض کو مضرت رسانی کی طاقت پاتے رہتے ہیں اس فصل کا فائدہ زمانے کے انقلابات میں پڑنے پر ظاہر ہوتا ہے۔

وصل کی اجازت ہوئی مگر فائدہ نہ ہوا

میں نے نفس کو دیکھا کہ وہ اہل دنیا کی وقتی لذتوں کو تو دیکھتا ہے مگر بھول جاتا ہے کہ کیسے حاصل ہوئیں اور کیا کچھ آفات اپنے ساتھ لائی ہیں اس کی تفصیل یہ ہے کہ تو جب کسی حکمران یا سلطان کو دیکھے اور اس کی نعمتوں اور آسائشوں میں غور کرے تو وہ تجھے مخلوط ملیں گی جن میں ان کے اہل کاروں کے شر کی آمیزش ہو گی گو غیر شعوری طور پر سہی پھر وہ خود بھی ہمہ وقت خوف میں رہتا ہے اپنے تمام امور میں متردد رہتا ہے ہر وقت دشمن کی ایذاء رسانی کا ڈر لگا رہتا ہے بڑے سے ڈرتا ہے اور پریشان ہے کہ کہیں معزول نہ کر دے ہمسر سے ڈرتا ہے کہ کوئی مکر اور شرارت نہ کر دے اس کا اکثر وقت ان سلاطین کی چاپلوسی میں گذرتا ہے جن کا اسے خطرہ ہے ان کے اموال کے حساب میں ان کے احکام کی تعمیل و تکمیل میں جن میں اکثر ناجائز ہوتے ہیں پھر اگر معزول ہو گیا تو حاصل کردہ تمام لذتوں پر پانی پھر گیا اور یہ لذتیں بھی کیا ہی خوف و خطر میں ڈوبی ہوئی اندر سے خطرہ سے بھری ہوئی باہر سے خطرہ میں لپٹی ہوئی اور خود خوف و خطر کا باعث بنی ہوئی ہیں، کسی تاجر کو دیکھو تو شہر شہر گھومنے پھرنے کے بعد جو کچھ پایا بڑی عمر میں جا کر پایا لذت کا زمانہ گذار کر پایا جیسا کہ ایک رئیس کی حکایت ہے کہ شباب تو فقر کی حالت میں گذرا بڑھاپا آنے لگا تو دولت ملی بہت سے اموال کا مالک ہو گیا بہت

سے ترکی غلام اور رومی باندیاں خریدیں اپنی شرح احوال خود ہی ان ابیات میں بیان کی ہے (ترجمہ) میں بیس برس کا تھا تو اس کی مال کی توقع تک نہ تھی جس کا میں ستر برس کا ہو کر مالک ہوا ہوں۔ میرے آس پاس ترکی حسینائیں چکر کاٹتی پھرتی ہیں جو ٹیلوں پر لہلہاتی شاخوں جیسی ہیں اور رومی دلفریب چھوکریاں جو حسن میں جنت کی حور عین جیسی ہیں وہ مجھے نرم و نازک انگلیوں سے دباتی ہیں ایسی نرم انگلیاں کہ ان کو گرہ دی جاسکتی ہے ان کا ارادہ ایسے مردہ کو زندہ کرنے کا ہے جس میں حرکت تک نہیں ہے بھلا ایک مدفون میت کو وہ کیسے زندہ کرلیں گی لوگ کہتے ہیں تو رات بھر روتا ہے جس سے ہمیں بھی نیند نہیں آتی آخر تیری تکلیف کیا ہے میں نے کہا کہ یہی اسی برس کی عمر کا بڑھاپا اور اکثر و بیشتر یہی حالت پائی جاتی ہے کہ ایک انسان کی مرغوب اور محبوب چیزیں اس کے دنیا سے کوچ کے وقت ہی جمع ہوتی ہیں اور اگر کسی کو جلدی یعنی شروع جوانی میں مل جاتی ہیں تو اس کی نوعمری تدابیر کو سمجھنے اور پوری طرح سے لذت اٹھانے میں مانع ہوتی ہے اور انسان اپنی نوعمری میں یہی نہیں جانتا کہ وہ کہاں ہے جب تک ایک خاص عمر کو نہیں پہنچ جاتا اور اس وقت اسے بیوی کی فکر ہوتی ہے جیسی بھی مل جائے اور نکاح کے بعد اولاد ہو جائے تو لذتیں ختم اور اپنے اندر بھی وہ تیزی اور شوخی نہیں رہتی اور اولاد کیلئے کمائی کی فکر دامنگیر ہو جاتی ہے اور ابھی وہ تیس برس کے قریب قریب ہی ہوتا ہے کہ بڑھاپے کے آثار آنے لگتے ہیں اور اسے خود اپنا ڈر پیدا ہونے لگتا ہے جانتا ہے کہ اب عورتیں اس سے علیحدگی کو پسند کریں گی جیسا کہ معتز باللہ کے بیٹے کا شعر ہے (ترجمہ) میں نے بڑھاپے میں اپنے آپ کو تھکا لیا ہے بھلا نرم و نازک دوشیزائیں اب مجھ سے کیسے محبت کریں گی۔ حسیناؤں میں دلچسپی رکھنے والے کا تو یہی حال دیکھے گا کہ اگر وہ ملتی ہے تو ہاتھ پلے کچھ نہیں کہ مراد حاصل کر سکے اور اگر مال جمع کرنے میں لگ گیا تو لذت اٹھانے کا وقت جاتا رہا اور مطلوب و مقصود حاصل ہوا بھی تو بڑھاپا بد مزگی کا بدترین تنکا اور بڑی مبغوض شے ہے پھر صاحب مال کو اپنے مال کا خوف لگا رہتا ہے اپنے معاملہ والوں سے حسابات میں مشغول ہے اسراف یا بخل ہر حال میں مذمت ہوتی ہے اولاد اس کی موت کی منتظر اس کی باندی اسے پسند نہیں کرتی اور یہ اپنے غلاموں کی نگرانی میں لگا ہوا ہے عمر تو گذر گئی مشقتوں میں جھمیلوں میں اور لذتیں اس دوران میں ایک جھونکے کی طرح سے آتی ہیں جن میں کچھ لذت نہیں ہوتی اور قیامت میں امراء و تجار ذلت رسوائی کے عالم میں اٹھائے جائیں گے بجز ان کے جنہیں اللہ بچالیں لہذا خبردار ان کی نعمتوں کی صورتوں اور ظاہر پر نگاہ مت لگانا کیونکہ یہ دور

ہی سے اچھی لگتی ہے اور اگر کبھی پالے تو کراہت آنے لگے گی اور پھر ان کے ضمن میں دنیاؤ آخرت کی اور آفات ہیں جو بیان نہیں ہو سکتیں بس جہاں تک ہو سکے قناعت اختیار کرو کہ دنیاؤ دین کی سلامتی اسی میں ہے ایک زاہد کے پاس خشک روٹی تھی کسی نے پوچھا اس کی خواہش اور طلب تجھے کیسے پیدا ہوتی ہے کہنے لگے میں اسے چھوڑے رکھتا ہوں حتی کہ خواہش ہونے لگتی ہے۔

اللہ کی پناہ ڈھونڈنا

بعض حکمرانوں کے ساتھ میری مذہبی لگاوٹ ہو گئی کیونکہ میں اپنی تقریروں میں قرآن کے کلام اللہ ہونے کا اس کے قدیم ہونے کا ذکر کرتا تھا نیز یہ کہ میں حضرت ابو بکرؓ کی افضلیت کا اظہار کرتا تھا میں نے ایک رات اللہ تعالیٰ کے ساتھ مناجات کرتے ہوئے کہا: میرے آقا تمام لوگوں کی پیشانیاں تیرے قبضہ میں ہیں ان میں سے کوئی بھی مجھے تکلیف پہنچانے کی طاقت نہیں رکھتا جب تک تیرا فیصلہ نہ ہو اور خود تیرا فرمان مبارک ہے (وما هم بضارين به من احد الاباذن الله) (اور وہ اس سے اللہ کے حکم کے بغیر کسی کا نقصان نہیں کر سکتے) اور ایک پریشان حال کا دل تو نے اس فرمان کے ساتھ خوش کر دیا ہے "قل لن يصيبنا الا ماكتب الله لنا" (تو کہدے ہم کو ہرگز نہ پہنچے گا مگر وہی جو اللہ نے ہمارے لئے لکھ دیا) اور اگر مخالفوں میں سے کسی کے ذریعہ تو نے ایسا فیصلہ فرما دیا جس میں میری رسوائی ہے تو مجھے اپنی جان سے بڑھ کر اس کی مخالف کی نصرت کے خطرہ کا اندیشہ ہے کہ چرچا ہو جائے گا اگر یہ حق پر ہوتا تو یوں اس کی رسوائی نہ ہوتی اور اگر میں اپنے گناہوں اور خطاؤں کو دیکھوں تو میں رسوائی ہی کے قابل ہوں تاہم میں اس سنت پر زندگی گذارتا ہوں جس کی تو نصرت فرماتا ہے پس مجھے تو اس کی پناہ میں داخل کر لے اور مجھے تیرے نیک بندوں کی ایک جماعت نے تیری امانت میں دیا ہے میری وجہ سے نہ سہی ان کی وجہ سے میری حفاظت فرما۔ میرے آقا میرے دشمن کے مقابلہ میں میری مدد فرما کہ وہ کما حقہ تیری معرفت نہیں رکھتے اور ہر حال میں تجھ سے اعراض کئے ہوئے ہیں اور میں ہر چند گنہگار ہوں مگر منسوب تو تیری ہی طرف ہوں۔

حلاج کی بعض حماقتیں

کہتے ہیں کہ حلاج سخت دھوپ میں بیٹھتا تھا اور اس کا پسینہ بہتا تھا ایک عقل مند

وہاں سے گذرا دیکھ کر کہنے لگا کیسا احمق ہے حال یہ ہے اور دعویٰ خدائی کا اس کی یہ بات بھی کیسی عمدہ تھی اس لئے کہ شرعی احکام اغراض کے خلاف ہوتے ہیں اور صاحب غرض کبھی تنگی محسوس کرتا ہے حتی کہ صبر سے بھی عاجز آجاتا ہے پس جاہل اور احمق ہے وہ شخص جو مقابلہ کرتا ہے یا پھر مصیبت و آزمائش مانگتا ہے جیسا کہ ایک احمق کہہ رہا تھا کہ جیسے چاہے میرا امتحان کر لے۔

عافیت کا سوال

سعادت مند ہے وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی دکھاتا ہے اور عافیت کا سوال کرتا ہے کیونکہ عافیت یوں ہی نہیں مل جاتی بل مصیبت یا آزمائش کچھ ضرور آتی ہے اور عاقل انسان عافیت مانگتا رہتا ہے حتی کہ وہ اس کے اکثر احوال پر غالب آجاتی ہے اور تھوڑی مصیبت پر یہ صبر کر لیتا ہے حاصل یہ کہ انسان کو معلوم ہونا چاہئے کہ محبوب و مرغوب خالص ملنے کی کوئی صورت نہیں ہر گھونٹ میں گلا پکڑنے والی چیز اور لقمہ میں ہڈی موجود ہوتی ہے شعر (ترجمہ) کتنے لوگ قدیم زمانے سے دنیا کے عاشق ہیں مگر وصال کی راہ میسر نہیں اور در حقیقت صبر تقدیر کے فیصلہ پر ہوتا ہے اور یہ فیصلہ عموماً مراد نفس کے خلاف ہی ہوتا ہے پس عاقل وہ ہے جو نفس کو اجر کے وعدے اور آسانی کی امید پر صبر کیلئے تیار کرتا رہتا ہے تاکہ مصیبت کا زمانہ کسی شکوہ شکایت کے بغیر گذر جائے اور پھر اللہ تعالیٰ سے مدد مانگتا رہے اور عافیت کا سوال کرتا رہے۔

نام نہاد جاہل صوفیاء کے احوال

صحیح سالم اور سیدھا راستہ صاحب شرع کی پیروی میں ہے اور اس کی سنت کو اپنانے کی جلدی کرنے میں کیونکہ وہی کامل ہے جس میں کوئی نقص نہیں بہت سے لوگ زہد کے راستہ کی طرف الٹ گئے اور اپنے نفوس کو ہمت سے زائد کاموں پر لگا دیا اور آخر عمر میں جا کر ہوش آئی جبکہ جسم کمزور ہو گیا تھا اور علم وغیرہ جیسے اہم امور کا وقت جا چکا تھا اور کچھ لوگ علم کی صورت کی طرف متوجہ ہوئے اور اس کی طلب میں بہت کوشش صرف کی اور آخری قدم پر جا کر رکے جبکہ عمل کی فرصت نہ رہی تھی اور مصطفیٰ ﷺ کا مبارک راستہ علم اور عمل کا ہے اور بدن کی رعایت رکھنے کا جیسا کہ آپ نے عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو وصیت فرمائی تھی: بے شک تیرے نفس کا تجھ پر حق ہے اور تیری بیوی کا تجھ پر حق ہے

بس یہی معتدل راستہ ہے اور صحیح بات' باقی رہی خالص خشکی تو اس میں کتنا علم فوت ہو جاتا ہے کہ اگر وہ حاصل ہو جاتا تو اس کا فائدہ اس جاہلانہ خشک تصوف سے کہیں زیادہ ہوتا کیونکہ عالم کی مثال راستہ جاننے والے کی سی ہے اور عابد اس سے جاہل ہے تو یہ فجر سے عصر تک چلتا ہے اور عالم عصر سے ذرا پہلے اٹھ کے چلتا ہے اور دونوں اکٹھے ہو جاتے ہیں تو عالم سبقت لے گیا اور اس کے چکر کسی کام نہ آئے اگر کوئی اس کی وضاحت چاہتا ہے تو میں کہتا ہوں کہ تعبد کی صورت اللہ تعالیٰ کی بندگی اور اس کے آگے ذلت اپنانے کی ہے اور عابد کبھی عبادت کی حقیقت کو نہیں پاتا اس لئے کہ وہ کبھی اپنے کو اس لائق سمجھنے لگتا ہے کہ اس کے ہاتھوں کسی کرامت کا ظہور ہو لوگ اس کے ہاتھ چومنے لگیں یا یہ کہ وہ بہت سے لوگوں سے بہتر ہے اور یہ باتیں اس کے قلت علم کی وجہ سے ہیں' اور علم سے میری مراد اصول علم کو سمجھنا ہے کثرت روایت یا اختلافی مسائل کا مطالعہ مراد نہیں پس اصولی عالم جو مطالعہ رکھتا ہے حسن خلق میں لوگوں کے ساتھ حسن معاملہ میں ذاتی تواضع میں مخلوق کی اللہ تعالیٰ کی طرف رہنمائی کرنے میں اس عابد پر بڑھ جاتا ہے اور عابد کیلئے یہ چیزیں مشکل ہیں اور وہ اپنے جہل کی رات میں سویا ہوا ہے اور یہی عابد کبھی نکاح کر بیٹھتا ہے پھر اپنے نفس کو خشکی کیلئے آمادہ کرتا ہے چنانچہ اپنی بیوی کو اس کے مطلوبہ حقوق سے محروم کر دیتا ہے اور طلاق بھی نہیں دیتا اور اس کی مثال اس عورت کی سی ہوتی ہے جس نے بلی کو قید کر لیا تھا نہ کھانے کو دیتی تھی نہ ہی قید سے چھوڑتی تھی کہ وہ خود کہیں سے کھالے اور جو شخص آنحضرت ﷺ کی سیرت میں نظر کرے گا وہ آپ کو اخلاق میں کامل پائے گا کہ ہر صاحب حق کو اس کا حق دیتے ہیں کبھی مزاح کر رہے ہیں کبھی ہنس رہے ہیں بچوں کو بہلا رہے ہیں شعر سن رہے ہیں تعریض و توریہ کا حسین کلام استعمال فرما رہے ہیں حسب قدرت یا مقدر کھانا تناول فرما رہے ہیں خواہ شہد جیسا لذیذ ہو' میٹھا پانی آپ کے لئے لایا جا رہا ہے' سائے میں فرش بچھایا جا رہا ہے اور آپ کے ہاں سے کوئی ایسی بات سننے میں نہیں آئی جو آپ کے بعد نام نہاد جاہل صوفیاء اور زاہدوں کے ہاں پیدا ہوئیں مثلاً نفس کو کلیتہً اس کی مرغوبات سے روک دینا وغیرہ جبکہ آپ ﷺ تربوز اور رطب کھجور کا استعمال فرماتے تھے ازواج سے بے تکلفی اور محبت کا معاملہ فرماتے عمدہ چیزوں کی تلاش و طلب بھی فرماتے۔ اور جو کی روٹی کھانا اور طعام کا وزن کرنا۔ بدن کو لاغر کرنا ہر مرغوب چیز کو چھوڑنا وغیرہ یہ سب نفس کو عذاب دینے کی باتیں ہیں اور جسم کو ختم کرنے والی' عقل اس کی اجازت نہیں دیتی اور نہ ہی شرع میں پسند ہیں البتہ بعض لوگوں نے قلیل مقدار پر قناعت کسی

وجہ سے اختیار کی مثلاً کسب میں شبہ ہوا تو تقلیل کر لی یا مشتبہ چیز کا خلط ہو گیا اس سے پرہیز کر لی پھر آنحضرت ﷺ قیام لیل کے ذریعہ عبادت کا حق ادا فرماتے اور ذکر میں خوب محنت فرماتے تھے لہذا تجھے آپ کا وہ طریق لازم پکڑنا چاہئے جو سب سے اکمل ہے اور آپ کی شریعت کو لینا چاہئے جس میں کوئی ملاوٹ نہیں ہے اور فلاں اور فلاں صوفی اور زاہد کی بات کو چھوڑ دینا چاہئے البتہ ان کی بات کو کسی اچھے محمل پر محمول کرنا اور حتی المقدور ان کا کوئی عذر تلاش کرنا چاہئے اگر ایسا نہ ہو سکے تو پھر آنحضرت ﷺ کی بات ان کے خلاف حجت ہے کہ آپؐ خلق کے مقتدا اور سید العقلاء ہیں اور لوگوں میں فساد آپ کی شریعت سے انحراف کی وجہ ہی سے آیا ہے اور بہت سی آفات نام نہاد صوفیاء اور زاہدوں کی طرف سے نمودار ہوئیں کہ جن کی وجہ سے وہ شریعت کے جال کو پھاڑ کر باہر نکل آئے بعض ان میں محبت و شوق کا دعویٰ کرتے ہیں مگر محبوب کو نہیں جانتے تو دیکھے گا کہ وہ چیختا ہے واویلا کرتا ہے کپڑے پھاڑ رہا ہے اور اپنے دعویٰ میں حد شرع سے باہر جا رہا ہے اور کچھ ایسے ہیں جنہوں نے اپنے اوپر بھوک اور دائمی روزہ لازم کر لیا ہے جبکہ صحیح حدیث میں ہے آپ ﷺ نے عبداللہ بن عمرو کو فرمایا تھا کہ ایک دن کا روزہ رکھا کر اور ایک دن ناغہ' انہوں نے عرض کیا میں اس سے افضل کی طاقت رکھتا ہوں ارشاد فرمایا کوئی افضل نہیں ہے اور بعض سفر و سیاحت میں نکلتے ہیں اور جماعت کی نماز سے اپنے کو محروم کر لیتے ہیں اور بعض نے کتب علم دفن کر دیں اور صوم و صلوٰۃ پر قناعت کر کے بیٹھ گئے اور یہ بھی نہ جانا کہ کتب کا دفن کرنا قبیح غلطی ہے اس لئے کہ نفس کو غفلت ہو جاتی ہے اور یاد دہانی کی حاجت پڑتی ہے اور کتب علم اس کا بہترین ذریعہ ہیں اور ابلیس ہر طبقہ کے پاس جس راستے سے پہنچ سکا ہے پہنچا ہے کتب کے دفن سے اس کا مقصود چراغ گل کرنا ہے تاکہ عابد اندھیرے میں رہے جلتا رہے ایک عالم کا یہ قول کیسا بہترین ہے جو ایک سائل کے جواب میں کہا تھا اس نے پوچھا تھا کہ میرا ارادہ جبل لکام میں نکل جانے کا ہے کہا یہ ہو کلہ ہے یعنی ایک فضول خواہش ہے' حقیقت یہ ہے کہ زاہدوں نے لوگوں کے نفع سے علیحدہ ہو کر اپنے نفس کو دفن کر لیا ہے اور یہ اچھی حالت ہے اگر دیگر اعمال مثلاً جماعت کی نماز' جنازہ' بیمار پرسی وغیرہ نہ چھوڑ بیٹھے' تاہم بہادر لوگ علم سیکھتے سکھاتے ہیں اور یہ مقامات انبیاء علیہم السلام میں سے ہے کبھی دیکھا ہے؟ کسی حادثہ کے پیش آنے پر ایک عابد اور فقیہ میں کیا فرق ہوتا ہے بخدا اگر سارے صوفی بننے لگ جائیں تو شریعت ضائع ہو کے رہ جائے (کہ پڑھنے پڑھانے والا کوئی نہ رہے) علاوہ ازیں یہ بھی ہے کہ اگر تعبد کا معنی سمجھ لیا جائے تو صوم و

صلوٰۃ پر ہی بند نہ کرلیا جائے کتنے لوگ ہیں جو کسی مسلمان بھائی کے کام میں سفر کرتے ہیں ان کے اس عمل کی فضیلت سال بھر کے روزہ سے بڑھ کر ہے بدنی اعمال ظاہری آلات و اعضا کے اعمال ہیں اور علم میں باطنی آلات عقل، فکر اور فہم وغیرہ کام آتے ہیں اسی لئے اسے شرافت حاصل ہے اگر کوئی پوچھے کہ شر سے بچنے کیلئے جو علیحدگی اختیار کرتے ہیں وہ قابل ندامت نہ ہونے چاہئیں؟ جواب یہ ہے کہ ان کی مذمت اس وقت ہے جبکہ وہ جاہلانہ کارنامے، دعوے اور دیگر آفات کا مظاہرہ کرتے ہیں جن کا سبب قلت علم ہے اور انہوں نے اپنے نفوس پر وہ بوجھ بھی ڈالا جس کی انہیں اجازت نہ تھی حتی کہ ان میں سے بعض یہ سمجھتے ہیں کہ نفس کو مشقت والے اعمال میں ڈالنا فضیلت کا سبب ہے مثلاً ایک احمق کہتا ہے کہ میں حمام میں گیا میں نے غفلت محسوس کی تو قسم کھالی کہ جب تک اتنی اتنی تسبیحات پوری نہ کرلوں باہر نہیں آؤں گا اس میں بڑا وقت لگا اور میں بیمار پڑ گیا اس شخص نے اپنے جی میں ایسا عمل طے کرلیا جس کا اسے حق نہ تھا اور دعویدار صوفیاء اور زاہدوں نے ظاہری لباس پر قناعت کرلی اور باطن کے معاملہ میں ایسی جہالت پکڑی جس کا بیان مشکل ہے اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں سے زمین کو پاک کریں اور ان کے مقابلہ میں علماء کی نصرت فرمائیں کہ اکثر احمق انہی کے ساتھ ہیں اور کوئی عالم اگر ان پر نکیر کرتا ہے تو عوام جہالت کی قوت سے اس پر غالب آجاتے ہیں اور میں نے بہت سے عبادت کرنے والے دیکھے ہیں جو بوڑھی عورتوں کے بمنزلہ ہیں اور ایسی تسبیحات کہتے ہیں جن کا تلفظ بھی جائز نہیں اور اپنی نماز میں ایسے ایسے اعمال کرتے ہیں جو سنت سے ثابت نہیں ہیں ایک دفعہ اسی قسم کے صوفی کے پاس میں جا پہنچا جس نے ایک شخص کو امام مقرر کر رکھا تھا خود اس کے پیچھے جماعت میں کھڑا تھا اور وہ ان کو چاشت کی نماز جہری قرأت سے پڑھا رہا تھا میں نے کہا کہ حدیث پاک میں ہے کہ دن کی نماز بغیر آواز ہوتی ہے بس اتنے پر صوفی صاحب غضبناک ہو کر بولے کب تک یہ اعتراض ہم پر ہوتا رہے گا۔ فلاں آیا اس نے اعتراض کیا فلاں آیا اس نے اعتراض کیا ہم آواز اس لئے بلند کرتے ہیں تاکہ نیند غالب نہ ہو جائے۔

میں نے کہا عجیب بات ہے تمہیں سونے سے کس نے منع کیا ہے کیا بخاری مسلم کی حدیث میں یہ نہیں؟ کہ آنحضرت ﷺ نیند کرتے تھے اور آپ پر کوئی رات ایسی نہیں گزری جس میں آپ سوئے نہ ہوں۔ میں نے ایک آدمی جامع منصور میں دیکھا جسے حسین القزوینی کہتے تھے وہ جامع میں کثرت سے چلتا پھرتا رہتا تھا میں نے سبب پوچھا تو بتایا گیا کہ اس لئے چلتا

براہ مہربانی ورق نہ موڑیں۔

ہے کہ تا کہ نیند نہ آئے اور یہ سب حماقتیں قلت علم سے پیدا ہوتی ہیں کیونکہ جب نفس کو اس کا نیند کا حصہ نہ ملے گا تو عقل متاثر ہو گی اور بعد فہم کی وجہ سے عبادت کا مقصد ہی فوت ہو جائے گا۔ مجھے بعض صلحاء نے بتایا جو کہ جامع منصور میں مجاور ہیں کہ ایک آدمی کثیر نامی ان کے پاس جامع مسجد میں آیا اور کہنے لگا کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے ایک عہد کر کے توڑ لیا ہے اور اس کی سزا اپنے لئے یہ مقرر کی ہے کہ چالیس روز تک کچھ نہیں کھاؤں گا چنانچہ وہ دس دن تک تو ٹھیک رہا نماز باجماعت ادا کرتا تھا اور دوسرے عشرے میں اسکا ضعف نمایاں ہونے لگا مگر وہ نبھاتا رہا اور تیسرے عشرے میں بیٹھ کر نماز پڑھنے لگا اور چوتھے عشرے میں وہ بالکل ہی گر گیا چالیس دن پورے ہوئے تو اس کے پاس ٹھنڈا پانی لایا گیا ہم اس کے حلق کی آواز سن رہے تھے جیسے پکتی ہوئی ہنڈیا میں پانی ڈالا جاتا ہے اور کچھ دنوں کے بعد وہ فوت ہو گیا میں نے کہا ہائے تعجب ذرا غور کرو جہالت نے اپنے اہل کے ساتھ کیا کچھ کر دکھایا ہے اور ظاہر یہی ہے کہ وہ دوزخ میں جائے گا اگر کچھ علم کو وہ سمجھتا یا علماء سے پوچھ لیتا تو وہ اسے بتا دیتے کہ کھانا اس کے لئے واجب ہے اور خود جو کچھ اس نے کیا ہے حرام ہے لیکن سب سے بڑی جہالت یہ ہے کہ انسان اپنے علم کو کافی سمجھے ایسے حالات آہستہ آہستہ پیدا ہوتے رہتے ہیں اور ایک وقت پر پختہ ہو جاتے ہیں البتہ دور اول میں ایسا نہ تھا نہ ہی صحابہ اس قسم کی کوئی بات کرتے تھے وہ ایثار بھی کرتے اور خود بھی سیر شکم ہونے سے کم تک کھاتے تھے اور نہ ملتا تو صبر کرتے تھے بس جو اقتدا اور پیروی چاہتا ہے وہ ان حضرات کی کرے اسی میں شفاء ہے اور مطلوب بھی۔

بدعات فاسدہ اور متاع کاسدہ

میں نے ان خارجی امور میں غور کیا جو ہمارے دین میں علم و عمل کی راہ میں در آئے ہیں میں نے ان کو دو طریق سے دیکھا جو اس دین سے پہلے کے ہیں اور لوگ ان کے ساتھ مانوس ہیں علم و اعتقاد میں گھسنے والے امور فلسفہ کی راہ سے آئے ہیں وہ اس طرح کہ بہت سے علماء نے دین میں ان باتوں پر قناعت نہیں کی جن پر رسول اللہ ﷺ نے مدار رکھا تھا یعنی کتاب و سنت پر انحصار بلکہ وہ اہل فلسفہ کے مذاہب میں گہری نظر سے دیکھنے لگے اور وہ اس کلام میں گھس گئے جس نے انہیں ردی مذاہب پر متوجہ کیا اور وہ اپنے عقائد فاسد کر بیٹھے اور وہ باتیں جو عمل کی راہ سے گھس آئی ہیں وہ رہبانیہ سے آئی ہیں کیونکہ بہت سے بننے والے زاہدوں نے راہبوں سے ریاضت و مشقت کے طریق لئے ہیں اور ہمارے پیغمبر ﷺ اور صحابہ کے

طریق پر نظر نہیں کی انہوں نے دنیا کی مذمت تو سنی مگر مقصود نہ سمجھا اور اس بد فہمی کے ساتھ ساتھ وہ علم شریعت سے بھی اعراض کرنے لگے جس سے بدعات قبیحہ پیدا ہوئیں اور پہلا منبع جہاں سے اس قباحت کا آغاز ہوا ابلیس ہے جس نے ان لوگوں کو علم سے اعراض کا سبق دیا اور انہوں نے اپنی کتابوں کو دفن کر دیا اور دھوڈالا اور اپنے گمان میں ان کے لئے گوشہ عبادت لازم کر دیا اور ان کے ذریعہ ایسے شعبدے دکھائے کہ عوام ان کے گرد جمع ہونے لگے اور انہوں نے اپنی خواہشات کو اپنا معبود بنالیا اور اگر انہیں معلوم ہو تا کہ انہوں نے علم سے اعراض اور کتابوں کو دفن کرنے کے ساتھ ہی اپنا چراغ گل کر لیا ہے تو وہ کبھی ایسا نہ کرتے لیکن ابلیس کا مکر بہت ہی مخفی تھا جبکہ اس نے ان کے علم کو زیر زمین دفن کروادیا اور علم ہی کے ذریعہ ان طریقوں کا فساد معلوم ہو سکتا تھا اور اسی سے سیدھی راہ معلوم ہوتی ہے ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اس سے محروم نہ کرے کہ وہی تاریکیوں میں نور ہے اور تنہائیوں کا دوست ہے اور وقت پڑنے پر غم خوار بھی ہے۔

لحاتِ عمر کو غنیمت جانو

فضول لوگوں کی صحبت سے خدا کی پناہ' میں نے بہت سے لوگوں کو دیکھا جو عام عادت کے موافق میرے ساتھ بھی کثرت ملاقات کا معاملہ کرتے ہیں اور وہ اس آمد و رفت کو خدمت کا نام دیتے ہیں۔ مجلس میں بیٹھتے ہیں اور لوگوں کی بے مقصد باتیں کرتے رہتے ہیں جن میں غیبت بھی ہوتی ہے اور یہ کام ہمارے زمانے میں بہت سے لوگ کرتے ہیں اور بعض دفعہ صاحب مجلس بزرگ خود اس کا تقاضہ کرتا ہے اور شوق ظاہر کرتا ہے اسے تنہائی سے وحشت محسوس ہوتی ہے خصوصاً خوشی اور مسرت کے مواقع اور عید کے دنوں میں تو دیکھے گا کہ لوگ ایک دوسرے کے پاس چل کر جاتے ہیں اور پھر مبارکبادی یا سلام پر ہی اکتفاء نہیں کرتے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ وقت ضائع کرنے کے وہ کام بھی کرتے ہیں جن کا ذکر میں کر آیا ہوں میں نے جب دیکھا کہ وقت بہت اعلیٰ اور اہم چیز ہے جسے کار خیر میں مصروف کرنا واجب ہے تو مجھے یہ باتیں ناپسند آئیں تو میں دو باتوں میں متردد ہو گیا۔ اگر ان پر نکیر کرتا ہوں تو وحشت محسوس ہوتی ہے کہ ایک الفت کا تعلق ختم ہو جائے گا اور اگر چپ رہتا ہوں تو وقت ضائع ہوتا ہے بس میں مقدور بھر ملاقات سے بچنے لگا اور کبھی اگر مغلوب ہو جاتا تو کلام مختصر کرتا تا کہ مجلس جلد برخاست ہو جائے پھر میں نے اوقات ملاقات کے لئے کچھ کام مقرر کر

لئے جو باہم گفتگو سے مصروف رکھیں تاکہ وقت ضائع نہ ہو اور وہ مقررہ کام تھے کاغذ کاٹنا، قلم تراشنا، دفتر اور کاپیوں کو درست کرنا یہ کام ضروری ہونے کے ساتھ ساتھ اتنی توجہ اور دھیان کا تقاضا نہیں کرتے چنانچہ میں نے اوقات ملاقات میں یہ کام شروع کر دیئے تاکہ میرا وقت ضائع نہ ہو دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے اوقات عمر کی قیمت پہچاننے اور انہیں غنیمت جاننے کی توفیق بخشیں...... میں نے بہت سے لوگ دیکھے ہیں جو حیات کا معنی ہی نہیں جانتے بعض وہ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے کثرت مال کے ذریعہ کسب سے فارغ کر دیا ہے اور وہ دن کا اکثر حصہ بازار میں بیٹھ کر لوگوں کو دیکھنے میں گزار دیتے ہیں اور کتنی آفتیں اور قباحتیں ہیں جو ان کے پاس سے ہو کر گزرتی ہیں اور بعض شطرنج کھیل کر وقت گزار دیتے ہیں اور بعض کا وقت سلاطین کی طرف سے حوادث اور گرانی وغیرہ آفات میں مصروف گزر جاتا ہے مجھے یقین ہوا کہ شرافت عمر کی اطلاع اور اوقات عافیت کی قیمت کا علم اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہوتا ہے اور وہی اسے غنیمت جاننے کا القاء فرماتے ہیں۔ "وما یلقا ھا الا ذوحظ عظیم" اور اس بات کا القاء کسی بڑے صاحب نصیب کو ہی ہوتا ہے۔

کامیابی کی بات

میں اپنی ٹھوس رائے کی بناء پر کہتا ہوں کہ تصنیف کا نفع بالمشافہ تعلیم سے زیادہ ہے کیونکہ میں عمر بھر میں بالمشافہ چند متعلموں سے مل سکوں گا اور اپنی تصنیف کے ذریعہ میری گفتگو بے شمار لوگوں سے ہوگی اور ایسوں سے بھی جو ابھی پیدا نہیں ہوئے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ لوگ وقت کے اکابر و مشائخ سے استفادہ کے مقابلہ میں متقدمین کی تصانیف سے زیادہ مستفید ہوتے ہیں لہٰذا ایک عالم اگر اسے مفید تصنیف کی توفیق ملی ہے تصنیف ہی پر زور دے کیونکہ ہر صاحب تصنیف مصنف نہیں ہوتا اور مقصود اشیاء کو جمع کرنا نہیں جیسے بھی ہو بلکہ یہ اسرار الٰہی ہیں اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے وہ مطلع کرتا ہے اور ان کے اظہار کی توفیق دیتا ہے پھر وہ بکھرے ہوئے اسرار کو جمع کرتا ہے اور بے ترتیب کو مرتب کر دیتا ہے یا مشکل ہوں تو تشریح کر دیتا ہے تصنیف مفید اسے کہتے ہیں۔ تصنیف کے لئے وسط عمر کو غنیمت جاننا چاہئے کیونکہ ابتدائی زمانہ طلب علم کا ہے اور آخری حواس کے ضعف کا ہے اور عمر کی تقدیر اور اندازہ میں کبھی عقل وفہم خیانت کر جاتی ہیں اور تقدیر عادات غالبہ پر ہوتی ہے یہ نہیں کہ عقل غیب نہیں جانتی پس طلب علم اور حفظ وغیرہ کے مشاغل کے لئے

چالیس برس تک عمر ہے اس کے بعد تصانیف اور تعلیم میں لگنا چاہئے یہ اس وقت ہے جبکہ طلب علم اور حفظ وغیرہ کا جو ارادہ تھا اس میں کامیاب رہا اور تحصیل مطلوب پر اسے اسباب ملتے رہے اور اگر اسباب کی قلت رہی یا اول عمر میں ضعف طلب کی وجہ سے اس دور میں مراد کو نہیں پا سکا تو تصنیف کا سلسلہ پچاس برس تک مئوخر کر دے اور پچاس سے لے کر ساٹھ برس کی عمر تک تصنیف کا سلسلہ قائم رکھے اور اس کے بعد پھر تعلیم میں لگے اور سماع حدیث میں اور اپنی تصانیف پر نظر ثانی کرے ستر برس تک اس کے بعد آخرت کا ذکر اور کوچ کی تیاری اپنے اوپر غالب کرلے ہاں کوئی قابل قدر تعلیم یا ضرورت کی تصنیف کر سکتا ہے بس یہ آخرت کا بہترین سامان ہے اور چاہئے کہ زیادہ فکر اپنی ذات کی صفائی کی اصلاح اخلاق کی اور سابقہ غلطیوں کے تدارک کی رکھے اس دوران کچھ فرصت ملے تو نیت کسی کام کی کئے رکھے کہ مومن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے اگر ان منازل تک پہنچ گیا تو ہر منزل کے مناسب حال ہم نے ذکر کر دیا ہے سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص آنحضرت ﷺ کی مقدار عمر تک پہنچ جائے اسے اپنا کفن تیار رکھنا چاہئے اور علماء کی ایک جماعت نے ستر برس عمر پائی ہے۔ امام احمدؒ بن حنبل بھی ان میں سے ہیں، جو اس مقدار تک پہنچ جائے اسے جان لینا چاہئے کہ وہ قبر کے کنارے کھڑا ہے اور اس کے بعد آنے والا ہر دن فائدہ زائدہ ہے اگر اسی پورے ہو جائیں تو ساری فکر اپنے اخلاق و عادات کی اصلاح میں لگائے اور زاد سفر کی تیاری میں اور استغفار کو اپنا رفیق بنائے رکھے اور ذکر کو محبوب اور محاسبہ نفس میں۔ علمی افادہ میں اور لوگوں کی ملاقات میں گہری نظر رکھے کہ لشکر کے سامنے پیش ہونے کا مطالبہ قریب ہو جائے تو پیش ہونے والے پر خوف لازماً ہوتا ہے کوچ سے قبل اپنے آثار کو باقی رکھنے کی خوب فکر کرے مثلاً علم کی اشاعت کتب کا انفاق اور کچھ مال کی تقسیم اس کے بعد کے لئے اللہ تعالی جس کو چاہیں گے سمجھا دیں گے ہم اللہ تعالی سے سوال کرتے ہیں کہ وہ اپنی تولیت (سپرداری) میں رکھنے کا انعام ہم پر فرمائیں ہم سے اعراض نہ فرمائیں بے شک وہ قریب ہیں قبول کرنے والے ہیں۔

عادت کو دین پر مقدم رکھنا گمراہی ہے

میں دیکھتا ہوں کہ لوگوں کی عادات ان کے شرعی عمل پر غالب آچکی ہیں وہ کسی کام سے اگر وحشت محسوس کرتے ہیں تو اس لئے نہیں کہ شریعت میں منع ہے بلکہ اس کے

لئے کہ اسے کرنے کی عادت نہیں ہے کتنے لوگ ہیں جو نیک شمار ہوتے ہیں تجارت کرتے ہیں ناقص یا ٹوٹا ہوا مال صحیح کے عوض بیچ لیتے ہیں کسی امام کی تقلید میں نہیں جواز پر عمل کرتے ہوئے نہیں بلکہ اس لئے کہ لوگوں کی عادت یہی ہے وہ یونہی کرتے ہیں۔ فتویٰ کون پوچھے ؟

اور کچھ لوگ نفلی نمازیں خوب پڑھ لیتے ہیں مگر فرائض میں سستی دکھاتے ہیں اور بہت سے صوفی کہلانے والے ظلم کرنے سے ذرا نہیں کتراتے اور پھر وہ فقراء پر صدقہ تو کر لیتے ہیں اور زکوٰۃ کی ادائیگی میں سستی کرتے ہیں اور اس پر تاویلات بھی کرتے رہتے ہیں اور کبھی اگر مجلس وعظ میں جانا ہوا تو روتے بھی ہیں گویا ان حالات کے وہ عادی ہو چکے ہیں اور ایسے بھی ہیں جو زکوٰۃ کی کچھ مقدار ادا کرتے ہیں دوسری مقدار کی تلافی کے لئے اور بعض ایسے ہیں جو طلاق کی قسم کھاتے ہیں قسم ٹوٹ جاتی ہے مگر بیوی کا فراق مشکل ہے کبھی کوئی تاویل کر لی اور کبھی اللہ تعالیٰ کے عفو پر بھروسہ یا نفس کے وعدہ توبہ کی وجہ سے تاویل کی بھی ضرورت نہ سمجھی اور بعض یہ خیال کرتے ہیں کہ شریعت پر عمل معاشی تنگی کا سبب بنے گا اور وہ فراخی کا عادی ہے لہٰذا اپنی مانوس حالت کو چھوڑنا اسے آسان نہیں حاصل یہ کہ سب ہلاکتیں عادات کی لائی ہوئی ہیں۔ میرے پاس ایک اسی سالہ بوڑھا آیا میں نے اس سے دکان خریدی عقد پختہ ہو گیا چند دن کے بعد وہ انکار کر گیا میں نے حاکم کے پاس چلنے کو کہا تب بھی نہ مانا۔ میں نے مجبور کیا تو وہاں جا کر جھوٹی قسم اٹھائی کہ میں نے اس کے ہاتھ کچھ نہیں بیچا میں نے کہا کہ اس پر پورا سال نہیں گزرے گا اور وہ میرے اور اپنے مابین حائل ہونے کے لئے ظالموں کو رشوت دینے لگا۔ میں نے عوام میں ایسے لوگ دیکھے جن پر عادات اس قدر غالب آ چکی ہیں کہ وہ فقیہ کے قول کی طرف توجہ تک نہیں کرتے ایک کہتا ہے جب اس نے ثمن (قیمت) پر قبضہ نہیں کیا تو بیع کیسے صحیح ہو گئی۔ دوسرا کہنے لگا تو اس کی دکان اس کی مرضی کے بغیر کیسے لے سکتا ہے تیسرا بولا تجھے اپنی بیع ختم کر دینی چاہئے۔ میں نے جب اقالہ نہ کیا تو وہ شخص اور اس کے اقرباء میری عزت کو عیب ناک کرنے لگے وہ سمجھتا تھا کہ وہ اپنی ملک کی مدافعت کر رہا ہے پھر اس نے سلطان کے پاس میرا قصہ لے جا کر مجھے پریشان کرنا چاہا اور ظالم لوگوں کو مال بھی اس سلسلہ میں دیا انہوں نے بھی اپنی کوشش کی انتہا کر دی مگر اللہ تعالیٰ نے ان کے شر سے مجھے محفوظ رکھا۔ میں نے عدالت میں اس کے خلاف گواہ پیش کئے اور بعض اہل دنیا نے حاکم کو فیصلہ سے روک دیا چنانچہ گواہ قائم ہو جانے کے باوجود اس نے فیصلہ نہ دیا

میں نے اس حاکم اور اس سے بڑے حاکم میں اپنی کرسی کے لئے حق فیصلہ نہ کرنے کی ایسی بات دیکھی جس نے بوڑھے کی اس حرکت کو بھی مات دے دی جو اس نے اپنے مال کے تحفظ میں کی تھی جبکہ یہ حال تھا اور وہ حاکم دونوں عالم تھے اس صورت حال سے میرے لئے یہ عقدہ کھلا کہ لوگوں پر ان کی عادات غالب آچکی ہیں اور شریعت سے وہ اعراض کر چکے ہیں اور کہیں اگر موافقت دکھائی دیتی ہے تو اتفاقی بات ہے اور یا ان کی عادت کی وجہ سے ہے شریعت کی وجہ سے نہیں۔ ایک انسان کو کوڑے بھی لگائے جائیں تو وہ رمضان میں روزہ نہیں توڑتا کہ یہ اس کی ایک دائمی عادت ہے اور لوگوں کی عزت پر حملہ اور اموال پر غلبہ پانا عادت بن چکی ہے لہذا کر رہے ہیں اور اسی بوڑھے کو میں کتنی بار نماز پڑھتے اس کی پابندی کرتے دیکھ چکا ہوں لیکن جب عزت یا مال کے نقصان کا خطرہ ہوا تو شریعت کو ایک جانب کر دیا اور ان احکام کو میں نے بارہا عبادات اور طلب علم کے مشاغل میں مشغول پایا مگر جونہی انہیں اپنی کرسی کا خطرہ محسوس ہوا وہ دین سے پہلو تہی کر گئے پھر اللہ تعالی نے میری مدد فرمائی اور ایسا حاکم آگیا جس نے ثابت شدہ حقیقت کے موافق فیصلہ کر دیا اور ادھر سال اپنے ختم کو پہنچ گیا اور چند ہی روز میں بوڑھا میاں فوت ہو گیا بس ہم اللہ تعالی سے اتباع شریعت کی توفیق مانگتے ہیں اور خواہشات کے خلاف کی۔

علمی ہیبت کا تحفظ

میرے نزدیک کسی عالم کے لئے عزت و شرافت لذت و راحت اور سلامتی کا تنہائی اور خلوت سے بہتر اور کوئی سبب نہیں ہے کہ اسی کی بدولت اسے اللہ تعالی کے ہاں اور مخلوق کی نگاہ میں بدن کی سلامتی حاصل ہوتی ہے اور وجاہت و دین کی بھی کیونکہ جو شخص لوگوں سے بکثرت میل جول رکھتا ہے وہ ان کی نگاہ میں معزز نہیں ہوتا اور نہ ہی ایسے شخص کی ان کے ہاں کوئی تعظیم ہوتی ہے خلفاء وقت کی قدر و منزلت اسی لئے ہوتی ہے کہ وہ حجاب میں رہتے ہیں اور عوام جب کسی عالم کو دیکھتے ہیں کہ وہ کسی مباح چیز کا استعمال کرتا ہے تو وہ ان کی نظر سے گر جاتا ہے لہذا اس پر واجب ہے کہ اپنے علم کا تحفظ کرے اور لوگوں کی نظر میں اپنا مقام برقرار رکھے۔ بعض بزرگ کہتے ہیں کہ ہم باہم ہنسی مذاق کر لیا کرتے تھے مگر جب لوگ ہمیں مقتدا سمجھنے لگے تو میرے خیال میں اس کی گنجائش نہ رہی۔ سفیان ثوری فرماتے ہیں کہ علم سیکھو اور اس کو محفوظ رکھو فضول گوئی اس کے ساتھ مخلوط نہ ہونے پائے ورنہ قلوب اس

سے متنفر ہو جائیں گے لوگوں کا اس پہلو سے لحاظ رکھنا قابل انکار نہیں ہے۔ خود آنحضرت ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا تھا اگر تیری قوم کے لوگ اسلام میں نووارد نہ ہوتے تو میں کعبہ کو گرا کر دو دروازوں والا بنا دیتا (جیسا اصل نقشہ تھا) اور تو کسی جاہل سے نہیں سنے گا جو اس جیسی بات کو ریا قرار دیتا ہو یہ تو علم کا تحفظ ہے اس کی وضاحت یہ ہے کہ اگر ایک عالم ننگے سر لوگوں کے مجمع میں آتا ہے یا ہاتھ میں روٹی کا ٹکڑا لئے کھاتا پھرتا ہے تو عمل گو مباح سہی مگر لوگوں کی نظر میں اس کی قدر کم ہو جائے گی اور یہ اس طبیب کی مانند ہو گا جو دوسروں کو پرہیز بتاتا ہے اور خود بد پرہیز ہے لہذا عالم کو لوگوں کے سامنے بے تکلف نہ ہونا چاہئے تاکہ وہ بھی بچے رہیں اور کوئی مباح کام کرتا ہو تو پردہ میں کرے اور یہی بات تھی جس کا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو لحاظ تھا جبکہ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو شام میں داخل ہوتے وقت دیکھا کہ حمار (گدھے) پر سوار ہیں اور دونوں پاؤں ایک جانب کئے ہوئے ہیں تو کہا: امیر المومنین بڑے بڑے لوگ آپ کے استقبال کو آئے ہوئے ہیں ان کا یہ لحاظ کیسا عمدہ تھا۔ مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابو عبیدہؓ کو بنیادی بات کے تحفظ کا ادب سکھانے کو فرمایا" بے شک اللہ تعالی نے تمہیں اسلام کی بدولت عزت بخشی ہے پس جب تم غیر اسلام میں عزت دیکھنے لگو گے تو وہ تمہیں ذلیل کر دے گا حاصل یہ کہ تمہیں دین کے ذریعہ عزت حاصل کرنی چاہئے ظاہری شکل وصورت سے نہیں گو صورت بھی قابل ترک نہیں چنانچہ ایک انسان گھر میں کبھی کپڑے اتار لیتا ہے (یعنی زائد کپڑے) اور لوگوں میں آتا ہے تو دو کپڑے پہنتا ہے پگڑی باندھتا اور چادر اوڑھتا ہے اور یہ بات تکلف وتصنع شمار ہوتی ہے نہ تکبر اور حضرت امام مالکؒ درس حدیث کے لئے بیٹھتے تو غسل کرتے اور خوشبو لگاتے تھے اور میرے مخاطب کو ادھر دھیان نہ کرنا چاہئے کہ علماء سلاطین کے دروازوں پر چکر کاٹتے پھرتے ہیں کیونکہ خلوت عالم اور علم کی بہت بڑی محافظ ہے اور علماء حضرات ان چکروں میں جو کماتے ہیں اس سے کئی گنا زائد نقصان اٹھاتے ہیں۔ سید الفقہاء حضرت سعیدؒ بن المسیب حکام کی خدمت میں نہ جاتے تھے اسی وجہ سے وہ بھی ان کے بارے میں خاموش رہتے تھے۔ محتاط آدمی یوں ہی کرتا ہے بس اے عالم اگر لذت وراحت درکار ہے تو گھر کے کسی کونے میں بیٹھ جا اور اپنے اہل سے بھی علیحدہ رہ زندگی عمدہ بن جائے گی اپنے اہل کی ملاقات کا وقت مقرر کر دے جب انہیں یہ معلوم ہو جائے گا تو تیری ملاقات کے لئے اہتمام کیا کریں گے اس سے حسن معاشرت کا فائدہ بھی ہو گا تیرے گھر میں ایک مکان تیری خلوت کا ہونا چاہئے

جس میں تو اپنی کتابوں سے گفتگو کر سکے اپنے افکار کی دوڑ میں شریک ہو سکے اور لوگوں کی ملاقات سے خصوصاً عوام سے بچتے رہو اور اتنا کچھ کمائی کا فکر کر لو جس کے ذریعہ طمع سے بچت ہو سکے بس ایک عالم کے لئے دنیا کی یہ انتہائی لذت ہے۔

عبداللہؒ بن مبارک سے کسی نے کہا: کیا بات ہے آپ ہمارے پاس نہیں بیٹھتے فرمایا میں صحابہ اور تابعین کی مجلس میں جا کر بیٹھتا ہوں اشارہ تھا کہ وہ اپنی لکھی ہوئی کتابوں کا مطالعہ کرتے ہیں اور کسی عالم کو جب لوگوں سے استغناء اور خلوت نصیب ہو جائے اور سمجھ کام کرے تو تصنیف میں لگنا چاہئے کہ کمال لذت حاصل ہو اور اگر ایسی سمجھ نصیب ہو گئی جس سے تعلق مع اللہ کی ترقی اور اس کے ساتھ مناجات کا سلسلہ قائم ہو گیا پھر تو موت سے پہلے ہی گویا جنت مل گئی ہے ہم اللہ تعالی سے ہمت عالیہ کی درخواست کرتے ہیں جو ہمیں کمال تک پہنچائے اور اعمال صالحہ کی توفیق مانگتے ہیں کہ طریق حق کے مسافر گنے چنے لوگ ہی ہوتے ہیں۔

عمر کے مراحل

ہمت و شان کی بلندی کے لحاظ سے میں نے لوگوں کے احوال پر نظر ڈالی اور اکثر و بیشتر لوگوں کو خسارہ میں دیکھا۔ کچھ تو وہ لوگ ہیں جو شباب کے آتے ہی گناہوں میں گھس گئے اور بعض نے کسب علم میں کوتاہی دکھائی اور بعض وہ ہیں جنہوں نے لذتوں سے خوب استفادہ کیا اور یہ سب کے سب بڑھاپے میں جاکر نادم ہونے لگے جبکہ گناہوں کی تلافی بھی بظاہر مشکل ہو گئی یا قویٰ ضعیف پڑ گئے یا فضیلت نہ رہی اور بڑھاپے کا یہ زمانہ بھی حسرتوں ہی میں گزر تا رہا اور بوڑھا ہو کر گزشتہ گناہوں سے کبھی افاقہ ہوا تو کہتا ہے ہائے افسوس کتنے گناہ ہوئے اور اب بھی اگر افاقہ نہیں ہوا تو فوت ہونے والی لذتوں پر کف افسوس ملتا رہتا ہے اور جس نے عالم شباب کسب علم میں لگایا تو بڑھاپے کے دور میں اس کی تعریف ہوتی ہے اپنے اگائے ہوئے پودوں کے پھل حاصل کرتا ہے اپنی تصنیفات و تالیفات سے لذت محسوس کرتا ہے علم کی حاصل ہونے والی لذتوں کے مقابلہ میں بدن کی جانے والی لذتوں کو وہ کچھ نہیں سمجھتا اور یہ لذتیں اس طلب کی لذتوں کے علاوہ ہیں جس کے ذریعہ اس نے مطلوب کو پایا ہے اور کبھی کبھی وہ اعمال زیادہ لذیذ لگتے ہیں جو مطلوب و مقصود کو حاصل کرنے کا ذریعہ ہوتے ہیں جیسے کسی شاعر نے کہا ہے (ترجمہ) میں محبوبہ کے وصل کی تمنا میں خوشی سے جھوم جاتا

ہوں کیونکہ بہت سی تمنائیں مقصود میں کامیابی سے زیادہ لذیذ ہوتی ہیں۔ میں نے اپنے خاندان والوں کے لحاظ سے جنہوں نے اپنی عمریں کسب دنیا میں لگادیں اپنی زندگی میں غور کیا کہ میں نے اپنا بچپن اور جوانی طلب علم میں لگادی اور میں نے دیکھا کہ ان لوگوں نے جو کچھ کمایا تھا میں اسی قدر اس سے محروم رہا کہ اگر وہ مجھے مل جاتا تو مجھے ندامت ہوتی میں نے ایک بار پھر اپنے حال میں غور کیا تو میری دنیاوی زندگی بھی ان کی زندگی سے بڑھیا تھی اور لوگوں میں میری عزت و جاہت ان کی وجاہت سے اعلیٰ تھی اور علم کی جو معرفت مجھے حاصل ہوئی اس کے مقابلہ میں ان کے پاس کچھ بھی نہ تھا اس پر شیطان نے کہا: تو اپنی شب بیداریاں اور مشقتیں بھول گیا میں نے اسے کہا ارے جاہل! یوسف کی زیارت کے عوض ہاتھ کٹتے ہیں تو کوئی بات نہیں اور وہ راستہ کبھی لمبا نہیں ہوتا جو محبوب تک پہنچادے شعر (ترجمہ) اللہ تعالیٰ اس کی طرف سفر کرنے کی جزاء عطا کرے گو اس میں سوار اور زاد سفر سب جاتے رہے۔

میں نے اپنی طلب علم کی لذت میں وہ مشقتیں اٹھائیں جو میرے نزدیک شہد سے زیادہ میٹھی تھیں اپنے مطلوب کی وجہ سے اور اس کی امید میں میں اپنی طالب علمی میں اپنے ساتھ کچھ خشک روٹیاں رکھ لیتا اور علم حدیث کی طلب میں سفر پر نکلتا اور نہر عیسیٰ پر بیٹھتا تھا اور پانی کے سوا انہیں کھانے کی اور صورت نہ تھی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ میں حدیث رسول اللہ ﷺ کے سماع کی کثرت میں آپؐ کے احوال و آداب اور صحابہ و تابعین کے احوال و آداب کے جاننے میں مشہور و معروف ہو گیا اور اس علم میں بمنزلہ ابن اجود قرار پایا اور اس کا تعلق مع اللہ میں وہ اثر دیکھا جو بتایا نہیں جاسکتا۔ حتیٰ کہ مجھے یاد ہے کہ بچپن کی نوعمری اور شباب کی غیر ازدواجی زندگی میں مجھے بعض ایسی چیزوں پر قدرت ملی کہ جن کی طرف نفس کا اشتیاق میٹھے پانی کی طرف پیاسے کے اشتیاق سے کہیں بڑھ کر تھا مگر اس سے روکنے والی کوئی چیز اگر تھی تو وہ اللہ تعالیٰ کا خوف تھا جو کہ ثمرہ تھا میرے علم کا شعر (ترجمہ) اگر یہ بات نہ ہوتی کہ خطا سے کوئی بشر خالی نہیں ہے تو مجھے اپنے متعلق خود پسندی کا خطرہ ہونے والا تھا۔ تاہم اللہ تعالیٰ نے مجھے محفوظ فرمایا اور علم عطا فرمایا اور اسرار علم میں سے اپنی معرفت پر مجھے مطلع فرمایا اور اپنے ساتھ خلوت کے اختیار کرنے پر حتیٰ کہ اگر معروف کرخی اور بشر حافی رحمہما اللہ میرے پاس تشریف لاتے تو میں انہیں رحمت شمار کرتا پھر مجھے کوتاہی اور تقصیر میں غوطہ دیا حتیٰ کہ سب سے گھٹیا آدمی کو بھی میں نے اپنے سے بہتر دیکھا اور کبھی مجھے قیام لیل اور لذت مناجات کے لئے بیدار کرتے اور کبھی صحت و سلامتی کے باوجود اس سے محروم بھی رکھا اور اگر علم نے یہ بشارت نہ سنائی

ہوتی کہ تزکیہ اور تادیب کی ایک یہ بھی شکل ہوتی ہے تو میں عمل کے وقت عجب میں اور تعطل و محرومی کے وقت مایوسی میں مبتلا ہو جاتا لیکن فضل کی امید نے میرے خوف کا توازن صحیح رکھا اور کبھی قوت اسباب کو دیکھ کر امید غالب آنے لگتی ہے کیونکہ میں دیکھتا ہوں کہ اس نے بچپن ہی سے میری تربیت فرمائی ہے میرا والد فوت ہوا تو مجھے کچھ عقل سمجھ نہ تھی اور والدہ کو چنداں توجہ نہ تھی بس وہی ذات تھی جس نے علم کی محبت میری طبیعت میں جمائی اور اہم سے اہم پر مجھے لگائے رکھا اور مجھے ایسے شخص تک پہنچایا جو صحیح رہنمائی کرتا تھا حتی کہ میرا معاملہ استقرار پکڑ گیا اور بار ہا دشمن نے میری طرف رخ کیا مگر اس نے مجھ سے ہٹا دیا اور جب میں نے اسے دیکھا کہ اس نے میری مدد فرمائی ہے اپنی نگاہ میں رکھا ہے میری مدافعت فرمائی ہے اور مجھے سب کچھ عطا فرمایا ہے، تو ماضی کے ان مشاہدات نے مستقبل کے لئے میری امید کو مضبوط کر دیا ہے۔

مجالس ذکر میں میرے ہاتھ پر دو لاکھ سے زائد لوگوں نے توبہ کی ہے اور دو سو سے زائد انسان میرے ہاتھ پر مسلمان ہوئے اور بہت سے سخت مزاج لوگوں کی آنکھیں میرے وعظ سے بہنے لگیں جو کبھی نہیں بہتی تھیں جو شخص اس قسم کے انعامات کا مشاہدہ کر رہا ہے اسے حق ہے کہ ان کی تکمیل کی امید رکھے مگر ساتھ ہی اپنی خطاؤں اور لغزشوں کو دیکھ کر اسباب خوف بھی رونما ہونے لگتے ہیں...... میں ایک دن بیٹھا تھا اور اپنے آس پاس دس ہزار سے زائد کا مجمع دیکھ رہا تھا کوئی ایسا نہ تھا جس کے دل میں رقت یا آنکھ میں آنسو نہ ہو میں نے اپنے نفس کو خطاب کیا اور کہا کہ اگر یہ سب نجات پا گئے اور تو ہلاک ہو گیا تو بتا تیرا کیا بنے گا بس میں وجدان کی زبان سے چیخ چیخ کر کہنے لگا میرے آقا میرے اللہ اگر تو مجھ پر کل قیامت کو عذاب کا بھی فیصلہ کر دے تو ان لوگوں کو پتہ نہ چلے میری وجہ سے نہیں تو اپنے کرم کے تحفظ ہی کے لئے سہی تاکہ وہ لوگ یوں نہ کہیں کہ جس ذات کی طرف رہنمائی کی تھی اسی نے عذاب دے دیا۔ میرے اللہ! تیرے نبی ﷺ سے سوال ہوا تھا کہ کیا ابن ابی منافق کو قتل کر دیں؟ تو منع فرمایا اور فرمایا لوگ کہیں گے کہ محمد ﷺ اپنے ہی ساتھیوں کو قتل کرنے لگا۔ میرے اللہ اپنے کرم کا صدقہ میرے حق میں ان کے حسین اعتقاد کو قائم رکھ اور ایسے شخص کے عذاب کی ان کو خبر نہ ہو جو تیری ذات کا راستہ انہیں بتاتا رہا۔ واللہ یا رب تیری ذات پاک ہے اس سے جو صفائی میں گدلا پن ہونے دے۔ شعر (ترجمہ) اسی لکڑی کو مت چھیل جسے خود مزین کیا ہے۔ سخاوت کا بانی کبھی اس کے خلاف نہیں کرتا۔ اس کھیتی کو پیاسی مت رکھ

جسے خود اگایا ہے اور تیرے انعام کی بارش سے وہ باغ و بہار بن چکی ہے۔

واقعہ اور خیال کے درمیان لذت

ایک عاقل پر جو امور مخفی رہتے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ جب اس کے پاس کوئی بیوی یا باندی ہو جس کے ساتھ اسے محبت بھی ہو تو وہ سمجھتا ہے کہ دنیا میں اسے کوئی لذت حاصل نہیں اور اگر خیال ہی میں کسی محبوبہ کا مالک ہو جائے تو عظیم لذت کا خیال بھی اسے آنے لگتا ہے اور اگر واقعہ میں کوئی ایسی موجود ہو جو اس کی طرف میلان نہیں رکھتا تو وہ اپنے کو محروم تصور کرتا ہے اور اگر واقعہ میں کوئی ایسی موجود ہو جو اس کی طرف میلان نہیں رکھتی تو وہ اپنے کو محروم تصور کرتا ہے اور یہ انتہائی مخفی بات ہے جس کی وضاحت ہونی چاہئے وہ یہ کہ مملوک انسان ملول (رنجیدہ خاطر) ہوتا ہے اور جب کوئی انسان اپنے مرغوب و محبوب پر قادر ہو جاتا ہے تو اسے کبیدہ خاطر کرتا ہے اور کسی دوسرے کی طرف میلان شروع کر دیتا ہے کبھی تو ان عیوب کی وجہ سے جن پر یہ باہمی میل ملاپ کی وجہ سے مطلع ہوا اور حکماء کا قول ہے کہ عشق محبوب کے عیوب سے اندھا کر دیتا ہے اور کبھی اس پر قدرت پالینے کی وجہ سے کہ نفس ہمیشہ اس چیز کو تکتا ہے جو قدرت میں نہ ہو اور اگر مان بھی لیں کہ قدرت کے باوجود محبت دائم رہتی ہے تو وہ بمقدار قدرت ناقص ضرور ہو جاتی ہے جیسے محبوب کی طرف سے کوئی تلخی یا شوخی قوی کرتی ہے مثلاً اس کا الگ الگ رہنا یا موافقت سے اعراض کرنا اور جب بھی معاملہ میں صفائی آئی گدلا ہونا لازم ہے مثلاً محبوب پر بدگمانی یا اس کی طرف سے اس عاشق کی طرف میلان کی کمی اور کبھی بتکلف قرب اختیار کیا جاتا ہے اور انسان اپنے محبوب کا میلان اپنی طرف کم محسوس کرتا ہے جس سے بدمزگی بلکہ بغض پیدا ہونے لگتا ہے اور اگر خیانت کا خطرہ ہو جائے تو نگرانی کی ضرورت پڑتی ہے جس سے بدمزگی مزید ہو جاتی ہے اور بہترین حالات اعتدال و توسط ہے اور یہ ہے کہ جدھر نفس کا میلان ہو اسے اختیار کر لیا جائے مگر یہ میلان جسے عشق تک نہیں پہنچنا چاہئے کیونکہ عاشق مبتلاء عذاب رہتا ہے اور عشق سے فارغ انسان عاشق کو لذت اندوز سمجھتا ہے حالانکہ ایسا نہیں ہوتا جیسا کہ کسی نے کہا ہے (ترجمہ) زمین میں عاشق سے بڑھ کر کوئی بدنصیب نہیں ہے اگرچہ وہ محبت کو لذیذ ہی سمجھتا ہے 'تو اسے ہمہ وقت روتے ہوئے دیکھے گا کبھی اشتیاق محبوب اور کبھی خوف فرقت کی وجہ سے 'چنانچہ دور ہو جائے تو اس کے اشتیاق میں روتا ہے اور قرب نصیب ہو جائے تو

خوف فراق کی وجہ سے رونے لگتا ہے لہذا اس کی آنکھ کبھی بھی ٹھنڈی نہیں ہوتی اس کے آنسو وصال میں بھی گرم ہوتے ہیں اور فراق میں بھی۔

عقلمند بھی بے نصیب ہوتا ہے

انسان کے لئے علو ہمت سے بڑھ کر کوئی آزمائش نہیں کیونکہ بلند ہمت انسان بلندیوں کو اختیار کرتا ہے اور زمانہ کبھی موافقت نہیں کرتا اور اسباب کمزور پڑ جاتے ہیں اور یہ مبتلاء عذاب ہو جاتا ہے اور مجھے بھی کچھ حصہ علو ہمت کا ملا جس وجہ سے عذاب میں مبتلا ہوں اور میں یہ کبھی نہیں کہتا کہ کاش کہ یہ نہ ہوتا کیونکہ زندگی کی لذت عقل کی کمی کے بقدر ہے اور عاقل انسان کبھی بھی حصول لذت کے لئے عقل کا نقصان گوارا نہیں کرتا۔ بہت سے لوگ میں نے ایسے دیکھے ہیں جو اپنی بلند ہمتی کا تذکرہ کرتے ہیں غور کرنے پر معلوم ہوا کہ ان کی یہ ہمت ایک ہی فن سے تعلق رکھتی ہے اور اہم امور میں اس کے نقصان کی انہیں کچھ پرواہ نہیں رضی کہتا ہے لاغری ہر جسم کے لئے آفت ہے اور میرے جسم کی آفت میری ہمت کے تفاوت میں ہے۔ میں نے غور کیا ان کا منتہاء امید امارت تھا' ابو مسلم خراسانی اپنے شباب کے عالم میں سوتا نہیں تھا کسی نے پوچھا تو کہنے لگا۔ صاف ذہن' بلند فکر اور نفس مقامات عالیہ کا شوقین اور زندگی گھٹیا اور کمینے لوگوں جیسی (یعنی یہ صورت حال سونے نہیں دیتی) سوال ہوا تو کیا چیز تیری پیاس بجھا سکتی ہے؟ جواب دیا: سلطنت' سوال: تو اس کے لئے محنت کرو' جواب: محنت خطرات سے پر ہے سوال: مقصد کے لئے خطرات قبول کرو جواب: عقل مانع ہے۔ سوال: تو پھر کیا سوچا ہے؟ جواب: میں عقل کو جہل سے بدلوں گا اور اس کے ذریعہ خطرات کی طرف بڑھوں گا کہ جہاں جہل ہی کام آتا ہے اور عقل کی تدبیر ضرورت کے وقت اختیار کروں گا یہ گمنامی کی زندگی تو موت برابر ہے۔

میں نے اس مسکین کا حال بغور دیکھا جس نے سب سے اہم چیز ضائع کر دی یعنی فکر آخرت اور حکومت وریاست کی طلب میں لگا رہا اور کتنے جرائم قتل تک کے بھی کئے اور دنیا کی لذتوں سے حصہ بھی کم ہی ملا اور وہ بھی تقریباً آٹھ برس تک اور اچانک قتل کر دیا گیا اور عقل کی تدبیر استعمال کرنا بھول گیا اور بدترین حالت میں آخرت کے سفر پر روانہ ہو گیا۔ متنبی کہا کرتا تھا (ترجمہ) کچھ لوگ ایسے ہیں جو اپنی ہلکی پھلکی زندگی پر خوش ہیں۔ دونوں پاؤں اس کی سواری اور بدن کی کھال اس کا لباس ہے اور لیکن میرے پہلوؤں میں جو دل ہے اس کی کوئی انتہا

نہیں ہے جہاں وہ مجھے میری مراد کے موافق روک دے۔ اس کے جسم پر معمولی کپڑے ہیں جو اس کے کام آتے ہیں اور وہ ان ذرہوں کو توڑنا پسند کرتا ہے جن سے اسے گھبراہٹ ہوتی ہے۔ میں نے اس آخری شخص کو بھی دیکھا تو اس کی خواہش کا تعلق بھی فقط دنیا ہی سے پایا اور میں نے اپنی بلند ہمتی پر نظر کی تو اسے عجیب پایا اس لئے کہ میرے مقاصد میں وہ علم بھی ہے جس کے بارے یقین ہے کہ وہاں تک میری رسائی نہ ہو سکے گی کیونکہ میں تمام علوم کو حاصل کرنا چاہتا ہوں باوجود ان کے فنون کے مختلف ہونے کے اور ہر فن کو آخر تک حاصل کرنا چاہتا ہوں اور یہ ایسا کام ہے جس کے بعض حصے کے لئے بھی پوری عمر ناکافی ہے اور اگر مجھے کوئی بلند ہمت ملا ہے جو کسی فن کی انتہا کو پہنچ گیا ہے تو میں نے اسے کسی دوسرے فن میں ناقص پایا لہذا میں اس کی ہمت کو کامل شمار نہیں کرتا مثلاً ایک محدث ہے جو فقہ نہیں حاصل کر سکا یا ایک فقیہ ہے جو علم حدیث سے رہ گیا ہے اور سلسلہ علوم میں کسی نقصان پر راضی ہو جانا میرے نزدیک کم ہمتی کا نتیجہ ہے اور پھر میں علم پر عمل کرنے میں بھی انتہا پسند ہوں اور میں بشر حافیؒ کے ورع اور تقویٰ، معروف کرخی کے زہد کا بھی اشتیاق رکھتا ہوں اور اس کے ساتھ ساتھ تصانیف کا مطالعہ اور مخلوق کے ساتھ معاشرت اور افادہ و خدمت کا سلسلہ بڑا کٹھن مرحلہ ہے اور پھر مخلوق سے استغناء کی خواہش بھی ہے اور ان پر فضیلت حاصل کرنے کی لگن اور علمی مشاغل کسب سے مانع اور ہدایا قبول کرنے سے ہمت عالیہ انکار کرتی ہے اور پھر طلب اولاد کا شوق بھی ہے جیسا کہ تصانیف کے لکھنے کا تاکہ میرے بعد وہ میرے نائب بن سکیں اور اس طلب میں تنہائی کے عاشق قلب کے لئے اپنی طرف مشغول و مصروف کرنے والے معاملات بھی نمایاں ہیں پھر حسین عورتوں سے دل لگی کا خیال بھی آتا ہے اور اس میں قلت مال رکاوٹ ہے اور مال مل بھی جائے تو جمعیت خاطر کہاں رہے گی اور میں اپنے بدن کے لئے کھانے پینے کا سامان بھی چاہتا ہوں جو اس کے لئے مفید ہو کیونکہ وہ خوشحالی اور لطافت کا عادی ہے اور قلت مال اس سے مانع ہے اور یہ مذکورہ تمام باتیں باہم مخالف اور ضدیں ہیں جن کا جمع کرنا محال ہے تو کہاں میں اور کہاں ان لوگوں کا حال جن کی ہمت کی انتہا دنیا تک ہے اور پھر مجھے قطعاً پسند نہیں کہ دنیا کی کسی شی کا حصول میرے دینی چہرہ پر کسی خراش کا بھی سبب بن جائے یا میرے علم و عمل کو کچھ بھی متاثر کر سکے اور تحصیلی مشاغل اور بدن کی ضروریات کی فکر پس ہائے میرا قلق و اضطراب جو قیام لیل کی طلب میں رہتا ہے اور تکرار علم کے ساتھ ساتھ تقویٰ کے حصول میں رہتا ہے اور ہائے میرا افسوس جو تنہائی کی مناجات کے فوت ہونے پر

ہوتا ہے لوگوں کی ملاقات ان کی تعلیم کی وجہ سے اور ہائے میرے ورع اور احتیاط کا تکدر جو اہل و عیال کی ضروریات کی طلب میں برداشت کرنا پڑتا ہے مگر میں اپنی ان مشکلات کے عذاب کے آگے سر خم کیئے ہوئے ہوں ممکن ہے میری تہذیب و تزکیہ اسی شکل میں ہو کیونکہ علو ہمت انہی مقامات عالیہ کی طالب ہے جو حق جل مجدہ کے قریب کرنے والے ہیں اور بسا اوقات طلب میں حیرانی خود منزل مقصود کی طرف رہنمائی جاتی ہے اور خوب سن لو کہ میں اپنے لمحات کو ضائع ہونے سے بہت بچاتا ہوں کہ ایک لمحہ بھی بے فائدہ نہ گزر جائے اگر میری ہمت مراد کو پا گئی تو پا گئی ورنہ مومن کی نیت اس کے عمل سے آگے بڑھ جاتی ہے۔

حق نفس کی رعایت

سابقہ فصل کی سطور سے فارغ ہوا ہی تھا کہ وہ چیزیں بھی یاد آنے لگیں اس راہ میں جن کا ساتھ ہونا لازم ہوتا ہے اور وہ یہ کہ نفس کے ساتھ نرم معاملہ ضروری ہے کیونکہ ایک ہی دم میں دو مرحلے طے کرنے والے کو کچھ توقف کرنا چاہئے لہذا مناسب ہے کہ جہاں تک ممکن ہو اچھے طریق سے سفر کرے جب سواری کے اونٹ تھک جاتے ہیں تو ساربان انہیں حدی (گیت) سناتے ہیں اور محنت کے لئے تازہ دم ہونا بھی محنت ہی میں داخل ہے اور تیرنے والے کا موتی کے لئے غوطہ لگانا بھی ابھرنا ہی شمار ہوتا ہے جنگل کی راہ کٹھن ہوتی ہے اور مسلسل سفر لونٹوں کو تھکا دیتا ہے اور جو شخص اپنے نفس کے ساتھ حسن معاملہ چاہتا ہے اسے آنحضرت ﷺ کی سیرت میں نظر کرنی چاہئے کہ وہ اپنے نفس کے ساتھ نرم برتاؤ فرماتے تھے بیویوں سے میل ملاپ لور مزاح بھی فرماتے بوس و کنار بھی حسین عورتوں کو (ازدواجی زندگی میں) پسند فرماتے تھے آپ کے لئے میٹھا پانی لایا جاتا تھا اور ٹھنڈا پانی پسند فرماتے تھے اور موافق طبع کھانا اختیار فرماتے تھے مثلاً کمر کا یا دستی کا گوشت لور میٹھی چیز اور یہ سب باتیں ایسی ہیں جیسے سفر کے دوران لونٹ کے ساتھ مراعات کرنا اور جو شخص اس پر کوڑا کھینچ لے تو امید نہیں کہ وہ راستہ طے کر سکے آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ دین بہترین دین ہے اس میں نرمی کے ساتھ زندگی گزارو اور بغیر ضروریات سفر کے آدمی نہ مسافت قطع کرتا ہے اور نہ ہی سواری کو صحیح سالم باقی چھوڑتا ہے اور یہ بھی یاد رکھئے کہ عاقل انسان کو چاہئے کہ ایسے امور میں اپنے کو غافل بنالے جن امور میں عقل قباحت سمجھتی ہے چنانچہ ایک ذی فہم آدمی عورت کے ساتھ مباشرت کے وقت یہ سوچ لے کہ وہ ایسے جسم سے

معانقہ کرنے والا ہے جس میں فلاں فلاں کدورتیں ہیں اور لقمہ نگلنے سے پہلے سوچ لے کہ یہ لعاب دہن کے ساتھ خوب مخلوط ہو گیا ہے وغیرہ وغیرہ تو اسے کراہت آنے لگے گی اور اگر قرب موت کا تصور اور جو کچھ اس کے بعد ہونے والا ہے اس کا دھیان جمانے لگ جائے تو موجودہ لذتوں سے اسے نفرت آنے لگے لہذا آدمی کو ضروری ہے کہ وہ ایسے مواقع میں نفس کو مغالطہ اور بہلاوا دے تاکہ اپنی زندگی کے امور سے نفع اٹھا سکے جیسا کہ لبید شاعر کا قول ہے (ترجمہ) نفس سے جب بات کرو تو مغالطہ اور بہلاوے کی کرو کہ صدق اس کی امیدوں کو معیوب کر دیتا ہے اور بستی شاعر کہتا ہے (ترجمہ) اپنی غموں کی ماری طبیعت کو خوب راحت پہنچا اور کچھ مزاح کے ذریعہ اس کا مداوئی کر۔ مگر اس میں بھی یوں احتیاط رکھ جیسے کھانے میں نمک ڈالتے ہیں اور ابو علی بن شبل شاعر کہتا ہے (ترجمہ) اور جب تجھے کوئی فکر و غم آئے تو اپنے نفس کے ساتھ وعدہ کے انداز میں اس کی مرغوبات کی گفتگو کر کیونکہ بہترین جنتوں کا وعدہ ہی دیا گیا ہے اور مایوسیوں کے آگے اپنی امید کی ڈھال بنا دے تاکہ تیرے غم کے اوقات بسر ہو جائیں اور اپنا غم اپنے ہم نشینوں سے چھپا کے رکھ کیونکہ تیرے ہمنشین (اکثر) حاسد ہیں اور تیرے دکھ پر خوش ہوتے ہیں اور حوادث کی انتظار مت لگا رہ کیونکہ یہ ایک زندہ آدمی کے لئے موت سے پہلے ہی موت ہے اور غم ہمیشہ رہنے والا نہیں ہے جیسا کہ اہل سرور کے ہاں سرور کو دوام نہیں اور اگر نفوس کی طرف سے عقل کو مغالطہ اور بہلاوہ نہ ہوتا تو ہوشیار لوگوں کے لئے زندگی مکدر اور بدمزہ ہو جاتی۔ نیز اسی کا قول ہے (ترجمہ) جسم کے ساتھ ہی نفس بھی محفوظ رہتا ہے اور لوگوں کی بقاء کا تحفظ اسباب کے ذریعہ سے ہوتا ہے اور مایوسی میں رنج والم ہوتا ہے اسے ختم مت کر اور نہ ہی اس کے آگے لمبی امیدوں کی رسی پھیلا اور اسے شدتوں میں راحتوں کے وعدے دلا اور خوشحالی اور راحتوں شدتوں کا ذکر سنا۔ دونوں چیزوں سے نفس کی اصلاح ہوتی ہے دواء کا نفع مرکب اشیاء سے حاصل ہوتا ہے......

عام اسلاف بڑھاپے کی سفیدی کو خضاب لگاتے تھے تاکہ کسی دیکھنے والے کو ناپسند نہ آئے گو خضاب نفس کے اس علم کو ختم نہیں کرتا مگر یہ نفس کے خداع اور بہلاوے کی ایک شکل ہے اور نفوس ہمیشہ ظاہر پر نظر رکھتے ہیں اور عقل و فکر غائب اور پوشیدہ کو تلاش کرتے ہیں اور مغالطہ کا تسلسل قائم رہنا چاہئے تاکہ زندگی کی تکمیل ہو سکے اور عامل اگر کوتاہ امید کے تقاضہ پر عمل کرنے لگے تو علم کی کتاب لکھی جائے اور نہ کوئی تصنیف ہو اس فصل کو سابق فصل کے ساتھ ملا کر سمجھو کہ پہلا مضمون درجہ عزیمت کا ہے اور یہ درجہ رخصت کا اور تعب و تکان

میں راحت واعانت لازم ہے اور اللہ تعالیٰ بقدر صدق طلب تیرے ساتھ ہیں اور اپنے دامن کے ساتھ مضبوط وابستگی اور تیرا اپنی قوت کے خیال کا ترک دیکھ کر اعانت فرماتے ہیں اور وہی صاحب توفیق ہیں۔

بچوں کی تعلیم کے اصول

تدبیر کے علم میں دو چیزیں آدمی کے لئے مدار بنتی ہیں حرارت اور رطوبت حرارت رطوبت کو تحلیل کرتی اور ختم کرتی ہے لہذا آدمی کو ختم ہونے والی چیز کے بدل کی ضرورت پڑتی ہے چنانچہ بڑھنے والے بدن مقدار تحلیل سے زیادہ غذا بنا لیتے ہیں اور منتہی لبدان جس قدر تحلیل ہوتی ہے اتنی ہی غذا لیتے ہیں اور اپنی غذا سے بہ تکلف سیر نہیں ہوتا اور بڑھنے والے بالغ کو نکاح سے تحفظ کرنا چاہئے اس لئے کہ وہ اپنی عفت اور تحفظ کے ذریعہ اپنی اس بنیادی قوت کو بڑھا سکتا ہے جس کا اثر بڑھاپے میں معلوم ہوگا اور متوسط آدمی جس کی عمر میں ٹھہراؤ آچکا ہے اسے فضول جماع سے بچنا چاہئے اگر اسے اتنی قوت حاصل بھی ہوگئی جتنی کہ خارج کی ہے پھر بھی اس نے اسراف کیا لازم یہ ہے کہ حاصل سے کچھ حصہ وصول کرے ممکن ہے کہ یہ جلد ختم ہو جائے رہا بوڑھا شخص تو نکاح سے بچنا اس کے لئے بمنزلہ واجب کے ہے خصوصاً جبکہ عمر زیادہ ہو جائے کیونکہ وہ اپنا ایسا جوہر خرچ کرے گا جو اسے پھر کبھی نہ ملے گا...... پھر عاقل شخص کو اپنے مال پر نظر کرنی چاہئے اور خرچ سے زیادہ کمانا چاہئے تاکہ محفوظ رکھا ہوا بوقت ضرورت کام آسکے اور اسراف سے بہت بچے کیونکہ خرچ میں اعتدال بہت اچھی بات ہے پھر اپنی زوجہ کے بارے میں غور کرے اس سے مطلوب دو چیزیں ہیں اولاد کا حصول اور تدبیر منزل (خانہ داری) وہ فضول خرچ ہو تو یہ ناقابل برداشت عیب ہے اور اگر اس کے ساتھ ساتھ وہ قابل اولاد بھی نہ ہو تو وہ نکاح میں رکھنے کے قابل نہیں ہاں اگر خوبصورت ہو اور اگر عقلمند اور عفیف بھی ہو تو پھر رکھنا بہتر ہے اور اگر اس کی نگرانی رکھنے کی ضرورت پڑے تو ترک لازم ہے خادم کے متعلق یہ ہے کہ ایسا خادم تلاش کرو جو خواہشات کا غلام نہ ہو کیونکہ شہوت و خواہش کا غلام اپنے آقا کا غلام نہیں کسی اور کا غلام ہوتا ہے لہذا مالک کو اپنے مملوک کی طبیعت پر نظر رکھنی چاہئے بعض نرمی اور اکرام سے کام دیتے ہیں ان کا اکرام ہی بہتر ہے اس سے نفع ہوگا اور بعض سختی سے کام دیتے ہیں اس کے ساتھ مدارات رکھے اور گناہ سے روکتا رہے اگر ممکن نہیں تو ہلکا سا عتاب کرے اور جہاں تک ممکن ہو سزا

دینے سے گریز کرے اور غلاموں کو راحت وآرام کے لئے بھی وقفہ دے۔ اس شخص پر تعجب ہے جو اپنے جانور کا تو خیال رکھتا ہے اور اپنی باندی کا خیال نہیں رکھتا اور غلاموں میں اچھے غلام بچے اور عورتیں ہوتی ہیں کہ یہ اپنے مالک کے اخلاق اپنا لیتے ہیں اور بیوی سے کچھ وقفہ کے لئے جدا رہ کر اپنی ہیبت کا تحفظ رکھے اور اسے اپنے مال پر مطلع نہ کرے کہ وہ زیادہ نفقہ کا مطالبہ کرے گی اور اولاد کی تربیت میں ضروری ہے کہ ایسے میل جول سے ان کی حفاظت رکھے جو ان کے مستقبل کو فاسد کردے اور بچہ اگر حیادار اور خوددار ہے تو اس سے خیر کی توقع ممکن ہے بزرگوں اور علماء کی صحبت کی ان کو ترغیب دیتا رہے جاہل اور بے وقوف لوگوں کی مجالس سے ہٹا کے رکھے کیونکہ انسانی طبیعت چور ہے (یعنی صحت کا اثر لیتی ہے) چاہئے کہ بچے کو جھوٹ سے بہت بچائے اور ڈرائے اور غلط کار بچوں سے بھی روکے والدین کے ساتھ اچھے سلوک کی تاکید کرتا رہے اور عورتوں کے اختلاط سے بھی بچا کے رکھے اور بالغ ہو جائے تو ایسی لڑکی سے شادی کردے جو اس کے سوا کسی کو نہیں جانتی اس سے دونوں کو نفع ہو گا یہ امور دنیا کی تدبیر کے اشارات کئے گئے ہیں۔

رہی تدبیر علم تو بہتر ہے کہ پانچ سال کا ہو جائے تو بچے کو قرآن' فقہ اور سماع حدیث کے مشغلہ میں لگائے' چاہئے کہ اس کے لئے باتیں سننے کے بجائے زیادہ تر یاد کرنے کا اہتمام کرے کیونکہ پندرہ سال کی عمر تک حفظ کا زمانہ ہے بلوغ کے بعد افکار پھیلنے لگتے ہیں کبھی کبھی ہلکی سی مار اور کبھی انعام کا سلسلہ رہنا چاہئے تاکہ بلوغ تک اچھی خاصی مقدار محفوظات کی اس کے پاس جمع ہو جائے پہلے پہل تو قرآن پاک کے پختہ حفظ کا پابند کیا جائے کہ اس زمانہ میں گوشت پوست کے ساتھ مخلوط ہو جاتا ہے پھر نحو کے کچھ مبادی جن سے عبارت کی اغلاط پہچان سکے پھر فقہ اپنے مذہب کی اور مخالف کی اس کے بعد جو علوم بھی حفظ ہو سکتے ہیں ان کا حفظ بہتر ہے اور اصحاب حدیث کے طریق سے بچنا چاہئے کہ وہ ایک کثیر زمانہ ان اجزاء کے سننے میں لگا دیتے ہیں جن میں احادیث تکرار کے ساتھ آتی ہیں عمر گزر جاتی ہے مگر حفظ کے سوا سمجھ نہیں ہوتی اور جب عمر کے بڑے حصہ کو پہنچتے ہیں اور ان سے کسی فتویٰ کا مطالبہ یا قرآن کے کسی حصہ کی تلاوت کا تقاضہ ہوتا ہے تو پیچھے کو لوٹتے ہیں کیونکہ بڑی عمر میں حفظ کرنے کا مقصد حاصل نہیں ہوتا لہذا بچپن میں اہم علوم کا حفظ اصول اعظم ہے ہم نے بہت سے مسموعات (سننے میں) اور اجزا کی کتابت میں مشغول ہونے والے دیکھے جنہوں نے حفظ کو مشکل سمجھ کر آسانی کو اختیار کیا پھر ان کی عمر اسی میں گزر گئی اور جب اپنی ضرورت کے

لئے بڑے ہو کر کچھ یاد کرنے بیٹھے تو کامیاب نہ ہو سکے بس میری مذکورہ باتیں سمجھنے کے لئے بیداری چاہئے اور اخلاص پر نظر کہ اس کے بغیر کوئی چیز نفع نہیں دیتی۔

موسموں کا لحاظ رکھنا

۵۷۵ھ کے آغاز ہی میں بغداد میں گرانی شدت پکڑ گئی جب بھی جو آتے نرخ بڑھ جاتا اور لوگ غلہ خریدنے میں ایک دوسرے پر گرے پڑتے تھے اور وہ لوگ قابل رشک تھے جو ہر سال مستعد رہتے ہیں اور بقدر ضرورت غلہ کاشت کر لیتے ہیں اور وہ لوگ خوش تھے جنہوں نے ماہ نیسان کے شروع میں ہی نرخ بڑھنے سے پہلے پہلے جلد غلہ خرید لیا تھا اور فقرا نے اپنے گھروں کا سامان سستے داموں بیچ دیا اور بڑے بڑے عزت دار لوگ ذلیل دکھائی دینے لگے میں نے اپنے نفس سے کہا کہ یہ صورت حال قابل عبرت ہے ضرورت پڑنے کے وقت اعمال صالحہ والوں پر بھی یوں ہی لوگ رشک کریں گے اور سوالات کا صحیح جواب دینے والے خوشیاں منائیں گے اور ان لوگوں کی ہلاکت ہی ہلاکت ہے جو کوتاہ عمل اپنی عاقبت پر نظر نہیں رکھتے بس متنبہ ہو جا کہ دنیا نے لوگوں کو آخرت کے حال پر متنبہ کیا ہے اور جب تک روح بدن میں ہے کاشت کے موسم میں جلدی کر لے بس یہ سارا زمانہ ماہ تشرین (کاشت کا مہینہ) ہے کٹائی کے ماہ نیسان سے پہلے پہلے بہت سے کھیتی کے مالک ہیں کہ اپنے اموال کی احتیاج انہیں ایثار نہیں کرنے دیتی۔

اضطراب انگیز خیال

میں نے ایک حالت میں غور کیا جس نے مجھے بے چین کر دیا اور وہ یہ کہ آدمی اپنی بیوی کے ساتھ ہر طرح سے حسن سلوک کرتا ہے اور وہ اس سے محبت نہیں رکھتی اور یہی معاملہ وہ اپنے دوست کے ساتھ کرتا ہے اور وہ اس سے بغض رکھتا ہے اور کبھی بارگاہ سلطان میں وہ ہر ممکن طریقہ سے قرب حاصل کرنا چاہتا ہے اور بادشاہ اسے اہمیت نہیں دیتا بس یہ حیران ہو کر کہتا ہے! اب کیا کروں؟ میں ڈر گیا کہیں خالق سبحانہ وتعالیٰ کی بارگاہ میں میری یہی حالت نہ ہو کہ میں اس کا قرب تلاش کروں اور وہ مجھے پسند نہ رکھتے ہوں اور ہو سکتا ہے مجھے ازل ہی سے شقی لکھ دیا گیا ہو اور اسی طرح کے خوف کی وجہ سے حسن بصریؒ نے فرمایا تھا: مجھے ڈر ہے کہ میرا کوئی گناہ دیکھ کر فرما دیا ہو کہ تیری بخشش نہ ہوگی بس سوا قلق اور خوف کے کچھ بھی پاس نہیں ہاں ممکن ہے رجاء کا سفینہ اپنے دخول کے دن صحیح سالم کنارے جا لگے۔

احادیث اسناد اور متون کے درمیان

ایک صاحب حدیث کے ساتھ میری گفتگو ہوئی امام احمدؒ کے اس ارشاد کے متعلق : کہ آنحضرت ﷺ کی سات لاکھ احادیث ثابت ہیں۔ میں نے ان سے کہا کہ اس طرق اور اسانید مراد ہیں وہ کہنے لگا نہیں بلکہ متون مراد ہیں میں نے کہا کہ یہ بات خیال سے بھی بعید ہے پھر میں نے ابو عبداللہ الحاکم کا کلام دیکھا جو اس شخص کی تائید میں تھا وہ یہ کہ انہوں نے اپنی کتاب "المدخل" میں کہا ہے "یہ کہنا کیسے جائز ہے کہ حضور ﷺ کی احادیث دس ہزار کو نہیں پہنچتیں جبکہ آپ صحابہ میں ۴ ہزار مرد اور عورتیں بیس سال سے زائد مکہ اور مدینہ میں آپ کے ساتھ رہے جو آپ اقوال ، افعال ، کو نیند اور بیداری کے احوال کو حرکات و سکنات کو یاد کرتے تھے اور یہ ان احکامِ شرع کے علاوہ تھا جو انہوں نے آپ سے محفوظ کئے اور اس پر انہوں نے امام احمد کے قول سے استدلال کیا کہ آپ سے سات لاکھ سے اوپر احادیث صحیح ثابت ہیں اور یہ کہ اسحاق بن راہویہ ستر ہزار حدیثیں زبانی لکھواتے تھے اور ابو العباس بن عقدہ کہتے ہیں میں نے اہل بیت کے لئے تین لاکھ حدیثیں یاد کی ہیں مگر میرے نزدیک اس سے متون مراد لینا مناسب نہیں ہے اور تعجب ہے کہ حاکمؒ پر یہ بات کیسے مخفی رہی ہے جبکہ وہ جانتے بھی ہیں کہ سب مسانید سے زیادہ جامع مسند احمد ہے کہ انہوں نے دو دفعہ دنیا کا چکر لگایا اور اسے جمع کیا جو کہ چالیس ہزار حدیثوں پر مشتمل ہے جن میں دس ہزار مکرر ہیں۔ حنبل بن اسحاق کہتے ہیں کہ احمدؒ بن حنبل نے مجھے اور صالح اور عبداللہ کو جمع کیا اور ہمیں اپنی مسند سنائی اور فرمایا میں نے یہ کتاب ساڑھے سات لاکھ سے زائد احادیث سے جمع کی ہے اب جس حدیث میں بھی مسلمان اختلاف کریں تو اس کی طرف مراجعت کرو اگر اس میں مل جائے تو ٹھیک ہے ورنہ قابل حجت نہیں ہے تیرا کیا خیال ہے : کیا بھلا کسی سمجھدار پر یہ بات مخفی ہو سکتی ہے کہ امام احمدؒ نے سات لاکھ سے جمع کرنے کی بات اسانید اور طریق کے لحاظ سے کی ہے کیونکہ سات لاکھ اگر سب رسول ﷺ کا کلام تھا تو امام نے چھوڑ کیسے دیا۔ اگر یہ کہا جائے کہ امام نے اپنی مسند میں ضعیف روایات کو نہیں لیا تو میں اس بات سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں کہ سات لاکھ میں سے صرف تیس ہزار ہی صحیح ثابت ہو سکیں اور باقی مجموعہ کیسے ضائع ہو گیا اور کیسے چھوٹ گیا جبکہ امام احمدؒ کے زمانہ تک وہ تمام روایتیں پہنچ گئیں تو انہوں نے انتخاب کر کے باقی کیسے چھوڑ دیں جبکہ اصحاب حدیث نے موضوع اور کذب ہمہ قسم کو لکھ

رکھا ہے اسی طرح امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ میں نے کتاب السنن چھ لاکھ حدیثوں میں سے جمع کی ہے اور یہ کہنا تو اچھا نہیں کہ جن صحابہ نے یہ حدیثیں روایت کی تھیں وہ فوت ہو گئے اور تابعین نے آگے ان کی روایت نہیں کی کیونکہ یہ سلسلہ امام احمدؒ تک پہنچا ہے اور انہوں نے سات لاکھ شمار کی ہیں اور پھر یہ فن ایسا نہیں تھا کہ اتنا جلد جاتا رہے اور یہ بات بھی معلوم ہے کہ اگر وہ صحیح اور موضوع سب کو جمع کرتے جبکہ وہ سب آپؐ سے منقول بھی ہیں تو وہ پچاس ہزار تک نہیں پہنچتیں تو باقی کہاں گئیں اور یوں کہنا بھی جائز نہیں کہ یہ احادیث تابعین کا کلام ہے کیونکہ فقہاء نے مذاہب نقل کئے ہیں اور ان کو جمع کیا ہے تو انہیں کیوں ترک کر دیا لہذا ہر ذی فہم سمجھ سکتا ہے کہ یہ تعداد طریق کے لحاظ سے ہے اور حاکمؒ کا خیال صحیح نہیں ہے اور یہی اعتراض اگر ان پر کیا جائے اور پوچھا جائے کہ باقی کہاں ہیں تو ان کے پاس اس کا جواب نہیں ہو گا لیکن فہم قابل قدر چیز ہے اور اللہ تعالی توفیق کا انعام بخشنے والے ہیں۔

اور اسی طرح کی غفلت آمیز بات یہ ہے کہ امام بخاریؒ نے اپنے ہاں کی تمام صحیح روایتوں کو جمع نہیں کیا بلکہ یہ تو بطور نمونہ نقل کی ہیں ورنہ سلسلہ طویل ہو جاتا اسی طرح کی بات ابوبکر اسماعیلی نے کی ہے اور امام بخاریؒ سے یہ بات نقل فرمائی کہ جو صحیح احادیث میں نے چھوڑ دی ہیں وہ ان مذکورہ سے زیادہ ہیں یہاں بھی ان کی مراد طرق ہی ہیں اس کی دلیل یہ ہے کہ دار قطنی نے جو کہ حفاظ حدیث کے رئیس ہیں وہ روایتیں جمع کی ہیں جن کا ذکر امام بخاری اور مسلم کو ضروری تھا مگر انہوں نے ذکر نہیں کیا اور وہ تھوڑی سی ہیں اور اگر ان لوگوں کی بات صحیح ہوتی تو یہ حدیثیں کئی جلدوں میں ہوتیں پھر وہ فرماتے ہیں کہ جن کا ذکر امام بخاری کو لازم تھا یہ بھی ہماری صریح دلیل ہے کیونکہ جو شخص نمونہ کے طور پر نقل کرے اس پر کچھ لازم نہیں ہوتا۔ ایسے ہی ابو عبداللہ حاکم نے ایک کتاب لکھی جس میں وہ حدیثیں جمع کیں جن کا ذکر امام بخاری کو لازم تھا اور اس میں حدیث طائر بھی ذکر کی اور حفاظ نے اس کے قول کی طرف توجہ نہیں دی ان حضرات کی فہم کتنی قلیل ہے جن کو نقل حدیث کے مشغلہ نے اس تحقیق و تدبیر سے روکے رکھا جو صحت حدیث کے لئے ضروری تھا اور یہ جو کچھ ہوا قلت فقہ اور قلت فہم کی وجہ سے ہوا امام بخاری و مسلم رحمہما اللہ نے ایسے لوگوں کی روایتیں ترک فرمائی ہیں جو ثقات ہیں مگر ان کی مخالفت حدیث میں کی گئی ہیں چنانچہ اکثر حضرات نے حدیث میں کمی نقل کی اور انہوں نے زیادتی نقل کر دی اور اگر وہاں فقہ کارگر ہوتی تو معلوم ہو جاتا کہ ثقہ کی زیادتی مقبول ہوتی ہے اور انہوں نے کچھ لوگوں کی

روایت اس لئے ترک کر دی کہ وہ ایک شخص سے نقل کرنے میں متفرد واقع ہوئے ہیں اور یہ بھی معلوم ہے کہ ثقہ راوی کے تفرد میں کوئی عیب نہیں ہے اور اسی طرح احادیث غریبہ کو بھی چھوڑ دیا اور یہ سب قلت فہم کا نتیجہ ہے اسی لئے فقہاء نے یہ انداز اختیار نہیں کیا بلکہ وہ کہتے ہیں کہ ثقہ راوی کی زیادتی قبول ہے اور جرح موثر نہیں ہوتی جب تک سبب نہ بیان کیا جائے اور جو شخص فقہا کا ہمنشیں نہیں ہوتا اور محدثین کے ساتھ محنت اٹھاتا ہے وہ ایذا بھی پاتا ہے اور سوء فہم بھی اس ذات کا شکر ہے جس نے ہم پر ہر حال میں انعام و احسان فرمایا۔

طبیعت تکلف پر غالب ہے

اللہ تعالیٰ نے نفوس میں بعض ایسی چیزیں رکھ دی ہیں جن کے لئے دلیل کی حاجت نہیں بدیہی طور پر نفوس ان کو پہچانتے ہیں اور بہت سے لوگ انہیں اچھی طرح سے بتا بھی نہیں سکتے مثلاً یہ بات ہر نفس کو فطری طور پر معلوم ہے کہ ہر مصنوع (بنائی ہوئی چیز) کا کوئی صانع (بنانے والا) لازماً ہوتا ہے اور ہر تعمیر کا کوئی معمار ہے اور یہ کہ دو ایک سے زائد ہیں اور یہ کہ ایک جسم بیک وقت دو جگہ پر نہیں ہوتا اور اس قسم کی باتیں کسی دلیل کی محتاج نہیں اور عربی میں صحیح بولنا کسی غلطی کے بغیر گویا الہام ہوا ہے چنانچہ وہ مرفوع و منصوب میں اپنے طبعی میلان کی وجہ سے فرق کر لیتے ہیں اگرچہ اس کی علت بیان نہ کر سکیں عثمان بن جنی کہتا ہے میں نے ایک دن ابو عبداللہ محمد بن عساف عقیلی سے سوال کیا کہ تو یہ جملہ کیسے کہے گا: ضربت اخوک اس نے کہا "ضربت اخاك" کہوں گا میں نے پھر مرفوع شکل میں (یعنی اخوک) دہرایا اس نے انکار کرتے ہوئے کہا کہ میں کبھی بھی "اخوك" نہیں کہوں گا میں نے کہا تو "ضربنی اخوك" میں کیسے کہے گا؟ اب اس رفعی حالت میں یعنی "اخوك" بتایا میں نے کہا تو نے تو ابھی کہا تھا کہ میں "اخوك" کبھی نہیں کہوں گا وہ بولا یہ تو نے کیا کہا؟ اب کلام میں اسکی جہت بدل گئی یہ ان کے مواقع کلام میں غور کرنے کی اور ہر مقام کو اس کا حق ادا کرنے کی بڑی دلیل ہے اور اس بات کی کہ ان کا کلام بلا تامل اتفاقی نہیں ہے عثمان نے کہا کہ لغت ان آوازوں کو کہتے ہیں جن کے ذریعہ ہر قوم اپنی اغراض کی تعبیر کرتی ہے اور نحو کلام عرب کی سمت کو تصریف و اعراب کے لحاظ سے تثنیہ یا جمع وغیرہ کے لحاظ سے درست کرنا ہے تاکہ جو اہل لغت میں سے نہیں ہیں ان میں شامل ہو سکیں۔

لذت فانی ہے اور گناہ باقی رہتا ہے

اچھے اور برے لوگوں کے احوال میں غور کرنے سے معلوم ہوا کہ اچھے لوگوں کی اچھائی کا سبب نظر و فکر ہے اور برے لوگوں کے فساد کا سبب بے نظری و بے فکری ہے مثلاً ایک عاقل شخص غور کرتا ہے تو سمجھ لیتا ہے کہ صانع کا وجود ہے اور یہ کہ اس کی طاعت ضروری ہے اور پیغمبر ﷺ کے معجزات میں غور کرتا ہے تو وہ اس کی شرعی قیادت کو تسلیم کرتا ہے پھر وہ ان امور میں غور کرتا ہے جو اس کے لئے قرب کا ذریعہ بنتے ہیں اور اللہ تعالی کے قریب لے جاتے ہیں اور جب علم کا تکرار مشکل ہوتا ہے تو اس کے نتیجے کو سوچنے لگتا ہے اور وہ آسان ہو جاتا ہے قیام لیل مشکل لگے تب یوں ہی کرتا ہے اور کسی مرغوب چیز کو دیکھتا ہے تو اس کے انجام کو سوچتا ہے اور سمجھ لیتا ہے کہ لذت فانی ہے اور گناہ اور عیب باقی رہنے والے ہیں جس سے ترک آسان ہو جاتا ہے اور جب کسی ستانے والے سے انتقام کا تقاضا پیدا ہوتا ہے تو صبر کے ثواب کا دھیان کرتا ہے اور حالت غضب میں کوئی کام کرنے پر جو ندامت ہوتی ہے اسے یاد کر لیتا ہے اور پھر وہ مسلسل عمر کے تیزی کے ساتھ گزرنے کا خیال کرتا رہتا ہے اور اسے غنیمت سمجھتا ہے اور بہتر سے بہتر فضائل کے حصول کی کوشش کرتا ہے اور اپنی مراد کو پالیتا ہے اور غافل آدمی صرف نقد اور موجود چیز پر نظر رکھتا ہے اور کوئی ایسا بھی ہوتا ہے جو مصنوع کے معنی ہی کو نہیں جانتا اور صانع کے وجود کو نہیں پہچانتا ایسے لوگ نظر و فکر سے کورے ہیں اللہ تعالی کے اس کے رسول اور اس کی شریعت کے منکر ہیں موجود اور نقد پر نظر رکھتے ہیں اس کے بعد اور منتہا پر نظر نہیں رکھتے ان کے نزدیک طعام میں کھانے کے سوا معرفت کا کوئی سبق نہیں ہے اگر وہ غور کرتے کہ وہ کیسے بنایا گیا ہے بدن ان کی حفاظت کس طرح کرتا ہے تو انہیں بہت سے حقائق معلوم ہوتے اسی طرح جو مرغوب چیز بھی ان کے سامنے آتی ہے وہ اس کی نقد لذت پر نظر رکھتے ہیں اس کے عواقب و انجام پر نہیں سوچتے اور کتنے لذائذ ہیں جو ان پر حدود قائم ہونے کا ہاتھ کٹنے اور دیگر فضیحتوں کا باعث بنے ہیں مگر لذتوں کی جلد بازی میں انہوں نے رذائل تو کمائے ہیں مگر فضائل سے محروم ہو گئے ہیں اور اس کا سبب عواقب و انجام پر نظر نہ رکھنا ہے جو کہ عقل کا کام ہے اور مذکورہ مذموم باتیں خواہشات کا نتیجہ ہیں، ہم اللہ تعالی سے ایسی بیداری مانگتے ہیں جو ہمیں انجام کا مشاہدہ بخشے اور فضائل و معائب میں فرق نمایاں کرے بے شک وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

امیدیں

مجھے ایسی عالی ہمت عطا کی گئی جو نہایتوں کی طالب ہے میں نے عمر تو پائی مگر اپنی امیدوں کو نہ پاسکا میں لمبی عمر کی' قوت بدن کی' خواہشات کی تکمیل کی دعا کرنے لگا تو عادات نے مجھ ٹوکا اور کہاکہ مطلوبات کے حصول کی عادت ہی نہیں میں نے کہاکہ میری درخواست تو قادر مطلق سے ہے جو عادات کا پابند نہیں۔ ایک شخص سے کسی نے کہاکہ میری چھوٹی سی حاجت ہے اس نے کہاکہ اس کے لئے کوئی چھوٹا سا آدمی تلاش کروایک اور شخص کو کسی نے کہاکہ ہم تیرے پاس ایسے کام کے لئے آئے ہیں جس میں تیرا کچھ نقصان نہیں تووہ کہنے لگاکہ اس کے لئے کسی معمولی آدمی کو تلاش کروجب دنیادار اپنی خودی میں ایسی باتیں بناتے ہیں تو ہم کریم و قادر ذات کے فضل میں کیونکر طمع نہ کریں میں نے یہ درخواست ربیع الآخر ۵۷ھ میں کی تھی اگر عمر نے وفا کی اور اپنی امید کو میں حاصل کر گیا تو یہ فصل بھی تحریر کروں گا اور اپنی امیدوں کے برآنے کی بات بھی کروں گا اور اگر اس کا اتفاق میرے لئے نہ ہو سکا تو میرا آقا میری مصلحت سے خوب واقف ہے کہ بخل کی وجہ سے نہیں روکتا اور سب قوتیں اسی کی عطا سے ہیں۔

لوگوں کو راضی کرنا ایسا مقصد ہے جو حاصل نہیں ہو سکتا

خالص اللہ تعالیٰ کے لئے عمل کرنے والے اقل قلیل ہیں کیونکہ اکثر لوگ اپنی عبادات کا ظہور پسند کرتے ہیں سفیان ثوریؒ فرمایا کرتے تھے کہ میرا جو عمل ظاہر ہو جائے میں اسے شمار میں نہیں لاتا اس زمانے کے لوگ تو خود اپنے کو چھپاتے تھے اور آج لوگوں کے کپڑے ان کی تشہیر کا باعث بنے ہوئے ہیں ایوب سختیانی کا قمیص اتنا لمبا ہوتا کہ قدموں پر پڑتا تھا اور فرمایا کرتے تھے کہ پہلے شہرت لمے لباس سے تھی اور آج کل چھوٹے لباس میں ہے یہ معلوم ہونا چاہئے کہ مخلوق سے قطع نظر کرنا اور عمل کے ذریعہ ان کے قلوب میں کسی وجاہت کا طالب نہ ہونا اپنے قصد اور نیت کو خالص کرنا اور حال کو چھپا کے رکھنا وہ امور ہیں کہ جو بھی بلند ہوا انہیں کی بدولت ہوا امام احمدؒ بن حنبل ایک وقت میں ننگے پاؤں چلتے تھے جوتا ہاتھوں میں ہوتا تھا کری پڑی چیزیں جمع کرنے کو نکلتے تھے اور بشر حافی ہمیشہ ننگے پاؤں چلتے تھے اور تنہا نکلتے تھے معروفؒ کھجور کی گھٹلیاں چنا کرتے تھے اور آج ریاست (سرداری) پر حاجت سے بڑی حاجت ہے اور ریاست کی پختگی اس وقت آتی ہے جبکہ دل کی غفلت خلق کی

ریاکاری اور حق تعالی کا نسیان پختہ ہو جاتا ہے تب اہل دنیا پر ریاست کی طلب پیدا ہوتی ہے اور میں نے لوگوں میں عجیب منظر دیکھے ہیں حتی کہ ایک شخص اہل علم کی وضع میں ہے مجھے اکیلے چلتا دیکھتا ہے تو اعتراض کرتا ہے کسی فقیر کی ملاقات کو جاؤں تو اسے گرانی ہوتی ہے مجھے کبھی حالت تبسم میں دیکھ لے تو اس کی نگاہ سے گر جاتا ہوں میں نے کہا عجیب بات ہے یہ سب باتیں تو رسول اللہ ﷺ اور صحابہ رضی اللہ تعالی عنہم کے طریق میں شامل تھیں بس مخلوق کے احوال اقامت جاہ (حصول عزت) کے حیلے بن چکے ہیں یقیناً تم واللہ حق تعالی کی نظر سے گر چکے ہو اور وہ تمہیں مخلوق کی نگاہ سے بھی گرائے گا کتنے لوگ ہیں جو اپنے حیلوں سے کتنی مشقتیں اٹھاتے ہیں مگر ان کی طرف کسی کا دھیان ہے اور نہ ہی وہ اپنی مراد کو پا رہا ہے اور اس اثناء میں وہ اپنی بڑی مراد کو ضائع کر بیٹھتا ہے لہذا میرے بھائیو نیتوں کی اصلاح کی فکر کرو مخلوق کے لئے بننا چھوڑو تعلق مع اللہ کی پختگی کو اپنا سہارا بناؤ بس اسلاف کو بلندی اور سعادت اسی سے ملی ہے اور لوگ جس ڈگر پر آج چل نکلے ہیں اس سے بہت پرہیز کرو کہ یہ اسلاف کی بیداری کے مقابلہ میں نیند ہے۔

وہ جو کرے اسے پوچھ نہیں

خدا والد کی تربیت بچے کو کچھ فائدہ نہیں دیتی جب تک اس لڑکے کے لئے خالق کا فیصلہ نہ ہوا ہو کیونکہ حق سبحانہ جب کسی کے بارے میں ارادہ فرماتے ہیں تو بچپن ہی سے اس کی تربیت فرماتے ہیں اور درستگی کی طرف رہنمائی کرتے ہیں اور بھلائی کی نشاندہی فرماتے ہیں اچھی اور بہتر و مناسب چیز کی محبت اس میں ڈالتے ہیں اور کسی مصلح کی صحبت اسے نصیب کرتے ہیں اور ان امور کی ضد اور خلاف کا بغض اس کے اندر پیدا کر دیتے ہیں اور گھٹیا امور کی قباحت اس کی نظر میں ڈالتے ہیں قبیح چیزوں سے اس کا تحفظ فرماتے ہیں جب کبھی پھسلنے لگتا ہے ہاتھ پکڑ کے تھام لیتے ہیں اور جب کسی سے بغض ہوتا ہے تو اسے ہمیشہ کے لئے لغزشوں کے حوالے کر دیتے ہیں۔ وہ ہر حال میں بد حواس رہتا ہے بلندیوں کے لئے عزم و ہمت نام کی اس میں کوئی چیز نہیں ہوتی اور فضائل کے بجائے رذائل اور قبیح خصلتیں اس کا مشغلہ بن جاتی ہیں۔

تمہارے نفوس میں دلائل ہیں

وجود خالق پر سب سے بڑی دلیل یہ نفس ناطقہ ہے جو تمیز رکھتا ہے بدن کو اپنے

ارادہ کے موافق حرکت دیتا ہے اس کی مصلحتوں کی تدبیر کرتا ہے اور اسے افلاک کی معرفت تک لے جاتا ہے۔ جس قدر علوم کی تحصیل ممکن ہے ان کا اکتساب کرتا ہے کچھ سمجھ میں نہیں آتا یہ نفس ناطقہ کہاں سے آیا ہے اور کچھ معلوم نہیں کہاں چلا جاتا ہے اور نہ ہی جسم کے ساتھ اس کے تعلق کی کیفیت معلوم ہے اور یہ سب باتیں ثابت کرتی ہیں کہ اس کا کوئی خالق اور مدبر ہے اور یہ چیز ذات حق پر کافی دلیل ہے کیونکہ اس کا وجود اگر خود بخود ہوتا تو اپنے ہی احوال اس پر مخفی نہ ہوتے پس اس کی ذات پاک ہے۔

علماء سے شیطان خوف کھاتا ہے

وہ ذات پاک ہے جس نے مخلوق پر فقہاء اہل علم کا احسان فرمایا جنہوں نے دین کا مقصود سمجھا اور شارع کی مراد پہچانی بس یہ لوگ شریعت کے محافظ ہیں اللہ تعالیٰ انہیں بہترین جزاء عطا فرمائے۔ بے شک شیطان خوف کی وجہ سے ان سے پرے رہتا ہے کیونکہ یہ اس کی ایذا پر قادر ہیں اور وہ ان کے ایذا پر قادر نہیں اور جاہل و کم عقل لوگوں کے ساتھ تو وہ کھیل تماشہ کرتا ہے اور اس کا عجیب ترین کھیل یہ ہے کہ وہ کچھ لوگوں کو ترک علم کے محاسن پیش کرتا ہے اور وہ صرف اسی پر قانع نہیں رہتے بلکہ علم میں مشغول لوگوں کی عیب چینی کرنے لگتے ہیں اگر انہیں عقل ہوتی تو سمجھتے کہ یہ دراصل شریعت کی عیب چینی ہے کیونکہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے "بلغوا عنی" کہ میری طرف سے پہنچاؤ اور آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا "بلغ" یعنی پہنچایئے تو جب کوئی علمی مشغلہ نہیں اپنائے گا شریعت کو مخلوق تک کیسے پہنچائے گا اور اس پر عمل کی دو صورتیں ہیں واجب باتوں پر عمل کہ اس کا ترک تو کسی کو جائز ہی نہیں دوسرا نفل جو لازم نہیں ہوتا اور علم حدیث میں مشغول ہونا نفل صوم و صلاۃ سے افضل ہے پس اللہ تعالیٰ کا خوف کھایئے غیر فقیہ کی بات پر توجہ دینے میں اور کسی کا نام برا سن کر گھبرا مت جانا۔

مومن اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں کسی سے نہیں ڈرتا

عاقل وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے معاملہ پر پختہ رہتا ہے خواہ مخلوق ناراض ہوتی رہے اور جو مخلوق کی رعایت کرتا ہے وہ خالق کا حق ضائع کر دیتا ہے اور جسے یہ راضی کرنا چاہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے قلب کو پلٹتے اور اس پر ناراض کر دیتے ہیں مامون نے اپنے ایک مصاحب سے کہا میرے کہنے پر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی مت کرنا وہ مجھے ہی تجھ پر مسلط کر دے گا اور طاہر بن

برائے مہربانی ورق نہ موڑیں۔

حسین امین کے بارے میں جب اپنی کارروائی کر چکا اسے قتل کر کے سر سولی پر لٹکایا اگرچہ یہ کام مامون کے ارادہ سے ہوا تھا مگر اس کا اثر اس کے دل پر قائم تھا جس وجہ سے وہ اسے دیکھ نہیں سکتا تھا اور ایک دن وہ خود حاضر ہوا مامون دیکھ کر رونے لگا طاہر نے سوال کیا :آپ روتے کیوں ہیں اللہ آپ کو رونے سے بچائیں شہروں کے شہر آپ کے مطیع ہیں مامون نے کہا میں ایسی بات پر روتا ہوں جس کا ذکر موجب ذلت ہے اور چھپانا باعث غم ہے اور دنیا میں غم سے خالی کون ہے۔ طاہر جب اٹھ کے چلا گیا تو اس نے مامون کے خادم کے پاس دو لاکھ درہم بھیجے اور اس کے ذمہ لگایا کہ مامون سے رونے کی وجہ معلوم کرے چنانچہ مامون نے صبح کھانا کھایا تو حسین سے پانی مانگا وہ کہنے لگا کہ پانی تب پلاؤں گا جب آپ بتائیں گے کہ طاہر آیا تھا تو آپ روئے کیوں تھے مامون نے کہا حسین! تجھے یہ خیال کیونکر آیا حتی کہ تو نے سوال بھی کر دیا حسین نے کہا اس لئے کہ مجھے بھی اس کا غم ہوا ہے۔ مامون بولا حسین! یہ ایک راز ہے اگر تیرے سر سے باہر چلا گیا تو تجھے قتل کر دوں گا کہنے لگا میرے آقا آپ کا راز میں نے کب افشاء کیا ہے؟ تب مامون نے کہا کہ مجھے اپنا بھائی محمد یاد آ گیا اور جس طرح اسے ذلت پہنچائی گئی تو آنسوؤں نے میرا گلا دبانا شروع کیا اور میں نے انہیں بہا کر سکون حاصل کیا تھا اور میری طرف سے طاہر کی ناپسند چیز (سزا) اسے پہنچ کے رہے گی۔ حسین نے طاہر کو یہ خبر پہنچا دی طاہر فوراً گھوڑے پر سوار ہو کر احمد بن ابی خالد کے پاس گیا اور اسے کہا کہ میرا ایک احسان تجھ پر ہے جو ضائع ہونے کے لائق نہیں۔ مجھے اس کی نگاہوں سے غائب کر دے وہ کہنے لگا...... ہو جائے گا اور وہ مامون کے پاس پہنچا اور کہا کہ مجھے رات بھر نیند نہیں آئی۔ مامون نے پوچھا: کیوں۔ کہا اس لئے کہ آپ نے خراسان کا والی غسان بن عباد کو بنا دیا ہے وہ اور اس کے ساتھی محض درد سر ہیں ممکن ہے کوئی ترکی بگڑ بیٹھے اور اسے ہلاک کر دے مامون نے پوچھا تو کسے مناسب سمجھتا ہے کہا طاہر بن حسین کو چنانچہ اس کا معاملہ طے کر دیا گیا۔ طاہر ایک مدت تک ٹھیک رہا پھر جمعہ کے دن منبر پر مامون کے لئے دعا کرنی چھوڑ دی۔ پیغام رساں نے پوچھا تو نے امیر المومنین کے لئے دعا نہیں کی؟ کہا بھول ہو گئی مگر اطلاع نہ کرنا اور خود دوسرے جمعہ پھر تیسرے جمعہ وہی کیا تو قاصد کہنے لگا اب مجھے اطلاع کرنا ضروری ہو گیا ہے ورنہ کوئی مجھ سے پہلے لکھ بھیجے گا تب اس نے کہا کہ لکھدے قاصد نے لکھ دیا مامون نے احمد بن خالد کو بلایا اور کہا کہ طاہر کے بارے میں جو حیلہ تو نے کیا تھا وہ مخفی نہیں رہا اور میں اللہ تعالی سے عہد کرتا ہوں کہ اگر تو جا کر اسے واپس میرے پاس نہ لائے جیسا کہ میرے قبضہ سے تو نے نکالا تھا تو

اپنے انجام کی تو بھی مذمت کرے گا۔ یہ گیا اور راستہ میں رکتا جاتا تھا اور کسی نہ کسی مرض کا بہانہ بناتا تھا اور ایسے وقت ری میں پہنچا کہ اسے طاہر کی وفات کی اطلاع مل گئی تھی۔

میں کہتا ہوں کہ جب راشد بغداد سے نکلا اور لوگوں نے مقتفی کو متولی بنانے کا ارادہ کیا تو ایک جماعت نے یہ گواہی دی کہ راشد خلافت کا اہل نہیں ہے تو لوگوں نے اسے معزول کر کے مقتفی کو والی بنالیا مجھے خبر ملی ہے کہ مقتفی کو ان بعض گواہوں کی خبر ملی تو ان کی مذمت کی اور کہا کہ میری مخالفت کرنے والوں میں خود میرا والد بھی تھا اور اس کے برعکس جو شخص حق وصواب کی رعایت رکھتا ہے اس پر ناراض ہونے والے بھی راضی ہو جاتے ہیں۔

اور مجھے وزیر ابن ہبیرہ نے بتایا کہ مستنجد باللہ نے اسے ایک خط لکھا وہ ان دنوں ولی عہد تھا اور چاہا کہ اس کے والد سے یہ خط چھپا کے رکھا جائے۔وزیر کہتا ہے میں نے اس کے ملنے والے کو کہا کہ نہ میں اسے پڑھنے کی طاقت رکھتا ہوں نہ جواب لکھنے کی جب وہ والی خلافت بنا تو میں اس کے پاس گیا اور ملنے کے لئے کہا کہ میرے صدق واخلاص کی دلیل یہ ہے کہ تیرے باپ کے بارے میں میں نے تیری حمایت نہیں کی ہے وہ کہنے لگا سچ ہے تو وزیر رہنے کے قابل ہے۔ میرے کسی دوست نے بتایا کہ کچھ لوگوں نے اپنا قرض وصول کرنے کے لئے اس کا کچھ حصہ خزانہ میں دینا تسلیم کر لیا مسترشد نے خزانہ کے نگران کو کہا کہ باقی مال ان کو دیدو اور جو انہوں نے تسلیم کیا ہے وہ لے لو ابن الرطبی کو بلا کر معاملہ پیش کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ یہ ظلم ہے اور میں اس کا فیصلہ نہیں دے سکتا۔اس نے کہا کہ بادشاہ کی تجویز ہے جواب دیا کہ میں کیا کروں؟ چنانچہ ایک اور قاضی بلایا گیا جس نے فیصلہ دے دیا خلیفہ کو اطلاع دی گئی تو اس نے کہا کہ ابن الرطبی کی بات پر ان کا شکریہ ادا ہونا چاہئے اور دوسرے کو معزول کر دیا جائے اس کی وجہ یہ ہے کہ اسے معلوم ہو گیا کہ ابن الرطبی نے صحیح کہا ہے اسی طرح کا وہ قصہ ہے کہ سلطان نے مطالبہ رکھا کہ مجھے "ملک الملوک" (بادشاہوں کا بادشاہ) کہا کرو فقہاء سے فتویٰ طلب کیا گیا سب نے اجازت دے دی الماوردی کے سوا اس سے سلطان کے ہاں اس کی قدر بلند ہوئی تلاش کرنے سے ایسی مثالیں بہت سی مل سکتی ہیں بہتر یہ ہے کہ اپنی نیت خالص کی طاعت کے لئے درست کرنی چاہئے گو مخلوق ناراض ہو کہ وہ خود ذلیل ہوں گے اور خالق کو ناراض نہ کرے کہ وہ مخلوق کو بھی اس پر ناراض کر دے گا اور دونوں طرف کا خسارا ہو گا۔

غلاظت کے سبزہ سے بچو

عاقل کو چاہئے کہ جس کے ساتھ ملاقات' معاشرت' مشارکت' دوستی یا رشتہ داری کا معاملہ کرنا چاہتا ہے اس کی اصل اور خاندانی شرافت کو دیکھے پھر ظاہری شکل و صورت کو کہ ظاہر کی اصلاح باطنی اصلاح کی علامت ہوتی ہے اور اصول اس لئے کہ شے اپنے اصل کی طرف لوٹتی ہے اور یہ بعید بات ہے کہ جس کا اصل اچھا نہ ہو اس میں کوئی خوبی پائی جائے چنانچہ ایک خوبصورت عورت جب گھٹیا خاندان کی ہو تو کم ہی پاک دامن ہوتی ہے یہی حال معاشرت' مشارکت وغیرہ میں ہوتا ہے لہذا ایسے شخص کے سوا جو اچھی اصل والا ہے اور کسی عیب کا اس میں خطرہ نہیں ہے کسی سے بھی میل ملاقات یا معاملات رکھو کہ اسی کے ساتھ غالب یہ ہے کہ سلامتی ہوتی ہے اور غیر متوقع صورت کم ہی پیش آتی ہے۔ عمر بن عبدالعزیزؒ نے ایک شخص کو کہا مجھے مشورہ دو عامل کس طرح کار کھوں وہ کہنے لگا کہ دین دار لوگ تجھ سے ریاست اور عہدہ کے طالب ہی نہیں ہوں گے اور اہل دنیا کو عہدہ دینا نہیں چاہئے البتہ شرفاء کو دیکھ لو کہ وہ اپنی شرافت کو نامناسب امور سے بچانے کی کوشش کریں گے۔ ابوبکر الصولی نے بتایا کہ مجھے حسین بن یحییٰ نے اسحاق سے نقل کیا وہ کہتے ہیں کہ مجھے ایک دن معتصم اپنے ساتھ حمام پر لے گیا واپس آئے تو تنہائی میں کہنے لگا اے ابو اسحاق میرے دل میں ایک کھٹک ہے جس کے بارے پوچھنا چہتا ہوں وہ یہ کہ میرے بھائی مامون نے کچھ لوگوں کو اپنے لئے منتخب کیا اور وہ بہت اچھے ثابت ہوئے اور میں نے بھی ان ہی جیسوں کا انتخاب کیا مگر وہ اچھے ثابت نہیں ہوئے۔ میں نے کہا وہ کون لوگ ہیں کہنے لگا اس نے طاہر کو اس کے بیٹے کو اسحاق اور آل سھل کو لیا ہے اور تجھے معلوم ہے کہ وہ کیسے ہیں اور میں نے افشین کو رکھا اس کا حال تیرے سامنے ہے اور اسناش کو رکھا اسے ناکام پایا اور یہی حال ایتاخ اور وصیف کا ہے۔ میں نے کہا امیر المومنین جواب تو ہے اگر غضب سے امان ہو معتصم نے امان کا وعدہ کیا میں نے کہا تیرے بھائی نے اصول اور خاندان کو دیکھ کر عہدہ پر لگایا تو ان کی فروع اور شاخیں اچھی ثابت ہوئیں اور تو نے ایسی شاخوں کو انتخاب کیا ہے جن کی کوئی اصل نہیں تو نجابت کہاں سے آئے معتصم نے کہا اے ابو اسحاق گزشتہ طویل مدت کی اٹھائی ہوئی مشقت میرے لئے تیرے اس جواب سے آسان تھی باقی رہا صورت کا معاملہ تو جب شکل اور ظاہر صحیح ہوگا تو غالب یہی ہے کہ باطن بھی صحیح ہوگا اور اخلاق اچھے ہوں گے اور ظاہر میں عیب ہو

ہندستانی لائبریری
گارڈن ریچ روڈ۔ مٹیا برج۔ کلکتہ

گا تو باطن میں بھی ہو گا۔ لہٰذا آفت زدہ آدمی مثلاً اندھا گنجا وغیرہ سے بچنا چاہئے کہ ایسے لوگوں کے باطن اکثر و بیشتر ناقص ہوتے ہیں پھر ساتھیوں اور ملاقاتیوں کے اصول پہچاننے اور کمال ظاہر و باطن پر کھنے کے بعد تعلق قائم کرنے سے پہلے کچھ تجربہ بھی کر لینا چاہئے اور احتیاط بہر حال لازم ہے۔

حسن تدبیر

عاقل کے لئے بہتر یہ ہے کہ انجام و عواقب پر نظر رکھے ہر ممکن اور متوقع چیز سے محتاط رہے اور اپنی موجودہ حالت پر جو معاشی لحاظ سے اور صحت بدن کے اعتبار سے موافق حال ہے اعتماد کر لینا اور مست رہنا غلطی ہے۔ بسا اوقات یہ حالت وفا نہیں کرتی لہٰذا اس کے انقطاع کا خوف و خطرہ بھی ساتھ رہنا چاہئے جس سے وہ تغیرات احوال کے لئے مستعد رہے گا اور ایسے ہی اسے ایسی لذتوں پر نظر رکھنی چاہئے جو خود تو ختم ہو جاتی ہیں مگر ان کے آثار اور عار قائم رہتے ہیں اور اسی طرح سست روی اور آرام پسندی پر بھی دھیان رکھے اور اس جہالت پر بھی جو ان کے بعد پختہ ہو جاتی ہے اور اسی طرح ان مرادوں کے حاصل کرنے پر جو لطائف الحیل کے بغیر حاصل نہیں ہوتیں خصوصاً جبکہ حصول کا تعلق کسی سمجھ دار سے ہو جو معمولی اشاروں کو بھی پہچان لیتا ہو لہٰذا جو کسی ہوشیار آدمی پر غلبہ چاہتا ہے اسے بہت زیادہ دقت نظر اور تدبیر میں لطافت کی ضرورت ہے اور کتب الحیل (حیلوں کی کتابوں) میں خیالات اور ذہن کو تیز کرنے کی تدابیر مذکور ہیں جن کی بعض اجمالی صورتیں ہم نے کتاب الاذکیا میں نقل کی ہیں مثلاً ایک شریف آدمی کسی سے ڈرتا نہیں تھا اور نہ کسی کے آنے پر کھڑا ہوتا تھا اس کے پاس سے ایک وزیر گزرا اور اس نے سلام بھی کہا مگر اس نے جواب دیا نہ کھڑا ہوا اس وزیر نے ایک آدمی کو کہا کہ فلاں شخص کو کہو کہ میں نے امیر المومنین کے ہاں اس کے لئے بات کی ہے اور اس نے ایک لاکھ کا حکم دیا ہے لہٰذا آکر وصول کرلے اس آدمی نے اسے خبر دی تو وہ کہنے لگا اگر واقعی میرے لئے امیر نے کچھ حکم دیا ہے تو اسے نافذ کر دے معلوم ہوتا ہے وزیر یوں آمد و رفت کے ذریعہ مجھے ذلیل کرنا چاہتا ہے تو جب کسی ہوشیار آدمی کے ساتھ پالا پڑ جائے تو اس سے احتیاط بھی کرنی چاہئے اور بہت سے ذکی لوگ کسی ہوشیار سے اپنی اغراض حاصل نہیں کر سکتے تو ان کو عطیے دیتے ہیں اور خوب اکرام کرتے ہیں تاکہ کسی طرح سے اسے شکار کرلیں پھر اگر وہ فہم میں کم ہوا تو جال میں پھنس جائے گا اور اگر اس سے بڑھ کر ہوشیار ہے تو

سمجھ لے گا کہ اس کے نیچے کچھ اور ہے مستور ہے لہذا وہ اور محتاط ہو جائے گا اور سب سے زیادہ احتیاط بھی کرنی چاہئے اور سب سے زیادہ احتیاط اپنے مظلوم شخص سے ہونی چاہئے کیونکہ تو جب کسی کو ایذا دیتا ہے تو اس کے قلب میں عداوت کا پودا لگا دیتا ہے لہذا اب اس کے برگ وبار سے بے خوف نہ ہونا چاہئے اور اس محبت کو مت دیکھ جسے وہ ظاہر کر رہا ہے اگرچہ قسم بھی کھائے اور اگر کبھی قریب ہونے کا موقعہ آئے تو بہت احتیاط رکھنی چاہئے غفلت شعاری کی ایک صورت یہ ہے کہ تو کسی شخص سے انتقام لیتا ہے یا بد سلوکی کرتا ہے اور تجھے معلوم ہے کہ ایسی چیزیں کینہ پیدا کرتی ہیں پھر تو اسے اپنے سامنے ذلیل دیکھ رہا ہے اپنے کئے پر نادم ہے توبہ کر رہا ہے اطاعت دکھا رہا ہے جسے دیکھ کر تو اسے اچھا سمجھنے لگتا ہے اور خود جو کچھ اس کے ساتھ کر چکا ہے اسے بھول جاتا ہے اور یہ گمان کرنے لگتا ہے کہ اس نے میری سب باتیں دل سے گنوا دی ہیں اور موقعہ ملنے پر وہ تیرے لئے مشکلات پیدا کرتا ہے تدابیر قائم کرتا ہے جیسا کہ قیصر کے لئے زباء - کی طرف سے ہوا جس کا قصہ معروف ہے۔

لہذا جسے تو ایذا دے چکا ہے اس کے ساتھ رفاقت مت رکھو اور اگر ضرورت پڑ ہی جائے تو ظاہر پر کفایت کرو کہ کینے سے امن ممکن نہیں اور جب تو اپنے دشمن میں غفلت محسوس کرے اور یہ کہ وہ پھر ایسا نہ کرے تو اس کے ساتھ احسان کر کہ وہ تیری عداوت کو بھول جائے گا اور یہ خیال نہیں کرے گا کہ تو نے اس کی بری حرکت کا انتقام دل میں چھپا رکھا ہے ایسے میں تو ہر غرض اس سے حاصل کرلے گا اور دشمن کے سامنے عداوت کا اظہار کمزوری کی بات ہے بہترین تدبیر دشمن کے ساتھ لطف و مہربانی کا سلوک ہے حتی کہ اس کی شوکت کا توڑ ہو سکے اور اگر توڑ نہ بھی ہو سکا تو یہ لطف کا معاملہ اس کے ہاتھ کو ایذا سے روکنے کا ذریعہ بنے گا اور بعض ایسے ہوتے ہیں جنہیں تمہارے حسن سلوک سے حیا آنے لگے گی جس سے دل میں انقلاب پیدا ہو گا سلف کی ایک جماعت تھی جنہیں پتہ چلتا کہ فلاں نے انہیں گالی دی ہے تو اسے ہدیہ بھیجتے اور عطیہ دیتے اس طرح فوری طور پر وہ اس کے شر کو روک لیتے تھے اور دل کے پلٹنے کی تدبیر بھی کرتے تھے اور اس طرح ان کو کسی تدبیر اور حیلہ کی فرصت بھی مل جاتی تھی اگر ارادہ ہوتا۔ انجام پر نظر رکھنے والے اور ہر ممکن صورت میں غور کرنے والے

- الزباء عرب کی ملکہ تھی اس کے باپ کو قیصر نے قتل کیا تھا جس کے بعد یہ تخت نشین ہوئی اور انتہائی چالاکی اور لطائف الحیل سے قیصر پر قابو پا کر قتل کیا اور یوں باپ کا انتقام لیا (تفصیل طویل ہے کتاب الاذکیا میں دیکھیں)

ذہن کا مؤدب ہونا کافی ہے۔

راز کو چھپانا

میں نے اکثر لوگوں کو دیکھا ہے کہ وہ افشاء راز میں بے قابو ہو جاتے ہیں اور جب وہ راز عام ہو جاتا ہے تو آگے بتانے والے پر ناراض ہوئے۔ کیا تعجب ہے؟ کہ خود تو اسکی حفاظت میں عاجز آجاتے ہیں اور جو آگے بات چلاتا ہے اسے ملامت کرتے ہیں حدیث پاک میں ہے: اپنے معاملات کی تکمیل میں کتمان (رازداری) سے کام لو اور نفس پر خدا کی چیز کو چھپانا بہت گراں ہے اور وہ اس کے اظہار میں راحت محسوس کرتا خصوصا جب کہ وہ مرغ ہو یا غم یا عشق ہو اور یہ چیزیں ویسے بھی بہت جلد افشاء ہو جاتی ہیں اور ان کا کتمان بھی چنداں ضروری نہیں کتمان تو اس حیلہ یا تدبیر کا ضروری ہوتا ہے جس کے ذریعہ کسی غرض کا حصول مقصود ہوتا ہے کہ ایسی چیز کا تکمیل سے پہلے افشاء بد تدبیری کی بات ہے کیونکہ جوں ہی یہ بات ظاہر ہوگی وہ اپنے ارادہ میں ناکام ہو جائے گا اس قسم کے افشاء کرنے والے کا کوئی عذر قابل قبول نہیں۔ آنحضرت ﷺ کسی غزوہ کا ارادہ فرماتے تو دوسری اطراف کا ذکر فرمایا کرتے اگر کوئی کہتا کہ میں تو اپنے بااعتماد کے پاس بات کرتا ہوں تو اسے بتایا جائے گا کہ جو بات اپنے دو ہونٹوں سے نکل جاتی ہے وہ شائع ہو جاتی ہے اور دوست بھی کبھی راز کو نہیں چھپاتے کتنی بار سننے میں آیا ہے کہ ایک آدمی ذکر کرتا ہے کہ سلطان فلاں کو پکڑنا چاہتا ہے اور بات فلاں تک پہنچ گئی وہ بھاگ گیا اور سلطان کا مقصد فوت ہو گیا بس محتاط آدمی وہی ہے جو اپنا راز کسی پر افشاء نہیں کرتا اور اپنا راز بیٹے یا بیوی کے پاس ذکر کرنا بھی عاجزی اور بیچارگی کی بات ہے اور مال بھی اسرار میں سے ایک سر اور راز ہے اور اس پر مطلع کرنا بھی مصائب کو دعوت دینا ہے اگر مال کثیر ہو گا تو وارث اس کی موت کی تمنا کریں گے قلیل ہوا تو زندگی کی دعا دیں گے تو اور کبھی کثیر مال سے بقدر کثیر مطالبہ کرنے لگتے ہیں اور اس کے اخراجات تنگ ہونے لگتے ہیں اور مصائب کو چھپا کے رکھنا بھی کتمان سر میں داخل ہے کیونکہ ان کا اظہار خوش ہونے والوں کو اچھا لگتا ہے اور دوستوں کو تکلیف دیتا ہے اسی طرح عمر کی مقدار چھپانا بھی مناسب ہے کہ اگر زیادہ ہوگی تو لوگ بوڑھا سمجھیں گے اور کم ہوئی تو حقیر جانیں گے اور بہت سے کوتاہ اندیش اپنے احباب میں کسی امیر یا سلطان کا ذکر کر دیتے ہیں اور اس کے بارے میں کچھ کہہ دیتے ہیں شدہ شدہ یہ بات وہاں پہنچ جاتی ہے اور اس کی ہلاکت کا سبب بنتی ہے اور کبھی ایک آدمی

اپنے دوست کا کمال اخلاص دیکھ کر اپنا راز اسے بتا دیتا ہے حالانکہ کہنے والے کہتے ہیں (ترجمہ) اپنے دشمن سے ایک مرتبہ بچو اور اپنے دوست سے ہزار مرتبہ کیونکہ بسا اوقات دوست بگڑ جاتا ہے تو مضرت رسانی کے پہلوؤں سے زیادہ واقف ہوتا ہے اور کئی دفعہ آدمی اپنی بیوی یا دوست کے پاس راز کہہ دیتا ہے تو پھر وہ اس کے ہاتھ گروی ہو کر رہ جاتی ہے بیوی کو طلاق دینے کی جرأت اور دوست کو چھوڑ دینے کی ہمت نہیں رہتی مبادا اس کا خطرناک راز فاش ہو جائے بس محتاط وہی شخص ہے جو لوگوں کے ساتھ ظاہر داری کا معاملہ رکھتا ہے اس کا راز اس کے سینے میں تنگی محسوس نہیں کرتا اور بیوی اگر الگ بھی ہو جائے یا دوست چھوڑ جائے یا خادم جاتا رہے تو کوئی بھی ان میں سے اس کے متعلق مکروہ بات نہ کہہ سکے گا اور راز کی سب سے اہم باتیں خلوتوں کی ہوتی ہیں لہذا خلوت میں محتاط رہنے والے کو چاہئے کہ لوگوں کے سامنے بھی زیادہ بے تکلف نہ ہو جسے نور عقل نصیب ہو جائے اسے نصیحت کرنے سے پہلے ہی درست راہ معلوم ہو جاتی ہے۔

تکرار قوت حافظہ کو غذا دیتا ہے

نفس پر سب سے بڑھ کر شاق اور گراں گزرنے والی بات میں نے حفاظت علم اور اسکے تکرار میں دیکھی ہے خصوصاً ایسی چیز کا تکرار جس کے یاد کرنے یاد ہرانے میں کوئی لذت نہیں مثلاً فقہی مسائل، بخلاف اشعار اور مقفی مسجع عبارتوں کے کہ ان کے تکرار میں گونہ لذت کا احساس ہوتا ہے گو مشکل بھی ہوں کہ ان میں پہلی یا دوسری مرتبہ میں کچھ لذت ہوتی ہے ہاں زیادہ تکرار گراں ہوتا ہے مگر فقہی صعوبت اور مشکل سے اور دیگر طبعی پسندیدہ چیزوں سے پھر بھی کم چنانچہ عمومی میلان نفس کا تجھے حدیث شریف کی طرف اشعار یا تصانیف و تحریر کی طرف محسوس ہوگا کیونکہ ان میں ہر لحظہ اسے ان دیکھی چیز دکھائی دیتی ہے تو یہی ایک جاری پانی کے مثل ہو گیا کہ اس کا ہر بعد کا جز اور حصہ پہلے سے الگ ہے ایسے ہی جو شخص ایسی چیز لکھ رہا ہے جس کا سننا اسے پسند ہے یا تصنیف کرتا ہے تو وہ اس میں جدت سے لذت پاتا ہے اور تکرار کی تعب و تکان میں راحت محسوس کرتا ہے مگر عاقل آدمی کا پورا وقت تکرار و اعادہ میں لگنا چاہئے خصوصاً بچے اور نوجوان کا کہ ان دنوں کا تکرار ایسا استقرار پکڑتا ہے کہ کبھی زائل نہیں ہوتا اور تکرار سے تھکن محسوس ہو تو لکھنے میں لگ جائے مگر تکرار کے وقت میں تحریر کی طرف نفس کو کبھی رخ نہ کرنے دے بلکہ زور دے کر اسی پر لگائے کہ اس

کی تعریف و تحسین بھی اسی طرح ہو گی جیسے رات بھر کے سفر کی تحسین بھی اسی طرح ہو گی جیسے رات بھر کے سفر کی تحسین صبح کے وقت ہوتی ہے اور جس نے یاد نہیں کیا اسے غور و فکر اور فتوی کے وقت کسعی (نامی عورت) کی طرح ندامت اٹھانی پڑے گی اور حفظ میں ایک قابل قدر نکتہ یہ ہے کہ فقیہ درس کو یاد کرتا اور دہراتا ہے پھر چھوڑ دیتا ہے تو بھول جاتا ہے تو دوبارہ یاد کرنے کا محتاج ہوتا ہے لہذا بہتر ہے کہ حفظ کو مضبوط اور تکرار کی کثرت کی جائے تا کہ حفظ کی بنیاد ہی پختہ ہو جائے۔

خلوت و تنہائی کے اصول

مجھے تنہائی سے بڑھ کر کوئی چیز مفید دکھائی نہیں دی خصوصاً ایک عالم اور زاہد شخص کے لئے کیونکہ تجھے جو ملے گا اور ماشاء اللہ تیری مصیبت پر خوش ہونے والا یا نعمت پر حسد کرنے والا ملے گا یا پھر ایسا جو تیری غلطیاں پکڑنے والا ہو گا پس کیا ہی خوب ہے کنج تنہائی جس میں نہ غیبتوں کی بدمزگی نہ تکلفات کی آفتیں نہ پوشیدہ عداوت کے احوال اور نہ وقت کا ضائع ہونا پھر قلب خلوت میں یکسوئی کے ساتھ ان باتوں میں غور و فکر کر لیتا ہے جن سے مجلس میں مصروف رہتا ہے لہذا وہ اپنی دنیا اور عقبیٰ کی تدابیر سوچتا ہے اور اس کی مثال اس روشن دماغ شخص کی سی ہے جو کسی محفوظ جگہ میں مختلف انواع کی چیزیں لئے بیٹھا ہے اور ان کی اصلاح کر رہا ہے اور مجلسی آدمی جیسا بھی میں نے کوئی نہیں دیکھا کہ وہ لوگوں کی ملاقات اور گفتگو کی وجہ سے اپنے حالات کا مشاہدہ بھی کر رہا ہے مگر مصروف اتنا ہے کہ ادھر توجہ نہیں دے سکتا بس اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جو عنقریب سفر پر جانے والا ہے وقت قریب آ چکا ہے مگر یہ لوگوں کی مجلس میں بیٹھا ہے اور ان کے ساتھ گفتگو میں مصروف ہے حتی کہ نکل جج گیا اور یہ کچھ بھی تیاری نہ کر سکا اگر خلوت اور تنہائی میں اس کے سوا کچھ فائدہ نہ ہوتا کہ سفر کے لئے تیاری کی فکر اور اہل مجلس کے شر سے سلامتی نصیب ہو جاتی ہے تو یہ بھی بہت کچھ تھا۔ مگر ہاں در حقیقت خلوت و تنہائی عالم اور زاہد کا حصہ ہے کہ یہ خلوت کے مقصد کو سمجھتے ہیں اور اس سے اچھے سے اچھے مفادات حاصل کرتے ہیں چنانچہ عالم آدمی کا علم اس کا انیس (دوست) ہوتا ہے اس کی کتابیں اس کی ہمکلام ہوتی ہیں اور اسلاف کی سیرت کا مطالعہ اس کا سہارا ہوتا ہے اور گزشتہ دور کے حوادث میں غور و فکر اس کے لے ء کشادگی کا ذریعہ ہوتا ہے پھر اگر اپنے علم کے ذریعہ حق سبحانہ و تعالی کی معرفت کاملہ کے مقام تک پہنچ گیا اور اس کی

محبت کے دامن کو تھام لیا تو اس کی لذات بے حد و حساب بڑھ جاتی ہیں اور وہ عالم موجودات سے بیگانہ ہو جاتا ہے اپنے محبوب کے ساتھ یکسوئی اختیار کرتا ہے اور اپنے علم کے مقتضیٰ پر عمل کرتا ہے ان کا اعتزال و خلوت گزینی یہ ہے کہ ایذا والی چیزوں سے الگ ہو گئے۔ اب یہ جماعت میں ہوں تب بھی خلوت میں ہیں۔ بس یہ اور زاہد دونوں خود مخلوق کے شر سے محفوظ ہو گئے ہیں اور مخلوق ان کے شر سے بچ گئی ہے بلکہ یہ لوگ اہل عبادت و طاعت کے لئے پیشوا اور سالکین کے لئے نشان راہ ہیں سننے والا ان کے کلام سے نفع پاتا ہے ان کی نصیحت سن کر آنسو بہنے لگتے ہیں اور مجمعوں پر ان کی ہیبت چھا جاتی ہے بس جو شخص ان میں سے کسی ایک جیسا بننا چاہتا ہے وہ خلوت پر ثابت قدمی دکھائے گو ناگواری بھی ہو تب اس کا صبر شہد جیسا میٹھا پھل لائے گا اور لوگوں سے مجلس آرائی کرنے والے عالم سے خدا کی پناہ۔ خصوصاً جو ارباب سلطنت اصحاب ثروت سے محفل رکھتا ہے نفع کماتا ہے اور نفع دیتا ہے کچھ یہ چھینتا ہے کچھ اس سے چھینا جاتا ہے دنیا کا جو مال و متاع اسے حاصل ہوتا ہے اس سے کئی گنا زیادہ اس کا دین جاتا رہتا ہے۔ فساق کے سامنے ذلت سے روکنے والی خودداری ان کی کہاں گئی اور جو شخص اس کی پرواہ نہیں رکھتا اس نے علم کا ذائقہ تک نہیں چکھا اور نہ ہی اس کی مراد کو سمجھا بلکہ یہ اس وجہ سے گویا ایسی وادی میں پہنچ گیا ہے جو بے آب و گیاہ اور بے آباد ہے جہاں ہر سو مایوسی کے آثار ہیں اور یہیں پر یہ ہلاک ہو رہے گا اور یہی حال اس نام نہاد صوفی کا ہے جو لوگوں سے خلط ملط رکھتا ہے کہ وہ ریاکاری' بناوٹ اور نفاق کی راہ پر چل نکلا ہے۔ یہ بھی اپنے دونوں حصے ضائع کر چکا ہے نہ دنیا اور اس کی نعمتیں حاصل ہوئیں اور نہ ہی آخرت ملی۔ ہم اللہ تعالیٰ سے لذیذ خلوت کی دعا کرتے ہیں اور شر سے علیحدہ رہنے کی جس میں وہ ہمیں اپنی مناجات کے قابل بنا دے اور ہم سب کو اپنی نجات کی فکر عطا کرے بے شک وہ قریب ہے' قبول کرنے والا ہے۔

سفر کی تیاری

کس قدر احمق ہے وہ شخص جو نہیں جانتا کہ موت کب آئے گی اور پھر اس کے لئے تیاری نہیں کرتا اور سب سے بڑا احمق اور غافل وہ ہے جو ساٹھ برس سے گزر کر ستر کے قریب پہنچ گیا ہے کیونکہ ان دو عددوں کے درمیان عموماً اموات واقع ہوتی ہیں اور میدان میں اترنے والا تیاری کر کے اترتا ہے مگر یہ اس کے باوجود تیاری سے غافل ہے۔ شعر (ترجمہ) نوجوان تو یہ کہتے ہیں کہ ہم بڑھاپے میں پہنچ کر گناہ چھوڑ دیں گے مگر بوڑھے کیا

کہیں گے تخد ابوڑھے کے لئے ہنسی کی کوئی وجہ نہیں اور اس کا مزاح کرنا بھی بے معنی ہے اور اس کا دنیا میں اشتغال جب کہ وہ اسے اپنے سے پرے ہٹا چکی ہے اس کے قویٰ اور عقل کو بے کار کر دیتا ہے بھلا ساٹھ برس کے بعد اس کا ٹھکانہ ہے کہاں ؟ پھر اگر یہ ستر برس کی طمع کرتا ہے تو وہاں تک انتہائی مشقت سے پہنچ پاتا ہے اٹھ کے کھڑا ہو تو زمین دھکا لگاتی ہے (یعنی پاؤں نہیں جمتا) چلتا ہے تو ہانپتا ہے بیٹھتا ہے تو سانس گھٹتا ہے دنیا کی مرغوبات کو دیکھتا ہے مگر ان کے حصول پر قادر نہیں ہے اگر کچھ کھاتا ہے تو معدہ سخت ہو جاتا ہے اور ہضم مشکل سے ہوتا ہے وطی کرنا چاہے تو بیوی کو ستائے گا اور بیمار پڑ جائے گا اور زائل ہونے والی قوت کی ایک طویل مدت تک تلافی ممکن نہیں بس اس کی زندگی اسیرانہ زندگی ہے اور اگر اسی برس کی طمع میں ہے تو وہاں تک بچے کی طرح گھسٹ کر پہنچے گا (شعر) اسی سال کے دہائی میں جو داخل ہوتا ہے تو طرح طرح کی آفات اسے دبوچ لیتی ہیں لہذا عاقل وہ ہے جو زمانے کے درجات کو پہچانتا ہے کیونکہ کہتے ہیں کہ بلوغ سے پہلے صبی (بچہ) ہوتا ہے جس پر کوئی پابندی لازم نہیں ہاں اگر اسے عقل سمجھ آجائے جیسا کہ بعض بچوں کی عقل سمجھ بچپن ہی سے انہیں فضائل اور علوم کے اکتساب پر لگا دیتی ہے اور جب بالغ ہو جاتا ہے تو اسے معلوم ہونا چاہئے کہ یہ خواہشات کے لئے مجاہدہ کرنے اور علم سیکھنے کا زمانہ ہے اور اولاد ہو جائے تو ان کے لئے کسب کا دور شروع ہو گیا اور چالیس کو پہنچا تو یہ سب باتیں ختم بس اب عمر کے فرائض پورے کرے گا اور وطن کو واپسی کے سوا کوئی مشغلہ نہیں (شعر) گویا کہ نوجوان عمر کی منزلیں طے کرتا اور چڑھتا جا رہا ہے اور چالیس سے گزرنے کے بعد نزول شروع ہو جاتا ہے چالیس برس ہو جانے کے بعد پوری فکر اور توجہ زاد آخرت کے لئے لگا دینی چاہئے اور اس کی ہر نظر اپنے مستقبل پہ ہونی چاہئے اور سفر کی تیاری میں لگنا چاہئے یہ خطاب گو بیس برس کے جوان کو بھی ہے مگر چھوٹے کو تو تلافی کی امید ہو سکتی ہے بڑے کو نہیں اور ساٹھ برس کا ہو جائے تو اس کی عمر ہی میں اللہ تعالیٰ نے عبرتیں رکھ دی ہیں اور اب یہ زمانہ کی خطرناک حد سے آگے گزر گیا ہے اب تو ہمہ تن اپنا زاد اور سامان سفر تیار کرنے کے لئے متوجہ ہو جانا چاہئے اور یقین کرلے کہ اس کی زندگی کا ہر دن اسے غنیمت میں مل رہا ہے خصوصاً جب کہ ضعف زیادہ ہو جائے اور جوں جوں عمر اب بڑھتی جائے اسے اپنی تیاری اور تیز کرنی چاہئے اور جب اسی کے دہاکے میں داخل ہو جائے اب تو بس روانگی ہی ہے اب باقی عمر میں یا گزشتہ کوتاہیوں پر افسوس رہ گیا ہے یا ضعف کے باوجود جو عبادت کرلے ہم اللہ تعالیٰ سے کامل بیداری کا سوال کرتے ہیں جو ہمیں

غفلتوں کی نیند سے چھڑائے اور عمل صالح کی درخواست کرتے ہیں جن کے سبب انتقال کے دن ندامت سے حفاظت ہو سکے بس توفیق بھی وہی دیتا ہے۔

فلسفہ سے ممانعت

اسلاف نے فلسفہ اور کلام میں پڑنے سے ایک عظیم خطرہ کی وجہ سے منع فرمایا ہے اور وہ یہ ہے کہ انسان کی خواہش ہوتی ہے کہ جہاں نظر نہ جاسکے اسے بھی دیکھ لے پھر کبھی اسی میں وہ حیران ہو جاتا ہے اور ممنوع کی طرف نکل جاتا ہے مثلاً ہم جب ذات خالق کے بارے میں سوچتے ہیں تو عقل حیران اور حواس بے کار ہو جاتے ہیں اور ان امور سے ماوراء کو یہ نہیں سمجھ سکتے اور اگر ہم نہ اس کے افعال دیکھیں تو وہ ایک محکم چیز بناتا ہے اور پھر توڑ دیتا ہے اور ہمیں اس کی حکمت معلوم نہیں ہوتی لہذا عاقل کو چاہئے کہ جیسے وہ کسی چیز کو دیکھنے کی طاقت نہیں رکھتا تو ادھر نظر بھی نہ کرتا ایسے ہی ادھر سے بھی رک جائے اور جب عقل درست ہوتی ہے تو خالق کے وجود کی دلیلوں میں نظر کرتی ہے جو اس کی مصنوعات ہیں اور وہ بعثت انبیاء کو جائز سمجھتے ہوئے ان کے معجزات سے دلیل پکڑتی ہے تو اس کے لئے یہ بات اس سلسلہ میں تعرض کرنے سے کفایت کر جاتی ہے جس کی اسے ضرورت نہ تھی اور وہ جب کہتا ہے کہ قرآن کلام اللہ ہے جس کی دلیل ہے "حتی یسمع کلام اللہ" تو اب کسی اور چیز کی ضرورت نہیں حکایت ہے کہ ایک بادشاہ نے اپنے حکمرانوں اور عمال کو شہر شہر خط بھیجے کہ تمہارے پاس آرہا ہوں فلاں فلاں تیاری کر کے رکھو سب نے تیاری کر لی مگر ایک صاحب خط پکڑ کے بیٹھ گیا اور سوچنے لگا کہ یہ چٹھی دوات کی سیاہی سے لکھی ہوئی ہے یا کسی اور روشنائی سے کھڑے کھڑے لکھی ہو گی یا بیٹھ کر وغیرہ وغیرہ بس اپنے فکر اور فلسفے میں ہی تھا کہ بادشاہ آن پہنچا اور جو کچھ اس نے حکم دیا تھا یہ کچھ بھی نہ کر پایا تھا تو بادشاہ نے دوسروں کو تو انعامات دیئے اور اسے قتل کروا دیا۔

حقیقی لذت

دنیا کے طالب اس کی حقیقی لذت سے غافل ہیں کیونکہ جو لذت کی چیزیں ہیں ان میں شرافتِ علم ہے عفت کا جوہر ہے خودداری ہے قناعت کی عزت ہے مخلوق پر فضیلت حاصل کرنے کی چاشنی ہے۔ باقی خوردونوش کے چٹخارے اور نکاح کے مزے، تو لذت سے جاہل آدمی کا مشغلہ ہے کیونکہ یہ چیزیں ازخود مقصود نہیں بلکہ بدن میں قوت کے لئے یا اولاد

حاصل کرنے کے لئے ہیں اور ویسے بھی نکاح میں بھلا کیا لذت ہے جو مباشرت سے قبل معدوم ہے اور عین حالت مباشرت میں ایک جوش ہے جسے قرار نہیں اور اس کے بعد یہ حال کہ گویا کچھ ہوا ہی نہیں البتہ بدن میں ضعف کے آثار باقی رہ جاتے ہیں کچھ ایسا ہی حال طعام کا ہے کہ بھوک ہو تو سادہ اور پر تکلف برابر ہوتا ہے اور زیادہ کھالو تو جان کا خطرہ بھی ہو جاتا ہے حضرت علیؓ کا قول ہے کہ فتنہ کی بنیاد تین چیزوں پر ہے (۱) عورتیں: یہ شیطان کا پھیلایا ہوا جال ہے (۲) شراب جو اس کی سونتی ہوئی تلوار ہے (۳) دینار و درہم یہ زہر میں بجھے ہوئے تیر ہیں جو شخص عورتوں کی طرف مائل ہوتا ہے اس کی زندگی میں صفائی نہیں رہتی اور شراب کا شوقین عقل سے بے بہرہ ہو جاتا ہے اور دینار و درہم کا عاشق زندگی بھر ان کا غلام بن کے رہ جاتا ہے۔

فلسفہ کی گمراہیاں

عقاید میں مشکل پڑنے کی بنیادی وجہ امر خالق کو مخلوق کے احوال پر قیاس کرتا ہے چنانچہ فلسفہ نے جب دیکھا کہ ایک چیز کو کسی شی (مادہ) کے بغیر بنانا عادتاً محال ہے تو وہ قدم عالم کے قائل ہو گئے اور جب انہیں ہر ہر شی کا علمی احاطہ مشکل دکھائی دیا تو کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ کا علم اجمالی ہے تفصیلی نہیں اور یہ دیکھ کر بدن بوسیدہ ہو کر بالکل تلف ہو جاتے ہیں تو ان کے دوبارہ جی اٹھنے کا انکار کر دیا اور کہنے لگے کہ اعادہ کا مطلب ارواح کو اپنے مرکز کی طرف لوٹانا ہے اور جو شخص بھی خالق کی صفات کو مخلوق کی صفات پر قیاس کرتا ہے وہ کفر کی طرف نکل جاتا ہے چنانچہ مجسمہ فرقہ بھی اسی میں داخل ہو گیا کہ انہوں نے اوصاف باری تعالیٰ وہی مانے جو عقل میں آئے اور ایسے اس کی تدبیر بھی بس جو شخص اسی چیز کو اوصاف میں سمجھے گا جو عادۃً عقل میں آجاتی ہے وہ حیوان کے ذبح کو اچھا نہیں کہے گا امراض کو قبیح جانے گا احمق کے حصہ میں دولت اور ایک قوی عقلمند کے لئے فقر کی تقسیم کو حکمت کے خلاف کہے گا اور مخلوق میں یہ باتیں یوں ہی تصور کی جاتی ہیں رہا خالق کا معاملہ تو عقل اس کی حکمت کو نہیں پا سکتی ہاں اس کا وجود اس کی ملک اس کی حکمت اسے تسلیم ہے مگر ان کی تفصیلات مخلوق میں مروجہ عادات کے مطابق کرنا جہل ہے۔ کیا معلوم نہیں؟ کہ معترض اول (ابلیس) نے مناظرہ کرتے ہوئے کہا تھا: انا خیر منہ (میں اس سے بہتر ہوں) اور ایسا ہی اس کے ایک خلیفہ ابو العلاء المعری کا قول ہے "کہ وہ تیری ناپسندیدہ باتیں دیکھ کر زندیق بن گیا" ہم اللہ تعالیٰ سے

تسلیم کی توفیق مانگتے ہیں اور ہر حکمت ذات کے سامنے تسلیم "ربنا لاتزغ قلوبنا بعد اذھدیتنا" (اے اللہ ہمارے قلوب ٹیڑھے نہ کیجیو ہمیں ہدایت دے دینے کے بعد) تیرا کیا خیال ہے بھلا ہم اس کے افعال کی علت کو پا سکتے ہیں اسؑ کی ذات کا مطالعہ تو کجا؟ اور ہم اس کے معاملہ کو اپنے احوال پر کیسے قیاس کر سکتے ہیں اور جب ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے نبی علیہ ﷺ بھوک کی مشقت اٹھا رہے ہیں حالانکہ دنیا اس کے قبضہ میں ہے آپ کے اصحاب شہید کئے جا رہے ہیں اور نصرت آپکے خالق کے ہاتھ میں ہے کیا یہ باتیں حیران کن نہیں ہیں؟ تو پھر ہمارا کیا منہ ہے کہ ایسے مالک پر اعتراض کریں جس کی حکمت کو قیام و دوام اور حکومت کو استحکام مدام حاصل ہے۔

نفس کا مجاہدہ اور اس کے ساتھ مباحثہ

میں نے ایک عجیب بات دیکھی ہے کہ جو شے بھی قیمتی اور نفیس ہے اس تک پہنچنے کا راستہ طویل اور اسے پانے میں مشقت کثیر ہوتی ہے چنانچہ علم جو کہ تمام اشیاء سے اشرف ہے وہ مشقت شب بیداری 'تکرار' لذت و راحت کے ترک کے بغیر حاصل نہیں ہوتا حتی کہ بعض فقہاء کا کہنا ہے کہ کئی سال تک میٹھا کھانے کی خواہش رہی مگر اس لئے نہ کھا سکا کہ بیچنے والا اس وقت آتا تھا جبکہ میں سماع درس (سبق) میں مشغول ہوتا تھا اور یہی حال مال کا ہے کہ اس کے لئے بھی خطرات' اسفار اور کثیر مشقتیں اٹھانی پڑتی ہیں اسی طرح جود و کرم کی شرافت پانے کے لئے محبوب و مرغوب چیزوں کی قربانی کا مجاہدہ کرنا پڑتا ہے اور کبھی فقر کی نوبت بھی آجاتی۔ ہے اور ایسے ہی شجاعت ہے کہ وہ بھی جان کو خطرات میں ڈال کر ہی ملتی ہے شعر:۔ (ترجمہ) اگر مشقت نہ ہوتی تو لوگ سب کے سب سردار ہوتے۔ سخاوت کبھی فقر لاتی ہے لڑائی میں پیش قدمی کبھی جان لیوا ثابت ہوتی ہے اور آخرت کا ثواب کمانا بھی اسی نوع کا ایک فرد ہے کہ وہ بھی عبادت کی کثرت قوت مجاہدہ پر زیادہ ہوتا ہے، یا خرچ کیا ہوا مال جس قدر محبوب ہوتا اجر بڑھتا ہے یا محبوب چیز کے گم ہونے پر صبر کے بقدر اور نفس کو جزع فزع سے روکنے کے بقدر ایسے ہی زہد کا حال ہے کہ وہ خواہشات پر پابندی کا محتاج ہے اور پاکدامنی جبھی ہوتی ہے جبکہ جوش کی شدت پر قابو پایا جائے یوسف علیہ السلام ثابت قدمی کا مجاہدہ نہ کرتے تو "ایھا الصدیق" کا لقب کیسے ملتا اور اللہ تعالی کے کچھ بندے وہ ہیں جو تمام فضائل کے حصول پر ہی خوش ہیں چنانچہ وہ ہر علم میں خوب محنت کرتے ہیں اور ہر عمل میں خوف

مشقت اٹھاتے ہیں ہر فضیلت کے کام پر پابندی کرتے ہیں کسی کام پر ان کے بدن اگر کمزور پڑ جائیں تو ان کی نیات ان کی نیابت کرتی ہیں اور وہ اس میں سبقت لے جاتے ہیں اور ان کے احوال میں سے کامل ترین یہ حال ہے کہ وہ اپنے اعمال کو خاطر میں نہیں لاتے باوجود کامل ہونے کے انہیں حقیر جانتے ہیں اور اپنی کوتاہیوں پر معذرت کرتے ہیں اور بعض ان سے کچھ آگے ہیں کہ وہ ہر دم توفیق اعمال پر شکر میں لگے رہتے ہیں اور بعض وہ ہیں جو اپنے عمل کو کسی شمار میں نہیں لاتے کیونکہ وہ اپنی ذات اور اپنے عمل کو اپنے آقا کی ملک سمجھتے ہیں۔ ان مذکورہ ارباب جہد و عمل کے احوال کے برعکس عبادات میں سست اور شہوات و خواہشات میں تیزی دکھانے والے ہیں اور اگر انہوں نے کوئی نقد لذت پالی ہے تو ہر مشقت سے بڑھ کر اس پر حسرت وافسوس بھی کرنا ہوگا اور جو شخص یوسف علیہ السلام کے صبر پر اور ماعزؓ کی عجلت پر ذرا نظر ڈال لے تو فرق معلوم ہو جائے گا اور نفع 'نقصان میں امتیاز کرلے گا۔ میں نے سمندر سے موتی حاصل کرنے میں غور کیا تو اس میں بھی شدید مشقت دیکھنے میں آئی۔ میں نے مثال کے طور پر جو کچھ ذکر کیا ہے غور کرنے سے اس کے اور بھی نظائر معلوم ہو سکتے ہیں اور ایک باتوفیق آدمی جب زمانہ عمل کو قلیل اور زمانہ جزاء کی مدت کو طویل اور لامتناہی دیکھتا ہے تو وہ ایک ایک لمحہ پر لپکتا ہے اور ہر فضیلت پر گرتا ہے کیونکہ نہ مل سکی تو اس کی تلافی کی کوئی صورت نہ ہوگی کیا حدیث میں نہیں ہے کہ ایک آدمی سے کہا جائے گا اقرأ و ارتق الخ کہ تلاوت کرتا جا اور درجات پر چڑھتا جا تیری قرأت جہاں ختم ہوگی یہیں تیرا ٹھکانہ ہوگا اگر اس حدیث میں فکر و تدبر اپنا عمل دکھائے تو آدمی کس قدر جلد قرآن حفظ کرلے۔

تسلیم کمال ایمان ہے

وہ شخص مومن کامل نہیں جو فرض عبادات بظاہر ادا کرلیتا ہے اور ممنوعات سے بچنے پر اکتفا کرتا ہے کمال ایمان اس شخص کا ہے جس کے دل میں کبھی کوئی اعتراض نہیں کھٹکتا اور کوئی وسوسہ آتا ہے تو نفس میں اسے ٹھہرنے نہیں دیتا اور جب بھی کوئی شدید آفت آتی ہے تو اس کا ایمان اور بھی قوی اور تسلیم اور بڑھ جاتی ہے وہ دعا مانگتا ہے مگر قبولیت کا کوئی اثر نہیں دیکھتا مگر اس کی طبیعت میں کوئی تغیر نہیں آتا کیونکہ اسے معلوم ہے کہ وہ مملوک ہے اور اس کا ایک مالک ہے جو اپنے ارادہ سے اس میں تصرف کرتا ہے اگر اس کے دل میں اعتراض پیدا ہو گیا تو یہ مقام عبودیت سے مقام مناظرہ کی طرف نکل جائے گا جیسا کہ ابلیس نے کیا تھا

اور قوی ایمان کا اثر قوت امتحان کے وقت ہی نمودار ہوتا ہے مثال کے طور پر یحیٰ علیہ السلام کو دیکھئے کہ ان پر ایک فاجر آدمی قابو پا کر انہیں ذبح کرنے کا حکم دیتا ہے اور انہیں ذبح کر دیا جاتا ہے کبھی کبھی طبیعت میں یہ بات آتی ہے کہ جس نے انہیں نبی بنایا تھا اس نے کیا مدافعت کی؟ اور یہی بات ہر اس مقام پر پیدا ہو سکتی ہے جہاں کفار کو نبیوں پر اور اہل ایمان پر تسلط حاصل ہو اور بظاہر ان کی مدافعت نہیں ہوئی اگر یہ خیال آئے کہ قدرت ان کی مدافعت سے عاجز رہی تو یہ کفر ہے اور اگر یہ جان لے کہ قدرت مدافعت تو کر سکتی تھی مگر نہیں کی اور یہ کہ اللہ تعالیٰ مومنین کو کبھی بھوکے رکھتا ہے اور کفار کو پیٹ بھرے رکھتا ہے نافرمانوں کو عافیت دیتا ہے اور متقین کو بیماری دیتا ہے تو سوا تسلیم مالک کے کوئی درجہ باقی نہیں خواہ کتنی ہی گرانی اور تکلیف ہو۔ یوسف علیہ السلام گم ہوئے یعقوب علیہ السلام غم میں اسی برس تک روتے رہے مگر مایوس نہیں ہوئے چنانچہ دوسرے بیٹے کے جانے پر یہی فرمایا تھا کہ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب کو میرے پاس لے آئے گا اور موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے لئے بددعا کی تھی جو چالیس برس بعد پوری ہوئی اور جو مصیبت بھی کسی بلند قدر شخصیت پر آئی ہے اس سے اس کی تسلیم ورضا ہی میں اضافہ ہوا ہے ایسے موقعہ پر ”ورضوا عنہ“ کا معنی واضح ہوتا ہے اور قوت ایمان کا درجہ معلوم ہوتا ہے چند رکعات کی ادا سے نہیں حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ عافیت کے دور میں تو سب لوگ یکساں دکھائی دیتے ہیں مصیبت وابتلاء کے وقت فرق معلوم ہوتا ہے۔

فلسفہ کی باطل باتیں

متکلمین عوام کے لئے سب سے زیادہ مضر ثابت ہوئے ہیں کہ جو کچھ ان سے سنتے ہیں عوام اپنے عقاید میں شامل کر لیتے ہیں اور قبیح ترین بات یہ ہے کہ ایک عامی آدمی جو نماز کے ارکان سے واقف نہیں بیع میں سود کو نہیں جانتا وہ ان کی مجلس وعظ میں آتا ہے تو یہ متکلم (واعظ) اسے نماز میں سستی کرنے سے منع نہیں کرتا سود سے بچنے کا طریق نہیں بتاتا بلکہ اسے ”القرآن مخلوق“ سناتا ہے جس سے اس شخص کے ہاں قرآن کی عظمت کم ہوتی ہے اور قرآن پر جھوٹی قسم اٹھاتا ہے افسوس ہے اس واعظ پر اگر اسے سمجھ ہوتی تو جانتا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے کچھ علامات مقرر فرمائی ہیں جن کے ساتھ نفوس مانوس ہوتے ہیں اطمینان پاتے ہیں جیسے کعبہ ہے اسے اپنا گھر کہا ہے عرش کے متعلق ذکر فرمایا کہ اس پر استواء فرمایا ہے اور ا

پنی صفات میں ید کا سمع' بصر اور عین کا ذکر فرمایا سماء دنیا کی طرف نزول فرمانا اور ضحک وغیرہ کلمات سب کے سب نفوس کو عادتاً مانوس کرنے کے لئے فرمائے گئے حالانکہ اس کی ذات ان اعضاء سے بلند وبالا ہے ایسے ہی اللہ تعالیٰ نے عظمت قرآن کو اہمیت دی بلا وضو اسے چھونے سے منع فرمایا مگر متکلمین کا ایک گروہ یہاں تک پہنچ گیا کہ اوراق قرآن سے استنجاء کو جائز کہنے لگا (معاذ اللہ! یہ بدترین کفر کی بات ہے) یہ لوگ شریعت کے مخالف ہیں ومعاند ہیں کہ شرع نے جس چیز کی تعظیم کی ہے یہ اس کی توہین کرتے ہیں بھلا کلام میں اس قدر گھسنا حقائق کی معرفت کو اس درجہ تک لے جائے گا جس کا خلاف ممکن نہ رہے ہرگز نہیں اگر ایسا ہوتا تو خود متکلمین میں اختلاف کیوں ہوتا کیا ایسا نہیں کہ پہلے دور کے لوگ اس قسم کی باتوں میں گفتگو نہ کرتے تھے اگرچہ انہوں نے بعض اصول میں گفتگو کی ہے پھر فقہاء امصار نے کلام میں انہماک سے منع فرمایا کیونکہ وہ اس کے نفع اور نقصان سے واقف تھے اور جو شخص صحابہ والے عقیدہ پر قناعت نہیں کرتا اور نہ ہی وہ ترک انہماک میں امام احمد و شافعی رحمہما اللہ والی راہ اپناتا ہے تو وہ شخص جو بھی ہے کچھ بھی نہیں ہے۔ پھر خدا ذرا غور تو کرو کہ ہم پر ترک سود فرض کیا گیا ہے ارشاد پاک ہے (ولا تاکلوا الربو) کہ سود مت کھاؤ اور زناء اور زنا کا ترک فرض ہے ارشاد ہے (ولا تقربوا الزنا) اگر کہا جائے کہ عقائد بھی تو ضروری ہیں ہم کہیں گے کہ سلف کا طریق واضح ترین حجت ہے۔

روح

اہل وعیال سے کوئی فوت ہو جاتا تو مروجہ عادت کے موافق میں بھی حزن وغم میں مبتلا رہتا تھا ذہن میں یہی آتا کہ یہ بدن قبور میں جا کر ریزہ ریزہ ہو جائیں گے بس یہی وجہ غم تھی پھر وہ حدیثیں سامنے آئیں جو پہلے بھی آتی تھیں مگر کبھی ان میں دھیان نہ کیا تھا جن میں سے آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ مومن کی روح ایک پرندہ کی شکل میں جنت کے درختوں پر رہتی ہے حتی کہ اللہ تعالیٰ قیامت کو اس کے جسم میں لوٹا دیں گے میں نے سمجھا کہ یہ تو راحت وآرام کی طرف انتقال ہے اور یہ بدن کوئی شی نہیں کیونکہ یہ مرکب چیز ہے جس میں فساد اور تحلیل آتی ہے اور قیامت میں یہ پھر نیا بن جائے گا لہذا اس کے بوسیدہ ہونے کی کوئی فکر نہ کرنی چاہئے بلکہ اس بات سے سکون لینا چاہیے کہ ارواح راحت کی طرف منتقل ہو جاتی ہیں جس سے غم زیادہ نہیں رہتا اور عنقریب احباب کی ملاقات بھی ہو جائے گی اور افسوس جو رہتا

ہے تو اس لئے کہ مخلوق کا تعلق صورتوں کے ساتھ ہے اور وہ انسان ایک خوبصورت جسم کو سمجھتے تھے جو ختم ہو گیا ہے اور یہ غم و حزن اس ختم کی وجہ سے ہے حالانکہ صرف جسم کو آدمی نہیں کہتے یہ تو اس کی سواری ہے اور ارواح بوسیدہ نہیں ہوتیں اور جسم ان کے بالمقابل ہیچ ہے اس کی مثال یوں سمجھو جیسے تو اپنی داڑھ نکال کے گڑھے میں پھینک دے تو عمر بھر تجھے کچھ پتہ نہیں ہوتا کہ اس کا کیا حال ہے بس ابدان کا حکم یا حال اس داڑھ جیسا ہے نفس کو کیا معلوم اس پر کیا بیت گئی اور کسی محبوب کے جسم کے ریزہ ریزہ ہونے پر غم نہ کرنا چاہئے بلکہ ارواح کی لذتوں کو یاد کرو اور عنقریب جسم کے از سر نو پیدا ہو جانے کو یاد کرو اور عنقریب ملاقات کے حصول کو یاد کرو کہ ان باتوں میں فکر کو لگانا غم کو ہلکا کر دیتا ہے اور معاملہ آسان ہو جاتا ہے۔

(فائدہ) جب روح بدن سے نکل جاتی ہے تو بدن سے اس کا تعلق پھر بھی قائم رہتا ہے اسی لئے تو قبر میں عذاب یا راحت ہوتی ہے جس کو ہم زندگی میں محسوس نہیں کر سکتے اور اس پر احادیث مبارک میں بہت تفصیل موجود ہے اور یہی مسلک اکابر اہل سنت کا ہے (امداد اللہ انور)

پردہ داری ایذا سے بچاتی ہے

عاقل آدمی کو تنہائی میں بھی کسی کی کوئی بات نہیں کرنی چاہئے حتی کہ وہ کھل کر سامنے آجائے نیز یہ بھی دیکھنا چاہئے کہ اس کا انجام کیا ہو سکتا ہے ایک آدمی نے اپنے دوست پر اعتماد کر کے بادشاہ کی کوئی بات اس سے کہہ دی بادشاہ کو وہ بات پہنچ گئی اور یہ ہلاک کر دیا گیا یا کسی اپنے دوست کی بات ہی کہہ دی اسے پتہ چلا تو باہم فساد ہو گیا ایسے ہی مذہب کی بات ہے اس کا اظہار کرنے پر بھی بعض دفعہ عناد بڑھ جاتا ہے شریف ابو جعفر نے المقتدی کے دور میں اشاعرہ[1] کے خلاف کچھ کہہ دیا گرفتار کر کے جیل بھیج دیا گیا اور وہیں فوت ہوا حاکم وقت کی نظر میں اسے جیل بھیجنے سے مقصود فتنہ کو دبانا اور رعایا کی اصلاح تھا کہ مذہبی تعصب کے مقابلہ میں یہ چیز سلطان کے نزدیک اہم ہے۔

تعمیر کے بعد تخریب

بہت سے لاپرواہ لوگ دیکھے ہیں جن پر تقدیر سے ناراضگی کا غلبہ ہوتا ہے بعض

---

[1] یہ امام ابو الحسن اشعری کی طرف نسبت رکھتے ہیں اکابر اہلسنۃ والجماعت میں سے ہیں کتنے اکابر ائمہ ان کے پیروکار تھے مثلاً البیہقی، الجوینی، النووی، ابن حجر، ابن فورک، الباقلانی، الفخر رازی وغیرھم رحمہم اللہ تعالی

میں ایمان کی کمی ہوتی ہے اور وہ اعتراض کرنے لگتا ہے اور بعض بالکل ہی کفر میں چلے جاتے ہیں جن کا خیال یہ ہے کہ جو کچھ ہو رہا ہے عبث ہے اور کہتا ہے کہ ایجاد کے بعد اسے ختم کر دینے کا کیا فائدہ نیز یہ کہ وہ ہمیں ایذا دینے کا محتاج نہیں غنی ہے پھر ابتلاء اور مصیبت کیوں اس قسم کی باتیں کرنے والے ایک شخص کو میں نے کہا اگر تیرا دل و دماغ حاضر ہے تو میں تجھ سے بات کرتا ہوں اور اگر تو محض دل کا غبار نکال رہا ہے نظر و فکر یا انصاف نہیں ہے تو پھر بات کرنا فضول ہے تیرا ناس ہو ذرا عقل کو حاضر کر کے میری بات سن "کیا یہ بات مسلم نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ مالک ہیں اور مالک کو جیسے چاہے تصرف کا حق ہے اور کیا اس کا حکیم ہونا مسلم نہیں ہے؟ اور حکیم عبث کام نہیں کرتا مجھے معلوم ہے کہ اس بات کے بارے میں تیرے نفس میں کچھ شبہ ہے کیونکہ ہم نے بھی جالینوس کی یہ بات سن رکھی ہے کہ "اس کا حکیم ہونا یا نہ ہونا مجھے معلوم نہیں" اور اس قول کی وجہ یہ ہے کہ اس نے دیکھا کہ ایک چیز کو بنایا گیا پھر توڑ دیا گیا اس حال کو اس نے مخلوق کے احوال پر قیاس کیا کہ جو شخص کوئی چیز بنا کر بلاوجہ توڑ دیتا ہے وہ حکیم و دانا شمار نہیں ہوتا میرے سامنے ہوتا تو میں اس کا جواب دیتا کہ تجھے کیسے معلوم ہوا کہ یوں توڑنا حکمت نہیں ہے کیا اسی عقل کے ذریعہ جو صانع نے تجھے عطا کی ہے؟ بھلا وہ تجھے ذہن کامل کیسے دے سکتا ہے جسے خود یہ کمال حاصل نہیں ہے؟ اور اسی آفت کی زد میں ابلیس آیا کہ وہ اپنی عقل سے اس کی حکمت کو عیب لگانے لگا وہ ذرا بھی سوچ لیتا تو جان لیتا کہ عقل دینے والا تمہاری عقل سے بلند و بالا ہے اور اس کی حکمت ہر صاحب حکمت سے بڑھی ہوئی ہے کیونکہ حصوں کو اس نے اپنی حکمت تامہ ہی سے پیدا فرمایا ہے ایک صاحب انصاف اس بات میں غور کرے تو اس کا شک رفع ہو سکتا ہے خود اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اس نکتہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے (ام له البنات ولكم البنون) یعنی کیا اس نے اپنے لئے ناقص کو رکھا اور تمہیں کاملین عطا فرمائے۔ بس ہمارے لئے یہی صورت ہے کہ فہم احوال سے عاجزی کی نسبت اپنی طرف کریں اور یہ کہیں کہ یہ ایک عالم اور حکیم کا فیصلہ ہے جس کی حکمت ہمیں معلوم نہیں ہے اور یہ کوئی عجیب بات نہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ایک صحیح سالم کشتی توڑنے کی اور ایک حسین و جمیل لڑکا قتل کرنے کی حکمت معلوم نہ تھی جب خضر علیہ السلام نے حکمت بتائی تو یقین آ گیا آدمی کو چاہئے کہ خالق کے ساتھ یوں ہو جائے جیسے موسیٰ علیہ السلام خضر کے ساتھ تھے۔ کیا ہم دیکھتے نہیں؟ کہ ایک بہترین دستر خوان پر قسم قسم کے عمدہ اور لذیذ کھانے آتے ہیں کاٹے اور کھائے جاتے ہیں پھر ان کا انجام کیا ہے یہ بھی معلوم

ہے نہ ہم دستر خوان کے اس عمل کو چھوڑ سکتے ہیں نہ ہی ان کھانوں کے نتیجۃً فاسد کرنے پر کبھی اعتراض کیا ہے کیونکہ اس کی باطنی حکمت ہمیں معلوم ہے ایسے ہی یہاں بھی کوئی رکاوٹیں ہیں کہ حق سبحانہ و تعالیٰ کے فعل کی کوئی باطنی حکمت ہو جو ہمیں معلوم نہیں اور جاہلوں کا جاہل وہ مملوک غلام ہے جو مطالبہ رکھتا ہے کہ مولیٰ کے اسرار پر اسے مطلع کیا جائے کیونکہ اس کے ذمہ تو ماننا فرض ہے نہ کہ اعتراض اور اگر خلاف طبع امور کے ابتلاء میں عقل کے اس اذعان و تسلیم کے سوا اور کچھ بھی مقصود نہ ہو تو یہی کافی ہے اور یہ تعمیر اگر توڑی نہ جائے تو انسان خیال کرنے لگے گا کہ وہ بلا صانع (بنانے والے کے بغیر) ہی موجود ہے جب موت واقع ہوتی ہے تو نفس خود کو پہچان لیتا ہے جو جسم میں ہونے کی وجہ سے پہلے نہیں پہچانتا تھا اور اس سفر کے بعد عجائبات کو دیکھتا ہے اور جب پھر بدن میں لوٹا دیا جائے گا تو یقین کرے گا کہ واقعی وہ اس لوٹانے والے کا پیدا کردہ ہے اور اپنے دنیا کے احوال کو بھی یاد کرے گا کیونکہ لبدان کے ساتھ ساتھ یادیں بھی لوٹائی جائیں گی۔ ایک کہنے والا کہے گا (انا کنا فی اھلنا مشفقین) کہ ہم اپنے قبیلہ میں ڈرتے رہتے تھے اور جب ان امور آخرت کو دیکھ لے گا جن کا وعدہ دیا جاتا تھا تو ایسا یقین آجائے گا جس میں شک کی گنجائش نہ ہوگی اور یہ درجہ کسی اور میت کے لوٹانے سے حاصل ہونے کا نہیں بلکہ اپنے اوپر گزرنے والے احوال سے ہوگا تب اس کو ایسا وجود عطا ہوگا جو جنت میں سکونت کرے گا اس کے بقاء دوام کی کوئی انتہا نہ ہوگی اور اس یقین کی بدولت وہ حق جل مجدہ کے جوار میں رہنے کے قابل بنے گا کیونکہ وہ اس کے وعدوں پر ایمان لایا اس کے ابتلاء آزمائش پر صبر کیا اس کی تقدیر کو تسلیم کیا کوئی اعتراض نہیں کیا اور دوسروں میں عبرتیں دیکھیں پھر اپنے نفس میں مشاہدہ کیا بس یہی وہ نفس ہے جسے یہ مژدہ جانفزا سنایا جائے گا (ارجعی الیٰ ربك راضیةً مرضیة فادخلی فی عبادی و ادخلی جنتی) لوٹ جا اپنے رب کی طرف خوشی خوشی پسندیدہ حالت میں پھر داخل ہو میرے بندوں میں اور داخل ہو میری جنت میں۔ باقی رہا کافر اور شک رکھنے والا ان کے لئے دوزخ کا داخلہ برحق ہے اسی میں رہنا ہوگا کیونکہ انہوں نے دلائل دیکھے مگر فائدہ نہ لیا صاحب حکمت ذات کے ساتھ جھگڑا کیا اس پر اعتراض کئے ان کے کفر کی نحوست نے ان کے دل مسخ کر دیئے اور ان کے نفوس اسی حالت پر پکے ہو گئے جب دنیا میں کسی دلیل سے نفع نہ لیا تو موت اور اعادہ کی دلیل سے بھی نفع نہ ہوا اور خبث کے قلوب میں پختہ ہونے کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے (ولو ردوا لعادو الما نھوا عنه) اگر وہ لوٹا بھی دیئے جائیں تو وہ ادھر ہی کو جائیں

گے جہاں سے انہیں روکا گیا تھا ہم اللہ تعالیٰ سے عقل سلیم کی دعا کرتے ہیں جو اس کے حکم پر قائم رہے اپنے خالق و موجد پر اعتراض نہ کرے پھر ہلاکت ہے معترض کے لئے بھلا اس کا اعتراض تقدیر کو بدل دے گا؟ تو رسوائی کے سوا اس کو کیا حاصل ہو گا ہم اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں رسوائی اٹھانے والے سے۔

اچھا انجام تقویٰ کا ہے

مومن کے لئے کسی مرض سے یا موت سے گھبرانا مناسب نہیں اگرچہ طبیعت اپنے قابو میں نہیں رہتی مگر حتی الامکان صبر کی کوشش کرنی چاہئے یا تو اس مشقت پر اجر حاصل کرنے کے لئے یا رضا بالقضاء کا اثر ظاہر کرنے کے لئے اور یہ مصیبت چند لمحات کے لئے ہے پھر ختم ہو جاتی ہے مرض کی مشقت میں مبتلا شخص کو اپنے قلق و اضطراب کے لمحات میں سوچنا چاہئے کہ عافیت کے زمانہ میں یہ مرض کہاں تھی؟ لہٰذا اب بھی چلی جائے گی اور ثواب مل جائے گا جیسا کہ حرام لذتوں کا ذائقہ جاتا رہتا ہے اور گناہ باقی رہ جاتا ہے اور تقدیر پر ناراضگی کا زمانہ جاتا رہے گا اور عتاب باقی رہ جائے گا اور موت بھی یہی ہے کہ مصائب و آلام بڑھ جانے سے نفس کی قوت برداشت عاجز آ جاتی ہے اور روح نکل جاتی ہے مریض کو چاہئے کہ روح کے نکلنے کے بعد کی راحتوں کا تصور کرے اس سے موجودہ تکلیف آسان ہو جائے گی جیسا کہ کڑوی دوا پینے کے بعد آنے والی عافیت کا تصور کیا جاتا ہے اور مناسب نہیں ہے کہ بدن کی بوسیدگی کو یاد کر کے جزع فزع کی جائے کیونکہ یہ تو سواری کا حال ہے اور سوار جنت میں ہے یا جہنم میں مناسب یہ ہے کہ رکاوٹ آنے سے پہلے پہلے فضائل میں درجات بلند کرنے والے اعمال کے لئے پوری کوشش کی جائے اور سعادت مند وہ شخص ہے جو عافیت کو غنیمت جانتا ہے اور غنیمت کے ان لمحات میں افضل سے افضل اعمال اختیار کرتا ہے اور معلوم ہونا چاہئے کہ جنت میں مراتب کی زیادتی فضائل کی زیادتی کے بقدر ہے عمر بہت کم ہے اور فضائل بہت زیادہ لہٰذا ہر ممکن جلدی کی کوشش کرے پس اس تعجب کے بعد آنے والی راحت کیسی طویل ہے اور کیسی ہے فرحت غمزدہ لوگوں کی اور کیا ہی خوب ہے مسرت و سرور حزن و ملال کے مارے ہوؤں کی اور جب جنت کی اس لذت کے دوام و تسلسل کا خیال آتا ہے جس میں نہ کوئی تکدر ہے اور نہ اس کی انتہا تو ہر بلاء و مصیبت آسان دکھائی دیتی ہے۔

زندگی کا اعتدال

ایک دن ایک نوجوان کے جنازہ پر جانا ہوا جسے دنیا کا بہترین حصہ نصیب ہوا تھا میں نے دیکھا کچھ لوگ دنیا کی مذمت کر رہے ہیں اور اس میں میلان رکھنے والوں کو معیوب قرار دیتے ہیں اور اس آخری گھڑی کی تیاری سے غافلوں کی برائی کر رہے ہیں الغرض حاضرین کا بڑا مشغلہ یہی تھا میں نے کہا آپ کی بات تو بڑی اچھی ہے مگر ذرا مجھ سے وہ بھی سن لو جو کبھی نہیں سنی ہے...... ایک عاقل کے لئے بہترین چیز یہ ہے کہ جب وہ موت کے زمانہ کا قرب دیکھتا ہے تو اس کی عقل عمل میں تیزی اور خوف کا قلق اس پر مسلط کر دیتی ہے اور یہ کیفیت بعض لوگوں میں شدت پکڑ لیتی ہے اور وہ جنگلوں میں حیران پھرتے ہیں کتنے کتنے دن بھوکوں گزار دیتے ہیں رات بھر جاگتے ہیں قبرستانوں میں ڈیرے ڈال دیتے ہیں اور جلد ہی دنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں اور جس قدر ان کو خوف تھا عقلا اس کا حق تو یہ تھا کہ وہ اس سے بھی کچھ اور زیادہ کرتے مگر تو دیکھتا ہے کہ جس عقل نے انہیں یہ قلق و اضطراب دیا ہے اسی نے اسباب سکون حاصل کرنے کا حکم بھی دیا اور بتایا ہے کہ یہ بدن اس لئے بنا ہے تاکہ یہ روح کو اپنے پر سوار کرے جیسے اونٹ اپنے سوار کو اٹھاتا ہے اور اونٹ کی رعایت کا معاملہ ضروری ہوتا ہے تاکہ سفر کا مقصود حاصل ہو اور عقل کے نزدیک ہمیشہ کی شب بیداری اور قلب و اضطراب کا تسلسل کبھی پسند نہیں کیونکہ اس سے بدن پر اثر ہوتا ہے اور اکثر مقصود فوت ہو جاتا ہے وجہ یہ ہے کہ آدمی کے بدن کی فطرت انتہائی لطیف ہے اگر چکنائی چھوڑ دے تو بدن دماغ کو چوسنے لگتا ہے ہمیشہ جاگتا رہے تو خشکی بڑھ جاتی ہے غم لگ جائے تو دل بیمار پڑ جاتا ہے لہذا بدن کا لحاظ ضروری ہے اس کے مناسب غذاؤں کے ذریعہ سے اور دل کا لحاظ ایذا رساں غم و آلام کی مدافعت کے ساتھ کرے ورنہ موذی چیز مسلسل رہے گی تو ہلاکت جلد ہو جائے گی پھر عقل کی اس بات کی تائید شریعت نے بھی کی ہے چنانچہ ارشاد ہے کہ بے شک تیرے نفس کا تجھ پر حق ہے تیری بیوی کا تجھ پر حق ہے پس روزہ رکھو اور افطار بھی کرو رات کو قیام بھی کرو اور نیند بھی نیز یہ بھی ارشاد ہے کہ آدمی کو یہی گناہ کافی ہے کہ جن کی روزی کا وہ ذمہ دار ہے انہیں ضائع کر دے اور شریعت نکاح کی ترغیب بھی دیتی ہے اور یہ کہ قلق و اضطراب اور یبوست کے تسلسل سے بیوی بیواؤں کی طرح اور بچے یتیموں جیسے ہو جاتے ہیں اور اس بے چینی کے ہوتے ہوئے علمی مشاغل کی کوئی صورت نہیں اور کوئی اگر میری بات کی

تصدیق چاہتا ہے تو آپ ﷺ کی پاکیزہ زندگی پر نظر ڈالے کہ آپ خوف میں اعتدال رکھتے تھے چنانچہ مزاح بھی فرمالیتے تھے حضرت عائشہؓ کے ساتھ مسابقت (دوڑ لگانا) بھی فرمالیتے اور متعدد نکاح بھی کئے اور اپنے بدن کی رعایت بھی رکھتے تھے چنانچہ ٹھنڈا پانی گوشت اور میٹھا پسند فرماتے تھے اور اگر تھوڑی سی غلفت ساتھ ساتھ نہ رہے تو علماء تصانیف نہ کر سکیں علم یاد نہ کیا جائے حدیث کی کتابت ختم ہو جائے کیونکہ جو شخص یہ کہے گا کہ شاید آج ہی مر جاؤں تو وہ کتابت وسماع حدیث اور تصنیف کیسے کرے گا لہذا تمہیں لوگوں کی موت سے غفلت اور اس کا کما حقہ تذکرہ نہ ہوتا دیکھ کر پریشان نہ ہونا چاہئے کہ یہ بھی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی ایک نعمت ہے جس کی بدولت دنیا قائم ہے اور دین اصلاح پذیر ہے ہاں البتہ قابل مذمت وہ شدید غفلت ہے جس سے عمل میں کوتاہی ہونے لگے اور محاسبہ نفس متروک ہو جائے اور وقت زاد سفر کی تیاری کے بغیر ہی ضائع ہو جائے اور یہی غفلت مزید قوت پکڑ جائے تو معاصی پر لگا دیتی ہے اور اگر کھانے میں نمک کے بقدر ہو تو ہونی ہی چاہئے اور بڑھ جائے تو کھانا بے کار ہو جاتا ہے لہذا غفلت بقدر مذکور ہو تو ممدوح بھی ہے جیسے کہ ذکر ہوا اور بڑھ جائے تو مذموم ہے بس میری بات کو سمجھ لے اور یوں مت کہہ "فلاں بہت ہوشیار ہے شب بھر نہیں سوتا اور فلاں غافل ہے اکثر شب سویا رہتا ہے کیونکہ جس غفلت سے بدن اور قلب کی اصلاح متعلق ہو وہ مذموم نہیں والسلام

ریاء کا خیال

لوگوں کی مجالس کا شوق عموماً فارغ آدمی کو ہوتا ہے کیونکہ جس کا قلب حق تعالیٰ کے ساتھ مشغول ہے وہ مخلوق سے بھاگتا ہے اور جب اس کا دل معرفت حق سے فارغ ہو تو مخلوق سے بھر جاتا ہے پھر وہ عمل مخلوق ہی کے لئے کرتا ہے اور انہیں کی وجہ سے کرتا ہے اور ریاء کی وجہ سے ہلاک ہو جاتا ہے اور اسے علم تک نہیں ہوتا اور میں بعض لوگوں کے متعلق سوچتا ہوں جو فقیرانہ وضع اور صوفیانہ انداز اپناتے ہیں اور ایسا لباس پہنتے ہیں جو ایک دینار کے برابر بھی نہیں ہوتا اور خود مال کثیر کے مالک ہوتے ہیں مرغوب کھانوں میں ان کا نفس اتراتا ہے اور وہ تکبر وسیادت کے تقاضہ پر عمل کرتے ہیں ارباب دنیا کا قرب تلاش کرتے ہیں اور اہل علم کو عیب ناک کرتے ہیں اور ان کو چھوڑ کر انہیں کی زیارت کو ترجیح دیتے ہیں کوئی عطیہ دے تو اس لئے واپس کر دیتے ہیں تاکہ ان کا زہد عام ہو جائے تو دیکھے گا کہ وہ

تکبر کو پال رہا ہے اور اپنے حیلوں میں لومڑی جیسا اور اندر سے اپنی اغراض کے حصول کے لئے شری کا کتا ہے تو میں کہتا ہوں سبحان اللہ اس طرح تو کپڑے ہی زاہد بنیں گے کیا تجھے آنحضرت ﷺ کا ارشاد معلوم ہے "بے شک اللہ تعالی پسند رکھتا ہے کہ بندے پر اس کی نعمت کے آثار نمایاں ہوں" اور اپنے نفس کو دیکھنے سے اور مخلوق کے دکھاوے سے خدا کی پناہ کیونکہ جو اپنے نفس کو دیکھتا ہے وہ تکبر کرتا ہے اور متکبر احمق ہے کیونکہ جس چیز کی وجہ سے وہ تکبر کرتا ہے دوسروں کے پاس وہ اس سے زیادہ ہے اور اللہ تعالی کے لئے عمل کرنے والا مخلوق سے بعید ہوتا ہے اگر لوگ اس کے قریب بھی آئیں تو وہ اپنا حال ایسے طریقہ سے چھپاتا ہے کہ وہ اس سے دور ہو جاتے ہیں اور ہم نے ایسے ریاکار دیکھے ہیں جنہیں اپنی ریا کا احساس تک نہیں ہوتا چنانچہ وہ بازار میں نکلنے سے بچتا ہے احباب کی ملاقات سے اور خود کوئی چیز خریدنے سے گریز کرتا ہے اور نفس اسے اس وہم میں ڈالتا ہے کہ وہ بازاری لوگوں سے ملاقات پسند نہیں کرتا اور دراصل یہ شخص حب جاہ کی پرورش کر رہا ہے اس لئے کہ عوام سے میل جول کے بعد اس کی امتیازی شان باقی نہیں رہتی اور دست بوسی ختم ہو جاتی ہے۔ بشرؒ حافی ایک عطار کے ہاں مجلس میں بیٹھا کرتے تھے اور اس سے بڑھ کر یہ کہ آنحضرت ﷺ خود ایک چیز خریدتے اور اٹھا کر لاتے تھے حضرت علیؓ اپنے دور خلافت میں بازار گئے اور کپڑا خرید کر لائے۔ طلحہ بن مطرف اہل کوفہ کے قاری تھے جب لوگ ان کے پاس بکثرت آنے لگے تو یہ امام اعمشؒ کے پاس چلے گئے اور پڑھنا شروع کر دیا اس سے لوگ اعمشؒ کی طرف مائل ہو گئے اور طلحہ کو چھوڑ گئے۔ یہ شان واللہ کبریت احمر ہے اکسیر ہے مگر وہ نہیں جسے کیمیا والے اکسیر کہتے ہیں اور اللہ تعالی کے ساتھ تعلق اور معاملہ اسی شان کا ہوتا ہے اور اس حال کے برعکس ان لوگوں کا حال ہے جو مخلوق کے دکھانے کو عبادت کرتے ہیں اپنے ظاہر سے دھوکہ دیتے ہیں اسلاف کو چھوڑ کر عام مخلوق میں یہی کچھ ہو رہا ہے (شعر) میں قربان جاؤں جنگل کی ان ہرنیوں پر جنہوں نے وہاں پر چبا چبا کر کلام کرنا سیکھا اور نہ ہی ابروؤں کو رنگ لگایا۔

بعض بدترین گناہ

معاصی تمام کے تمام قبیح ہیں اور بعض گناہ دوسرے گناہوں سے بدتر ہیں چنانچہ زنا سب گناہوں سے بدتر ہے کہ وہ بیوی کو برباد کر دیتا ہے نسب تبدیل کر دیتا ہے اور ہمسایہ عورت کے ساتھ بدترین ہے چنانچہ صحیحین کی روایت میں عبداللہؓ بن مسعود نقل کرتے ہیں:

میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کون سا گناہ سب سے بڑا ہے ارشاد فرمایا: یہ کہ تو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرائے حالانکہ اس نے تجھے پیدا کیا ہے میں نے عرض کیا پھر کون سا ارشاد فرمایا یہ کہ تو اپنی اولاد کو محض اس وجہ سے قتل کر ڈالے کہ تیرے ساتھ مل کر کھائیں گے میں نے پھر عرض کیا کہ پھر کون سا ارشاد فرمایا یہ کہ تو اپنے ہمسائے کی بیوی کے ساتھ زنا کرے اور یہ اس وجہ سے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی معصیت کے ساتھ ساتھ ہمسایہ کی حق تلفی بھی ہے اور سب سے بڑا گناہ ہے کہ ایک بوڑھا زنا کرلے حدیث شریف میں ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ زنا کرنے والے بوڑھے سے بغض رکھتے ہیں اس لئے کہ اس کی طبعی شہوت تو ختم ہو چکی اور قوت اس میں نہیں جو غالب آجائے بس یہ خود اس میں تحریک پیدا کرتا ہے اور بیدار کرتا ہے گویا یہ باغیانہ معصیت ہے اور بعض معاشی معاندۃ (بغاوت) کے مشابہ ہوتے ہیں مثلاً آدمی کا ریشم اور سونے کو استعمال کرنا خصوصاً سونے کی وہ انگوٹھی جسے بوڑھا اپنی زینت بناتا ہے یہ انتہائی ردی فعل اور بدترین گناہ ہے اور کچھ اسی نوع میں سے ریاء ہے اور مخلوق کے سامنے عاجزی اور زہد کے تکلف کا مظاہرہ کہ یہ گویا حق جل مجدہ سے صرف نظر کر کے لوگوں کے آگے عبادت گزاری ہے اور ایسے ہی کھلے طور پر سودی معاملہ کرنا خصوصاً کثیر المال غنی آدمی کا یہ عمل' اور بدترین چیزوں میں سے یہ بھی ہے کہ ایک بڑا بوڑھا طویل مدت سے بیمار ہے اور اپنے گناہوں کی توبہ نہیں کر رہا اپنی کوتاہیوں کی عذر معذرت نہیں کرتا قرضے ادا نہیں کرتا اور اپنے ذمہ حقوق واجبہ کی وصیت نہیں کرتا' اور قبیح گناہوں میں سے یہ بھی ہے کہ ایک چور یا ظالم توبہ کر لیتا ہے مگر تلف کئے ہوئے حقوق یا مال کی تلافی (معاف کرا کے یا ادا کر کے) نہیں کرتا' اور ایسے ہی نماز اور زکوٰۃ میں کوتاہی کرنے والا جو قضا نہیں کرتا' اور ان کے بدترین افراد میں سے یہ ہے اپنی طلاق والی قسم توڑ بیٹھا ہے (جس سے طلاق واقع ہو گئی ہے) مگر بیوی کو بدستور سنبھالے بیٹھا ہے اسی طرح کے اور بھی گناہ ہیں اور ان کے بدترین بھی مخفی نہیں ہیں اور یہ قبیح واقبح گناہ ان اخروی گناہوں کے علاوہ ہیں جو حاکم مطلق کے ساتھ عناد یا بغاوت کا درجہ رکھتے ہیں جن کا مرتکب انسان ابدی سزا اور لعنت کا مستحق قرار پائے گا اور میرے نزدیک شراب پینا اسی جنس سے شمار ہوگا کیونکہ یہ بذات خود مرغوب و مقصود نہیں اور نہ اس کی بو اور ذائقہ کی وجہ سے مذکورہ شمار میں ہے' کہتے ہیں اس کی لذت اس کا تلخ گھونٹ حلق سے اتار لینے کے بعد ہے لہٰذا ایسے کام پر پیش قدمی کرنا جس کے استعمال کا طبیعت میں تقاضہ بھی نہیں صریح عناد در بغاوت ہے ہم اللہ تعالیٰ سے ایسا ایمان مانگتے ہیں جو ہمیں اس کی مخالفت سے باز رکھے اور

ایسے اعمال کی توفیق مانگتے ہیں جو اس کی رضا کا ذریعہ ہیں کہ ہم اسی کے ہیں اور اسی کے سہارے قائم ہیں۔

جو اللہ کے لئے تواضع کرتا ہے اللہ تعالیٰ اُسے اونچا کرتا ہے

بہت سے علماء وزہاد کو میں نے غور سے دیکھا کہ وہ اپنے اندر تکبر چھپائے ہوئے ہیں چنانچہ ایک صاحب اپنے مقام کی فکر اور دوسرے کے اونچا ہو جانے کے دھیان میں ہے اور یہ صاحب کسی نادار مریض کی عیادت نہیں کرتا اپنے کو اس سے بہتر جانتا ہے حتی کہ میں نے ممتاز لوگوں کی ایک جماعت دیکھی ہے جن میں سے ایک کہتا ہے مجھے امام احمدؒ کے چبوترے میں ہی دفن کیا جائے اس میں ایک تو دوسرے فوت شدگان پر اپنی برتری کا اظہار چاہتا ہے اور دوسرے اس بڑائی کا اپنے کو اہل بھی سمجھتا ہے اور ایک کہتا ہے کہ مجھے میری مسجد کے پہلو ہی میں دفن کر دینا اس گمان پر کہ مرنے کے بعد بھی زیارت گاہ بنے گا جیسے معروف کرخیؒ اور اس قسم کی باتیں انتہائی مہلک ہیں مگر کہنے والے جانتے نہیں ہیں۔

آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا جو کوئی اپنے کو دوسرے سے بہتر جانتا ہے اس نے تکبر کیا اور میں نے اکثر وبیشتر وہی دیکھے ہیں جو اپنے نفس کو کچھ سمجھتے اور دیکھتے ہیں اور مجھے اس شخص پر انتہائی تعجب ہے جو خود بینی میں مبتلا ہے آخر وہ کس وجہ سے خود بینی کر رہا ہے ؟ اگر علم کی وجہ سے تو بہت سے علماء اس سے پہلے ہو چکے ہیں اور اگر عبادت کی کثرت کی وجہ سے تو کتنے عابد اس سے پہلے گزر چکے اور اگر اس کی وجہ مال ہے تو اس میں ذاتی طور پر کوئی دینی فضیلت نہیں ہے اور اگر یہ کہتا ہے کہ مجھے وہ علوم حاصل ہیں جو میرے دور میں کسی اور کو حاصل نہیں اور مجھے پہلوں سے سروکار نہیں تو اسے کہا جائے گا کہ اے حافظ قرآن ہم تجھے یہ نہیں کہتے کہ تو اپنے کو حفظ قرآن میں آدھے حافظ کے برابر سمجھ اور اے فقیہ ہم نہیں کہتے کہ تو علم میں اپنے کو ایک عام شخص کے برابر شمار کر ہمیں تو خطرہ یہ ہے کہ تو اپنے آپ کو اس مومن سے کہیں بہتر سمجھنے لگ جائے گو اس کا علم کم ہی سہی اس لئے کہ بہتری کمالات و فضائل کی وجہ سے ہے علم و عبادت کی ظاہری صورت سے نہیں اور جس شخص کی اپنے خصائل اور گناہوں پر نظر ہے وہ اپنے گناہ اور کوتاہیوں کو بالیقین جانتا ہے جبکہ غیروں کے حال کا اسے شک تو ہو سکتا ہے یقین کبھی نہیں۔ لہذا خطرہ ہے تو اس کے عجب اور خود پسندی کا ہے اور امور آخرت میں اپنے کو آگے سمجھنے کا اور حق پرست مومن ہمیشہ اپنے کو حقیر سمجھتا

ہے۔

غضبناک آدمی کے آگے حکمت استعمال کرو

اپنے کسی ساتھی کو جب دیکھو کہ حالت غضب میں ہے اور نامناسب باتیں کہتا ہے تو اس کے جوش کے وقت صبر اختیار کرو کیونکہ اس وقت اس پر شیطان کا غلبہ ہے اور طبیعت میں ہیجان ہے اور جب تو اپنے اندر اس کے خلاف آثار دیکھے یا اس کے فعل کے مطابق اس کو کوئی جواب دینے لگے تو تو ایسے عاقل کی طرح ہے جو کسی دیوانے سے مخاطب ہوتا ہے یا اس ہوش مند کی طرح ہے جو کسی بے ہوش انسان کو عتاب کرتا ہے بلکہ اس کو رحمت کی نگاہ سے دیکھ اور اس کے لئے تقدیر کے انقلاب کی انتظار کر اور طبیعت نے جو اسے کھلونا بنا رکھا ہے اپنے غم کو اس سے ہلکا کر اور یقین رکھ کہ اسے جب تنبہ ہوگا تو اس ماجرا پر نادم ہوگا اور صبر کی وجہ سے تیری فضیلت کا قائل ہوگا اور کم سے کم بات یہ ہے کہ غضب کی حالت میں جو کچھ وہ کر رہا ہے تو اسے ایسی طرف لگا دے جس سے اسے راحت میسر آئے اور یہی حالت بیٹے کو باپ کے غصہ کے وقت اور بیوی کو شوہر کے غضب کے وقت پیش نظر رکھنی چاہئے بس اسے کچھ نہ کہا جائے وہ بات کر کے غصہ سے شفاء حاصل کرے گا اور نہ اس کی بات کا جواب دیا جائے وہ خود نادم ہو کر معذرت کرے گا اور جب اس کی حالت غضب کا اور اس کی گفتگو کا مقابلہ کیا جائے گا تو عداوت پختہ ہو جائے گی اور وہ ہوش میں آکر اس معاملہ کا انتقام لے گا جو اس کے ساتھ اس کے جوش کے وقت میں کیا گیا تھا اور بہت سے لوگ اس مذکورہ طریق کے خلاف ہوتے ہیں وہ کسی غضبناک کو دیکھتے ہیں تو اس کے قول اور عمل کا مقابلہ کرتے ہیں یہ تقاضائے حکمت کے خلاف ہے حکمت وہی ہے جو میں ذکر کر چکا اور اسکی سمجھ اہل علم ہی کو آئے گی۔

قلوب کا کینہ

دنیا میں اس شخص سے بڑا احمق کوئی نہیں جو کسی کے ساتھ برائی کرتا ہے اور جانتا ہے کہ اس کی ایذاء کا اثر اس کے دل تک پہنچ چکا ہے پھر کسی وقت وہ بظاہر صلح کر لیتے ہیں اور یہ سمجھنے لگتا ہے کہ صلح نے اس کے دل سے وہ اثر ختم کر دیا ہے خصوصاً ایسا معاملہ جب سلاطین و ملوک کا ہو کیونکہ ان لوگوں کی انتہائی لذت یہ ہے کہ کوئی ان پر اونچا نہ ہو سکے اور ان کی کوئی غرض فوت نہ ہو اور ان میں سے کوئی چیز اگر ہو گئی ہے تو تلافی ممکن نہیں رہتی۔ اس کے لئے ابو مسلم خولانی کا واقعہ موجب عبرت ہے کہ اس نے اپنی حکومت سے قبل

منصور کے معاملہ میں چشم پوشی کیے رکھی اور اپنے طور پر جب اسے موقعہ ملا تو اسے قتل کر دیا اور جس شخص کی تاریخ پر نظر ہے اسے ایک جماعت ایسی دکھائی دے گی جن پر اسی قسم کے حالات گزرے ہیں اور جو شخص کسی صاحب اقتدار آدمی کے ساتھ برائی کرتا ہے اسے کوشش کرنی چاہئے کہ اس کے ہاتھ نہ لگے کہ پھر چھوٹنا بھی چاہے گا تو نہ چھوٹ سکے گا اور احتیاط نہ کرنے پر سدا ندامت اٹھائے گا اور حفاظت و سلامتی اختیار کرنے کی حسرت اس پر ان چیزوں سے بھی گراں ہو گی جن کی وجہ سے وہ ذلت اور مصیبت میں مبتلا ہوا اور یہی حال اپنے ہمعصر دوستوں کا ہے کہ جب کسی ایک کو تو ایذا دے بیٹھے جو اس کے دل پر اثر کر گئی ہے تو اب اس کی دوستی پر اعتماد مت کر کیونکہ تیری ایذا ہمہ وقت اس کی نظر میں ہے اگر وہ تیرے خلاف کوئی حیلہ نہ بھی کرے تو دوستی میں صفائی باقی نہیں اور میل ملاپ صرف اسی سے رکھ جس پر تیرا کوئی احسان ہے کہ اس نے تیری طرف سے خیر ہی دیکھی ہے جو اس کے دل میں ہے اور ایسے ہی بیٹا اور بیوی اور دیگر اہل معاملہ کا قصہ ہے اور اسی کے قریب قریب یہ بات ہے کہ کسی کے ساتھ عداوت کرنا مناسب نہیں اور نہ کسی کے متعلق کوئی بات کہنا کہ کبھی اس کی باری آئی تو وہ بدلہ لے لے گا اور کبھی اس کی طرف حاجت پڑ گئی تو حاصل نہیں کر سکے گا لہذا عاقل وہ ہے جو ہر ممکن بات کو سامنے رکھے بغض و عداوت اور محبت و مودت کو دل میں مستور رکھے اور جو اس کے لئے کینہ اور بغض کو دل میں رکھتے ہیں ان کے ساتھ نرم چال چلتا رہے عقل کا مشورہ یہی ہے "گر قبول افتد"

سستی کرنے والے ہلاک

جو شخص انجام پر نظر رکھتا ہے اور متوقع حوادث اور واقعات کے لئے تیاری نہیں کرتا وہ کامل عقل والا نہیں یہ بات تمام احوال میں صادق آ سکتی ہے مثلاً ایک شخص شباب کے دھوکہ میں معاصی پر لگا ہوا ہے اور توبہ کو آج کل پر ٹالتا رہتا ہے اور پھر ناگاہ پکڑ لیا جاتا ہے اور اپنی امیدوں کو بھی حاصل کر نہیں پاتا۔ ایسے ہی وہ شخص ہے جو عمل میں یا حفظ علم میں تاخیر کرتا ہے کیونکہ اس طرح زمانہ ختم ہو جاتا ہے اور مقصود فوت ہو جاتا ہے اور کبھی کسی فعل خیر کا عزم کرتا ہے یا اپنے مال میں سے کسی شی کے وقف کا ارادہ کرتا ہے اور پھر یونہی ٹالتے ٹالتے اچانک پکڑ لیا جاتا ہے بس عاقل وہ ہے جو متوقع حوادث کے بارے میں احتیاط کرتا ہے اور اس کے مقتضا پر عمل کرتا ہے اگر وقوع میں تاخیر ہو گئی تو خطرہ کی بات ہی نہیں اور اگر وہ چیز واقع

ہو گئی تو اس کی احتیاط موجود ہے دنیاوی امور میں سستی اور بے احتیاطی کی صورت یہ ہے کہ سلطان کے ساتھ میلان رکھے اور اس کے مصاحبوں سے بد سلوکی نہ کرے قرب سلطانی کی وجہ سے تو ممکن ہے کہ سلطان بدل جائے اور اس کا مخالف اوپر آ کر اس سے انتقام لینے لگے اور کبھی کسی دوست کے ساتھ عداوت ہو جاتی ہے اور پرواہ اس لئے نہیں کی جاتی کہ اس کی موجودہ حالت کمزور ہے تو ہو سکتا ہے کہ اس کا مقام بلند ہو جائے اور وہ اس قباحت کا نہ صرف بدلہ ہی وصول کرے بلکہ زیادتی بھی کرے لہذا عاقل وہ ہے جو ان خطرات پر نظر رکھے جن کا وقوع ممکن ہے اور کسی سے عداوت نہ رکھے اور اگر باہم کوئی عداوت کی بات ہو بھی گئی ہے تو اسے چھپا جائے پھر اگر اپنے دشمن پر غلبہ پانے کا موقعہ مل گیا ہے اور حد شرع کی رعایت رکھتے ہوئے اس سے انتقام لیتا ہے تو جائز ہے تاہم جیتے جی معاف کر دینا بہت اچھی بات ہے انہی مذکورہ امثال پر باقی احوال کو قیاس کر لیا جائے۔

حقیقی امن

جوں جوں آدمی دنیا کے اعتبار سے اونچا ہوتا ہے آخرت میں اس کا مقام پست ہوتا جاتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے قول میں اس کی صراحت موجود ہے چنانچہ جو کوئی شخص دنیا میں کوئی شے بھی پاتا ہے عنداللہ اس کے درجات میں کمی آ جاتی ہے اگرچہ وہ اس کے ہاں معزز شمار ہوتا ہے لہذا سعادت مند وہ شخص ہے جو قدر ضرورت پر قناعت کرے اس لئے کہ وقت اس لائق نہیں کہ طلب دنیا میں ضائع کر دیا جائے الا یہ کہ انسان اپنے کسب میں پرہیزگار اور محتاط ہو طمع سے بچنے میں اپنے نفس کا مددگار ہو اور اہل خیر کی اعانت اور محتاجوں پر صدقہ کی نیت رکھتا ہو تو اس کا مال کمانا بے کاری سے افضل ہے لیکن وہ بڑائی یا بلندی جو سلاطین کی ہم نشینی میں ملتی ہے اس کے ساتھ ساتھ دین کی سلامتی بہت بعید ہے اور بظاہر کبھی سلامتی مل بھی جائے تو انجام کا خطرہ پھر بھی ہے ابو محمد تمیمی کہتے ہیں کہ میں نے صرف ایک آدمی الشریف ابو جعفر پر رشک کیا ہے جس دن کہ "القائم بامر اللہ" فوت ہوا اس شخص نے اسے غسل دیا اور اپنی آستینیں جھاڑتا ہوا نکلا اور کسی کی پرواہ کئے بغیر اپنی مسجد میں جا بیٹھا اور ہم نے علماء کی ایک جماعت دیکھی ہے جن کی سلطان کے ہاں آمد و رفت تھی تو ان کا انجام اچھا نہ ہوا خدا کی قسم ان لوگوں نے طلب راحت کیلئے طریق اختیار کرنے میں غلطی کھائی اس لئے کہ اکل و شرب اور مال کی لذت دل کے غموں کا مقابلہ نہیں کر سکتی اور یہ آخرت

سے پہلے پہلے دنیا کا حال ہے بھلا اس شخص سے اعلیٰ اور عمدہ زندگی کس کی ہوگی جو شاہی مجالس سے الگ تھلگ گوشہ نشین ہے کچھ پرواہ نہیں اس کا کھانا عمدہ ہے یا کیسا ہے بس روٹی کا ٹکڑا اور پانی کا پیالہ اور اسے کوئی تکلیف دہ بات کہنے والا نہیں اور لوگوں کے ہاں جانے سے شرع ان پر عیب نہیں لگاتی امام احمد بن حنبل ابن ابی داؤد یحییٰ بن اکثم رحمہم اللہ کے حالات پر نظر رکھنے والا جان سکتا ہے کہ دنیا کی خوش عیشی اور آخرت کی سلامتی میں کیا فرق ہے ابن ادھم کا مقولہ کس قدر حسین ہے کہ "اگر شاہوں اور شہزادوں کو ہماری لذیذ عیش کا علم ہو جائے تو تلواریں لے کر ہم پر چڑھائی کر دیں واقعی ابن ادہم کی بات سچ ہے کیونکہ بادشاہ کچھ کھاتا ہے تو ڈرتا ہے کہیں زہر نہ ملا دی گئی ہو سوتا ہے تو ڈرتا ہے کوئی چپکے سے قتل نہ کر جائے ہر وقت تالوں میں مقفل تفریح کیلئے نکلنا بھی میسر نہیں کبھی نکلے بھی تو آس پاس کے قریبی ساتھیوں سے خطرہ لگا رہتا ہے جو لذت بھی وہ حاصل کرتا ہے بے کیف محسوس ہوتی ہے۔ کھانے کا مزہ باقی رہتا ہے نہ نکاح کا اور پھر کھانا لذیذ محسوس ہوا تو خوب کھایا اور معدہ خراب اور باندی یا بیوی نئی حاصل کی تو ان کے ساتھ بکثرت مشغول ہو کر قوت ضائع اور ختم کر لی دو وطیوں کے درمیان بعد اور فصل پر صبر نہیں لہذا وطی میں چنداں لذت بھی نہیں رہتی کیونکہ وطی کی لذت درمیانی فاصلہ کے بقدر کم وبیش ہوتی ہے یہی حال کھانے کی لذت کا ہے۔ کیونکہ جو بغیر بھوک کے کھاتا ہے اور پوری خواہش اور اضطراب کے بغیر وطی کرتا ہے اسے وہ لذت تامہ حاصل نہیں ہوتی جو بھوکے فقیر کو کھانے سے اور بے نکاح مرد کو بیوی ملنے پر حاصل ہوتی ہے پھر فقیر راستہ کو کسی راستے پر پڑ کر سو رہتا ہے اور امراء امن کی اس لذت سے محروم ہیں غرض ان کی لذت ناقص ہے اور حساب زائد' خدا کی قسم میرے علم میں بلند مرتبہ اور دوسروں سے بڑھ کر دنیا میں زندگی گذارنے والا علماء مخلصین کے سوا کوئی نہیں جیسا کہ حسن بصریؒ سفیان اور حق پرست عباد وزہاد معروف کرخیؒ جیسے حضرات ہیں کیونکہ لذت علم ہر لذت سے بڑھی ہوئی ہے بھوک یا آفت ان کا کچھ نقصان نہیں کرتی بلکہ ان کا مرتبہ اور اونچا ہوتا ہے اور یہی حال خلوت اور عبادت کی لذت کا ہے یہ معروف کرخیؒ ہیں جو سب سے کٹ کر اپنے رب کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں جس وجہ سے زندگی خوشگوار ہے اس کے ساتھ تنہائیوں کے مزے لوٹتے ہیں پھر فوت ہو گئے اور چار سو سال ہونے کو ہیں روزانہ ان کی خدمت میں قرآن پاک کے کئی اجزاء کا ہدیہ پیش ہوتا ہے اور نہیں تو ہر کھڑا ہونے والا سورہ اخلاص پڑھ کر ہی ہدیہ کر دیتا ہے اور سلاطین اس کی قبر پر سر جھکا کر کھڑے ہوتے ہیں ابھی یہ

موت کے بعد کا حال ہے اور قیامت کے دن جن کرامات کا ظہور ہونے والا ہے وہ بیان سے باہر ہیں اور حق پرست علماء کی قبور کا یہی عالم ہے اور جو لوگ امراء کے ساتھ میل ملاقات رکھتے ہیں اس کی بدمزگی کا اثر ان کے تمام حالات زندگی پر ہوتا ہے سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں جب سے فلاں امیر سے مال لیا ہے فہم قرآن کی دولت جو نصیب ہوئی تھی اس میں رکاوٹ ہوگئی ہے یہی قاضی ابو یوسفؒ ہیں ان کی قبر پر کبھی دو آدمی نہیں دیکھے پس امرا کی میل ملاقات سے صبر کرنے میں گو من وجہ تنگی محسوس ہوتی ہے مگر کئی طرح سے زندگی کے مزے بھی حاصل ہوتے ہیں اور ان کی ملاقات میں مقصود کبھی حاصل نہیں ہوتا چاہئے کہ عزم کرو بالجزم کرو ابو الحسنؒ القزوینی گھر سے بوقت نماز نکلتے تھے کبھی سلطان آتا تھا تو سلام کرنے کی انتظار میں بیٹھا رہتا تھا اس سلسلہ میں طوالت ممکن ہے سامع کی ناگواری کا سبب ہے بس ذائقہ ہی سے پتہ چل جائے گا۔

عوام الناس کا حال

جو آدمی شریعت سے واقف ہے رسول ﷺ کی سیرت طیبہ، صحابہ کرام اور اکابر علماء کے احوال پر نظر رکھتا ہے وہ جانتا ہے کہ اکثر لوگ جادہ حق پر نہیں ہیں وہ صرف اپنی مروجہ عادات پر چل رہے ہیں باہم ملاقات کرتے ہیں تو ایک دوسرے کی غیبت کرتے ہیں ہر شخص دوسرے کے احوال کی تفتیش میں رہتا ہے اسے نعمت ملی ہے تو حسد کرتا ہے وہ کسی مصیبت میں مبتلا ہے تو خوش ہوتا ہے وہ خیر خواہی کرے تو تکبر دکھاتا ہے دنیا کی معمولی چیز حاصل کرنے کیلئے اس کے ساتھ دھوکہ کرتا ہے ممکن ہو تو اس کی غلطیاں پکڑتا ہے یہ حال باہم ان دو شخصوں کا ہے جو زہد کی طرف منسوب ہیں چرواہوں کے نہیں لہذا اللہ تعالیٰ کی معرفت شریعت کا علم رکھنے اور سلف صالحین کی سیرت جاننے والے کیلئے یہی بہتر ہے کہ کسی سے معاملہ نہ رکھے اور اگر مجبوراً کسی عالم یا صاحب خیر کہلانے والے سے ملنا پڑے تو احتیاط کی زرہ پہن کر جائے اس کے ساتھ زیادہ گفتگو نہ کرے اور جلد لوٹ کر ان کتب میں مشغول ہو جائے جو دائرہ کمال کی تفسیر پر مشتمل ہیں۔

قلب اور قالب کا کمال

کمال نادر چیز ہے اور باکمال کمیاب ہیں اسباب کمال میں سب سے پہلا کمال اعضاء بدن کا تناسب اور باطن کی خوبصورتی...... صورت بدن کو خَلق اور صورت باطن کو خُلق کہتے ہیں

صورت بدن کے کمال کی علامت خاموشی کی خوبی اور مؤدب ہونا اور صورت باطن کی علامت طبائع اور اخلاق کی عمدگی طبائع عفت کو پاکیزگی کو جہل سے نفرت شدت و تیزی سے حفاظت کو کہتے ہیں اور اخلاق کرم کو ایثار' پردہ پوشی' نیکی اور بھلائی میں ابتداء کرنا اور جہل کے مقابلہ میں حلم کو کہتے ہیں بس جسے یہ چیزیں نصیب ہو گئی وہ اسے کمال تک پہنچا دیں گی اعلیٰ خصلتیں اس کی ظاہر ہوں گی ایک خصلت کا نقص بھی اس میں نقص پیدا کر دے گا۔

خدائی فیصلہ کی تسلیم

دنیا میں اس شخص سے بڑھ کر احمق کوئی نہیں جو اللہ تعالیٰ سے تعلق اپنی اغراض کے حصول کی بنیاد پر رکھتا ہے اس صورت حال میں آزمائش و امتحان کیا ہو گا نہیں نہیں خدا کی قسم مرادوں کے خلاف بھی ہو گا دعاؤں کی قبولیت میں توقف بھی ہو گا بعض اوقات دشمنوں کی تشفی بھی ہو گی اور جو شخص یہ چاہتا ہے کہ ہمیشہ سلامتی حاصل رہے دشمنوں کے مقابلہ میں نصرت ہوتی رہے کسی ابتلاء کے بغیر عافیت میسر رہے وہ تکلیف (مکلّف ہونا) سے واقف ہے نہ تسلیم کو سمجھتا ہے کیا رسول اللہ ﷺ کو بدر میں نصرت کے بعد احد کا واقعہ پیش نہیں آیا کیا آپ کو بیت اللہ کا عمرہ کرنے سے نہیں روکا گیا اور لوٹنے پر مجبور کیا گیا بس اچھے برے حالات کا پیش آنا ضروری ہے اچھے حالات پر شکر لازم ہوتا ہے اور برے حالات درخواست اور دعاؤں کا تقاضا پیدا کرتے ہیں پھر قبولیت میں تاخیر ہوتی ہے تو سمجھنا چاہئے کہ کوئی آزمائش اور تسلیم قضا کا امتحان مقصود ہے ایسے موقعہ پر ایمان واضح ہوتا ہے اور تسلیم کے ذریعہ مردوں کے جوہر کھلتے ہیں اگر ظاہر و باطن میں تسلیم ثابت ہو گئی تو یہ شان کمال ہے اور اگر باطن میں قضا سے انقباض ہے مگر مقضی (جو فیصلہ کیا گیا) سے نہیں کہ طبیعت میں موذی چیز سے نفرت ہوتی ہے تو یہ ضعف معرفت کی دلیل ہے اور اگر معاملہ زبان سے اعتراض کرنے تک پہنچ گیا تو خدا کی پناہ یہ جاہلوں کا کام ہے۔

اسباب کا استعمال

یہ ایک بہت بڑا احسان ہے کہ کسی شخص کو اس کے درجہ سے ہٹا کر رکھا جائے مثلاً ایک صالح آدمی کسی ظالم کی چاپلوسی اور اس کے ہاں آمدورفت پر کسی وجہ سے مجبور ہو گیا ہے غیر صالح لوگوں کی ملاقات کرنی پڑ گئی ایسے اعمال اختیار کرنے پڑ گئے جو اس کی شان کے شایاں نہ تھے یا ایسے نامناسب امور کا محتاج ہو گیا جن پر اس کی مطلوبہ مراد کا مدار ہے مثلاً ایک

عالم کو کہا جاتا ہے کہ فلاں امیر کی خدمت میں آمد ورفت رکھو ورنہ اس کے قہر کا خطرہ ہے
چنانچہ یہ آمد ورفت کرنے لگتا ہے اور وہاں ایسی باتیں دیکھتا ہے جو اس کے مناسب حال نہیں
اور نکیر کر نہیں سکتا یا دنیا کی ایسی چیز کا محتاج ہو گیا جس کے استحقاق سے اسے روک دیا گیا ہے
اب یہ مجبور ہے کہ تعریضاً اس شئے کا ذکر کرے یا صراحت کرے تاکہ اس کو جزوی طور پر حق
مل جائے اور یہ اس شخص کی چاپلوسی کا محتاج ہو گیا ہے جس کی چاپلوسی اسے مشکل دکھائی دیتی
ہے بلکہ ان ضرورتوں کیلئے اس کے افکار پریشان ہو جاتے ہیں اور ایسے ہی کبھی انسان ان امور
میں ملوث ہونے پر مجبور ہو جاتا ہے جو اس کے لئے مناسب نہ تھے مثلاً وہ کسب کا محتاج ہے
جس کیلئے بازار آنا جانا پڑتا ہے یا اجرت پر کوئی خادم رکھنا پڑے گا اور ان باتوں کا تحمل اس شخص کا
قلب نہیں کر سکتا جو ہر وقت اللہ سبحانہ کے دھیان میں ہے کیونکہ ان چیزوں سے تکدر پیدا
ہوتا ہے یا اس کے اہل وعیال ہیں اور خود فقیر ہے اب ان کی ضروریات کی فکر لگے گی جن کے
لئے اسے وہ کچھ کرنا پڑے گا جو اس کو گراں گذرتا ہے اور کبھی کسی محبوب کے فقدان کی آزمائش
ہوتی ہے اور کبھی اپنے بدن میں ابتلا کی کوئی صورت پیدا ہو جاتی ہے یا اپنی اغراض و مراد کے
برعکس ہو جاتا ہے اور کبھی دشمن غالب اور مسلط ہو جاتا ہے پس فاسق اپنے قہر کی نگاہ سے اور
ظالم اسے ذلت کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور یہ تمام چیزیں اس کی عیش کو مکدر (بدمزہ) کر دینے
والی ہیں اور دل متزلزل ہونے لگتا ہے اور قوت اشیاء کے ابتلاء وامتحان میں تسلیم اور تقدیر کی
خوشحالی کی پناہ کے سوا کچھ نہیں ایسے شرائط کے وقت میں ایک محتاط مومن ثابت قدم دکھائی
دیتا ہے اس کے دل میں کوئی تغیر نہیں ہوتا شکوئی وشکایت کی کوئی بات اس کی زبان پر نہیں
ہوتی کیا ایسا نہیں ہوا کہ ایک وقت میں آنحضرت ﷺ کو یہ کہنے کی ضرورت پڑی "مجھے کون
پناہ دے گا؟ کون میری مدد کرے گا؟ اور ضرورت پڑنے پر ایک کافر کی پناہ کے ذریعہ آپ مکہ
میں داخل ہوتے ہیں۔ آپ کی کمر مبارک پر اوجھ ڈالی جا رہی ہے اصحاب شہید کئے جا رہے ہیں
اور آپ بتالیف قلوب والوں کے ساتھ نرم معاملہ فرما رہے ہیں سخت بھوک کے وقت بھی
پرسکون ہیں کوئی تبدیلی مزاج مبارک میں نہیں ہے یہ سب کچھ اسی لئے گوارا ہے کہ آپ
جانتے ہیں کہ دنیا آزمائشگاہ ہے تاکہ اللہ تعالیٰ اس میں دیکھ لیں کہ تم کیسے عمل کرتے ہو اور
ان تمام چیزوں کے سہل ہونے کی ترکیب یہ ہے کہ بندہ یقین پیدا کر لے کہ اللہ تعالیٰ کی مراد
یہی ہے اور ہمیں اس پر اجر ملے گا پس جب اس نے تمہیں راضی کر لیا ہے تو اب کسی زخم کا کوئی
درد نہیں ہے۔

عدم ضرورت کے وقت سوال حرام ہے

اس کا انکار نہیں کہ طبائع میں مال کی محبت ہے کیونکہ یہ بدن کی بقاء کا ذریعہ ہے مگر بعض قلوب میں اس کی محبت اتنی بڑھ جاتی ہے کہ مقاصد کا وصیلہ ہونے کے بجائے خود محبوب لذاتہ بن جاتا ہے چنانچہ تو بخیل کو دیکھے گا وہ اپنے نفس پر عجیب قسم کے بوجھ لادتا ہے اور اسے لذات سے محروم رکھتا ہے اور اس کی تمام تر لذتیں مال کے جمع کرنے میں سمٹ آتی ہیں خلق کثیر کی طبیعت میں یہی کچھ آیا ہوا ہے پھر جاہلوں میں یہ بات قابل تعجب نہیں اور اہل علم میں جب یہ بات آتی ہے تو تعجب ہوتا ہے مناسب یہ ہے کہ ایسے وقت علماء حضرات طبیعت کی مخالفت میں مجاہدہ اختیار کریں خصوصاً ان افعال میں جو مال جمع کرنے کو اختیار کرنے پڑتے ہیں اور عالم اگر ایسا ہے جو مال جمع کرتا ہے قبیح طریقوں سے قوی شبہات کے ذریعہ حرص شدید کے ذریعہ اور طلب میں ذلت اٹھا کر اور مال زکوۃ بھی لے لیتا ہے جبکہ بحالت غنی اسے لینا حلال نہیں اور یوں ذخیرہ کر کے کسی کو نفع بھی نہیں پہنچاتا تو یہ حیوانیت ہے اور صفات آدمیت سے خروج ہے بلکہ جانور اس کی بہ نسبت معذور ہو سکتا ہے کہ مشقت اور محنت سے ان کی طبیعت میں قدرے تغیر ہوتا ہے مگر ان میں ریاضت نے کوئی تغیر پیدا کیا اور نہ ہی علم نے کچھ ان کو فائدہ دیا ابو الحسن بسطامی رباط بطائی میں مقیم تھا جو نہر عیسیٰ کے کنارے پر واقع ہے گرمی سردی کے ہر موسم میں اون پہنتا تھا لوگوں میں قابل احترام تھا لوگ قصد کر کے زیارت کو آتے تھے فوت ہوا تو چار ہزار دینار سے زاید کا مال چھوڑ کے گیا ہم نے اور بھی بعض مشائخ کو دیکھا جو اسی برس کی عمر کے ہو گئے اہل وعیال کچھ نہیں ہے بیمار ہوئے تو اپنے کسی دوست کے ہاں ڈیرہ ڈال دیا وہ تکلف کر کے اس کی مرغوبات اور ادویات کا اہتمام کرتا ہے اور فوت ہوا تو عظیم مال چھوڑ کر گیا...... ہم نے صدقہ بن الحسین الناسخ کو دیکھا جو ہمیشہ زمانے کی اور اہل زمانہ کی مذمت کرتا تھا لوگوں سے تقاضا کرنے میں بڑا اصرار کرتا اور ذلت اٹھاتا تھا مسجد میں تنہا رہتا تھا کوئی خادم وغیرہ بھی نہ تھا کہتے ہیں تین سو دینار چھوڑ کر مرا اور ابو طالب بن المویدصوفی ہمارے رفقاء میں سے تھا مال جمع کرنے کا شوقین تھا سو دینار کے قریب اس کے چوری ہو گئے اس پر اتنا صدمہ اور افسوس اٹھایا کہ وہی جان لیوا ثابت ہوا اور کچھ لوگوں کے احوال اس طرح کے ہیں کہ وہ ایک خاص قسم کی وضع بنا کر فتوحات کی انتظار میں بیٹھ جاتے ہیں اور انہی فتوحات کے ذریعہ وہ غنی بن جاتے ہیں مگر پھر بھی طلب مال اور

زکوٰۃ لینے سے باز نہیں آتے اور یہی حال کچھ قصہ گو واعظوں کا ہے جو شہر شہر مال کی طلب و تلاش میں نکلتے ہیں مال کثیر حاصل ہونے کے باوجود تحصیل مال کی عادت نہیں چھوڑتے سبحان اللہ پھر علم نے انہیں کیا فائدہ دیا اور ان لوگوں کے بدترین احوال میں سے یہ ہے کہ یہ لوگ حصول دنیا کے اسباب کا التزام کرتے اور اپناتے ہیں مثلاً مسکین وضع بظاہر عبادت میں انہماک اور مجالس سے یکسوئی وغیرہ جو شریعت میں کوئی شمار نہیں رکھتے اور انہی کو دیکھا گیا کہ اپنے ہی رفقاء کی عیب جوئی میں مصروف ہیں حتی کہ ایک دوسرے کی ہلاکت کے درپے ہونے لگے پس ہلاکت ہے ان کیلئے دنیا کے ظاہر سے کس قدر قلیل نفع ان لوگوں نے اٹھایا ہے جبکہ مقلب القلوب ذات نے ان کی محبت سے قلوب کو پھیر دیا ہے کیونکہ حق جل مجدہ قلوب کا میلان اپنے مخلصین کی طرف ہی کرتے ہیں اور درحقیقت ان لوگوں کے تو دنیا بھی ہاتھ نہ آئی اور وہ صرف ظاہری کوڑا کباڑ اکٹھا کر کے بیٹھ گئے ہم اللہ تعالیٰ سے ایسی عقل مانگتے ہیں جو ہماری دنیا کی تدبیر کرے اور ہماری آخرت کا سامان مہیا کرے اور وہ عطا کرنے والا ہر طرح سے قادر ہے۔

معرفت حق تعالیٰ نفیس ترین چیز ہے

جو شرافتِ وجود سے واقف ہے اسے افضل الموجود (سب سے بڑی فضیلت والے موجود) کو حاصل کرنا چاہئے یہ عمر ایک سیزن کی طرح ہے اور تجار تم طرح طرح کی، عام لوگ کہتے ہیں کہ وہ سامان خریدو جو وزن میں ہلکا اور قیمت میں وزنی ہو لہذا ایک ہوشیار انسان کو بہترین چیز ہی تلاش کرنی چاہئے اور دنیا میں سب سے بہترین چیز حق جل مجدہ کی معرفت ہے پس بعض سالک و عارف وہ ہے جو اپنے راستہ میں سفر کے مقصود کو وصول کر لیتا ہے اور بعض کا عزم اس کے نفع کی طلب سے متعلق ہوتا ہے اور بعض اس متاع کے طالب ہیں جو محبوب کو راضی کردے پھر وہ اسے تعلق مع اللہ کی وادی میں لے کے پہنچتا ہے اور اس کے ثمن کے طور پر وہ محبوب کی قبولیت پر راضی ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ متاع کائنات بھی اس اعزاز کے مقابلہ میں کچھ نہیں اور کچھ وہ لوگ ہیں جو اس سلوک کے اختیار پر شکر کو لازم سمجھتے ہیں اور اپنی عاجزی کا اقرار واعتراف کرتے ہیں اور بعض حضرات ان سب احوال سے اوپر جا چکے ہیں اور وہ توفیق خداوندی کے مقابلہ میں اپنے عمل پر نظر کرنے کی فرصت بھی نہیں پاتے ایسے لوگ تعداد میں اقل قلیل ہیں اور واقعی باندر لوگوں کی نسل عنقاء مغرب

MATIABURJ, CAL-24

ے [illegible] ہے۔

زاد تقوی بہترین زاد ہے

جو شخص جان لیتا ہے کہ مکہ مکرمہ سے کوچ کا وقت قریب آگیا ہے تو وہ بکثرت طواف کرنے لگتا ہے خصوصاً جبکہ اسے عمر کے بڑھاپے یا ضعف قوۃ کی وجہ سے دوبارہ حاضری کی امید کم ہو ایسے ہی جو شخص کبر سنی کی وجہ سے ساحل اجل کے قریب پہنچ چکا ہے اسے چاہئے کہ اپنے لمحات کی نگرانی کرے اور آنے والے وقت کا اس کے مناسب حال استقبال کرے عمر کی کمان میں زمانہ شباب کی شدت تھی بڑھاپا آیا تو وتر (دونوں کناروں پر بندھی ہوئی رسی وغیرہ) کناروں پر ڈھیلا پڑ گیا اور قاب (کمان کے کنارے اور درمیان کے حصہ) کی طرف اتر گیا اور قوی کمزور ہو گئے اور ہلاکت کے حریف کے آگے سپر داری کے سوا چارہ نہ رہا بس اب اپنی تطہیر اور پاکیزگی میں جلدی کرو تا کہ پاک صاف ہو کر روانگی ہو سکے اور دنیا میں اس شخص کی زندگی کیا خوش گوار ہو سکتی ہے جس کے سلامتی کے امام اسے ہلاکت کی طرف کھینچ رہے ہوں اور اس کی عمر کا چڑھاؤ زندگی کا اتار ہو جس کی بقا کا طول اس کی مقدار عمر میں کمی کر رہا ہو اسے خود اپنے مستقبل میں غور و فکر کرنا چاہئے اور وہ ہمارے مذکورہ بیان سے اہم ہے صحیح حدیث میں ہے کہ تم میں سے ہر ایک پر ہر صبح اور شام اس کا جنت اور دوزخ کا ٹھکانہ پیش کیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے یہ تیرا ٹھکانہ ہے حتی کہ تجھے اللہ تعالیٰ محشر کیلئے اٹھائیں بس ہائے افسوس اس شخص پر جسے ڈر سنایا گیا مگر پھر بھی اچھی طرح تیاری نہیں کر سکا اور آفرین ہے اس خوش عیش کیلئے جسے ے زیادہ مرغوبات کے وعدے سنائے گئے اور جو شخص ستر کے قریب پہنچ گیا ہے اسے جان لینا چاہئے کہ نفس کراہ رہا ہے اللہ تعالیٰ سلسلہ عمر کو موت کی مشکل چوٹی تک لیجانے میں مدد فرمائیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صبر کی ایک جھلک

جو شخص اللہ تعالیٰ کے افعال پر رضا کی حقیقت جاننا چاہتا ہے نیز یہ کہ رضا کہاں سے پیدا ہوتی ہے۔ اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال میں غور کرنا چاہئے کہ خالق سبحانہ و تعالیٰ کی کمال معرفت حاصل ہونے پر آپکا یقین یہ تھا کہ خالق ہی مالک ہے اور مالک کو اپنے مملوک میں تصرف کا حق ہے اور یہ کہ وہ حکیم ہے جس کا کوئی فعل بے مقصد نہیں ہے چنانچہ آپؐ نے وہ تسلیم اختیار کی جو ایک مملوک باحکمت مالک کیلئے کرتا ہے پس حالات عجیب پیش آنے کے

باوجود آپ پر کوئی تغیر (تبدیلی) محسوس نہ ہوتا تھا طبیعت سے کسی رنج کا ظہور نہ ہوتا تھا زبان حال سے بھی یہ بات نہ ہوتی کہ :اگر یوں ہو جاتا۔ بلکہ تقدیر کے فیصلہ پر یوں ثابت قدم رہتے جیسے شدید آندھیوں میں پہاڑ' جی ہاں یہ سید الرسل ﷺ ہیں جو تمام مخلوق کی طرف تن تنہا مبعوث ہوئے جبکہ کفر نے تمام آفاق کو گھیر رکھا تھا پھر آپ ایک جگہ سے دوسری جگہ کی طرف بھاگنے لگے ہر جھونپڑی میں پناہ لینے نکلتے تھے تو لوگ مارتے تھے ایڑیاں لہولہان کی گئیں اوجھ آپ کی کمر مبارک پر ڈالی گئی مگر آپ نے کوئی حرکت کی نہ آواز نکالی ہر موسم حج پر لوگوں میں نکلتے اور فرماتے کون ہے جو مجھے ٹھہرائے کون ہے جو میری مدد کرے گا پھر مکہ سے باہر تشریف لے گئے تو ایک کافر کے تحفظ میں واپس لوٹے اس پر طبیعت کی کوئی کراہٹ نہ باطن سے کوئی اعتراض' کوئی اور ہوتا تو پکار اٹھتا اے رب تو مخلوق کا مالک ہے نصرت پر قادر ہے پھر بھی میری یہ ذلت؟ جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیبیہ کے موقعہ پر فرمایا تھا: کیا ہم حق پر نہیں؟ پھر ہم اپنے دین میں یہ خفت کیوں آنے دیں؟ اس کے جواب میں آپ نے فرمایا "بے شک میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں وہ مجھے کبھی ضائع نہیں کرے گا" یہ دونوں کلمے ان دو اصولوں کو جامع ہیں جن کا ہم نے ذکر کیا ہے چنانچہ آپ کا ارشاد "انی عبداللہ" (کہ میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں) ملکیت کا اقرار ہے کہ میں اس کا مملوک ہوں وہ جو چاہے میرے ساتھ معاملہ کرے اور آپ کا ارشاد :لن یضیعنی" (کہ وہ مجھے کبھی ضائع نہ کرے گا) اس کی حکمت کا بیان ہے کہ اس کا کوئی فعل عبث نہیں ہے پھر آپ بھوک میں مبتلا ہوتے ہیں تو پیٹ پر پتھر باندھتے ہیں جبکہ خدا زمین وآسمان کے خزانوں کا مالک ہے اور آپ کے

اے حضور کے چچا حضرت حمزہؓ کو وحشی نے یوم احد میں شہید کیا ابوسفیانؓ کی زوجہ ہندہ نے آپ کا جگر نکلوا کے چبایا اور یہ زمیں اپنے مرنے والے اقرباء کے غم کا بدلہ دیا

صحابہ قتل کئے جاتے ہیں۔ خود اپنا چہرہ مبارک زخمی کیا جاتا ہے دانت مبارک شہید کئے جاتے ہیں محبوب سے چچا کو شہید کر کے اعضا کاٹے جاتے ہیں مگر آپ خاموش ہیں پھر ایک بیٹا عطاء ہوتا ہے جو کچھ عرصہ بعد واپس لے لیا جاتا ہے پھر حسنؓ وحسینؓ سے دل بہلانے لگتے ہیں اور خود ہی ان پر گذرنے والے حالات وواقعات بھی بتا رہے ہیں عائشہؓ تسکین طبع کا سامان ہے مگر منافقوں کی تہمت نے زندگی کے اس پہلو کو بھی مکدر اور بدمزہ کر دیا ادھر معجزات کا بے غبار و مظاہرہ ہے اور مقابلہ میں مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی اور ابن صیاد نمودار ہو رہے ہیں۔

آپ امانت و صداقت کے تقدس کو چار چاند لگا رہے ہیں مگر کہا جا رہا ہے کہ جھوٹا

ہے۔ جادوگر ہے پھر بیماری آتی ہے تو بخار اتنا جو دو آدمیوں کو آتا ہے مگر آپؐ خاموش ہیں اور کبھی اگر کچھ حال بتایا بھی ہے تو اس لئے تاکہ صبر معلوم ہو سکے پھر سکرات موت طاری ہو رہی ہیں نزع کا عالم ہے ایک موٹی چادر لپیٹ کر لیٹے ہوئے ہیں اور گھر میں چراغ روشن کرنے کو تیل نہیں ہے ان چیزوں پر صبر کا جو مقام آپ کو حاصل تھا کسی اور نبی کو حاصل نہ تھا اور آپؐ دنیا کی مباح چیزوں کے متعلق فرمایا کرتے تھے "بھلا مجھے دنیا سے کیا نسبت اور یہ نوح علیہ السلام ہیں جو حالات کی شدت سے بے کل ہو کر پکارتے ہیں "اے رب زمین پر کافروں کا کوئی گھر باقی نہ رہے" اور ہمارے نبی ﷺ فرماتے ہیں اے اللہ میری قوم کو ہدایت عطاء فرما کہ یہ جانتے نہیں ہیں اور یہ موسیٰ کلیم علیہ السلام ہیں جو اپنی قوم کی گوسالہ پرستی پر فریاد کرتے ہوئے کہہ رہے ہیں "یہ تیری آزمائش ہی تو ہے" اور ملک الموت آتا ہے تو اس کی آنکھ پھوڑ دیتے ہیں اور یہ سلیمان علیہ السلام ہیں جو ملک و سلطنت کا سوال کر رہے ہیں (ھب لی ملکا) اور ہمارے پیغمبر ﷺ درخواست کر رہے ہیں "اے اللہ محمد (ﷺ) کے گھرانے کی روزی بقدر ضرورت کر دے خدا کی قسم یہ فعل اسی شخص کا ہو سکتا ہے جو وجود کی حقیقت سے واقف ہے اور موجد کی ذات کی معرفت رکھتا ہے جو اپنی اغراض ختم ہیں جس کے اعتراضات مٹ چکے ہیں بس کائنات میں جو کچھ ہو رہا ہے وہی اس کی خواہش ہے۔

اکثر و بیشتر ظاہر کا اعتبار نہیں ہوتا

حسی خواہشات میں سے اکثر و بیشتر عورتوں سے وابستہ ہیں ایک آدمی کبھی کسی عورت کو اس کے لباس میں دیکھ کر خیال کرتا ہے کہ یہ اس کی بیوی سے حسین ہے یا اپنے خیال میں کسی حسینہ کا تصور جاتا ہے اور اس وقت اس کا فکر اس عورت کے موصوف حسن پر مرکوز ہوتا ہے کوشش کرتا ہے کہ اس سے نکاح کر لے یا خرید کر گھر میں ڈال لے پھر جب مراد حاصل ہو جاتی ہے تو اس میں وہ عیوب دیکھنے لگ جاتا ہے جن کا اس سے پہلے کبھی خیال بھی نہ آتا تھا بس اس سے اکتا کر کسی اور کی طلب میں لگ جاتا ہے اور اتنا نہیں جانتا کہ اس کی ظاہری اغراض کا حصول کبھی بہت آفتیں لے کر آتا ہے مثلاً دوسری آنے والی عورت دین سے کوری ہو عقل سے خالی ہو یا جذبات محبت نہ رکھتی ہو یا گھریلو تدابیر سے بے بہرہ ہو اس طرح نہ حاصل ہونے والی خوبیاں حاصل ہونے والیوں سے بہت زیادہ بڑھ گئیں یہی وہ سبب ہے جس نے زانیوں کو خواہش میں مبتلا کیا ہے کیونکہ ایک عورت سے رفاقت کے وقت اس کے

محاسن ان کی نظر میں ہوتے ہیں اور عیوب پوشیدہ جس کی وجہ سے یہ لمحات ان کیلئے لذیذ ہوتے ہیں پھر وہ کسی اور کی طرف منتقل ہو جاتے ہیں لہذا عاقل کو جان لینا چاہئے کہ حسب منشا کامل مراد کے حاصل ہونے کی اس کیلئے کوئی صورت نہیں "ولستم باخذیه الا ان تغمضوا فیه" الحاصل جب بھی کسی کو لوگے تو اس کے نقائص یا عیوب سے چشم پوشی کر کے ہی لوگے اور دنیا کی عورتوں کے عیب کا بیان اللہ تعالیٰ کے اس قول سے بہتر انداز میں ممکن نہیں "ولهم فيها ازواج مطهرة" کہ اہل جنت کو وہاں ایسی بیویاں ملیں گی جو پاکیزہ ہوں گی "اور ایک حساس شخص جس طرح ظاہری میل کچیل سے نفرت کھاتا ہے ایسے ہی معنوی اور اخلاقی عیوب سے بھی نفرت رکھتا ہے لہذا چاہئے کہ باطنی خوبیوں میں سے دین پر اور ظاہری خوبیوں میں پردہ اور قناعت پر اکتفا کرلے بس زندگی خوشحال ہوگی اور دل مسرور رہے گا اور جس قدر کثرت اختیار کرے گا اس سے قلبی مشاغل کی کثرت ہوگی اور دین میں کمزوری آئے گی۔

لوگوں کے ذوق

سبحان اللہ! ہر شخص کو اللہ تعالیٰ نے ایک خاص ذوق دیا اور ایک فن کے ساتھ وابستہ کر دیا ہے تاکہ اس زندگی میں اس کی آنکھیں پر سکون رہ سکیں چنانچہ علوم کے سلسلہ میں اس قرآن پاک کے ساتھ دلچسپی عطاء فرمائی اور حدیث شریف کے ساتھ اور علم نحو کے ساتھ کہ یہ دوسرے علوم کے تحفظ کا ذریعہ ہے اور ادھر ایک شخص کو نانبائی بننے کا شوق دیا تو دوسرے کو پہرہ داری کا یہ جنگل سے لکڑیاں لا رہا ہے اور وہ صاف پانی لا رہا ہے تاکہ مخلوق میں اجتماعیت پیدا ہو اور پھر اگر اکثر لوگ نانبائی والا شوق ہی اپنا لیتے تو روٹیاں بکثرت جمع ہو جایا کرتیں بلکہ ضائع ہوتیں اور سبھی پہرے دار بن جاتے تو انہیں کی فوج اکٹھی ہو جاتی بلکہ وہ اِس کو اور اُس کو ذوق و شوق بھی ایک انداز سے دیتے ہیں تاکہ دنیا اور آخرت کا نظام برقرار رہے اور ایسے لوگ خال خال ہیں جنہیں حصول کمال اور اعلیٰ مقام کا جذبہ عطا ہوتا ہے اور علوم و اعمال کے جامع ہونے کا شوق ملتا ہے اور قلبی معاملات کی اصلاح کیلئے فکر نصیب ہوتی ہے پھر ان حضرات میں بھی درجات کا تفاوت ہوتا ہے بس وہ ذات پاک ہے جو جیسے چاہے پیدا فرمائے اور منتخب کرے ہم اس سے معافی کے خواستگار ہیں اگر اس کی رضا میں کوتاہی کر بیٹھیں' اور اس کے ساتھ معاملہ درست نہ کر سکنے سے سلامتی چاہتے ہیں۔

سنت پر عمل کرنے کا اصول

علم حدیث شریعت کا اہم اور اعظم حصہ ہے کیونکہ یہ قرآن پاک کی تشریح اور حلال و حرام کی وضاحت کرتا ہے آنحضرت ﷺ کی پاکیزہ سیرت اور صحابہ کرام کے حالات کا بیان ہے اور کچھ لوگوں نے اس میں جھوٹ کی آمیزش کر دی اور منقول باتوں میں ہمہ قسم قبیح باتیں شامل کرنے کی کوشش کی زاہد اور واعظ حضرات کو توفیق ملے تو وہ اسی چیز کا ذکر کریں جس کی صحت کی وہ شہادت دے سکیں اور اگر توفیق سے محروم ہیں تو زاہد جو حدیث بھی سنے گا راویوں پر حسن ظن کرتے ہوئے اس پر عمل کرے گا اور واعظ جو بات بھی سامنے آئی اسے نقل کرے گا جبکہ خود اس کی صحت سے ناواقف ہے جس سے زاہد کے حالات میں فساد آتا ہے اور یہ ہدایت کی راہ سے اپنی حد علمی کی وجہ سے ہٹ جاتا ہے اور اس کا انکار ممکن نہیں کیونکہ زہد پر دلالت کرنے والی احادیث عموماً پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتیں مثلاً ابن عمرؓ کی حدیث کہ جو مسلمان مرد کسی شئے کی خواہش کرتا ہے پھر وہ اپنی خواہش کو دباتے ہوئے دوسرے کو ترجیح دیتا ہے تو اس کی مغفرت ہو جاتی ہے یہ موضوع حدیث ہے اور انسان کو ان مباح چیزوں سے روکتی ہے جن سے وہ طاعت پر قوت حاصل کر سکتا ہے اور اسی طرح کی یہ روایت ہے "کہ جو شخص اچھا لباس ترک کر دیتا ہے" الخ ایسے ہی وہ روایت کہ آپؐ کی خدمت میں دو قسم کے سالن پیش ہوئے تو فرمایا مجھے ضرورت نہیں مجھے یہ پسند نہیں کہ اللہ تعالیٰ ضرورت سے زائد دنیا کا مجھ سے سوال کریں جبکہ صحیح حدیث میں یہ آیا ہے کہ آپؐ نے تربوز اور رطب کھجور ملا کر کھائے ہیں اور تلاش کرنے سے اس کی بہت سی مثالیں مل سکتی ہیں بس ان لوگوں نے فساد پر بنیاد رکھی جس سے وعظ کہنے والے اور سننے والے دونوں کے حالات میں فساد آیا کیونکہ اس نے اپنی کلام کی بنیاد ناممکن اور فاسد چیزوں پر رکھی ہے اور ادھر زاہد کہلانے والوں کی ایک جماعت ہے جو ایسی احادیث اور منقول روایات پر عمل کرتے ہیں جو صحیح نہیں ہیں جس سے ان کا وقت غیر شرعی کاموں میں ضائع ہو جاتا ہے اور علماء پر یہ حضرات مباح چیزیں استعمال کرنے کی وجہ سے اعتراض کرتے ہیں اور شدت اور خشکی کو ہی بس دین سمجھتے ہیں اور اس طرح واعظین حضرات لوگوں کو وہ حدیثیں سناتے ہیں جو آنحضرت ﷺ سے یا آپ کے صحابہ سے صحیح ثابت نہیں ہیں بس اس طرح کی خلاف واقعہ باتیں ان کے ہاں دین ہے مگر سبحان اللہ حق تعالیٰ نے اس شریعت کا تحفظ ان برگزیدہ حضرات کی روایات کے ذریعہ سے کرایا ہے جو

غالی لوگوں کی تحریفات کو اور دور اہل باطل کی ایجادات کو اس سے دور ہٹاتے رہتے ہیں۔

امام احمدؒ کا اپنی مسند کیلئے طریقہ

بعض علماء حدیث نے مجھ سے پوچھا کہ کیا مسند احمد میں کوئی غیر صحیح حدیث بھی ہے میں نے کہا ہاں یہ جواب اس جماعت کو بہت گراں گزرا جو اپنے کو اس مذہب سے منسوب کرتے تھے مگر میں نے یہ کہتے ہوئے کہ یہ سطحی قسم کے عام لوگ ہیں" دھیان نہ کیا مگر پتہ چلا کہ انہوں نے فتوے لکھے اور ان میں اہل خراسان کی ایک جماعت نے بھی تحریر لکھی جن میں ابو العلاء ہمدانی بھی ہیں انہوں نے میری بات کو بہت بڑھایا اس کی تردید کی اس کے قائل کی خوب مذمت کی میں حیران ہو گیا اور بہت ہی تعجب ہوا اور اپنے جی میں کہنے لگا کہ کیا تعجب ہے کہ اپنے کو عالم کہلانے والے عوام کی صف میں جا شامل ہوئے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ ان لوگوں نے حدیث تو سنی لیکن اس کی صحت و سقم پر نظر نہیں کی اور یہ گمان کر لیا کہ جو شخص بھی میرے والی بات کہتا ہے وہ امام احمدؒ کی روایت کردہ حدیث میں طعن کرتا ہے حالانکہ بات اور ہے وہ یہ کہ امام احمدؒ نے مشہور 'جید' ردی ہمہ قسم روایتیں جمع کی ہیں پھر خود انہوں نے اپنی ہی بہت سی روایات کا رد لکھا اور خود اس کے قائل نہیں' نہ اس کو اپنا مذہب بنایا' چنانچہ انہوں نے وضوبالنبیذ والی حدیث کو مجہول کہا ہے اور جو شخص ابو بکر الخلال کی "کتاب العلل" دیکھے گا وہ بہت سی احادیث ایسی پائے گا جو سبھی مسند احمد کی ہیں اور خود امام احمدؒ نے ان میں طعن کیا ہے اور میں نے قاضی ابو یعلی بن الحسین الفراء کا خط مسئلہ نبیذ میں نقل کیا ہے جس میں وہ فرماتے ہیں کہ امام احمدؒ نے اس سلسلہ میں مشہور روایت نقل کر دی ہے اس کی صحت و سقم پیش نظر نہیں ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ عبداللہ کہتے ہیں میں نے اپنے والد سے کہا ربعی بن حراش ؒ کی حدیث عن حذیفہ کے متعلق آپ کیا کہتے ہیں فرمایا جسے عبدالعزیز بن ابی رواد نے روایت کیا ہے؟ میں نے کہا ہاں فرمایا بہت سی احادیث اس کے خلاف ہیں میں نے کہا آپ نے اس کا ذکر مسند میں کیا ہے تو فرمایا میں نے مسند میں جو روایت مشہور تھی وہ رکھ دی ہے اور اگر میرا مقصد انہی روایتوں کا لانا ہوتا جو میرے نزدیک صحیح ہیں تو میں اس مسند میں بہت کم حدیثیں لا سکتا پھر بھی میرے بیٹے تو میرے طریق کو پہچانتا ہے کہ میں اس ضعیف روایت کے خلاف نہیں کہتا جبکہ باب میں اس کے مخالف کوئی روایت نہ ہو قاضیؒ (ابو یعلی الفراءؒ) نے کہا کہ امامؒ نے خود اپنی بات بتادی ہے کہ مسند میں ان کا طریق کیا ہے اب جس نے

دا اس مسند ہی کو صحت کا معیار بنا لیا ہے اس نے خود مصنف امام کی مخالفت کی ہے اور ان کے مقصد کو ترک کر دیا ہے میں کہتا ہوں کہ اس دور میں مجھے اس بات کا غم ہے کہ علماء حضرات اپنی علمی کوتاہیوں کی وجہ سے عامتہ الناس کے درجہ پر پہنچ گئے ہیں اور جب کوئی موضوع حدیث بھی دیکھ پاتے ہیں تو کہہ دیتے ہیں کہ یہ بھی روایت ہے ان حضرات کی پست ہمتی پر جا ہے اگر رو دیا جائے۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

غفلت کی انتہا پسندی

کسی پرانے فاسق شخص کی یہ بات سننے میں آئی جو وہ کہا کرتا تھا "کہ میرے نزدیک زندگی نفس کو اس کی خواہش پر لگا دینے کا نام ہے اس میں وہ نفس کبھی غلطی کھا جاتا ہے اور کبھی درست رہتا ہے میں نے اس کے حال میں غور کیا تو اسے مردہ نفس پایا اس کے اپنی عزت کے معاملہ میں کچھ بھی غیرت ہے نہ شرمندگی کا خطرہ ایسا شخص آدمیوں کے کسی شمار میں نہیں ہے کیونکہ کبھی قتل و قتال کیلئے تیار ہو جاتا ہے تاکہ اسے بزدل نہ کیا جائے اور بھاری بوجھ اٹھا لیتا ہے تاکہ بے ہمت نہ پکارا جائے اور وہ شرمندگی سے ڈرتا ہوا فقر کی ہر آفت پر صبر کر لیتا ہے اور اپنی حالت کو ظاہر نہیں ہونے دیتا تاکہ حقارت کی نگاہ سے نہ دیکھا جائے حتی کہ ایک جاہل کو یا جاہل کہہ کر پکارا جائے تو وہ غضبناک ہو جاتا ہے اور چور ڈاکو حرام کیلئے تیار رہنے والے انہی میں سے ایک اگر دوسرے کو کہہ دے کہ تو کیا بولتا ہے تیری تو اپنی بہن ایسی ایسی ہے وہ غیرت میں آ کر بہن کو قتل کر دیتا ہے اور زندہ نفس آدمی کبھی مقام تہمت پر کھڑا نہیں ہوتا تاکہ اس کے متعلق بدگمانی نہ کی جائے اور جسے کوئی پرواہ نہیں کہ وہ بے ہوش لوگوں میں پڑا ہے جسے کچھ فکر نہیں کہ اس کی بدنامی ہو رہی ہے لوگوں میں اس کے برے تذکرے اس پر کچھ بھی اثر انداز نہیں اسے بہائم اور چوپایوں میں شمار ہونا چاہئے اور یہ صاحب جو نفس کو اس کی خواہشات کے پیچھے لگانا چاہتا ہے یہ بات سے کوئی لذت نہیں پائے گا کیونکہ اسے کسی مشقت کا خطرہ نہ ملامت کا ڈر نہ عزت کا کچھ احساس کہ بچاؤ کی فکر کرے یہ انسانی کھال میں لپٹا ہوا ایک حیوان محض ہے ورنہ اس شرابی نے عیش کے کیا مزے لوٹے جو پینے کے بعد پکڑا گیا اسے کوڑے لگائے گئے لوگوں میں تشہیر ہوئی کہ فلاں کے ساتھ یوں ہوا وغیرہ کیا اس لذت کے مقابلہ میں یہ جو کچھ ہوا ہے کم ہے؟ ہرگز نہیں بلکہ یہ اس سے کئی گنا زیادہ ہے اور اس شخص کے کیا مزے ہیں جو سستی کا عادی ہے جبکہ وہ دیکھتا ہوگا کہ اس کے ساتھی علم میں بہت آگے

نکل گئے اور یہ جاہل کا جاہل رہا یا ساتھی تجارت کے ذریعہ غنی ہو گئے اور یہ فقیر ہے تو کیا اس کی سستی اور راحت پسندی کی کچھ بھی گنجائش باقی ہے ؟ اور زانی اگر ذرا اپنے اس فعل پر نظر کر لے یا اس پر قائم ہونے والی حد (سزا) کا تصور کر لے تو وہیں پر اپنا ہاتھ روک لے مگر اس وقت وہ نقد لذت کو چمکتی ہوئی بجلی کی طرح دیکھتا ہے ہائے نحوست اس عمل بد کی جو اپنے پیچھے ایک طویل حسرت و افسوس چھوڑ گیا ہے اور یہ سب کچھ تو دنیا کے آثار ہیں رہا آخرت کا معاملہ تو وہ ہمیشہ ہمیشہ کیلئے بد مزہ کرنے والا عذاب ہے (اور جو ایمان والے ہیں وہ اس سے ڈرتے رہتے ہیں) ہم اللہ تعالیٰ سے رذائل سے نفرت اور فضائل کی طلب و توفیق مانگتے ہیں وہ قریب ہے قبول کرنے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں جرات کا انجام

عقوبات اور سزائیں کبھی اچانک آتی ہیں اور کبھی حلم انہیں موخر کر دیتا ہے اور عاقل وہ ہے جو غلطی کر لے تو توبہ میں جلدی کرے دوسرے نافرمانوں کی مہلت دیکھ کر فریب کھانے والوں کو کبھی مہلت نہیں ملتی اور سب گناہوں سے جلد سزا اس گناہ کی ہوتی ہے جس کی لذت ممانعت کو بھلانے والی نہیں ہے۔ ایسی خطا عناد اور مقابلہ کی شکل بن جاتی ہے اور اگر خالق پر اعتراض یا اس کی عظمت میں منازعت یا شرکت والا معاملہ ہے تو اس کی تلافی ممکن نہیں۔ عبدالمجید بن عبدالعزیز نے بتایا کہ ہمارے ہاں خراسان میں ایک آدمی تھا جس نے تین دن میں پورا قرآن لکھا ایک آدمی نے اس سے ملاقات کی اور پوچھا تو نے یہ کتابت کتنے دنوں میں کی ہے ؟ اس نے ہاتھ کے انگوٹھے اور اس کے ساتھ والی دونوں انگلیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا تین دن میں "وما مسنا من لغوب" اور ہمیں کچھ بھی تھکن نہیں ہوئی فوراً تینوں انگلیاں خشک ہو گئیں اور ہمیشہ کے لئے ان کے نفع سے محروم ہو گیا۔ ایسے ہی ایک فصیح ادیب کو اس خیال نے دھوکہ میں ڈال دیا کہ وہ بھی قرآن کی مثل کلام کہہ سکتا ہے وہ ایک بالا خانے میں تنہائی میں جا بیٹھا اور کہنے لگا کہ مجھے تین دن کی مہلت دے دو تین دن کے بعد لوگ اوپر گئے تو دیکھا کہ ہاتھ قلم پر خشک ہو چکا ہے اور وہ خود مرا پڑا ہے اور اسی سے ملتا جلتا یہ معاملہ ہے کہ انسان کسی شخص کو اس کے فعل پر شرمندہ کرے اور اس سے بھی بڑھ کر یہ ہے کہ ایسی بات پر شرمندہ کرے جو اس کے اختیار میں نہیں ہے مثلاً کے او اندھے یا اوبد صورت وغیرہ۔ ابن سرینؒ فرماتے ہیں میں نے ایک آدمی کو فقر پر شرمندہ کیا

تھا اور میں نے ایک قرض کے سلسلہ میں قید اٹھائی - اور سزا کبھی موخر ہو جاتی ہے اور آخر عمر میں ملتی ہے پس کبر سنی کے ساتھ ساتھ ان گناہوں پر تنبیہ میں تاخیر کتنی تعجب خیز ہے جو کبھی جوانی میں ہوئے تھے لہذا اچھے اور بہت بچے گناہوں کے انجام سے اور اللہ تعالی کی طرف رجوع کے ذریعہ ان کو مٹانے میں بہت جلدی کیجئے کہ ان کی تاثیرات جلد ظاہر ہوں تو نہایت قبیح ہیں ورنہ اکٹھی ہو کر آئیں گی تو ستائیں گی۔

پاکدامنی شرافت ہے

انسان ایک عظیم امر کے لئے پیدا کیا گیا ہے اپنے خالق کی معرفت ولائل کے ذریعہ حاصل کرنا اس کے لئے ضروری ہے اس میں تقلید کافی نہیں اس کے لئے ضروری ہے کہ اپنے عزائم کو اس طلب میں لگایا جائے نیز فرائض کی ادائیگی اور جرائم سے اجتناب بھی اس کے ذمہ لازم ہے اگر اس کی ہمت طلب علم میں لگتی ہے تو مزید ترقی کی اس میں حاجت ہو گی پس لوگوں میں سب سے سعادت مند وہ شخص ہے جس کو بقدر ضرورت روزی مل رہی ہے لوگوں کے صدقات واحسانات میں سے نہیں اور وہ اس پر قناعت کئے ہوئے ہے اور جب بقدر ضرورت اس کے پاس نہیں تو جس فکر و... مطلوبہ امور کے لئے جمع رکھنا چاہتا ہے اس میں افتراق وپریشانی آئے گی اور وہ روزی کے حصول کے لئے اپنے عزائم وافکار کی تحلیل کرے گا اور اس کی تمام عمر اس بدن کی غذا کے حصول میں صرف ہو گی جس کی بقاء کے ذریعہ اسے کچھ اور مقصود ہے اور وہ مقصود اس کا فوت ہو جائے گا اور بعض دفعہ وہ کمینے لوگوں کا بھی محتاج ہو جاتا ہے ایک شاعر کا قول ہے : مجھے زمانہ سے وہی کافی ہے جو میری کفایت کر دے۔ میری عزت کو ذلت سے بچا دے اور اس خطرہ سے کہ لوگ کہنے لگیں فلاں کو فلاں پر فضیلت ہے لہذا عاقل کو چاہئے کہ جب اسے بقدر حاجت رزق ملے یا اس کے اسباب مہیا ہوں تو ان کی حفاظت رکھے تاکہ اسکے افکار جمع رہیں اور اس میں اسراف نہ کرے ورنہ محتاج ہو جائے گا اور افکار پریشاں ہوں گے اور نفس کو جب روزی پاس موجود ہو تو اطمینان ہوتا ہے اور اگر پاس مال نہ ہو تو بقدر ضرورت کسب کرے اور اس میں غلو نہ کرے تاکہ ضرورت پوری ہو اور پریشانی نہ ہو اور چاہئے کہ قلیل پر قناعت کرے کیونکہ جب اس کا رخ زائد مال کی طرف ہو گا تو افکار کا انتشار جو ممنوع ہو واقع ہو گا کیونکہ پہلا انتشار عدم مال کی وجہ سے تھا اور یہ قدر زائد کی حرص میں ہے اور عمر فضول چلی جائے گی (شعر) اور جو شخص فقر کے خوف سے اپنے مال کے تحفظ

میں عمر لگا رہا ہے تو اس کا یہ فعل خود فقر ہے اے طلب فضائل کا عزم رکھنے والے اسے خوب سمجھ لے کہ تو جب تک بچوں کا نان نفقہ تیار نہ رکھے گا وہ تیرے دل کو پریشان رکھیں گے اور تیری طبیعت نرم ہے لہذا اس اشتغال سے اپنے ذہن کو فارغ کر لے اور اس مال کی قدر دانی کر جو تیرے اطمینان کا موجب ہے مخلوق سے تیری عزت کی حفاظت کرتا ہے اور اس بات کا خاص خیال رکھنا کہ سخاوت کہیں تجھے زیادہ خرچ کرنے پر نہ لگا دے ورنہ تو اس فقیر جیسا بن جائے گا جو دوسروں پر سخاوت کر کے خود تیری سخاوت کا محتاج ہو گیا ہو بقدر ضرورت پر قناعت کرنا اور زائد کی طلب ترک کرنا بنیادی اصول ہے۔ جب امام احمد بن حنبلؒ نے اپنے نفس کو ہدایا اور تحائف قبول کرنے سے مایوس کر دیا تو افکار کی پریشانی کے بجائے جمعیت حاصل ہوئی اور ذکر خیر عام ہو گیا۔ پھر احسان دھرنے والا یا سلطان ہو گا جو انعام دیتا ہے یا زکوٰۃ دے کر احسان جتانے والا یا دوست جو کچھ دے کر احسان جتاتا ہے اور عزت پر لذت سے بڑھ کر لذیذ ہے اور احسانات کے حلقہ سے گردن آزاد رکھنا اگرچہ مٹی پھانکنی پڑے۔

بد نظروں سے تحفظ

اپنے ہم جنس پر برتری کی پسند ہر طبیعت میں رکھ دی گئی ہے ہر کسی کو یہ محبوب ہے کہ وہ اپنے غیر سے اونچا ہو جائے اور اگر کبھی ایسی آفت آن پڑے جو اس کے مرتبہ کو گرانے والی ہے تو ہمت کر کے اس کو پوشیدہ رکھنا چاہئے تاکہ حقارت کی نگاہ سے نہ دیکھا جائے اور پاکباز آدمی کو چاہئے کہ وقار سے رہے تاکہ اسے احسان کی نظر سے نہ دیکھا جائے اور مریض کی عیادت میں صبر سے کام لے تاکہ عافیت والے اس پر خوشی نہ منائیں آنحضرت ﷺ نے فتح مکہ کے موقعہ پر صحابہؓ کو فرمایا تھا جبکہ وہ بیماری کی وجہ سے لاغر ہو رہے تھے اور سعی میں ضعف ہو رہا تھا آپ کو خیال پیدا ہوا کہ دشمن اس حالت پر خوش ہوں گے تو ارشاد فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے جو اپنی قوت و ہمت کا مظاہرہ کرے گا اور رمل کرے گا رمل قوت سے سعی کرنے کو کہتے ہیں آج وہ سب ختم ہو چکا ہے مگر حکم باقی ہے تاکہ سبب کی یاد تازہ ہوتی رہے اور حقیقت حال سمجھ آ جائے۔ ایسے ہی لوگوں نے حضرت معاویہؓ سے حاضری کے لئے اجازت مانگی آپ قریب المرگ تھے اپنے اہل کو کہا مجھے بٹھاؤ چنانچہ ٹیک لگا کر بیٹھ گئے جیسے ایک تندرست ہوتا ہے حال پوچھنے والے چلے گئے تو یہ شعر پڑھے (ترجمہ) اور میرا قوت ظاہر کرنا خوشی منانے والوں کے لئے ہے جنہیں میں دکھانا چاہتا

ہوں کہ زمانہ کے حوادث کے آگے میں جھکنے والا نہیں ہوں اور موت جب اپنے ناخن کہیں پر گاڑ دیتی ہے تو تعویذ ٹوٹکے پھر کچھ کام نہیں دیتے اور ہمیشہ سے عقلاء حضرات فقر میں مصائب وآفات میں باہمت رہے ہیں تاکہ ان مصائب کے ساتھ ساتھ دشمنوں کو خوش ہوتا ہوا نہ دیکھنا پڑے جو ہر آفت سے بڑھ کر ہے چنانچہ ان کا غنا ظاہر کرتا تھا اور ان کا مریض تندرستی ظاہر کرتا تھا جی ہاں یہاں پر ایک اور نکتہ بھی قابل فہم ہے وہ یہ کہ کبھی انسان مال کی کثرت اور نعمتوں کی فراوانی ظاہر کرتا ہے اور دشمن اس کو نظر لگاتا ہے تو وہ خوشی حاصل نہیں کرپاتا کیونکہ اس پر اور نعمتیں پلٹ آتی ہیں اور نظر اسی چیز کو لگتی ہے جو اچھی سمجھی جائے اور صرف استحسان کافی نہیں جب تک حاسد کی طرف سے نہ ہو اور یہ بھی کافی نہیں جب تک شریر آدمی کی طرف سے نہ ہو جب یہ صفات ہوں گی تو نظر لگنے کا خطرہ ہوتا ہے لہذا انسان کو چاہئے کہ اپنے اچھے حالات کا اسی حد تک مظاہرہ کرے جہاں تک نظر لگنے کا خوف نہ ہو اور اپنی خیر و عافیت کا یقین ہو نیز اظہار نعمت میں زیادتی نہ کرے کہ ایسے موقعہ پر نظر کا خطرہ ہوتا ہے حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں سے فرمایا تھا کہ ایک دروازہ سے مت داخل ہونا بلکہ متفرق دروازوں سے داخل ہونا۔ یہ ان کی نظر کے خوف سے تحفظ کی ایک تدبیر تھی یہ فصل خوب سمجھ لینی چاہئے کہ یہ اہل تدبر کے لئے نفع مند ہے۔

لوگوں کے طبقات

دنیا میں ہمارے وجود کا آغاز ہوا تو اس کی مثال ایک مدرسہ کی سی تھی جس میں ہم نے خط سیکھا ادب سیکھا تاکہ بچہ بالغ ہونے تک کسی منصب کے لائق ہو جائے پھر بعض بچے کند ذہن ہوتے ہیں مدتوں مکتب میں پڑے رہتے ہیں اور فارغ ہوتے ہیں تو کچھ بھی سمجھے ہوئے نہیں ہوتے یہ اس شخص کا حال ہے جو اپنے وجود سے واقف ہے اور نہ اپنے مقصد وجود کو جانتا ہے اور بعض بچے وہ ہوتے ہیں جو کند ذہن، قلت فہم اور عدم تعلم کے ساتھ ساتھ دوسرے بچوں کو ایذا بھی دیتے ہیں یہ دوسروں کو ایذا دیتے ہیں ان کے کھانے کی چیزیں چراتے ہیں اور وہ ان کے ہاتھوں فریاد کرتے رہتے ہیں ایسے بچے نے نہ صلاحیت حاصل کی نہ کچھ سمجھا اور نہ ہی اپنے شر کو دوسروں سے روکا۔ یہ اہل شر اور موذی لوگوں کی مثال ہے اور کوئی بچہ ایسا ہے جو خط و کتابت سے کچھ تعلق رکھتا ہے مگر ضعیف ہے تحریر ردی ہے یہ فارغ ہوتا ہے تو اس کی صلاحیت بس اسی قدر ہوتی ہے جس سے وہ اپنے معاملات کا حساب کرسکے۔

یہ ایسا شخص ہے جسے کچھ سمجھ حاصل ہے مگر فضائل کاملہ حاصل نہیں ہیں اور کوئی ایسا ہے جس نے تحریر تو عمدہ سیکھ لی مگر حساب نہیں سیکھا اور آداب کو خوب حفظ یاد کر لیا مگر وہ نفس کے آداب میں ناقص ہے۔ یہ شخص سلطان کا کاتب بن سکتا ہے مگر قلت ادب اور سوء باطن کی وجہ سے خطرہ سے خالی نہیں اور کوئی وہ ہے جو فضائل کاملہ کے لئے بلند ہمت رکھتا ہے یہ مکتب کے تمام بچوں سے سبقت لے گیا ہے اور ان کے معلم کا نائب ہے اور عزت نفس اور آداب باطنی اور ظاہری میں کمال حاصل کر لینے کی وجہ سے ان سب سے اونچا ہو گیا ہے اس کے اندر ایک جذبہ ہے جو ہمیشہ اسے علم میں جلدی کرنے پر ابھارتا رہتا ہے اور ہر فضیلت کے حاصل کرنے کے لئے تیار رکھتا ہے وہ جانتا ہے کہ مکتب کا وجود خود مقصود نہیں بلکہ وہ ادب سیکھنے کے لئے ہے حالت بلوغ تک منتقل ہونے کے طریق اور دیگر معلومات کے لئے ہے لہذا یہ ہر فضیلت کو حاصل کرنے کے لئے وقت سے بھی آگے بڑھتا ہے یہ ایک مومن کامل کی مثال ہے جو تجربات کے موقعہ پر معاصرین پر سبقت لے جانے والا ہے جو اپنے عمل کو تختی پر بہترین نقوش میں پیش کرتا ہے گویا زبان حال سے کہہ رہا ہے "ھاؤم اقراء وا کتابیہ" (آؤ ذرا میری کتاب پڑھو) دنیا اور اہل دنیا کا کچھ یونہی حال ہے بعض لوگ ہلاکت میں پڑنے والے ہیں حق سے بعید ہیں وہ کفار ہیں۔ بعض گناہ گار مومن ہیں جو سزا کے بعد انجام خیر پالیں گے بعض گناہوں سے بچتے رہے مگر کوتاہ کار تھے اور بعض ان سے کچھ آگے ہیں مگر اوپر والوں کے لحاظ سے کم ہیں پس اے عقل و فہم کے مالکو جلدی کرو جلدی کرو کیونکہ دنیا منزل کی طرف جانیوالا ایک راستہ ہے قیام گاہ کی طرف ایک سفر ہے سلطان کے قرب اور اس کی ہم نشینی کی طرف ایک پیش رفت ہے لہذا مجاسبہ کے لئے خوب تیاری کرو گفتگو اور ہمکلامی کے لئے مستعد ہو جاؤ ادب کے سیکھنے میں خوب محنت کرو تاکہ بارگاہ قرب کی صلاحیت میسر آسکے گھوڑے کو تیار کرنے میں کوئی سستی تمہارے آڑے نہ آنی چاہئے اس سلسلہ میں جدو جہد کے لئے مقابلہ کے دن کی یاد چاہئے کہ تمہیں ابھارتی رہے کیونکہ مومنوں کا اپنے خالق سے قرب دنیا میں ان کے تقویٰ کے بقدر ہے ان کی منزل ان کے مرتبہ کے حساب سے ہوگی تیل لانے والے کا مقام پہرے دار والا نہیں اور پہرے دار کو وزیر کا درجہ حاصل نہیں دو جنتیں سونے کی ہیں ان کے برتن اور ہر چیز سونے کی اور دو جنتیں چاندی کی ہیں جن کی ہر چیز چاندی کی ہے برتن بھی اور دیگر اشیاء بھی اور فردوس الا علی سب آخری درجہ والوں کے لئے ہے اور جنت کی زمین میں بسنے والے اہل درجات کی طرف یوں دیکھیں گے جیسے چمکتے ہوئے ستارے

کو دیکھتے ہیں محنت اور مجاہدہ کرنے والے کو امین ذات کے سپرد ہونے کی لذت یاد رکھنی چاہئے مقابلہ کے دن تحسین و آفرین کی لذت کا دھیان کرے اور مقابلہ میں اترنے والے کو ایسی کوتاہی سے بچنا چاہئے جس کا تدارک ممکن نہ ہو اور ایسے عیوب سے ڈرتا ہے جس کا ذکر قبیح باقی رہ جاتا ہے ...... یہ جہنمی لوگ عتقاء الرحمن ان کا لقب ہے خواہشات کی اتباع نے انہیں داغ دار کر دیا تھا پھر عافیت نصیب ہوئی ایک مدت بعد خلاصی پائی ان کے ذریعہ نصیحت پکڑنی چاہئے اور خواہشات سے رکنا اور صبر کرنا چاہئے زمانہ بہت قلیل ہے فقراء مومنین اغنیاء سے پانسو برس پہلے جنت میں داخل ہو جائیں گے اس کے لئے سبقت میں ہر ممکن کوشش کرنی چاہئے کہ نشان ظاہر ہو چکے ہیں خصوصاً ان کے لئے جو وادی کے اشجار و علامات دیکھ رہے ہیں یا تو طریق پر دلالت کرنے والے نشانات کے ذریعہ یا بڑھاپے کے ذریعہ جو کوچ کرنے کی علامت ہے اور یہ وہ وقت ہے کہ محنت کمانے سے والے اس کی انتظار رکھتے ہیں جنیدؒ نزع کے عالم میں تھے اور قرأت کر رہے تھے ان سے کہا گیا کہ اس وقت بھی؟ فرمایا صحیفہ بند ہونے سے پہلے کچھ کر لینا چاہتا ہوں اور اس کے بعد بامراد لوگ باتوفیق ہیں جو مطلوب ہیں ان کی مدد ہوتی ہے اور جب کسی امر کے لئے تیرا انتخاب ہو گیا تو اس کے لئے تجھے تیار بھی فرما دیں گے۔

بلندی ہمت

ایک عجیب حالت زیر غور آئی وہ یہ اہل جنت جو جنت کی زمین پر رہتے ہوں گے وہ اپنے اوپر والوں کے لحاظ سے بہت پست ہوں گے اور اوپر والوں کی فضیلت کو جانتے بھی ہوں گے اگر وہ ان درجات کے نہ ملنے پر فکر اگانے لگے تو انہیں بڑی حسرت ہو گی حالانکہ یہ ہو گا نہیں کیونکہ اپنی عمدہ رہائشوں کی وجہ سے انہیں کوئی حسرت و افسوس نہ ہو گا ویسے بھی جنت غم و حزن کا گھر نہیں ہے اور ہر شخص کو جو کچھ بھی ملے گا دو طرح سے وہ اس پر راضی ہو گا ایک تو یہ کہ اسے یہ گمان نہیں ہو گا کہ اس کو ملنے والی نعمتوں سے بڑھ کر بھی کوئی نعمت ہے گو مرتبہ کسی دوسرے کا بلند کیوں نہ ہو دوسری یہ کہ وہ نعمت اس کے لئے یوں محبوب بنا دی جائے گی جیسا کہ بدصورت بیٹا باپ کو محبوب ہوتا ہے کہ وہ اسے اجنبی پر ترجیح دیتا ہے خواہ وہ اجنبی کتنا ہی حسین ہو مگر اس میں بھی ایک لطیف بات یہ ہے کہ کچھ لوگ وہ ہیں دنیا میں جن کی ہمتیں طلب فضائل سے قاصر تھیں اور اس میں بھی ان کے درجات مختلف تھے بعض نے

قرآن پاک کا کچھ حصہ یاد کیا مگر مکمل یاد کا شوق نہ ہو ابعض نے تھوڑی سی مقدار احادیث کی سنی بعض نے قدر قلیل فقہ حاصل کر لی اور بعض نے ہر فن سے تھوڑا تھوڑا حصہ لیا اور اس پر راضی ہو گیا بعض فرائض پر اکتفاء کرنے والے ہیں اور بعض تہجد کی دو رکعتوں پر قناعت کرنے والے اگر ان کی ہمتیں بلند ہوتیں تو تمام فضائل کے حصول میں محنت کرتیں نقص اور کمی کو گوارا نہ کرتیں اور بدن سے خوب کام لیتیں جیسا کہ شاعر کا قول ہے: ہر جسم کی آفت لاغری میں ہے اور میرے جسم کی آفت میری ہمت کے مقابلہ سے ہے اور ہمتوں کے مقابلہ کی دلیل یہ ہے کہ بعض لوگ قصے کہانیاں سننے میں رات کو جاگ لیتے ہیں مگر قرآن سننے کے لئے جاگنا انہیں آسان نہیں اور محشر میں ہر انسان کے ساتھ اس کی ہمت بھی ہو گی تو دنیا میں جس قدر اس نے حاصل کیا تھا اسی کے بقدر اسے دیا جائے گا تو جس طرح دنیا میں اس کی ہمت نے کمالات کی طرف شوق نہیں کیا کمی اور نقص پر ہی قناعت کی تھی آخرت میں بھی اسی طرح وہ قناعت کرے گی اور پھر یہ بات بھی ہے کہ لوگ اپنی عقول کے ذریعہ سوچیں گے اور جان لیں گے کہ جزا بقدر عمل ہے لہذا دو رکعت نماز پڑھنے والا ہزار رکعت پڑھنے والے کے ثواب کی طمع نہیں کرے گا اگر یہ سوال ہو کہ بھلا یہ تصور کیسے ممکن ہے کہ وہ اس چیز کا قصد نہ کرے جو اس سے فاضل کو ملی ہے میں کہوں گا کہ اگر یہ تصور نہ کرے تو پھر نہ ملنے پر غم کا تصور ہو گا۔

اور کیا تو نے کوئی جاہل ایسا دیکھا ہے جو فقہ حاصل نہ ہونے پر حزن و غم میں بے چین ہو رہا ہے: بعید اور بعید اگر اسے یہ حزن ہوتا تو فقہی مشاغل کے لئے اس میں کچھ حرکت ہوتی۔ لہذا ان کے ہاں وہ ہمت نہ ہو گی جو سبب افسوس بن سکے علاوہ ازیں یہ کہ وہ اپنی نعمتوں پر راضی بھی ہو چکے بس جو کچھ کہہ دیا ہے اسے سمجھ کر جلدی کر لو کہ یہ مسابقت کا میدان ہے۔

ایک عجیب حکمت

میں نے یہود و نصاریٰ کے اسلامی مملکت کا شہری بننے اور ان سے جزیہ وصول کرنے کے مسئلہ میں غور کیا تو اس میں عجیب حکمتیں سامنے آئیں۔ ایک تو یہ جو عموماً ذکر ہوتی ہے کہ اسلام ضعیف تھا ان سے جزیہ لے کر اقتصادی قوت حاصل کی گئی دوسری یہ کہ ان کی اس ذلت کے ذریعہ اسلام کی عزت کا ظہور ہو گا وغیرہ ذلک اور یہ کہ ہمارے نبی ﷺ

رسولوں میں کوئی نئی طرح کے رسول نہیں ہیں۔ چنانچہ جنات بھی اثبات صانع اور رسولوں کے اقرار پر متفق ہیں تو معلوم ہوا کہ ہم کوئی نئی بات نہیں کہہ رہے جو پہلے نہ تھی پھر جب وہ جزیہ کی ذلت اٹھا کر بھی اپنے باطل پر ثابت قدم ہیں تو ہمیں کیونکر حق پر ثابت قدم نہ رہنا چاہئے جبکہ حکومت بھی ہماری ہے۔

فنون علمیہ کی شرافت

علم کی فضیلت و شرافت دلائل سے ثابت ہے مگر اس کے طالب افتراق میں مبتلا ہیں اور ہر ایک کا نفس اسے الگ راہ دکھاتا ہے بعض نے اپنی عمر قرأت میں صرف کر دی یہ ایک علمی کوتاہی ہے کیونکہ مناسب یہ تھا کہ صرف مشہور قرأت پر شاذ قرأتوں کے بغیر اعتماد کر لیا جاتا اور وہ قاری کیسا بھدا لگتا ہے کہ جب اس سے فقہی مسئلہ پوچھا جائے تو اسے معلوم نہیں ہوتا اسے ادھر سے قرأتوں کی کثرت روایات نے ہی مصروف رکھا ہے اور بعض علم نحو اور اس کی علل میں مشغول ہیں اور بعض صرف لغت میں لگے ہوئے ہیں اور احادیث لکھنے میں مشغول ہیں اور خوب لکھتے ہیں مگر ان کو سمجھنے کی فکر نہیں ہے ہم نے بعض محدثین مشائخ کو دیکھا کہ ان سے نماز کا مسئلہ پوچھا گیا تو جواب نہ دے سکے یہی حال قراء کا اہل لغت کا اور اہل نحو کا ہے۔

مجھے عبدالرحمن بن عیسیٰ فقیہ نے روایت سنائی اسے ابن المنصوری نے کہ ہم اپنے والد کے ساتھ محمد بن الخشاب کی مجلس میں حاضر ہوئے جو نحو اور لغت کے امام تھے فقہ کا مذاکرہ ہونے لگا تو کہنے لگے جو چاہو مجھ سے پوچھو ایک نے کہا کہ اگر یہ سوال ہو کہ نماز میں رفع یدین کی کیا حیثیت ہے تو کیا جواب ہو گا فرمایا: وہ رکن ہے تمام جماعت ان کی فقہی کمی دیکھ کر حیران رہ گئی۔ پس عاقل کو مناسب ہے کہ ہر علم کا کچھ حصہ حاصل کر کے فقہ کا اہتمام کرے پھر علوم کے مقصود میں غور کرے اور وہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے ساتھ تعلق ہے ان کی معرفت ہے ان کی محبت ہے۔ کیسا احمق ہے وہ شخص جو تمام عمر علم نجوم میں صرف کرتا ہے مناسب تھا کہ اوقات معلوم کرنے کو کچھ سیکھ لیتا باقی ان باتوں میں لگنا جن کا دعویٰ کیا جاتا ہے کہ ان سے فیصلہ اور حکم معلوم ہوتے ہیں یہ محض جہالت ہے کیونکہ ان کی حقیقت کے علم کی کوئی صورت نہیں بارہا تجربہ ہوا اور اس کے مدعی کا جہل ظاہر ہوا کبھی کسی کام کا صحیح وقت معلوم ہو جاتا ہے مگر اس میں بھی فائدہ کے بجائے کبھی قبل از وقت فکر و غم مسلط ہو جاتا

ہے کوئی کہہ سکتا ہے کہ اس کا دفع ممکن ہے کیونکہ یہ مسلم ہے کہ اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ اور طالب علم کو اپنا قصد صحیح کرنا چاہئے کیونکہ اخلاص کا فقدان قبولیت اعمال سے مانع ہے علماء کی مجالست میں کوشش کرنی چاہئے اقوال مختلف میں غور و فکر کرنا چاہئے کتب حاصل کرنی چاہئے کہ کتاب فائدہ سے خالی نہیں اور زیادہ اہتمام زبانی یاد کرنے کا کرے لکھنا یا دیکھنا حفظ سے تھک جانے پر ہونا چاہئے سلطان کی صحبت سے بہت بچے رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام اور تابعین عظام کا طریق پیش نظر رکھے نفس کی ریاضت اور علم پر عمل کی کوشش میں لگا رہے خدا جس کا ہو جاتا ہے اسے توفیق بھی دے دیتا ہے۔

کھلی گمراہی

میں دیر تک ایسے لوگوں پر تعجب کرتا رہا جو باغیرت ملتے ہیں ان کا تکبر حد سے بڑھا ہوا ہے خصوصاً عرب لوگ جو معمولی بات پر نفرت دکھاتے ہیں اور لڑتے ہیں اور قلیل مقدار پر اور ذلت پر راضی بھی ہو جاتے ہیں حتی کہ ان کی ایک جماعت کو اسلام کی دعوت پہنچی تو کہنے لگے کہ بھلا سرین کو پورا اٹھا کر رکوع سجدہ ہم سے کیسے ہو سکتا ہے آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا اس دین میں کوئی خیر نہیں جس میں رکوع اور سجدہ نہیں ہے اس غیرت وحمیت کے باوجود وہ ایسی چیزوں کے سامنے ذلیل ہوتے ہیں جن سے وہ خود کہیں بہتر ہیں پتھر کا پجاری ہے اور وہ لکڑی کو پوج رہا ہے اور ایسے بھی تھے جو گھوڑے اور گائے کی عبادت کرتے تھے یہ لوگ یقیناً ابلیس سے بھی زیادہ کمینے ہیں کیونکہ ابلیس نے اپنے کمال کا دعوی کرتے ہوئے ناقص کو سجدہ کرنے سے نفرت دکھائی اور "انا خیر منه" کی دلیل سنائی اور فرعون کو یہی پسند نہ تھا کہ کسی اور کی عبادت کی جائے مگر تعجب ان لوگوں کے لکڑی اور پتھروں کے سامنے ذلت اٹھانے پر ہے جو متکبر ہیں فخر و افتخار کے عادی ہیں عجب وخود پسندی میں غرق ہیں مناسب تو یہ تھا کہ ناقص کاملین کے سامنے ذلت دکھاتے بتوں کی مذمت کے سلسلہ میں ایک آیت میں اس بات کی طرف اشارہ موجود ہے۔ "**الهم ارجل يمشون بها ام لهم ايد يبطشون بها ام لهم اعين يبصرون بها**" یعنی کیا ان بتوں کے چلنے کو پاؤں پکڑنے کو ہاتھ اور دیکھنے کو آنکھیں ہیں؟ یعنی تمہارے پاس ادراک واحساس کے یہ آلات موجود ہیں جو ان بتوں کے پاس نہیں تو پھر کامل کیونکر ناقص کی پرستش کرے مگر قوم جو اپنے اسلاف کی اتباع کی شیدائی تھی اپنی مرضی سے گھڑی ہوئی باتوں کی خیالی ذلت ان کی عقلوں پر چھائی

ہوئی تھی جس وجہ سے ان لوگوں نے اصل حقائق میں غور نہیں کیا پھر دوسروں پر حسد نے اور بھی پردہ ڈال دیا اور وہ جاننے کے باوجود حق کو چھوڑ بیٹھے چنانچہ امیہ بن ابی الصلت آنحضرت ﷺ کی رسالت کا اعتراف کرتا تھا آپ پر ایمان لانے کا قصد بھی کرتا مگر یہ کہہ کر رک جاتا تھا کہ ایسے رسول پر ایمان نہیں لاؤں گا جو ثقیف قبیلہ سے نہیں ہے اور ابو جہل کہا کرتا تھا واللہ محمد (ﷺ) نے کبھی جھوٹ نہیں کہا مگر بیت اللہ کی خدمت اور دربانی بنو ہاشم کے پاس پہلے سے ہے اور اب نبوت بھی ورنہ ہمارے لئے کیا باقی رہا اور ابو طالب معجزات کو دیکھتا اور کہا کرتا تھا ”میرا یقین ہے کہ تو حق پر ہے اور اگر قریش کی عورتوں کے طعنوں کا خوف نہ ہوتا تو ایمان لا کر میں تیری آنکھیں ٹھنڈی کرتا ہم اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں حسد کی تاریکی سے تکبر کے گڑھے سے خواہشات کی حماقت سے جو عقل کے نور کو ڈھانپ لیتی ہے اور ہم ہدایت ورشد کے القاء اور مقتضاء حق پر عمل کیلئے توفیق کی درخواست اور دعا کرتے ہیں۔

برگزیدہ اکابر

ہم نے صلحاء کی ایک جماعت کی ہے جو اللہ تعالیٰ سے مخلصانہ تعلق ومحبت رکھتے تھے اور ایسا ہی معاملہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے ساتھ تھا کیونکہ ان کی طبیعت اس کے سوا کی متحمل نہ تھی چنانچہ پہلوں میں برخ نامی عابد تھا بارش کی دعا کے لئے نکلا اور اللہ تعالیٰ سے مخاطب ہو کر کہنے لگا یہ کیا حالت ہے جو کبھی بھی آپ کی طرف سے ہم جانتے ہی نہیں بس ابھی ہمیں سیراب کر دیجئے بس بارش ہو گئی۔ حضرات صحابہؓ میں حضرت انسؓ بن نضر نے کہا خدا کی قسم ربیع کا دانت نہ توڑا جائے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا اور آنحضرت ﷺ نے فرمایا ”اللہ تعالیٰ کے بعض بندے ایسے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ کے سامنے کسی کام پر قسم کھالیں تو وہ انہیں سچا کر دیتا ہے“ ایسے لوگوں کی طبیعت پر لطف ومہربانی کا لحاظ غالب ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ وہی معاملہ فرما دیتے ہیں جیسا یقین بٹھایا ویسا معاملہ پالیا اور ان سے بھی بڑھ کر کچھ لوگ ہیں جو سوال کرتے ہیں مگر جواب ندارد اور وہ اس حال پر راضی ہیں ان میں مسرت وانبساط کی کوئی جھلک دکھائی نہیں دیتی بلکہ انہیں خوف نے گھیر رکھا ہے ڈر کی وجہ سے سر جھکائے ہوئے ہیں اپنی زبان کو خوش کلامی کا اہل ہی نہیں جانتے ان کی آخری امید عفو و درگذر ہے اگر کسی نے طبیعت میں کچھ بشاشت دیکھی اور سوال کر لیا پھر جواب نہ پا کر اپنے کو کوسنا شروع کیا کہ تجھ ایسے کو جواب ملنا ہی نہ چاہئے اور کبھی یہ کہ ممکن ہے مصلحت اسی میں ہو اور یہ لوگ واقعی مرد حق

ہیں وہ شخص تو احمق ہے جو قبولیت کو اپنا حق سمجھتا ہے اور عدم قبولیت کی صورت میں اندر ہی اندر کڑھتا ہے گویا اپنے عمل کی اجرت مانگ رہا ہے اور جیسے وہ عبادت کر کے اللہ تعالیٰ کو نفع دے رہا ہے بس حقیقی بندہ وہ ہے جو خالق کی بات پر راضی ہے اگر مانگنے پر مل گیا تو اس کا فضل سمجھتا ہے اور نہ ملے تو سمجھتا ہے کہ یہ مالک کا برتاؤ ہے اپنے مملوک کے ساتھ جیسا بھی کرے بہر حال اس کے دل میں اعتراض کا وہم بھی کسی وقت نہیں آتا۔

خود پسندی سے بچ کے رہیے

اہل علم کی ایک جماعت ایسی بھی دیکھنے میں آئی جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہیں اور گمان رکھتے ہیں کہ علم ان کو بچالے گا اور وہ یہ نہیں جانتے کہ علم فریق مخالف ہوگا اور یہ کہ عالم کے ایک گناہ کی مغفرت سے پہلے جاہل کے ستر گناہ معاف کر دیئے جائیں گے وجہ یہ ہے کہ جاہل حق کا سامنا نہیں کرتا اور عالم اس کا احترام نہیں کرتا میں نے بعض لوگوں کو یہ کہتے سنا کہ میں اپنی درانتی کٹائی کرنے والوں میں ڈال کر سو گیا اور وہ ناجائز اشیاء کا استعمال بھی بے تکلف کرتا ہے میں نے غور کیا تو وہ علم جو معرفت حق کا نام ہے متقدمین کی سیرت پر نظر رکھنا ایسے لوگوں کے آداب واخلاق کو اپنانا معرفت حق اور اس کے واجبات ولوازمات یہ چیزیں ان لوگوں کے پاس نہیں ہیں ان کے پاس محض الفاظ کی صورت ہے جس سے حلال، حرام جان سکتے ہیں علم نافع ایسا نہیں ہوتا۔ بلکہ اصول کو سمجھنا ذات معبود کی معرفت اس کی عظمت و استحقاق کو جاننا رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام کی سیرت پر نظر رکھنا ان کے اخلاق وآداب کو اپنانا ان سے نقل ہونے والی باتوں کو سمجھنا یہ علم نافع ہے، جو ایک بڑے سے بڑے عالم کو بھی اس کی اپنی نگاہ میں سب سے بڑے جاہل سے حقیر دکھاتا ہے، اور میں نے بعض کو دیکھا کہ مدتوں عبادت کرنے کے بعد سست ہو گیا اور پتہ چلا کہ وہ کہتا ہے میں نے اس کی ایسی عبادت کی ہے جو کسی نے بھی نہیں اور اب میں کمزور ہو گیا ہوں میں نے کہا کہ مجھے شدید خطرہ ہے کہ اس کا یہی کلمہ پوری عبادت کے مردود ہونے کا ذریعہ نہ بن جائے کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی معاملہ کیا ہے اور اب وہ وقفہ کر کے نجات کا سوال اور درجات کا مطالبہ کرتا ہے اس نے تو یہ سب کچھ اپنی ذات ہی کیلئے کیا ہے اس کی مثال تو اس شخص کی سی ہے جو رکاوٹ ڈال کر کھڑا ہو جاتا ہے بھلا عطاء کرنے والے پر بھی احسان جتایا جاتا ہے؟ اس غفلت کا سبب حقائق سے ناواقفی ہے کیا انہیں ان کبار علماء کی خبر نہیں جو اللہ تعالیٰ سے نسبت

و تعلق رکھنے والے ہیں جن میں صلہ بن اشیم جیسے بزرگ بھی تھے کہ کوئی درندہ انہیں دیکھ لیتا تو بھاگ جاتا تھا اور وہ آخر شب میں نماز پڑھ کر کہا کرتے تھے اے اللہ میرے جیسا جنت کیا مانگ سکتا ہے بس تو دوزخ سے پناہ اور نجات نصیب فرما اور اس سے بھی بڑھ کر حضرت عمرؓ کا قول ہے میں چاہتا ہوں کہ برابر سرابر نجات ہو جائے لینا دینا کچھ نہ ہو اور سفیانؒ موت کے وقت حمادؒ بن مسلمہ سے کہتے تھے کیا تو میرے جیسے کیلئے بھی دوزخ سے نجات کی امید رکھتا ہے اور امام احمدؒ نزع کے عالم میں بار بار "لا بعد" کہتے تھے کہ ابھی خطرہ ہے میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرتا ہوں کہ نام نہاد عالموں کے جہل سے مجھے نجات ملی ہے جن کی میں نے ابھی مذمت کی ہے اور ان نام نہاد صوفیوں کے جہل سے بھی جن کا میں نے ذکر کیا ہے کیونکہ خالق کی عظمت اور محققین کے حالات معلوم ہونے کے بعد میری زبان گنگ ہوئی جاتی ہے بولنے کی ہمت نہیں اور اپنے کسی فعل پر بھی نظر نہیں جاتی اور میں اپنے کسی اچھے فعل پر کیسے نظر کر سکتا ہوں جبکہ اسی ذات نے یہ عطیہ دیا اور مجھے ان امور پر اطلاع بخشی جو دوسروں پر مخفی ہیں تو یہ عطاء اس کا لطف ہے یا میرا حق؟ اور شکر کی جو توفیق مجھے مل رہی ہے اس پر کیسے شکر کروں اور جو عالم دوسرے قدیم علماء کے حالات معلوم کر کے اپنے کو حقیر نہیں جانتا یہ علم کی صورت میں مصروف ہے اور اس کی حقیقت سے عاری ہے اور جو عبادت گذار عابدوں کے حالات سنتا ہے اور ان کا طریق نہیں اپناتا یہ بھی حقیقت سے خالی ہے۔

ہم اللہ تعالیٰ سے ایسی معرفت مانگتے ہیں جو ہمارے مقام کا تعارف کرا دے حتی کہ کسی کو حقیر جان کر ہمارے اندر خود پسندی کا شائبہ تک نہ آئے اور ہم اس کی طرف رغبت رکھتے ہیں اس کی عظمت کی ایسی معرفت کے بارہ میں کہ جہاں زبان ناز گنگ ہو جاتی ہے اور اس کے فضل سے ایسی توفیق مانگتے ہیں جس کے ذریعہ اپنے ان اعمال کی آفات کو ملاحظہ کر لیں جن پر ہم اتراتے ہیں حتی کہ ان اعمال کے عیوب کا ملاحظہ ان کے وجود پر خجالت کا ثمر پیدا کر دے بے شک وہ قریب ہے قبول کرنے والا ہے۔

فوری اور نقد لذتوں یا منافع کا نہ ملنا زندگی کو بد مزہ کرتا ہے اور دنیا میں سدابہار زندگی والا اس عارف کے سوا کوئی نہیں جس کو محبوب کی رضا نے اور اس کی طرف سفر کے اہتمام نے مشغول کر رکھا ہے دنیا میں کوئی راحت پاتا ہے تو اسے طلب آخرت کے کام میں لاتا ہے کوئی سختی پیش آتی ہے تو ثواب آخرت کی نیت سے اس پر صبر کرنے کو غنیمت جانتا ہے وہ ہر پیش آنے والے حال پر راضی ہے اسے اپنے خالق کا فیصلہ سمجھتا ہے اور یہ کہ اس کی مراد

یوں ہی ہے جیسا کہ کسی نے کہا ہے (ترجمہ) اگر تمہاری رضا میرے جاگنے میں ہے تو میں اپنی نیند کو آخری سلام کہتا ہوں۔ اور جو شخص اپنی لذت کا طالب ہے وہ مراد کے نہ ملنے پر بے چین ہوتا ہے اور مرغوبات کے دور ہٹ جانے سے بدمزہ ہوتا ہے کبھی محتاجی آئے تو دل میں تغیر آتا ہے ذلت دیکھنی پڑے تو پریشان ہوتا ہے وجہ یہ ہے کہ یہ اپنی غرض اور خواہش کے ساتھ قائم ہے اور حصریؒ کا قول کیسا حسین ہے۔ ایش علی منی' ایش لی فی یہ میرے ذمہ میری طرف ہے میرے لئے میرے پاس وغیرہ وغیرہ کیا ہے۔ یہ ایک عارف کا کلام ہے جس کی نگاہ حقیقت ملک پر ہے کہ وہ نہیں ہے اور اس کا مولیٰ اس میں تصرف کرتا ہے اسے اعتراض کی گنجائش ہی کب ہے اور اس کا یہ ارادہ کرنا فلاں چیز کے بجائے فلاں ہوتی فضول محض ہے اور اگر وہ دیکھتا ہے نفس تو اپنی ہی ملک معلوم ہوتا ہے تو وہ اس دن ہاتھ سے نکل چکا جبکہ فرمایا گیا "ان اللہ اشتری" کہ اللہ تعالیٰ تمہارے نفوس کو خرید چکا ہے کیا بھلا وہ شخص اچھا لگتا ہے جو بکری فروخت کرتا ہے اور مشتری جب اسے ذبح کرنے لگے تو اس پر ناراض ہوتا ہے یا دل ہی میں کڑھن پاتا ہے خدا کی قسم اگر مالک سبحانہ وتعالیٰ یہ فرماتے کہ میں نے تمہیں پیدا کیا ہے تاکہ میرے وجود پر دلیل قائم ہو جائے پھر میں تمہیں فنا کروں گا اور کبھی دوبارہ لوٹانا ہوگا تو اس کی معرفت رکھنے والے نفوس پر واجب تھا کہ کہہ دیتے سمعا و طاعة (سر تسلیم خم ہے جو مزاج شاہ میں آئے) ہمارے پاس اپنا ہے کیا جو بات کہنے کی ہمت کریں اور یہاں تو اجر جزیل (عظیم اجر) کے وعدے ہیں اور نہ ختم ہونے والی نعمتوں میں ابدالآباد کی زندگی کی بشارتیں مگر وہاں تک جانے کا راستہ مشقت اور صبر آزما ہے تاہم حرم دکھائی دینے لگے تو ریت کے جلد ختم ہونے والے ٹیلوں کی مشقت کا کچھ اثر نہیں رہتا۔

اے مبتدی حضرات کے اقدام ذرا صبر کرو بس منزل سامنے ہے اور اے متوسطین خوشیاں مناؤ کہ خیمے گاڑے جا چکے اور فرح کامل مبارک ہو اے عارفین تم نے بشارتیں پالی ہیں واللہ معاملات کے بوجھ تم سے اتر چکے آزمانے والی ذات کی معرفت ہی وہ لذت ہے جو مجاہدہ کے گھونٹ سے ملی ہے اور منہ میں تلخی کا کچھ حصہ بھی باقی نہیں رہا قرب مناجات اور لذت حضور میں خیال دوڑاؤ رضا کے جام کا دور سامنے رکھو بس دنیا کا سورج غروب ہوا چاہتا ہے۔

ہمارے مابین بس ان سات دنوں کا فصل ہے جو باقی ہے حتیٰ کہ ہماری طویل باتیں ان مختلف گزشتہ حالات کے متعلق ہونے لگیں گی۔

ممکن ہے کوئی چیز تمہیں ناپسند ہو مگر تمہارے لئے بہتر ہو

میں نے شیبان راعیؒ کی اس بات میں غور کیا جو اس نے سفیانؒ سے کہی "اے سفیان اللہ تعالیٰ کے منع کرنے کو اپنے لئے اس کی عطا سمجھ کہ اس نے تجھ سے کوئی چیز روکی ہے تو بخل کی وجہ سے نہیں بلکہ لطف و مہربانی کی وجہ سے میں نے اسے حقائق سے واقف شخص کا کلام محسوس کیا ہے مثلاً ایک انسان کبھی اعلیٰ اور حسین عورتوں کا ارادہ کرتا ہے مگر قادر نہیں ہوتا اور اس کی عاجزی اس کے حق میں بہتر ہے کیونکہ قدرت پانے کی وجہ سے اس کا دل ہمہ وقت مصروف اور پریشان رہتا ان کی حفاظت کے سلسلہ میں یا ان کے لئے کسب کے سلسلہ میں اور اگر اس کا عشق ان کے ساتھ گہرا ہو گیا تو عمر ضائع ہو گئی اور آخرت کی فکر کے بجائے بس انہیں کا اہتمام اور فکر رہ جائے گا پھر اگر وہ اسے چاہنے والی نہ ہوئیں تو یہ سب سے بڑی ہلاکت ہے اگر وہ نفقہ اتنا مانگیں جو اس کی طاقت میں نہیں تو اس کی وضعداری ختم اور عزت برباد اور وطی کا ارادہ کریں اور یہ عاجز ہے تو یا اسے ہلاک کریں گی یا گناہ میں مبتلا ہوں گی اور معشوق اگر مر گیا تو خود افسوس میں مرے گا لہٰذا جو فائق اور اعلیٰ کا طالب ہے گویا خود اپنے ذبح کے لئے چھری مانگ رہا ہے اور جانتا بھی نہیں...... اسی طرح بقدر ضرورت روزی کا ملنا بھی نعمت ہے۔ بخاری مسلم میں ہے آنحضرت ﷺ نے یہ دعا کی "اے اللہ محمد (ﷺ) کے گھرانے کی روزی بقدر ضرورت کر دے" جب زیادہ ہو گی تو افکار پریشاں ہوں گے بس عاقل وہ ہے جو جانتا ہے کہ دنیا مزے اڑانے کے لئے نہیں ہے لہٰذا وہ ہر حال میں وقت کٹی پر قناعت کرتا ہے۔

کلمہ حق جو باطل مراد کے لئے استعمال ہوا

میں نے بہت سے لوگ دیکھے ہیں جو تقدیر سے دل بہلاتے ہیں مگر یہ بہلاوا بے سود ہے اور اس سے تمام انبیاء علیہم السلام کے اقوال اور شریعتوں کے رد کی بو آتی ہے کیونکہ کوئی کافر اگر پیغمبر ﷺ سے کہے کہ اگر مجھ توفیق ملتی تو میں مسلمان ہو جاتا تو اس کا جواب سوا گردن زنی کے کچھ نہ ہو گا اور یہ بات اسی طرح کی ہے جو لوگوں نے حضرت علیؓ کو کہی تھی "ہم تجھے اللہ کی کتاب کی طرف بلاتے ہیں" تو آپؓ نے جواب دیا تھا کہ یہ کلمہ حق ہے مگر اس سے باطل کا ارادہ کیا گیا ہے اسی طرح کا قول صدقہ کے بارے میں مالداروں کا تھا "انطعم من لو یشاء اللہ اطعمہ" بھلا ان لوگوں کو کیسے کھلائیں جنہیں اللہ چاہتا تو خود کھلا دیتا خدا توفیق

براہ مہربانی ورق نہ موڑیں:

فعل کی اصل بنیاد ہے مگر توفیق ایک مخفی امر ہے اور کسی کام حکم ظاہر ہے لہذا مناسب نہیں کہ مخفی چیز کو بہانہ بنا کر ظاہری حکم سے جان چھڑائی جائے اس بہانے کا ایک جواب یہ ہے کہ اس قائل کو کہا جائے گا کہ اللہ تعالی نے جس فعل کا بھی تجھے مکلف بنایا ہے اس کے اسباب تیرے پاس موجود ہیں لہذا مجھے اس پر قدرت حاصل ہے اگر قدرت معدوم ہوتی اسباب مہیا نہ ہوتے تو نہ تکلیف ہوتی نہ حکم' اور اگر ان اسباب کے ذریعہ اپنی غرض اور خواہش کے لئے تو کوشش کر سکتا ہے تو اپنے فرض کی ادائیگی میں بھی کر مثلاً تو نفع کمانے کو تو سفر کرتا ہے اور حج کا مطالبہ ہو تو نہیں کرتا اور رات کو اٹھنا تجھ کو گراں گزرتا ہے مگر کسی خوشی کی تقریب کے لئے جانے کا ارادہ ہو تو سحری کے وقت اٹھ جاتا ہے اپنی ضرورت کے لئے دوست کے ساتھ گھنٹوں کھڑا باتیں کرتا رہتا ہے اور نماز میں کھڑا ہوتا ہے تو ثقل محسوس کرتا ہے اور جلدی کرتا ہے پس خبردار ہرگز ایسی بات نہ کر جس کی دلیل تیرے پاس نہیں اور پھر تو اس میں نقصان بھی اپنا ہی کرتا ہے اپنا ہی حصہ ضائع کرتا ہے اور کوشش کرے گا تو اپنے لئے چستی دکھائے گا اس لئے اپنے نفع کے لئے جلدی کر کہ تیرا مقابلہ خود اپنے ہی ساتھ ہے اور اگر غور کرے تو تیری سستی دفع ہونے کی یہ صورت ہے کہ تو ریاضت اور محنت کرنے والوں کے ثواب کا دھیان کیا کر جو تو حاصل نہیں کر سکا اور یہ بات ایک کوتاہ شخص کی تنبیہ کے لئے کافی ہو سکتی ہے اگر اس کا نفس زندہ ہے' اور اگر نفس مردہ ہو چکا ہے تو میت کو زخم لگانے سے بھی احساس نہیں ہوتا...... تیرا کیا حال ہوگا جب تو اپنی قبر سے اٹھے گا اور اچھے لوگ نجات کے قریب ہو چکے ہوں گے اور تو گرا ہوا ہوگا صلحاء کے اقدام صراط پر تیزی سے دوڑ رہے ہوں گے اور تو ڈگمگا رہا ہوگا ہائے افسوس بے عملی کی لذت جاتی رہی اور افسوس کی تلخی باقی رہ گئی سستی کے پیالے کا پانی خشک ہو چکا اور ندامت میں ڈوبنا باقی ہے اور آخرت کے دوام کے مقابلہ میں دنیا میں رہنے کی مقدار ہی کیا ہے اور پھر تیری عمر دنیا میں کس قدر ہے جس کا نصف نیند میں اور باقی غفلت میں گذر گیا اے جنت کی حور سے خطبہ (منگنی) کرنے والے جو عزیمت کو پہنچنے کا مالک نہیں ہے عبرت کی روشنی میں ذرا فکر کی آنکھ کھول ممکن ہے تجھے اپنے خطبہ کی جگہ نظر پڑ جائے اور اگر باطن میں کوئی رکاوٹ محسوس ہوتی ہے تو لطف کی مدد سے تعاون حاصل کر اور استغفار کرنے والوں کی قطار سے وابستہ ہو جا گو چند قدم ہی سہی اور جدوجہد کرنے والوں کے صحن میں اتر جا گو تھوڑی دیر کیلئے سہی۔

تذکرہ

صراط مستقیم

میں نے حضرت ابو درداءؓ کے اس قول میں غور کیا کہ مجھے آج سابقہ اعمال واحوال میں استقبال قبلہ کے سوا کچھ دکھائی نہیں دیتا میں نے کہا ہائے تعجب اگر وہ آج ہمیں دیکھ لیتے تو کیا کہتے جبکہ ہمارے پاس شریعت کی رسم باقی رہ گئی ہے اور شریعت نبی کے بتائے ہوئے راستہ کو کہتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ کی شریعت آپ کے اقوال سے معلوم ہو گی یا افعال سے اور آپ ﷺ کے طریقہ سے انحراف یا تو اس سے ناواقفی کی وجہ سے ہے یا اس کی مخالفت کی وجہ سے کہ انسان اپنی طبیعت اور عادت پر چل نکلتا ہے اور بسا اوقات شریعت کے خلاف کو اپنا طریق بنا لیتا ہے اور صحابہؓ نے اس کا مشاہدہ کیا تھا اور آپ ﷺ سے خود سنا تھا اس لئے یہ تو مشکل ہے کہ کسی نے ان سے آپؐ کے طریق سے انحراف کیا ہو الا یہ کہ ابو درداءؓ نے ممکن ہے بعض طباع کا میلان دیکھ کر کہہ دیا ہو کیونکہ بعض دفعہ صحیح بات کو جانتے پہچانتے ہوئے بھی انسان کی طبیعت دوسری طرف مائل ہو جاتی ہے اور احادیث آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام سے منقول ہوتی چلی آئی ہیں البتہ ان سے استفادہ اور اشتغال کم ہوتا رہا حتی کہ ہمارے زمانہ میں ان سے کلی طور پر اعراض ہونے لگا اور وہ غیر معروف ہو کے رہ گئیں (الا قلیل) اور ایسے طریق اپنا لئے گئے جو شریعت کے متضاد تھے اور وہی عادات بن گئے جو اتباع شریعت کے بجائے لوگوں کیلئے آسان تھے جب علم کی طرف نسبت رکھنے والے اکثر علماء نے منقولات سے اعراض کر لیا تو اصول و فروع میں نئی باتیں شروع ہو گئیں چنانچہ اصولیوں نے علم کلام کا مشغلہ اختیار کیا جسے فلاسفہ اور علماء منطق سے حاصل کیا تھا اور فروع والوں نے بھی اس میں ہاتھ ڈالا جس سے جدال پیدا ہوا اور حدیث شریف کو جو کہ حکم کا مدار تھا چھوڑ بیٹھے پھر قصہ خوانوں نے دیکھا کہ نفاق رائج ہو رہا ہے تو کچھ لوگوں نے زاہدوں کا روپ دھار لیا اور مقصود دنیا کمانا تھا اور ان میں سے اکثر نے دیکھا کہ قلوب گیتوں کی طرف مائل ہو رہے ہیں تو انہوں نے گویے اکٹھے کر لئے اور غزلیہ اشعار سنانے شروع کئے اور احادیث کا مشغلہ ترک کر دیا اور عوام کو رب کی طرف متوجہ ہونے اور زنا سے منع کرنے اور اداء واجبات کا حکم دینے کی طرف التفات نہ رہا ان کا واعظ یا مقرر اپنی مجلس کا اختتام لیلیٰ مجنوں اور حلاج وغیرہ کے تذکرہ پر اور بے ہودہ کلام پر کرتا تھا اور کچھ لوگ زہد اختیار کر کے اور تعلقات ختم کر کے علیحدگی پسند ہو بیٹھے انہوں نے بیماروں کی طبع پرسی اور لوگوں سے ملاقات سب ترک کر دی اور عاجزانہ وضع بنالی قلت طعام اور ریاضت

کے لئے کتابیں تیار کر لیں اور ابو یزید شبلی اور دیگر صوفیا کا کلام ان کی شریعت بن گیا باقی امیر لوگوں نے مروجہ عادات کو اختیار کر لیا اور اپنی رنگین طبیعت کو سیاست کا نام دینے لگے شرعی تقاضوں پر عمل چھوڑ دیا اور اس راہ پر بعد میں آنے والے ہر شخص نے اپنے پہلوں کی پیروی کی تو شریعت محمدی کہاں رہی ؟ اور منقولات سے اعراض کے بعد اس کا پتہ اور کہاں سے مل سکتا ہے ہم اللہ تعالیٰ سے شریعت پر پابندی کی توفیق اور رد بدعات پر اعانت کی درخواست کرتے ہیں وہ قادر ہے۔

لذت دنیا

میں علی بن حسین واعظ کو سر منبر یہ کہتے سنا کرتا تھا واللہ میں گذشتہ رات اپنے حال پر شب بھر روتا رہا تو میں سوچا کرتا اور دل ہی دل میں کہتا کہ بھلا اس کے نفس نے کیا کیا ہوگا جو یہ روتا رہا ایک مالدار آدمی ہے ترکی باندیاں پاس موجود ہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اس نے درپردہ کئی عورتوں سے نکاح بھی کر رکھا ہے اور مرغ اور حلوی وغیرہ اعلیٰ قسم کا کھانا کھاتا ہے بہت زیادہ آمدنی کثیر مال رکھتا ہے عزوجاہ کا مالک ہے لوگوں پر برتری اس کو حاصل ہے علم کا کچھ حصہ حاصل کیا اور بہت سے علما اس کے ممنون احسان ہیں ہاتھ ہمہ وقت سخاوت میں مشغول آخر وہ کیا چیز ہے جو اسے رلا رہی ہے ؟ میں نے سوچا اور معلوم کیا کہ نفس کو کسی مقام پر قرار نہیں ہے وہ ایسی لذتوں کی خواہش میں رہتا ہے جن کی کوئی انتہاء نہیں جب ایک غرض پوری ہوتی ہے تو کسی اور کی طلب شروع ہو جاتی ہے اس طرح عمر ختم ہوتی جاتی ہے بدن کمزور اور ناقص ہوتا جاتا ہے مرتبہ پست ہو رہا ہے اور مراد حاصل نہیں ہو رہی اور دنیا میں اس سے بڑا کون احمق ہے جو دنیاوی لذات میں انتہا کا طالب ہے ؟ اور درحقیقت دنیا میں کوئی لذت نہیں ہے وہ تو تکلیف دہ چیز سے راحت پانے کا نام ہے۔

سعادت مند وہ شخص ہے کہ جب کوئی عورت یا باندی ہاتھ لگے اور دونوں میں باہم میلان پایا جائے اس کی حیا اور دین کو پرکھ لے تو اس کی مصاحبت ورفاقت کو پختہ کرلے اس کی محبت کے دوام کا سبب یہ ہے کہ اپنی نگاہ کو آوارہ نہ کرے کیونکہ جب یہ اپنی نگاہ کو آزاد کرلے گا اور نفس کو کسی اور کی طمع دلائے گا اور نئی عورت کی طمع اخلاق کو بدمزہ کرتی ہے معاشرت کو خراب کرتی ہے اور دوسرے کے عیوب پر پردہ نہیں ڈالتی پس نفس ایک اجنبی اور جدید مشاہرے کی طرف مائل ہوتا ہے اور قریب اور موجود رفیق کے ساتھ معاشرت بدمزہ ہو

ہندستانی لائبریری
گارڈن ریچ روڈ ۔ مٹیا برج ۔ کلکتہ

جاتی ہے جیسے شاعر کا قول ہے (ترجمہ) آدمی جب تک اپنی نگاہ کو حسین آنکھوں پر ڈالتا رہتا ہے وہ پر خطر مقام پر ہوتا ہے۔ وہ اپنی آنکھ کو ایسی چیز سے خوش کرتا ہے جو اس کی ذات کیلئے مضر ہے ایسا سرور "خوش آمدید" کے لائق نہیں جو مضرتیں لاتا ہے اس کے بعد پھر دوسری بھی پہلی جیسی ہو جاتی ہے اور نفس تیسری کی طلب شروع کر دیتا ہے اور اس سلسلہ کی انتہا نہیں ہے اس کے برعکس اپنی مرغوبات سے آنکھ بند کرنا اور نفس کو حسینوں کی طلب سے مایوس کرنا اپنے رفیق حیات کے زندگی کو خوشگوار بناتا ہے اور جو اس نصیحت کو قبول نہیں کرتا وہ خواہشات کے راستوں میں پھسلتا ہے اور بے مقصد ہلاک ہو جاتا ہے بلکہ اپنی ذلت ورسوائی کو دیکھ کر آپ ہی خودکشی کر لیتا ہے کیونکہ بہت سی حسینائیں پاکباز نہیں ہوتیں اور اس عار کی وجہ سے وہ اس سے پورا نفع حاصل نہیں کرپاتا اور بعض فضول خرچ ہوتی ہیں اور بعض شوہر سے بغض رکھتی ہیں جبکہ وہ محبت کرتا ہے جیسا کہ بت پرست کا معاملہ ہے اور احمقوں کا احمق وہ بوڑھا ہے جو نوعمر کی تلاش رکھتا ہے یہ واقعہ ہے کہ کمال حظ نوعمری میں ہی ہوتا ہے جیسا کہ کسی نے کہا (میرے ساتھ جو کیا نئی عمر کی عورتوں نے کیا) اور لڑکی جب تک بالغ نہ ہو انتفاع کامل نہیں ہوتا اور بالغ ہونے کے بعد اسے کثرت جماع کا تقاضہ ہوتا ہے اور بوڑھا شخص اس پر قادر نہیں ہوتا اگر اپنے اوپر جبر بھی کرے تو اس کی مراد پوری نہیں کر سکتا اور جلد ہی ہلاک ہو جائے گا اور اپنی جماع کی خواہش پر دھوکہ نہ کھانا چاہئے اس لئے کہ اس کی شہوت فجر کاذب کی طرح ہوتی ہے خود ہم نے اپنا شیخ دیکھا کہ انہوں نے باندی خریدی اور شب باشی کے بعد مردہ پائے گئے ایسے ہی ایک نوجوان مارستان میں، تھا جس نے دوماہ مسلسل قیام کیا زوجہ پاس آئی اور باہمی ملاقات کے بعد مردہ پایا گیا معلوم ہوا کہ نفس کی بقا خون اور منی کے وجود پر ہے جب یہ ختم ہو جائیں اور نفس کو اپنے قیام کیلئے کچھ نہ ملے تو ختم ہو جائیں گے اور نفس کو اپنے قیام کیلئے کچھ نہ ملے تو ختم ہو جاتا ہے اور شیخ اگر بدون وطی فائدہ لینے پر قناعت کرلے تو وہ نہ کر سکے گی بلکہ دشمن ہو جائے گی اور غلبہ شہوت میں یا گناہ کرے گی یا اسے قتل کر دے گی خصوصاً وہ باندیاں جو اہل شرک کے علاقہ سے آتی ہیں کہ وہ سنگدل ہوتی ہیں اور جو شخص ساٹھ سال سے گذر جائے اسے عورتوں کے ساتھ بکثرت مشغول ہونا بہت قبیح ہے اگر پہلے سے کوئی دیندار میسر آئی ہوئی ہے تو اس کے ساتھ حسن معاشرت رکھے اس کی نگاہ داشت بھی اگر اس کا کوئی نقص ہے تو اس کی تلافی کرتا رہے مال کے ذریعہ سے یا کبھی حسن اخلاق کے ذریعہ سے اور اس کی تعریف کے دوران نیک اور پاکباز عورتوں کے حال بھی سنائے قیامت کا ذکر

دنیا کی مذمت کثرت سے اس کے پاس کیا کرے پھر اگر اسے حمل کے ساتھ مشغول کر سکتا ہے یا اولاد کے ذریعہ اسے پابند کر لے اور اس اشتغال کی مدت میں اپنی قوت کی حفاظت کرے اور جب وطی کرے تو انزال سے بچنے کی کوشش کرے تاکہ اس کے حق کی ادائیگی ہو اور اپنی قوت بچ جائے بشرؒ سے پوچھا گیا آپ نکاح کیوں نہیں کرتے جواب دیا میں ایک مسلمان عورت کو دھوکہ کیونکر دوں اللہ تعالیٰ کا حکم ہے "ولهن مثل الذی علیهن" کہ ان کے حقوق بھی اس طرح ہیں جیسے ان کے ذمہ حقوق ہیں اور وہ شخص مسکین ہے جو کسی کام میں اس کا انجام سوچنے سے پہلے لگ جاتا ہے وہ جال میں پڑا ہوا دانہ دیکھ کر لپکتا ہے مگر یہ بھول جاتا ہے کہ پر نوچ لئے جائیں گے ذبح کر دیا جاؤں گا میری اس تمام تفصیل کا خلاصہ یہ ہے کہ نگاہ کو آوارگی سے بچائے نفس کو مزید تحصیل خواہشات سے مایوس رکھے اور حاصل پر قانع بنائے خصوصاً جس کی عمر زیادہ ہو چکی ہو اور جان چکا ہے کہ لونڈی اس کی جان کی دشمن اور ہلاکت کی متمنی ہے اور یہ اسے اپنے غیر کیلئے پرورش کر رہا ہے میری مذکورہ باتوں کا بعض حصہ بھی ایک عاقل کو ان آفات میں پڑنے سے روکنے کو کافی ہے ہم اللہ تعالیٰ سے اس کے فضل کی توفیق اور عقل و شرع کے تقاضہ پر عمل کی توفیق مانگتے ہیں وہ قریب ہے اور قبول کرنے والا

سلامتی کا دھوکہ

سب سے زیادہ عجیب چیز انسان کا اپنی سلامتی سے فریب کھانا ہے اور مستقبل میں اصلاح کی امید دلانا جبکہ اس امید کی کوئی انتہا نہیں اور نہ اس فریب کی کوئی حد جوں جوں صبح و شام عافیت سے گذرتے ہیں اس کا فریب بڑھتا اور امید طویل ہوتی جاتی ہے اور اس سے بڑی نصیحت کیا ہوگی کہ تو اپنے ہم عمروں کے گھر دیکھ رہا ہے بھائیوں کے حالات تیرے سامنے ہیں اپنے محبوبوں کی قبروں کا مشاہدہ آئے دن کرتا ہے اور یہ بھی جانتا ہے کہ چند یوم بعد تو بھی ان جیسا بننے والا ہے پھر بھی تجھے عبرت نہیں آتی حتی کہ تو دوسروں کیلئے عبرت بن جاتا ہے خدایا یہ احمقوں کا حال ہے عقل والے کبھی اس راستے کے قریب نہیں آتے ہاں واللہ عاقل شخص سلامتی سے سبقت لے جاتا ہے اور اس کے زمانہ میں سے اپنی معذوری کے لئے کچھ ذخیرہ کرتا ہے قدرت کے دنوں میں تنگدستی کیلئے کچھ سامان جمع کرتا ہے خصوصاً وہ شخص جو جانتا ہے کہ آخرت کے مراتب عالی اعمال کے بقدر ہی عالی بنتے ہیں اور یہ کہ وفات کے بعد تلافی ممکن نہیں مان بھی لیا کہ عاصی کو معافی مل گئی مگر کیا اعمال والوں جیسے مراتب بھی ملیں گے

اور جو شخص دل ودماغ پر اس جنت کا تصور غالب کرتا ہے جس میں مرغ ہے نہ موت غم ہے نہ نیند اس کی لذتیں مسلسل ہیں ان میں انقطاع نہیں اور ان کی زیادتی لینے والے کی جدوجہد کے بقدر ہے وہ پھر اس زمانہ کو غنیمت جانتا ہے صرف بقدر ضرورت ہی سوتا ہے کسی لمحہ کو بھی سنوارنے سے غافل نہیں ہوتا اور جو یہ جانتا ہے کہ گناہ کی لذت ختم ہو چکی اور اس کی آفات ابدالاباد تک باقی رہیں گی اس کے لئے ڈانٹنے اور روکنے کو یہی بات کافی ہے خصوصا ایسے گناہ جن کے آثار متعدی ہیں مثلاً کسی منکوحہ عورت کے ساتھ زنا کرنا جس سے وہ حاملہ ہو جاتی ہے بچہ شوہر کے نام لگ جاتا ہے میراث میں اس کے اہل کا حق روکتا ہے اور جو اہل میں نہیں وہ وصول کرتا ہے نسب میں تغیر اور فراش میں فساد ہوتا ہے اور یہ سلسلہ ہمیشہ جاری رہتا ہے اور یہ سب کچھ اس ایک لمحہ کی نحوست ہے ہم اللہ تعالیٰ سے ایسی توفیق مانگتے ہیں جو ہدایت کی تلقین کرے اور فساد سے منع کرے بیشک وہ قریب ہے مجیب ہے۔

تنزیہ خداوندی کی نفیس بحث

میں نے عقائد کے فساد کا سبب سوچا اور وہ محسوسات کی طرف میلان اور غائب کو حاضر پر قیاس کرنا ہے چنانچہ بہت سے لوگوں پر حس غالب ہے جب وہ ذات خالق کو نہیں دیکھ پائے تو اس کے وجود کا انکار کر دیا اور یہ بھول گئے کہ وہ اپنے افعال کے ذریعہ ظاہر ہے اور یہ کہ ان افعال کا لازمی طور پر کوئی فاعل ہے کیونکہ ایک عاقل انسان جب کسی خالی صحرا میں سے گزرتا ہے اور واپس لوٹتا ہے تو وہاں درخت اور عمارتیں دیکھتا ہے تو وہ بالیقین جان لیتا ہے کہ ضرور کوئی درخت اگانے والا ہے کیونکہ پودا خود بخود نہیں لگتا اور تعمیر معمار کے بغیر نہیں ہوتی پھر کچھ لوگ آئے جو وجود خالق کے تو قائل ہوئے مگر اپنے احوال پر قیاس کر کے مشابہت ماننے لگے حتی کہ ایک کہتا ہے کہ "ینزل الی السماء" کا معنی آسمان کی طرف منتقل ہوتا ہے اس لئے کہ عرب لوگ نزول کا معنی انتقال ہی جانتے مانتے ہیں اور بہت سی مخلوق صفات باری کے بارے میں گمراہ ہو گئی جیسا کہ بہت سے ذات کے بارے میں گمراہ ہوئے چنانچہ کچھ یوں کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ متاثر ہوتے ہیں کیونکہ ان کی صفات میں یغضب اور یرضی وغیرہ وارد ہے کہ وہ غضب کرتا ہے وہ راضی ہوتا ہے اور وہ بھولے ہوئے ہیں کہ اس کی صفات سب قدیم ہیں کوئی بھی حادث نہیں اور کچھ لوگ اس کے افعال کے بارے میں گمراہ ہوئے اور ان کی علتیں بیان کرنے لگے اور کچھ نہ پا سکے انہی میں سے کچھ لوگ ادھر کو نکلے

اور کہنے لگے کہ اس کا فعل معاذ اللہ حکمت کے خلاف ہے جسے توفیق عطا ہوئی ہے وہ اپنے قلب حاضر کے ساتھ میری بات کی طرف توجہ کرے یقین جانو کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی ذات دوسری ذاتوں جیسی نہیں اور اس کی صفات دوسروں کی صفات جیسی نہیں اس کے افعال کو مخلوق کے افعال پر قیاس نہیں کیا جاسکتا ذات باری کے بارے میں یہ ہے کہ ہم ہر ذات کو یہی جانتے ہیں کہ وہ جسم ہے اور جسم اجزاء سے مرکب ہوتا ہے اور وہ اس سے پاک ہے کیونکہ وہ خود ترکیب دینے والا ہے اور یا جوہر ہے اور وہ متغیر ہوتا ہے اور اس کی امثال ہوتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ذات حیز اور مثل سے برتر ہے یا عرض ہے وہ خود مستقل وجود نہیں بلکہ دوسرے کے ساتھ قائم ہوتا ہے اور اس کی ذات اس سے بھی پاک ہے اور جب ہم نے ایک ذات ایسی ثابت مان لی کہ وہ قدیم ہے اور مذکورہ باتوں سے منزہ ہے تو معلوم ہونا چاہئے کہ صفات اس ذات کی تابع ہیں لہذا ہمیں جائز نہیں کہ ان میں سے کسی کو اس پر قیاس کریں جسے ہم کرتے ہیں یا ہم سمجھتے ہیں بلکہ ہم اس پر ایمان لاتے ہیں اور تسلیم کرتے ہیں۔ اسی طرح اس کے افعال ہیں اور ہم میں سے کوئی شخص اگر ایک کام کرتا ہے جس کا نہ کوئی نفع اسے حاصل ہے اور نہ کوئی نقصان دور ہوا ہے، تو اسے عبث شمار کیا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے کائنات بنائی ہے جس کا نہ کوئی نفع اسے پہنچتا ہے نہ اس کی کوئی مضرت ہے جو دفع ہوتی ہے کیونکہ منافع کے حصول کا اور مضرتوں کا وہاں گذر نہیں ..... اگر یہ سوال ہو کہ اس نے مخلوق کو انہی کے نفع کیلئے بنایا ہے تو جواب یہ ہے کہ ایسے لوگ بھی ہیں جو کفر کیلئے پیدا ہوئے اور عذاب پائیں گے اور ہم دیکھتے ہیں کہ وہ حیوانات کو اور بچوں کو ایذا دیتا ہے مضرتیں پیدا کرتا ہے اور وہ ان کاموں کے نہ کرنے پر بھی قادر ہے اگر یہ سوال ہو کہ وہ ان تکالیف وغیرہ پر ثواب دے گا تو جواب یہ ہے کہ وہ اس کے بغیر بھی ثواب دے سکتا ہے کیونکہ بادشاہ اگر کسی فقیر کو غنی کرنا چاہے اور اس کیلئے پہلے زخمی کرے پھر دولت عطا کرے تو اس کی ملامت کی جائے گی تعریف نہیں۔ کیونکہ وہ زخم کئے بغیر بھی غنی کرنے پر قادر تھا پھر ایسا شخص جس کے سامنے وہ واقعات ہیں جو رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب پر گذرے ان پر بھوک آئی وہ قتل بھی ہوئے حالانکہ مدد کرنے والا قادر بھی تھا پھر وہ اپنی امت کیلئے دعا کرتے ہیں مگر بروقت قبولیت نہیں ہوتی۔ مسئول کوئی ہم جیسا ہوتا تو ہم کہہ سکتے تھے کہ وہ چیز کیوں نہیں دیتا جس سے تیرا کوئی نقصان نہیں ..... مگر حق سبحانہ و تعالیٰ کے افعال کو ہمارے افعال پر قیاس نہیں کیا جاسکتا نہ اس کی کوئی علت بتائی جاسکتی ہے بس ہم پر یہ تسلیم کرنا واجب ہے کہ اس کی حکمت ہماری عقل سے ماوراء

ہے وہ عقول پر غالب ہے عقول اس پر غالب نہیں اور جو کوئی اس کے فعل کو ہمارے افعال پر قیاس کرتا ہے وہ غلط فاحش میں مبتلا ہے معتزلہ اسی راہ سے ہلاک ہوئے ہیں جو کہا کرتے تھے کہ وہ ایسی چیز کا حکم کیسے دیتا ہے جس کے امتناع کا بھی فیصلہ خود کیا ہے اگر کوئی شخص ہمیں اپنے گھر کی دعوت دے اور پھر دروازے پر روکنے والا بھی کھڑا کر دے تو یہ اس کا عیب ہوگا ان لوگوں کی بات مشاہدات کی حد تک درست ہے مگر جس کے افعال کسی علت پر قائم نہیں جن کو کسی اور کے فعل پر قیاس نہیں کر سکتے ہم اس کی حکمت کی معرفت تک نہیں پہنچ سکتے اگر یہ سوال ہو کہ ہم اپنی عقل کو ایسی چیز کے تابع کیسے کریں جو عقل کے خلاف ہے جواب یہ ہے کہ منافات اور خلاف نہیں ہے کیونکہ عقل واضح اور قطعی دلائل کے ذریعہ تسلیم کر چکی ہے کہ وہ حکیم ہے مالک ہے اور حکیم کوئی فعل بلا حکمت نہیں کرتا یہ الگ بات ہے کہ اس حکمت تک عقل کی رسائی نہ ہو کیا یاد نہیں ؟ کہ خضر علیہ السلام نے سفینہ توڑا اور ایک شخص کو قتل کیا موسیٰ علیہ السلام نے اپنے علم نبوت کی بنا پر ٹوکا مگر اس کی حکمت پر مطلع نہ ہو سکے اور جب خضر علیہ السلام نے حکمت بتلائی تو مان گئے اور اللہ تعالی کی ذات تو اعلیٰ اور اعلیٰ ہے ہرگز ہرگز اس کے کسی فعل کو مخلوق کے افعال پر قیاس نہ کرو اور نہ ہی اس کی ذات کو یا اس کی کسی بھی صفت کو اپنی ذات و صفات پر قیاس کرو اس اصول کو یاد رکھنے کے بعد تو تشبیہ کے مرغ سے بچ جائے گا جس میں وہ لوگ مبتلا ہو گئے جو استواء کو اعتماد و استقرار اور نزول کو انتقال کہتے ہیں اور تو اس اعتراض سے بھی نجات پا جائے گا جس نے ایک قوم کو کفر کی طرف دھکیل دیا حتی کہ وہ حکمت میں طعن کرنے لگے اس قوم کا اولین فرد ابلیس ہے اس نے سمجھا کہ مٹی کو آگ پر فوقیت دینا حکمت نہیں مگر وہ بھول گیا کہ اس نے یہ بات بزعم خویش اپنے اس علم و فہم کی بنا پر کی ہے جو اسے دیا گیا اور اس عقل کے زور پر جو اسے عطا ہوئی اور پھر یہ بھول گیا کہ عقل و فہم عطا کرنے والا بڑے علم والا ہے "اولم یروا ان اللہ الذی خلقھم ھو اشد منھم قوۃ" کیا یہ جان سکے کہ جس ذات نے انہیں پیدا کیا ہے اس کی قوت زیادہ ہے..... میں نے ابن رومی کا ایک اعتراض دیکھا جو ان لوگوں پر ہے جو کفار کے لئے ابدی جہنم اور عذاب کے قائل ہیں وہ کہتا ہے کہ یہ دوام انتقام میں زیادتی ہے جسے عقل نہیں مانتی اور جو بات بھی عقل کہے وہی تسلیم کے لائق ہے کیونکہ اس کی کسی بات کو بھی رد کرنا تمام کو رد کرنے سے کم نہیں اور کفار کو ہمیشہ عذاب دینے میں اس کی کوئی غرض نہیں اور نہ ہی کافر کی کوئی غرض ہے پھر کیونکر جائز کہا جائے جواباً میں کہتا ہوں کہ وجود عقل کے اس مدعی کے پاس

خود عقل نہیں اس سے میری پہلی بات یہ ہے کہ کیا تجھے یہ بات تسلیم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل نار کے خلود کی خبر دی ہے؟ یا نہیں۔ نفی کی صورت میں تیرے ساتھ بات اثبات نبوت کی صحت قرآن کی ہونی چاہئے کیونکہ اصل کا انکار ہو تو فرع کی بات کا کیا فائدہ؟ اور تسلیم کی صورت میں لازم ہے کہ اسے کوئی وجہ بیان کرنے کا موقعہ ملے پہلے ہی قدم پر معارضہ نہ کیا جائے اس مسئلہ کا انکار وہ شخص کرتا ہے جو محسوسات و مشاہدات کو سامنے رکھتا ہے اور ہم بتا چکے ہیں کہ ذات حق دوسری ذوات کی طرح اور اس کی صفات دوسری صفات کی طرح نہیں اور اس کے افعال کسی علت پر قائم نہیں اور اگر یہ شخص کچھ بھی غور کرتا تو خلود کفار کی حکمت اسے سمجھ آسکتی تھی مثلاً یہ کہ ممکن ہے کہ ان کے عذاب کا دوام وعید کا صدق ظاہر کرنے کے لئے ہو کیونکہ اس کا ارشاد ہے کہ میں کافر کو ابدی عذاب دوں گا اور کفر سے بڑھ کر کوئی گناہ نہیں اور ہمیشہ کے لئے جلانے سے بڑھ کر کوئی عذاب نہیں بس یہ دوام وعید کا صدق ظاہر کرنے کو ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ دوام مومنین پر نعمتوں کی تکمیل کے لئے ہو کیونکہ یہ کفار کے اعداء ہیں جیسا کہ ارشاد ہے "**ویشف صدور قوم منومنین**" تاکہ اہل ایمان کے سینوں میں ٹھنڈک پڑے بھلا ابو جہل کی کاروائیوں پر کتنے سینوں میں کینہ اور قلق واضطراب ہوگا حضرت عمارؓ اور ان کی والدہ سمیہؓ اور دیگر حضرات کے دلوں میں کفار کے ان پر مظالم توڑنے کی وجہ سے غموں کے کتنے زخم ہوں گے تو ان کے دوام عذاب میں ان اہل ایمان کے لئے تسکین قلب کا سامان ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ عذاب کا دوام 'دوام اعتراض کی وجہ سے اور عذاب دینے والے کے لئے نامناسب گفتگو کرنے کی وجہ سے ہے چنانچہ جوں جوں عذاب ہوتا ہے۔ ساتھ ساتھ ان کے اعتراضات اور کفر میں اضافہ ہوتا ہے جس کی وجہ سے عذاب کا سلسلہ جاری رہتا ہے اور ان کے کفر کی دلیل یہ ہے "**ویحلفون له کما یحلفون لکم**" کہ وہ اس کے سامنے بھی ویسے ہی جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں جیسے تمہارے سامنے تو معلوم ہوا کہ ان کا کفر زائل ہوا نہ ان کو معرفت ذات باری حاصل ہوئی اور شر باطن میں بدستور چھپا ہوا ہے عذاب اس پر ہے "**ولو ردوا لعادوا لما نهوا عنه**" اگر انہیں دوبارہ دنیا میں بھیج دیا جائے تو وہی کچھ کریں گے جس سے انہیں روکا گیا تھا......

مقام تسلیم اختیار کرو

مومن کو لائق ہے کہ فصل سابق کو پیش نظر رکھتے ہوئے اللہ سبحانہ وتعالیٰ پر کسی

معاملہ میں بھی اعتراض نہ کرے ظاہری طور پر نہ باطنی طور پر' اور نہ اس کے افعال کی علتیں اور وجوہات تلاش کرے جیسا کہ متکلمین نے سنن سے اعراض کیا اور اپنی رائے کو مقدم رکھا اور ان کا گھاٹ صاف نہ رہ سکا مگر جب اسے استعمال کیا تو احادیث اس کے خلاف آنے لگیں بس صحیح اور درست یہ بات ہے کہ جہاں ممکن ہو علت تلاش کرے ورنہ تسلیم اختیار کرے یہی حال اللہ تعالیٰ سے سوال اور دعا کا ہے کہ جب مومن کوئی دعا مانگے اور قبولیت نہ دیکھے تو تسلیم اختیار کرے اور قبولیت نہ ہونے کی کوئی تاویل کرے مثلاً یوں کہے ممکن ہے نہ قبول ہونا میرے لئے بہتر ہو' ہو سکتا ہے میرا کوئی گناہ رکاوٹ بن گیا ہو' ہو سکتا ہے کسی بہتری کی وجہ سے تاخیر ہوئی ہو۔ ممکن ہے یہ دعا ہی مصلحت کے خلاف ہو اور بالفرض کوئی تاویل بھی نہ کر سکے پھر بھی کسی قسم کا اعتراض دل میں نہ آنا چاہئے بلکہ یہ سمجھے کہ میں نے دعا کے ذریعہ وظیفہ بندگی ادا کیا ہے انعام فرما دیں تو ان کا فضل ہے قبول نہ ہو تو مالک ہے جو چاہے کرے علاوہ ازیں یہ ہے کہ اکثر و بیشتر دعائیں دنیاوی اغراض سے متعلق ہوتی ہیں کہ جن کو رد کرنا ہی مصلحت ہوتا ہے بس عاقل کے پیش نظر حق پر قائم رہنا اور اس کی تدبیر پر راضی رہنا ہے گو طبعاً پسند نہ ہو پھر جب تو ادھر متوجہ ہو گا وہ تیری اصلاح پر توجہ فرمائیں گے اور جب تو جانتا ہے کہ وہ کریم ہے تو اس کے ساتھ چمٹ جا سوال نہ کر اور جب تو اس کی طاعات پر جم جائے گا تو محال ہے کہ کرنے والا محنت و اخلاص سے عمل کرے اور پھر اسے اجرت نہ ملے۔

احوال جنت کے تصورات

واللہ میں جنت میں داخل ہونے کا خیال کرتا ہوں اور ابد تک وہیں مقیم رہنے کا جہاں بیماری نہیں تھکنا نہیں نیند نہیں اور نہ ہی کوئی آفت بلکہ ہمیشہ ہمیشہ کی صحت خواہشات کے حصول کا تسلسل جن میں کوئی نقص یا بدمزگی نہیں لمحہ بہ لمحہ پیدا ہونے والی نعمتیں اور اتنی کہ کوئی انتہا نہیں تو میں بے قابو ہوا جاتا ہوں اور طبیعت ان کی تصدیق کرنے سے رکنے تک آ جاتی 'اگر شریعت ان کی ضامن نہ ہوتی اور معلوم ہی ہے کہ یہ مراتب و منازل یہاں پر جدوجہد کرنے کے بقدر حاصل ہوں گے اور تعجب اس شخص پر ہے جو یہاں پر ملنے والے ایک لمحہ کو بھی ضائع کرتا ہے جب کہ ایک بار سبحان اللہ کہنا اس کے لئے جنت میں کھجور کا ایک درخت لگواتا ہے جس کا سایہ ختم ہوتا ہے نہ پھل' اے اس نعمت کے نہ ملنے کا خوف رکھنے

والے اپنے دل کو امید کے ذریعہ قوی کرو اور اے ذکر موت سے گھبرانے والے اس عافیت پر نظر لگاؤ جو تلخ گھونٹ کے بعد ملنے والی ہے اس لئے کہ خروج روح کے وقت بلکہ اس سے بھی پہلے جنت کی منازل ان کے مکینوں کو دکھادی جاتی ہیں جس سے ان کا سفر اپنی منزل کی لذت کے شوق میں آسان ہو جاتا ہے پھر روحیں پرندوں کے پوٹوں میں جنت کے درختوں پر رہتی ہیں بس تمام مصائب وآفات عمر کے دن میں ہیں اور عمر کا سورج زرد ہو چکا ہے لہذا غروب سے پہلے پہلے جلدی کرلو جبکہ اس راستہ میں کوئی معین ورفیق نہیں ہاں فکر اور عقل جب مل بیٹھیں اور انجام پر سوچیں اس مجلس سے فارغ ہو کر محنت کرنے والوں کے حالات پر نظر کریں کہ اس سے مختلف فضائل میں غور کرنے کا فائدہ حاصل ہو گا اور توفیق بعد کی بات ہے اور اللہ تعالیٰ کسی کام کے لئے جب تیرا ارادہ کرلیں تو تجھے اس کے لئے تیار بھی کریں گے اور ان لوگوں کی مجلس جن کے پاس دنیا کے سوا کوئی خیر نہیں ہے یہ فہم وعقل کی بیماریوں کے بڑے اسباب میں سے ہے اور شر سے علیحدہ رہنے میں حفاظت ہے اور حفاظت عافیت کا سبب ہے۔

معرفت کی لذت

میں نے غم وافکار کا سبب اللہ تعالیٰ سے اعراض اور دنیا کے میلان کو سمجھا ہے بس جو نہی دنیا کی کوئی شی حاصل نہ ہوئی غم لاحق ہو گیا البتہ جسے معرفت الٰہی نصیب ہو جاتی ہے وہ راحت پالیتا ہے اس لئے کہ رضا بالقضاء کی وجہ سے غنی ہو گیا ہے جب مقدر سے کچھ مل جائے راضی ہے اگر دعا مانگنے پر بھی کچھ اثر نہیں دیکھتا تو دل میں کوئی کھٹکا اعتراض کا پیدا نہیں ہوتا کیونکہ وہ مالک تدبیر کا مملوک ہے لہذا اس کی نظر تو خالق کی خدمت پر ہی ہے ..... اور اسی وجہ سے اس کی صفات میں یہ بھی ہے کہ وہ مال جمع کرنے کو ترجیح نہیں دیتا مخلوق سے راہ و رسم اور خواہشات کی لذتوں میں نہیں پڑتا کیونکہ اگر وہ معرفت میں ابھی ناقص ہے تو خالص عبادت میں مشغول فانی سے منہ موڑے تاکہ باقی کو حاصل کرلے اور اگر معرفت کا ذوق اسے حاصل ہے تو وہ کائنات سے ہٹ کر مالک کائنات سے وابستہ ہے' تو دیکھے گا کہ اپنی تنہائیوں میں بھی وہ آداب سے آراستہ ہے اس کے ساتھ مناجات سے انس پکڑتا ہے مخلوق کے ساتھ روابط میں وحشت دیکھتا ہے' جو اس کے مقدر میں ہے اس پر راضی ہے' اس کی زندگی اپنے اللہ تعالیٰ کی معیت میں یوں ہوتی ہے جیسے ایک محب اپنے محبوب کے ساتھ رہ

کراس کے سوا کسی پر نظر نہیں رکھتا اور کسی غیر کا اہتمام و فکر نہیں کرتا اور جس کو یہ صورت حاصل نہیں وہ ہمیشہ تکدر میں بد مزہ زندگی گزارتا ہے کیونکہ جس دنیا کا وہ طالب ہے اس پر قادر نہیں ہے لہذا ہمیشہ حسرتوں میں گھرا رہتا ہے اور اللہ تعالی کے ساتھ معاملہ فاسد ہونے کی وجہ سے آخرت کی بربادی الگ۔ ہم اللہ تعالی سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اپنے لائق بنا دے۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ

در حقیقت زندگی جنت ہی کی ہے

میں نے اپنے بارے میں نظر دوڑائی تو ہر طرح سے اپنے کو مفلس پایا اگر روجہ پر اعتماد کو دیکھوں تو وہ حسب منشاء نہیں اگر شکل و صورت اچھی ہے تو اس کے اخلاق کامل نہیں اور اگر اخلاق کامل ہیں تو وہ اپنی اغراض سامنے رکھتی ہے نہ کہ مجھے' بلکہ یوں لگتا ہے' کہ میرے کوچ کی منتظر ہے اولاد پر بھروسہ کروں تو وہ بھی اس طرح کی ہے۔ اور میری خادم اور مرید کا بھی یہی حال ہے اگر انہیں مجھ سے کوئی فائدہ نہ ہو تو میری انہیں کوئی خواہش نہیں اور دوست نام کی تو کوئی چیز ہی نہیں ہے اور اللہ کے نام پر بھائی چارہ عنقاء مغرب ہو چکا ہے اور اہل خیر سے حسن عقیدت رکھنے والے اور ان کی تلاش میں رہنے والے احباب سب رخصت ہو گئے اور میں تنہا رہ گیا ہوں میں نے اپنے نفس میں غور کیا تو اپنے لئے اس میں بھی اخلاص نہیں دیکھا نہ ہی سلامتی کی کسی حالت پر اسے قرار ہے بس خالق سبحانہ و تعالی کی ذات ہی باقی ہے' پھر میں نے دیکھا کہ اس کے انعام پر اعتماد کروں مگر ابتلاء و آزمائش کا خطرہ ہے اس کی عفو و معافی کی امید کے ساتھ بھی سزا کا زہر موجود ہے ہائے افسوس اطمینان ہے نہ قرار' ہائے میرا قلق و اضطراب جو اس قلق کی وجہ سے ہے اور ہائے میری سوزش جو اس جلن کی وجہ سے ہے خدا کی قسم جنت کے سوا کہیں زندگی نہیں جہاں پر رضائے مولی کا یقین ہے' رفقاء ایسے ہیں جو ایذا رساں ہیں نہ خائن' رہی دنیا وہ ان چیزوں کا مقام ہی نہیں۔

قلت احتیاط آفت ہے

سلطان کے درباری یا کسی رئیس کے مصاحب کو لائق ہے کہ اس کے ساتھ اپنا معاملہ ظاہر و باطن میں یکساں رکھے کیونکہ وہ اپنے مخبر چھوڑے رکھتے ہیں کبھی پھنس گئے تو رسوائی ہوگی دور سابق کے ملوک کسی درباری کو مقرب بنانا چاہتے تو اس کیلئے اپنے گھروں کے آس پاس رہائش تجویز کرتے اور خصوصی مقام پر فائز کرنے کے لئے در پردہ اس کا امتحان

کرتے تھے اور اسے پتہ بھی نہ چلتا تھا اور کوئی نامناسب صورت سامنے آتی تو اسے مسترد کر دیتے تھے اسی طرح پرویز نے بھی اپنے ایک خاص آدمی کا امتحان کیا اور اس کے پاس بہت سے انعام اکرام دے کر اپنی ایک باندی بھیجی اور حکم دیا کہ اس کے پاس بیٹھنا نہیں ہے وہ لے گئی۔ پھر اسے دوسری مرتبہ بھیجا اور حکم دیا کہ سلام کے بعد چند لمحات کیلئے بیٹھ کر آئے اس نے ایسا ہی کیا اور اس مرد نے بھی باندی پر نظر ڈال لی پھر تیسری مرتبہ بھیجا اور حکم دیا کہ اس کے پاس کچھ دیر تک بیٹھے اور بات چیت کر کے آئے چنانچہ اس نے دیر تک گفتگو کی اور ادھر سے بھی اس کی طرف کچھ میلان کا ظہور ہوا تو باندی نے کہا کہ خطرہ ہے کہیں بادشاہ کو پتہ نہ چل جائے تاہم آپ موقعہ دیں میں کوئی تدبیر کرتی ہوں اور واپس آکر بادشاہ کو قصہ سنادیا بادشاہ نے اب کی بار ایک اور باندی اپنی خاص باندیوں میں سے اس کے پاس بھیجی یہ گئی تو وہ پوچھنے لگا کہ فلاں کیوں نہیں آئی کیا ہوا؟ اس نے جواب دیا: وہ بیمار ہے یہ سن کر اس کا رنگ بدل گیا پھر اس دوسری باندی نے بھی پہلی کی طرح کیا اور اسے کہنے لگی کہ بادشاہ آجکل اپنے باغ میں جانے والا ہے اور کچھ دنوں تک وہیں قیام کرے گا اگر وہ تجھے ساتھ چلنے کو کہے تو کہدینا میں بیمار ہوں پھر اگر وہ تجھے اپنے گھر لوٹنے یا اسی جگہ ٹھہرنے میں اختیار دے تو یہیں ٹھہر جانا اور کہہ دینا کہ میں تو حرکت تک نہیں کر سکتا بس اگر تیری بات مان لی گئی تو میں تیرے پاس جب تک بادشاہ وہاں رہا ہر رات آتی رہوں گی اس شخص کو اطمینان ہو گیا اور باندی نے واپس جا کر سب کچھ بتادیا بادشاہ نے تین دن کے بعد اپنے پاس بلایا تو اس نے جواب دیا کہ "بیمار ہوں" قاصد نے واپس آکر بتایا تو بادشاہ نے مسکرا کر کہا کہ یہ پہلا شر ہے اور پالکی بھیج دی کہ اس میں سوار ہو کر آجائے پرویز نے دیکھ کر کہا اور یہ پالکی دوسرا شر ہے اور اس کے سر پر پٹی بندھی دیکھ کر کہنے لگا یہ پٹی تیسرا شر ہے اب بادشاہ اسے پوچھتا ہے کہ کیا خیال ہے؟ واپس لوٹنا پسند کریں گے؟ تاکہ گھر کی عورتیں تیمارداری کریں یا میری واپسی تک یہیں پر رہنا پسند ہو گا کہنے لگا یہیں رہنا مناسب لگتا ہے اس لئے کہ میں حرکت بھی نہیں کر سکتا بادشاہ نے مسکرا کر کہا کہ یہاں رہ کر تیری حرکت گھر تک جانے والی حرکت سے بڑھ کر ہو گی اور اس کیلئے ایک عصا منگانے کا حکم دیا جو زانیوں کی خاص علامت تھی اور حکم دیا کہ اس شخص کا پورا قصہ حرف بحرف لکھا جائے اور لوگوں کو جمع کر کے ایک ایک حرف سنایا جائے اور ملک کی کسی سرحد پر اسے بھیج دیا جائے اور نیزے کے اوپر اس عصاء زنا کو باندھ دیا جائے اور جہاں یہ جائے اس کے ساتھ ساتھ اسے بھی پھرایا جائے تاکہ ناواقف لوگوں کو بھی عبرت ہو جائے چنانچہ جب اسے بیرون ملک بھیج دیا

گیا تو اس نے کسی نگران سپاہی سے چھری منگوائی اور اپنا ذکر کاٹ لیا اور کہنے لگا کہ جو اس چھوٹے سے عضو کی اطاعت کرتا ہے اس کے تمام اعضاء بے کار ہو جاتے ہیں اور اسی لمحہ فوت ہو گیا میں (مصنف) کہتا ہوں کہ امراء حضرات اپنے حالات میں تبدیلی محسوس کرتے تو عوام سے اپنے بارے سوالات کیا کرتے تھے کبھی کوئی آدمی نامناسب بات کہہ دیتا تو اسے محفوظ کرتے تھے اور کبھی اس کے لئے خفیہ آدمی بھیجتے تھے اور کبھی قاصد کی کہی ہوئی بات کوئی تیسرا آدمی امیر تک پہنچا دیتا تھا جو اس کی ہلاکت کا باعث بن جاتی۔

عمر بن عبد العزیزؒ نے اپنے ایک اہلکار کو بکثرت نماز پڑھتے دیکھا تو ایک خفیہ آدمی بھیجا جو جا کر اسے کہنے لگا کہ اگر میں تجھے فلاں علاقہ کی سربراہی دلوا دوں تو مجھے کیا دے گا اس نے جواب دیا کہ یہ دوں گا اور فلاں فلاں" عمرؒ نے فرمایا تو نے اپنی نماز کے ذریعہ ہمیں دھوکہ میں رکھا اور میں نے سنا ہے کہ ایک آدمی نے کسی عورت سے گفتگو کی اس نے آمادگی ظاہر کی اور اپنے گھر آنے کی دعوت دی' شوہر کی بات پر اطمینان نہ کر لینا چاہئے ممکن ہے وہ خود جاسوس ہو یا پھنسانے والا ایسے ہی بعض چیزیں جن کا اخفا مناسب ہوتا ہے ظاہر نہ کرنی چاہئیں مثلاً مال ہے مذہب ہے یا کسی کا سب وشتم کہ بعض دفعہ حاضرین میں اس کا کوئی قریبی ہوتا ہے' اور بے جیاد دوستی تو قطعاً قابل اعتماد نہیں ہے کہ بسا اوقات اس کے پس پردہ آفت قصداً چھپائی ہوتی ہے بس ہر ممکن حادثہ سے بچنے کی فکر چاہئے کبھی ایک بات کوئی دوست اپنے دوست کے پاس کہتا ہے اور وہ ایسے شخص کے پاس نقل کر دیتا ہے جو قائل کا برا چاہنے والا نہیں مگر بات چل نکلتی ہے اور اس کا نقصان ہو جاتا ہے اور بہت سے شدید محبت کا اظہار کرنے والے صرف اپنی مراد پوری ہونے تک ہوتے ہیں لہذا ہرگز ہرگز کسی پر اطمینان نہ رکھو خصوصاً ایسے دشمن سے جسے تم ایذا دے چکے ہو یا اس کا قریبی قتل کر چکے ہو کہ وہ احسان کا مظاہرہ کبھی تجھے شکار کرنے کے لئے بطور جال پھانسنے کے کرتا ہے جیسا کہ زباء کے قصہ میں ہے۔

عمر بڑھ جانے کے بعد میں نے دیکھا کہ اس کی امید قوی اور حرص بڑھتی جاتی ہے جیسا کہ آپ کا ارشاد مبارک ہے: ابن آدم بوڑھا ہوتا جاتا ہے اور اس کی دو خصلتیں "حرص اور امید" جوان ہوتی رہتی ہیں اور اس کے اسباب میں اکثر سبب میری نگاہ میں تہی دستی اہل و

جب یہ والد کے قتل ہونے کے بعد تخت نشین ہوئی اور نہایت ہی حسین وجمیل تھی اس کے باپ کے قاتل بادشاہ نے اس کو نکاح کا پیغام بھیجا جس کو اس نے قبول کر لیا اور پھر اس پر قابو پا کر قتل کر دیا اور یوں والد کا انتقام لیا اس عورت کا والد بھی اپنے ملک کا بادشاہ تھا (امداد اللہ انور)

عیال کی کثرت اور حاجت کا قوی ہونا ہے۔ کہ ایسے وقت انسان حصول غرض کیلئے وہ کچھ کرنے کو تیار ہو جاتا ہے جو اس کی عزت کو اغدار کر دیتا ہے۔ تو میں نے کہا میرے اللہ کیا عرفات کے پہاڑ دیکھنے کے بعد میں بھٹک جاؤں گا کیا حرم پاک کے قریب پہنچنے کے بعد جنگل کے بدو مجھے اغواء کر کے لے جائیں گے ہائے افسوس کیا میرے عرفات میں پہنچنے سے پہلے یوم نحر کی فجر طلوع ہو جائے گی اور حصول مقصود کے بغیر میری عمر کا سفر ضائع ہو جائے گا۔

میں خواہشات کو پانے کے لئے تجھ سے امید لگا تا تھا اور آج میں فقط تیری رضا کا طالب ہوں پھر میں نے کہا اے نفس تیرے لئے پناہ گاہ اس کے سوا نہیں کہ اس کی پناہ حاصل کر اور ڈوبنے والے کی طرح فریاد کر پھر اگر رحمت ہو گئی تو ہو گئی ورنہ کتنی حسرتیں ہیں جو پہلے بھی تہہ خاک دفن ہیں۔

عاجزوں کی خواہش

ایک بوڑھے نے مجھ سے کہا "میری عمر زیادہ ہو گئی اور قوت کمزور پڑ گئی ہے اور میرا نفس مجھ سے کمسن باندیاں خریدنے کا تقاضہ کرتا ہے اور جانتا بھی ہے کہ انہیں نکاح کا تقاضہ ہو گا اور میں بے کار ہوں اور وہ میری اس اہلیہ پر قناعت نہیں کرتا جبکہ وہ سن رسیدہ ہو چکی ہے۔ میں نے کہا اس کے میرے پاس دو جواب ہیں ایک عمومی جواب ہے وہ یہ کہ تجھے موت کی یاد میں اور اس کی طرف توجہ کے اسباب میں مشغول ہونا چاہئے اور ایسی باندی خریدنے سے پرہیز کر جس کا حق تو ادا نہیں کر سکتا کہ وہ تجھ سے بغض رکھے گی اور اگر تو نے کچھ کوشش کر دکھائی تو جلد ہی ختم ہو جائے گا اور اگر تو اپنی قوت کا تحفظ کرے گا تو وہ غضبناک ہو گی علاوہ ازیں یہ ہے کہ کچھ بھی ہو وہ بوڑھے کو پسند ہی نہیں کرے گی ...... اور ہمیں علی بن عبداللہ نے محمد تیمی کے واسطہ سے یہ اشعار سنائے (ترجمہ) اے میرے دل اپنے عشق سے ہوش میں آ اور ایک غمزدہ کی بات سن لے جو تجھ پر شفیق ہے۔ تو نے ایسی دوشیزہ سے تعلق لگایا ہوا ہے جو کسی اور کے ساتھ وابستہ ہے لہذا تو نے ایک ناقابل اعتماد پر اعتماد کر لیا ہے۔ اور قیدی کے درمیان لہذا تو جان لے کر وہ تیرے دن شمار کرتی رہے گی اور تجھ سے زائد مال حاصل کر کے کسی اور کیلئے تیاری کرے گی اور کبھی تجھے ختم کرنے کی فکر میں ہو گی اس لئے عافیت و سلامتی اس کے ترک ہی میں ہے اور جس سے بسر اوقات ہوتی رہے اس پر قناعت کرنے میں ہے اور دوسرا جواب یہ ہے کہ دو حال سے خالی نہیں یا تو کسی وقت وطی پر قادر ہو گا یا نہیں اگر نہیں تو بہتر یہ ہے کہ اس سلسلہ کو کلیتہً چھوڑ کر صبر کرے اگرچہ یوں ممکن ہے کہ عورت کے ساتھ نفقہ کی وسعت اور حسن اخلاق وغیرہ کے ذریعہ اس کے ساتھ بسر اوقات کرتا رہ

مگر یہ خطرہ سے خالی نہیں اور اگر کسی وقت وطی پر قدرت ہوتی ہے اور نفس میں تو اس کا شدید تقاضا بھی محسوس کرے تو کسی قریب البلوغ کی تلاش کر کیونکہ وہ امور نکاح سے واقف نہیں لہذا اسے وطی کا تقاضہ نہ ہوگا بس خرچہ کی وسعت اور حسن اخلاق کے ذریعہ اسے ممنون رکھ تاہم احتیاط اور عورتوں کی مجالست سے تحفظ ضروری کرنا ہوگا اور جب کبھی وطی کا موقعہ ملے تو انزال سے بچنے کی کوشش کر اور یہ کہ عورت کی حاجت بھی پوری ہو جائے اور اسے پند و نصیحت کر اور آخرت کی یاد دلاتا رہ اور اسے عشاق کے واقعات بھی سنا جن میں مجامعت وغیرہ کا ذکر نہ ہو اور اس کی قبیح شکل کا تصور دلا صلحاء کے تذکرہ کی طرف اس کے قلب کو مائل کر اور خود ہمہ وقت خوشبو' زینت' حسن سلوک اور نرم معاملہ اور وسعت نفقہ کا خوب خیال رکھ یہ وہ تدابیر ہیں جو ناقہ (اونٹنی) کو سفر کیلئے مستعد رکھ سکتی ہیں گو سلامتی پھر بھی خطرہ میں ہے۔

اللہ پر اعتماد

احمق ترین وہ شخص ہے جو صرف موجودہ حالات کو اپنے عمل کی بنیاد بناتا ہے ان کے بدل جانے کا تصور نہیں کرتا اور نہ ہی آئندہ ممکن واقعات کا دھیان رکھتا ہے مثلاً حاضر مال پر دھوکہ کھا کر ملکیت کے تقاضہ کے مطابق کوئی کام کر لیا حالات بدل گئے تو ہلاکت نصیب ہوا اور کبھی لوگوں سے عداوت کرتا ہے اس دھوکہ میں کہ صاحب اقتدار ہے رئیس ہے مگر حالات نے پلٹا کھایا کہ تلافی تک ممکن نہ رہی اور ندامت کی وجہ سے ہاتھ ملتا رہ گیا ایسے ہی ایک شخص کے پاس مال ہے جس سے مطمئن ہو کر وہ اسراف میں لگا ہوا ہے اور بھولا ہوا ہے کہ یہ نہ ہوگا تو کیا ہوگا اور یہی حال اس شخص کا ہے جو خواہشات میں مگن ہے موجودہ عافیت کے سرور میں کھانے پینے اور نکاح وغیرہ میں مشغول ہے مگر اس کے بعد کیا آفات و مصائب آسکتے ہیں اس سے غافل ہے اور سب سے زیادہ تعجب خیز حال یہ ہے کہ ایک آدمی اپنی باندی سے محبت رکھتا ہے اسے آزاد کر کے خوب مال و متاع دیتا ہے یا کسی عورت کی محبت میں خوب مال لٹا رہا ہے اور وہ اس پر قابو پائے ہوئے ہے کچھ دن گذرنے پر اسے بھلا دیتا ہے یا کسی اور کی تلاش کرنے لگتا ہے مگر اس سے خلاصی کی صورت نہیں اگر خود الگ ہو بھی گیا تو جس مال پر عورت قابض ہو چکی ہے وہ اسی کا مال غنیمت ہے اور اس نے اتنی لذت نہیں اٹھائی جتنی یہ کوفت دیکھی لہذا اعتماد کسی عورت پر نہ چاہئے اس لئے کہ کبھی یہ کسی عورت سے محبت کرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ وہ اسے کبھی نہ چھوڑے گا اس کے ساتھ انبساط رکھتا ہے مگر پھر علیحدگی ہو جاتی ہے اور بعض دفعہ کسی اور سے محبت کرنے لگتا ہے اور پہلی کو بھلا بیٹھتا ہے اور اس سے

خلاصی بھی مشکل ہو جاتی ہے اور عاقل وہ ہے جو داخل ہونے سے قبل نکلنے کی راہ دیکھتا ہے کیونکہ اشیاء سدا موجود نہیں رہتیں اور محبت کو دوام نہیں ہے اور ہر حال تغیر پذیر ہے ایسے ہی وہ کبھی اپنی اولاد کو مال دے دیتا ہے پھر ان کیلئے بوجھ بنتا ہے اور اولاد اس کی موت کی منتظر ہو جاتی ہے اور کبھی وہ نفقہ کی وجہ سے بیمار پڑ جاتا ہے اور ایسے ہی کبھی آدمی اپنے دوست پر اعتماد کر لیتا ہے اور اپنا راز اسے بتا دیتا ہے اور وہ کبھی آگے چلا دیتا ہے جس سے اس کی ہلاکت ہو جاتی ہے اور ایسے ہی انسان کبھی اپنی سلامتی سے دھوکہ کھا بیٹھتا ہے اور موت کے اسباب سے غافل ہو جاتا ہے اور وہ اس پر اچانک آجاتی ہے جس سے یہ بد حواس ہو کے رہ جاتا ہے تلافی کا وقت ختم اور ندامت باقی رہ جاتی ہے پس عاقل وہ ہے جس کی نگاہ انجام پر لگی رہتی ہے ہر ممکن اور واقع ہو سکنے والی چیز سے محتاط رہتا ہے ہر حال میں احتیاط پر عمل اور اپنے مال اور اسرار کی حفاظت کرتا ہے کسی پر کلی اعتماد نہیں کرتا وہ بیوی ہو یا اولاد یا دوست ہر وقت سفر کی تیاری میں انتقال مکان کیلئے مستعد ہے۔جی ہاں محتاط لوگوں کا یہی حال ہوتا ہے۔

تسلیم کی راحت

تمام امور میں پسندیدہ امر اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کی معرفت کی طلب و تحقیق ہے جو بہت بعید ہے ہاں اجمالی معرفت ممکن ہے متکلمین نے اس میں بہت شدت اختیار کی اور مبالغہ کیا اور کچھ نہ پا سکے اور ان کے عقلاء نے تسلیم کو اختیار کر لیا یہی حال اہل رائے کا ہے جو قیاس کی طرف مائل ہوئے اور بہت سی باتیں خلاف مطلب پائیں تو تسلیم کے سوا کوئی چارہ نہ دیکھا اور اپنے قیاس کے خلاف کو انہوں نے استحسان کا نام دیا پس فقیہ وہ ہے جو ممکن ہو تو علت معلوم کرتا ہے عاجز آجائے تو تسلیم اختیار کرتا ہے بندے کی شان یہی ہے اور جو یوں کہتا ہے کہ یہ کیوں کیا اس کی کیا حقیقت ہے تو یہ اسرار ملوک پر اطلاع پانا چاہتا ہے اور دو وجہ سے وہ اس میں ناکام رہے گا ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی بہت سی حکمتیں مخلوق سے چھپا رکھی ہیں۔دوسری یہ کہ بشری طاقت میں یہ نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی تمام حکمتوں کو پا سکے تو معترض کے پاس اس اعتراض کے سوا کچھ نہیں رہتا جو اسے کفر میں لے جاتا ہے۔

"فلیمدد بسبب الی السماء ثم لیقطع فلینظر هل یذهبن کیده ما یغیظ" جس کا حاصل یہ ہے کہ جو شخص میرے افعال پر راضی ہے وہ راضی رہے ورنہ اپنا گلا گھونٹ لے کہ میں جو ارادہ کرتا ہوں وہی کرتا ہوں۔

سلف صالحین کی اتباع

جسے اللہ تعالیٰ نے علم عطا فرمایا اور سلف کی سیرت و عادات پر نظر رکھتا ہے وہ سمجھتا ہے کہ یہ عالم تاریکی سے پر ہے اور اکثریت صحیح راہ سے ہٹی ہوئی ہے اور ان لوگوں سے میل ملاقات نفع کے بجائے نقصان دہ ہے اور تعجب پر ہے جو ایسے لوگوں کی مجالست کیلئے رخصت تلاش کرتا ہے اور جانتا بھی ہے کہ طبیعت ہم نشینی میں چوری کرتی ہے لائق تو صرف یہ ہے کہ علم و عمل میں کسی اعلیٰ شخصیت کی مجلس اختیار کی جائے تاکہ فائدہ حاصل ہو سکے باقی گھٹیا لوگوں کی مجلس تو ایذا ہی دیتی ہے ہاں ایک ناواقف آدمی اپنے استاد کے پاس بیٹھے تو الگ بات ہے مگر اس میں بھی احتیاط لازم ہے اور اس زمانہ میں عوام کے ساتھ مجالست کرنے سے دل بگڑ جاتے اور سخت سیاہ ہو جاتے ہیں اور اگر کوئی عالم ان کی مجلس میں پھنس جائے تو اسے اپنی احتیاط کے کپڑے چڑھا لینے چاہیں مناسب ہے کہ اس کی مجالست ان لوگوں کے ساتھ صرف پند و نصیحت اور تربیت کی ہونی چاہئے اور کبھی علماء کے ساتھ مجالست کا موقعہ بنے تو ان میں بھی اکثر راہ سے ہٹے ہوئے ہوتے ہیں جن کا مقصود صرف نام و نمود کا علم ہوتا ہے عمل کا نہیں چنانچہ آخرت کی باتوں کا تذکرہ ان میں تجھے کم ہی ملے گا ان کا مشغلہ غیبت ہے یا دوسرے پر برتری کا قصد یا حصول دنیا اور سب سے بڑھ کر ان میں اپنے ہم عصروں کے ساتھ حسد کا معاملہ ہے جو حد بیان سے باہر ہے اور امراء کی مجالست میں اپنے دین کو فساد کی نذر کرنا ہے کیونکہ اگر ان کا کوئی دنیاوی عہدہ قبول کر لیا تو ظلم اس کے لوازم میں سے ہے کیونکہ ایسے میں عادت غالب آجاتی ہے اور شریعت سے اعراض ہو جاتا ہے اور اگر دینی عہدہ ہوا جیسے قضا تو اس میں بھی وہ بعض دفعہ ایسا حکم لگا دیتے ہیں جس سے مراجعت کی گنجائش نہیں رہتی اور مراجعت کر بھی لے گا تو وہ قبول نہیں کرتے اور کتنے ہیں جنہیں اپنے اس عہدے ہی کی فکر لگ جاتی ہے اور وہ ہر حکم کو ماننے کیلئے تیار رہتے ہیں خواہ جبر نہ بھی کیا جائے اور میں نے تو اس دور میں ایسے بھی دیکھے ہیں جو قاضی یا شاہد بننے کیلئے مال خرچ کرتے ہیں اور مقصد عز و جاہ ہوتا ہے پھر اکثر گواہ جس کو نہیں جانتے اس کے خلاف شہادت دے دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ معروف شخص ہے اور اپنا جھوٹا ہونا بھی معلوم ہوتا ہے اور یہ کام محض اس مال کی وجہ سے ہوتا ہے جو اسے ملتا ہے اور کتنی گواہیاں ہیں جو ایسے لوگوں پر واقع ہوتی ہیں جن پر انہیں گواہ بنایا ہی نہیں گیا یا مکروہ شخص کے خلاف ہوتی ہیں اور زاہد کہلانے والوں کی مجالست ملے تو ان میں بھی اکثر علم کے خلاف غلط راستہ پر چلنے والے ہوں۔ تو ہیں انہوں نے اپنے لئے خلوت خانے بنا

رکھے ہیں جہاں سے باہر کم ہی نکلتے ہیں اور حد سے زائد عاجزی دکھاتے ہیں جو سراسر نفاق ہے اور کپڑوں کے نیچے ادنی لباس پہنتے ہیں اور کبھی دکھانے کیلئے آستین اوپر چڑھا لیتے ہیں طاہر بن حسین کی حکایت منقول ہے کہ انہوں نے ایک نام نہاد صوفی سے پوچھا تجھے عراق میں آئے ہوئے کتنی مدت ہو گئی کہنے لگا کہ میں یہاں بیس سال سے آیا ہوا ہوں اور تیس سال سے روزہ رکھتا ہوں وہ کہنے لگے ہم نے ایک بات پوچھی تھی اور تو نے جواب میں دو سنائیں۔

ان صوفیا کے ٹھکانے مساجد سے باہر مکروہ قسم کے چبوترے سے ہوتے ہیں جہاں طاقت کے باوجود کمائی سے جان چرانے والے کسلمند لوگ بیٹھتے ہیں تاکہ دیکھ کر لوگ صدقہ وغیرہ دیتے جائیں اسی طرح کے دیگر تاریک احوال کیلئے علم کے تکرار سے جان بچائے ہوئے ہیں...... ان میں اکثر نفل نماز نہیں پڑھتے تہجد نہیں پڑھتے بلکہ کھانے پینے اور رقص کی فکر میں رہتے ہیں ان لوگوں نے خلاف شریعت عادات اپنا رکھی ہیں ٹکڑے جوڑ کر لباس بناتے اور پہنتے ہیں مگر یہ ناداری کی وجہ سے نہیں ہوتا اور یہ قبیح حالت ہے کیونکہ ان کے پاس گھٹیا لباس کے سوا زہد کی کوئی علامت نہیں ہے ان کے کپڑے تو چیخ چیخ کر کہتے ہیں کہ ہم زاہد ہیں مگر ان کے پوشیدہ افعال ظاہر ہو جائیں تو ان کو رسوا کر دیں مطبخ (باورچی خانہ) گرم ہے پرندوں کا گوشت اور حلوئی بکثرت ہے خوشبو مہک رہی ہے راحت کے سامان موجود ہیں اور ان حالات میں تکبر خوب پرورش پا رہا ہے آپ ﷺ نے مالکؓ بن فضلہ کو پراگندہ حالت میں دیکھ کر پوچھا کیا تیرے پاس مال نہیں ہے؟ عرض کیا کیوں نہیں مجھے اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کا مال دیا ہے فرمایا" جب اللہ تعالیٰ کسی بندے پر انعام فرماتے ہیں تو پسند فرماتے ہیں کہ اس کے آثار اس پر نمایاں ہوں...... اور ان لوگوں کے اخلاق کا ایک حصہ یہ ہے کہ لوگوں کو علم سے نفرت دلاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ درمیان میں واسطوں کی حاجت نہیں بس دل ہے اور رب ہے ان کے اور بھی قبیح اقوال و افعال ہیں جو میں نے تلبیس ابلیس میں درج کئے ہیں آہ! اگر آج عمرؓ ہوتے تو روزانہ سو سو درے ان کو لگاتے بلکہ ان خوارج پر تلوار چلاتے یہ لوگ آبادیوں میں گھسے ہوئے ہیں علماء کی ان تک دسترس نہیں کیونکہ ان کے بارے میں علماء کی بات مانی نہیں جاتی بس جسے اللہ تعالیٰ نے اسلاف کی سیرت پر نظر کی توفیق دی ہے اور اقتداء کی توفیق بخشی ہے وہ اکثر مخلوق سے علیحدگی کو پسند کرتا ہے اور ان کے ساتھ مجالست نہیں کرتا اس لئے کہ جو ایسا کرتا ہے وہ ایذا پاتا ہے اور جو کوئی ان کے چکر کاٹتا ہے وہ چشم پوشی سے محفوظ نہیں رہتا اور خیر خواہی اس دور میں قبول نہیں۔

مخالف کو مائل کرنا

سراسر حماقت ہے کہ پہلے قدم ہی پر کسی دشمن یا حاسد کے ساتھ مخاصمت (جھگڑا) شروع کر دی جائے اگر تجھے اس کا کچھ حال معلوم ہے تو بہتر یہ ہے کہ اس کے سامنے ایسی صورت رکھی جائے جس میں فریقین کی سلامتی ہو اگر وہ عذر کرے تو قبول کرو اور جھگڑے کی طرف جاتا ہے تو درگذر کرو اور یہ ظاہر کرو کہ یہ معمولی بات ہے کوئی شدید نہیں تاہم اپنے طور پر اس سے بچاؤ ضرور رکھو اور کسی حال میں بھی اس پر اعتماد نہ کرو اور ظاہر میں تعلق رکھتے ہوئے چپکے چپکے اس سے دور ہٹتے رہو اور جب اسے ایذا دینے کا ارادہ ہو تو پہلی بات یہ ہے کہ اپنے نفس کی اصلاح کو مقدم رکھو اور جو حسن ظن وہ تیرے بارے میں رکھتا ہے اسے قائم رکھو سب سے بڑی سزا اس کی یہی ہے کہ اللہ کیلئے اسے معاف کر دو اگر وہ سب و شتم میں بڑھ رہا ہے تو درگذر کرنے میں اضافہ کر دے عوام تیری طرف سے ہٹ کر اس کی گالیوں کی طرف متوجہ ہو جائیں گے علماء تیرے حلم کے مداح ہوں گے اور جو ایذا اس طرح تو اسے دے رہا ہے لور اور رنج و غم پہنچا رہا ہے وہ ظاہر اور باطن کے لحاظ سے کئی گنا زیادہ اور بہتر ہے اس کلمہ سے جو تو ایذا رسانی کیلئے کہتا ہے اور اس سے کہیں زیادہ جواب میں سن لیتا ہے پھر لڑائی کے ذریعہ تو خود کو اس کا مخالف ہونا ظاہر کر رہا ہے جس سے وہ محتاط ہو جائے گا اور مزید تیری برائی میں لگے گا اور درگذر کرنے سے وہ تیرے باطن کا واقف نہ ہو سکے گا اور تجھے اس سے شفا پانا ایک طرح آسان ہو جائے گا اور اگر اس کے ساتھ ایسا معاملہ کرے جو تیرے دین کیلئے مضر ہے تو اس کا فائدہ اسے حاصل ہو گا شفاء قلب اسے ملے گی، وہ شخص کبھی کامیاب نہیں جس پر گناہ کامیابی پا گیا بلکہ عمدہ طریق سے درگذر کرنا بہت عمدہ طریق ہے اور یہ توفیق اسے ہی نصیب ہوتی ہے جو یہ سمجھتا ہے کہ مخالف کی مخالفت یا تو کسی اپنے گناہ کے نتیجہ میں ہے یا رفع درجات کیلئے کوئی آزمائش ہے پھر اس کی نگاہ مخالف پر نہیں رہتی بلکہ وہ قدرت کی طرف دیکھنے لگتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے انتخاب میں خیر ہے

کسی ایسی مصیبت میں پڑ کر جس سے نجات مشکل ہو تیرے لئے اس کے سوا چارہ نہیں کہ اپنے گناہوں سے توبہ استغفار کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ سے دعا مانگ اور اس کی پناہ میں داخل ہو اس لئے کہ گناہ سزا کا موجب ہے جب توبہ کے ذریعہ گناہ ختم ہو گیا تو [illegible] اکا سبب نہ رہا پھر اگر توبہ اور دعا کے بعد بھی قبولیت کے آثار نہیں ملتے تو اپنے حالات میں غور کر

کہ توبہ کبھی صحیح نہیں ہوتی لہذا اسے صحیح کر کے پھر دعا مانگ اور دعا سے کبھی تھک کر مت بیٹھ کہ کبھی قبولیت کی تاخیر ہی میں مصلحت ہوتی ہے اور کبھی خود قبول نہ ہونے میں مصلحت ہوتی ہے بس تجھے ثواب مل رہا ہے اور نفع کی شکل میں قبولیت ہو رہی ہے اور یہ بھی تیرا نفع ہی ہے کہ مطلوب کے عوض کچھ اور عطاء ہو گیا...... پھر جب ابلیس آکر کہے کب سے دعا مانگ رہا ہے اور قبول نہیں ہو رہی تو کہدے کہ میں دعا کے ذریعہ اپنا حق عبدیت ادا کر رہا ہوں اور مجھے قبولیت کا یقین ہے یہ اور بات ہے کہ کبھی کسی مصلحت سے تاخیر ہو جاتی ہے لہذا وہ مناسب وقت میں مجھے مل جائے گی نہ بھی ملی تو بندگی اور عاجزی تو نصیب ہو ہی گئی اور یہ کبھی نہ کر کہ ایک چیز کا سوال کرتے ہوئے اس کے ساتھ خیر اور بہتر کا سوال نہ کرے، کیونکہ کئی دنیاوی کام مطلوب ہوتے ہیں جن کا حصول ہلاکت کا سبب بن جاتا ہے اور جبکہ تجھے دنیوی امور میں مشورہ کا حکم ہے تاکہ تیرا ساتھی تجھے وہ بات بتائے جہاں تیری رائے عاجز آ گئی ہے اور تو سمجھتا ہے کہ جو واقع ہوا ہے وہ مناسب نہیں تو اللہ تعالیٰ سے خیر کیوں نہیں چاہتا جو تمام مصلحتوں سے خوب واقف ہے اور استخارہ ایک بہترین مشورہ ہے۔

لوگ مختلف قسم کے ہیں

میں نے دیکھا کہ لوگ دو قسموں میں بٹے ہوئے ہیں عالم ہیں اور جاہل، پھر جاہلوں کی قسمیں ہیں مثلاً سلطان جس کی تربیت جہل میں ہوئی اور ریشم پہننے میں شرابیں پینے اور لوگوں پر ظلم کرنے میں ہوئی اور اس کے اہل کار بھی اسی طرح کے ہیں یہ لوگ خیر سے یکسر محروم اور ایک کنارے پر ہیں بعض لوگ تاجر ہیں جن کا نصب العین مال کمانا اور جمع کرنا ہے ان میں سے اکثر زکوٰۃ نہیں دیتے اور سود سے پرہیز نہیں کرتے یہ لوگ شکل و صورت کے انسان ہیں بعض ارباب معاش کہلاتے ہیں جو ناپ تول میں کمی کرتے ہیں لوگوں کی حق تلفی کرتے ہیں سودی کاروبار کرتے ہیں دن بھر بازاروں میں گذارتے ہیں بس اپنے اسی حال میں مست ہیں رات آتی ہے تو گر کر مدہوش کی طرح سو رہتے ہیں ان کی فکر اور سوچ کھانے اور لذت اڑانے تک ہے انہیں نماز کی کچھ خبر نہیں کوئی پڑھتا ہے تو ٹھونگیں لگاتا ہے یا دو نمازوں کو جمع کر کے اکٹھی پڑھ لیتا ہے یہ لوگ بہائم (چوپائے) کے شمار میں ہیں اور بعض لوگ اپنے تمام حالات میں کمینہ خصلت ہیں ان کو بے قیمت کھو کوڑا کرکٹ کی صفائی والے کھو بھس نکالنے والے کھو گھاس پھونس اکٹھا کرنے والے کھو غرض یہ قوم کے انتہائی گھٹیا اور رذیل

لوگ ہیں اور کچھ ایسے لوگ ہیں جو لذتوں کے طالب ہیں اور وسائل پاس نہیں ہیں لہذا رہزنی کرتے ہیں یہ سب سے بڑے احمق ہیں کیونکہ ان کی تو زندگی ہی کالعدم ہے، گھڑی بھر کھاپی کر لذت اٹھائی ذرا ہوا کی حرکت سے کوئی آہٹ ہوئی تو حکومت کے ڈر سے بھاگ نکلے ان کی عمر بھی بہت کم ہے پھر قتل اور سولی کی سزا اور آخرت کا عذاب الگ اور بعض دیہاتی قسم کے لوگ ہیں جن میں جہالت عام ہوتی ہے ان کی اکثریت نجاست سے پرہیز نہیں کرتی یہ بیلوں کے زمرہ میں شمار ہوتے ہیں۔

اور عورتوں کو بھی میں نے کئی قسم کی پایا۔ بعض حسین ہیں اور بدکار بھی 'اور بعض اپنے شوہر کے مال میں خیانت کرتی ہیں 'اور بعض نماز پڑھتی ہیں نہ دین کی کوئی بات جانتی ہیں یہ سب جہنم کی بھرتی ہے 'کوئی وعظ سنتی ہیں تو جیسے پتھر پر چل رہی ہیں قرآن پڑھا جائے تو جیسے کوئی کہانی سن رہی ہیں '...... اور علماء میں سے نوخیز یا تو بدنیت ہوتے ہیں جن کو علم سے افتخار مقصود ہے عمل نہیں اور فسق کی طرف مائل خیال یہ ہوتا ہے کہ علم عذاب سے بچالے گا حالانکہ وہ اس کے خلاف حجت ہے اور درمیانہ طبقہ کے مشہور حضرات اکثر بیشتر سلاطین کے پاس آمد و رفت رکھتے ہیں کسی برے کام پر نکیر کے بجائے چپ رہتے ہیں بہت کم ایسے ہیں جن کی نیت درست اور مقصد اچھا ہے بس جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ خیر کا ارادہ فرمالیں اسے طلب علم میں حسن نیت عطاء فرماتے ہیں وہ علم حاصل کرتا ہے خود نفع لینے اور دوسروں کو نفع دینے کیلئے علم جس عمل کی رہنمائی کرتا ہے وہ اس میں کمی نہیں کرتا ارباب دنیا سے ایک طرف رہتا ہے عوام کی میل ملاقات سے بچتا ہے وہ دنیا میں طلب کثیر کے خطرات سے ڈرتا ہے لہذا قلیل پر قانع ہے علیحدگی پسند ہے کہ اس سے بہتر آخرت کی یاد دلانے والی کوئی چیز نہیں اور دنیا میں ملوک و سلاطین کی مجالست سے بڑھ کر کوئی مضر چیز نہیں کہ اس سے عالم کی نگاہ میں دنیا حسین ہونے لگتی ہے اور برائی کی اہمیت نہیں رہتی اور کبھی ٹوکنے کا ارادہ بھی کرے تو صحیح طور پر نہیں کر سکتا اور اگر قناعت نہیں رہی اور نفس فضول دنیا کی طلب میں غالب آگیا ہے تو پھر یہ سلامتی سے دور جا چکا ہے کیونکہ یہ ارباب دنیا سے وابستہ ہو چکا ہے ایک انسان گھڑی بھر کیلئے بازار میں چلتا ہے تو وہاں کے مشاہدات کی بدولت اپنے علم کو بھول جاتا ہے تو اس کا کیا کہنا جس کو اس کے علاوہ اغنیاء کے ہاں آمد و رفت اور ان کے اموال میں طمع بھی لاحق ہو چکی ہو البتہ وحدت و تنہائی رجوع قلب اور یکسوئی کا سبب ہے انجام پر نظر رکھنا سفر کیلئے تیاری پکڑنا سامان سفر مہیا کرنا وغیرہ ان کے ساتھ جب قناعت مل جاتی ہے تو عمدہ احوال کا

ذریعہ بنتی ہے اور آج اچھی مجالست صرف اس کتاب کی ہے جو تجھے اسلاف کے اسرار و احوال سے آگاہ کرے ...... اور علماء کی مجلس بھی پر خطر ہے کیونکہ ان کی مجلس میں بھی آخرت کا ذکر کم ہی ہوتا ہے اور عوام کی مجلس دین کیلئے فتنہ ہے ہاں اگر ان میں احتیاط کر کے انہیں خاموش کر کے خود بات کرے اور انہیں سننے پر پابند کرلے۔ اور پھر وہاں سے جلد نکلنے کی کوشش کرے اور ان سے کلی انقطاع جبھی ممکن ہے جب ان سے کوئی امید قائم نہ ہو اور یہ بات قلیل پر قناعت سے حاصل ہوتی ہے یا تھوڑی بہت تجارت ہو یا کچھ زمین ہو جس کا نفع مل رہا ہو کیونکہ حاجت کے ہوتے ہوئے یکسوئی نہیں رہتی اور عالم جب مخلوق سے کٹ جاتا ہے اور اپنی طمع ان سے روک لیتا ہے اور ذکر آخرت پر زور دیتا ہے تو یہ خود بھی نفع کماتا ہے اور دوسروں کو بھی نفع دیتا ہے واللہ الموفق

ابلیس کی فریب کاری

جو شخص غور کی نگاہ سے جنت کے بقاء دوام کو دیکھتا ہے جس میں صفائی ہی صفائی ہے تکدر اور بدمزگی نام کو نہیں جہاں کی لذتوں میں انقطاع نہیں نفس کا ہر مطلوب جہاں حاصل ہوگا اور مزید برآں وہ نعمتیں جو کسی آنکھ نے دیکھیں نہ کسی کان نے سنیں اور نہ ہی کسی دل پر ان کا خیال گذرا جن میں تبدیلی ہے نہ زوال وانقطاع کیونکہ وہاں دس لاکھ یا دس کروڑ برس کی بات نہیں بلکہ کوئی اگر کروڑہا کروڑ برس بھی شمار کرے تو شمار ختم نہ ہوگا اور نعمتوں کی انتہا نہ ہوگی لہذا آخرت کی بقا بے حد ہے تا ابد ہے مگر اس کا حصول اس عمر کی نقدی کے عوض ہوگا اور عمر کی مقدار ہی کیا ہے حد سو سال جن میں پندرہ بچپن اور نادانی کے اور ستر کے بعد تمیں برس اگر مل گئے تو ضعف اور درماندگی کے اور درمیان کے آدھے نیند کے اور کچھ کھانے پینے کے اور کمائی کے اور بچے کھچے کچھ عبادت کے لئے کیا بھلا ایسی دائمی اور ابدی نعمتیں اس قلیل متاع کے عوض نہیں خریدی جا رہیں؟ اس بیع میں لگنے سے اعراض کرنا اور شراء سے رکنا عقل کے عظیم نقصان کی بات ہے اور وعدہ خداوندی پر ایمان میں خلل کی وجہ سے ہے اور علم ہے جو طریق کی رہنمائی کرتا ہے مناسب حال کا پتہ دیتا ہے اور اس کے شدائد سے ڈراتا ہے ابلیس نے صوفیا کہلانے والے ایک گروہ کو آفات میں مبتلا کر دیا جن میں سے بڑی آفت یہ ہے کہ ان کو علم سے روک دیا گویا اس نے چراغ بجھانے کی کوشش کی تاکہ تاریکی میں چوری کر سکے حتی کہ کبار علماء کی ایک جماعت کو اس نے ایسے طریق پر لگا دیا جس سے علم منع

کرتا ہے چنانچہ میں نے ابو حامد الطوسی کو دیکھا جو اپنی ایک کتاب میں خود اپنی حکایت نقل کرتا ہے کہ میں نے ایک شیخ سے جو صوفیا میں پیشوا سمجھا جاتا تھا تلاوت قرآن کی پابندی کے بارے میں مشورہ کیا اس نے مجھے منع کر دیا اور کہنے لگا کہ راستہ یہ ہے کہ اپنے تعلقات دنیا سے کلی طور پر قطع کر دے حتی کہ اہل و عیال کے علم و مال کسی کی طرف بھی دل کا دھیان نہ رہے بلکہ یہاں تک کہ ان چیزوں کا وجود و عدم تیرے ہاں برابر معلوم ہونے لگے۔ پھر تو ایک گوشہ میں خلوۃ گزین ہو جا عبادات میں صرف فرائض و مئوکدات پر اکتفاء کر اور فراغ قلب کے ساتھ بیٹھ کر اللہ اللہ کا ذکر کر حتی کہ اگر زبان کی حرکت بند بھی ہو جائے تو تجھے محسوس ہو کہ یہ کلمہ تیری زبان پر چل رہا ہے پھر تو دیکھے گا کہ تجھ پر وہی کچھ کھول دیا جائے گا جو انبیاء اولیاء پر کھولا گیا میں کہتا ہوں کہ مجھے تعجب اس وصیت پر نہیں بلکہ اس ذات پر جس نے علم و فہم کے باوجود اسے قبول کر لیا بھلا قرآن پاک کی تلاوت سے اعراض کر کے طریق طے ہوتا ہے ؟ بھلا انبیاء علیہم السلام پر جو فتح باب ہوا وہ ان کی ریاضات اور مجاہدوں کی بدولت تھا ؟ اور اس طریق سے جو کچھ ظاہر ہو گا کیا اس پر اعتماد کیا جا سکتا ہے پھر جو کچھ فتوح ہو گا کیا علم غیب کے ذریعہ کوئی اطلاع ہو گی یا وحی ہو گی بس یہ سب باتیں قوم کو شیطان کے کھلونا بنانے کی ہیں اور ایسے لوگوں پر جو آثار ہوتے ہیں وہ ابلیس کی طرف سے ہوتے ہیں یا مالیخولیا کی وجہ سے ہوتے ہیں لہذا تجھے لازمی طور پر علم حاصل کرنا چاہئے اور اسلاف کی سیرت پر نگاہ کرنی چاہئے کیا ان میں سے کسی نے ان باتوں میں سے کچھ بھی اختیار کیا تھا یا کسی کو اس کا حکم دیا ؟ وہ تو علم اور قرآن پاک میں مشغول ہوئے جس نے ان کو باطن کی اصلاح اور صفائی کی رہنمائی کی ہم اللہ تعالیٰ سے ایسا علم مانگتے ہیں جو ہمارے لئے نافع ہو دشمن کیلئے دفاع اور مانع ہو وہ قادر ہے۔

محبوب کیلئے اظہار محبت

محبوب کا انتخاب کرنے والے کو معلوم ہونا چاہئے کہ محبوب دو طرح کے ہیں عورت جس کا حسن صورت مقصود ہے اور دوست جس سے حسن اوصاف و کمال مقصود ہوتا ہے کسی عورت کی شکل و صورت اگر بھا جائے تو قلبی تعلق مضبوط کرنے سے پہلے اس کی باطنی خوبیوں کو خوب دیکھ پرکھ لو جن میں اصل دین ہے جیسا کہ ارشاد مبارک ہے :

"کہ دین والی کو اختیار کر" پھر اگر حسب منشاء پائی گئی ہے تو اس کے ساتھ معاملہ کر اور اس سے اولاد حاصل کر اور اپنے میلان اور تعلق میں اعتدال رکھ اور یہ غلطی ہے کہ اپنے محبوب کے سامنے محبت کا اظہار کرنے لگو کہ وہ تجھ پر زیادتی کرے گا اور تجھے اس کی طرف سے ایذاء

دیکھنی پڑے گی ستم ہوگا بے رخی ہوگی ذلت کا معاملہ ہوگا زیادہ خرچہ کا مطالبہ ہوگا اگرچہ وہ بھی تجھ سے محبت رکھتی ہو کیونکہ ناز وادا اور مقہور پر غلبہ ان چیزوں کو مستلزم ہے اور ایک عجیب نکتہ یہ ہے کہ کبھی تو اپنے حال حاضر کے موافق کوئی عمل کرتا ہے اور وہ کمال محبت کو دیکھ کر حکم دے رہی ہے جسے تو پورا نہیں کر پاتا بس تو گر جائے گا اور مغلوب ہی رہے گا اور خلاصی پانا بھی مشکل ہو جائے گا یا تو اس لئے کہ تیری رازداں ہے اس لئے تجھ پر مسلط ہے یا تیرا اکثیر مال اس کے قبضہ میں ہے اس کی ایک بہترین مثال میرے علم میں یہ ہے کہ کسی خلیفہ کی باندی اس سے شدید محبت رکھتی تھی مگر اس کا اظہار نہ کرتی تھی اس سے پوچھا گیا تو اس نے بتایا کہ اگر میں اس پر اپنی محبت کا اظہار کر دوں اور وہ مجھ پر جفا کرے تو میں ہلاک ہو جاؤں گی شاعر کا قول ہے: کسی محبوب کے سامنے اپنی محبت کا اظہار کیا تھا تو اس کی بے رخی کا پورا حصہ مجھے وصول کرنا پڑا ایسے ہی اپنی اولاد کے سامنے میں مناسب ہے کہ محبت کا پورا اظہار نہ کرو ورنہ وہ مسلط ہو جائے گا اور تیرا مال ضائع کر دے گا اور ناز وادا میں بڑھ جائے گا علم حاصل کرنے اور ادب سیکھنے سے رک جائے گا ایسے ہی اگر کسی سے دوستی لگائی ہے اور پودے کی دیکھ بھال ہوتی ہے کہ اچھی اصل کا ہو تو دیکھ بھال سے خود پھل اچھا دے گا مگر اس کے ساتھ ساتھ محتاط رہنا بھی لازم ہے کہ حالات بدل جاتے ہیں جیسا کہ کہا گیا ہے: اپنے دشمن سے ایک بار احتیاط کر اور دوست سے ہزار مرتبہ کیونکہ بعض دفعہ دوست بگڑ جاتا ہے تو مضرت کے طریق سے زیادہ واقف ہوتا ہے۔

احساسات کو چھپانے میں احتیاط ہے

جب تجھے کسی شخص سے بغض ہے کہ اس نے تیرے ساتھ برائی کی ہے تو اس کا اظہار مت کر کیونکہ اس طرح تو اسے اپنی طرف سے محتاط رہنے کی تنبیہ کر رہا ہے اور مقابلہ کی دعوت دے رہا ہے لہٰذا وہ تیرے ساتھ لڑنے اور حیلہ کرنے میں مزید کوشش کرے گا بلکہ مناسب یہ ہے کہ اگر طاقت ہے تو اس کے ساتھ بھلائی کر او. جہاں تک ہو سکے اس کے ساتھ حسن سلوک کر کہ تیرے ساتھ بغض رکھنے سے حیا کرے گا اور اس کی عداوت میں کمی آئے گی اگر اس کی طاقت نہیں تو اچھے طریق سے علیحدہ ہو جا جس میں کسی قسم کی ایذاء نہ ہو اور جب کبھی اس کی کوئی بری بات سنو تو اچھے الفاظ میں اس کا جواب دو کہ یہ اس کی زبان بند کرنے میں بہت قوی ہے الغرض جس چیز کا اظہار بھی خطرناک ہے اسے کبھی زبان پر مت لاؤ کبھی ایسا کلمہ زبان پر آجاتا ہے جو سلطان کی عزت کے خلاف ہے وہ وہاں تک پہنچ جاتا ہے اور

تیری ہلاکت کا سبب بنتا ہے یا کسی دوست کے متعلق ہوتا ہے تو اس کی عداوت کا باعث بن جاتا ہے یا تو کسی کا مرہون ہو کر رہ جاتا ہے جس نے وہ کلمہ سن رکھا ہے اور خطرہ ہے کہ وہ ظاہر کر دے گا۔ لہذا محبت ہو یا بغض احتیاط اس کے چھپانے ہی میں ہے اور یہ بھی مناسب ہے کہ اپنی عمر کا ہر موقعہ پر اظہار نہ کرو اگر عمر زیادہ ہوئی تو بوڑھا بتائیں گے کم ہوئی تو حقیر جانیں گے ایسے ہی اپنے مال کی مقدار بھی مت ظاہر کرو زیادہ ہو گی تو بخیل کہیں گے کم ہوئی تو تجھ سے جان بچانے کی فکر کریں گے اور یہی حال مذہب کا ہے کہ ظاہر کیا تو خطرہ ہے کہ مخالف سن کر کفر کا فتویٰ لگا دے گا ہمیں محمد بن عبد الباقی نے یہ شعر سنائے: اپنی زبان کو قابو میں رکھو اور اسے تین باتوں میں حتی الامکان مت چلاؤ عمر' مال اور مذہب میں کہ ان تینوں کے متعلق تجھے تین قسم کے آدمی ملیں گے فریب کار' احمق بتانے والا' تکذیب کرنے والا۔

دربار سلطان میں

اللہ تعالیٰ پر اور اس کی جزاء پر ایمان رکھنے والے پر مجھے بہت ہی تعجب ہوتا ہے جو سلطان کی مجالست اختیار کرتا ہے حالانکہ اس کے کھلے مظالم بھی دیکھتا ہے واہ تعجب اسے کون سی بات پسند آگئی ہے' کوئی دنیا کی بات ہے تو وہاں اس کے سوا کیا ہے کہ اس کے سامنے اس خدا کا نام لے کر چیخ و پکار کی جائے جس کے ساتھ یہ جھوٹی نسبت رکھتا ہے اور دل میں یہی سمایا ہوا ہے کہ مجلس کا صدر نشین ہو لوگوں کے سامنے تکبر سے گردن موڑ کر بیٹھا ہو اور حرام مال وصول کرتا رہے جبکہ جانتا بھی ہے کہ کہاں سے آتا ہے اور کبھی رشوتوں میں بھی بے تکلف ہو جاتا ہے پھر کبھی یہ صورت پیش آتی ہے کہ معزول کر دیا جاتا ہے بس یہ تلخی اسے ہر اس لذت سے محروم کر دیتی ہے جو عہدہ میں حاصل تھی اور کبھی مالی حالت کمزور ہوتی ہے اور اس معزولی سے اور بھی فقیر بن جاتا ہے اور مدح کرنے والی زبانیں مذمت کرنے لگ جاتی ہیں پھر اگر اس سے بچ بھی گیا تو اپنے رقیب اور اس کے خوف سے نہیں بچ سکتا بس یہ سمندر کے مسافر کی طرح ہے کہ اگر بدن غرق ہونے سے محفوظ ہے تو دل خوف سے خالی نہیں اور اگر کوئی دینی بات وہاں کی اچھی لگی ہے تو اسے معلوم ہے کہ وہ لوگ اسے دینی تقاضوں پر عمل کا موقعہ زیادہ نہیں دیں گے بلکہ واجب کے ترک کا حکم ہو گا نا جائز کو کرنے کا حکم ہو گا اور اس کا دین آسانی سے غائب ہو جائے گا" اور آخرت کا عذاب بہت سخت ہے"

شرفاء پر احسان

اس شخص پر تعجب ہے جو ذلت سے بے زار ہے اور خشک روٹی پر صبر نہیں کرتا اور

کمینے لوگوں کے احسانات اٹھاتا ہے کیا اسے معلوم نہیں کہ اہل مروت لوگ ناپید ہیں اب یہ کسی بخیل سے سوال کرے گا تو کچھ نہ پائے گا اور اگر اقل قلیل دے ہی دیا تو اس وجہ سے عمر بھر وہ اس سائل کو اپنا غلام سمجھے گا پھر یہ قلیل مقدار عنقریب ختم ہو جائے گی اور احسانات' شرمندگی اور ذلت نفس اور دینے والے کی تعظیم باقی رہ جائے گی پھر یہ احسان حسن کے عیوب سے زبان کو بند کر دیتا ہے اور اس کے حقوق کی ادائیگی میں تیز کرتا ہے اور اس سے بھی عجیب وہ شخص ہے جو قلیل اور فانی عطیہ کے ذریعہ سے شریف لوگوں کو غلام بنا سکتا ہے اور نہیں بناتا کیونکہ شریف آدمی احسان ہی سے خریدا جاتا ہے شعر (ترجمہ) جس پر چاہے احسان کر اور اس کے حالات کی اصلاح کر کہ تو اس کا امیر بن جائے گا اگرچہ وہ خود امیر ہو اور مخلوق میں سے جس سے چاہے استغناء کر لے اگرچہ وہ سلطان ہو تو اس کا ہمسر اور مثیل بن جائے گا اور جس کی طرف تو محتاج بن گیا اور اس کی طرف سے کسی طمع پر اعتماد کر بیٹھا تو پھر تو اس کا اسیر اور قیدی بن ہو گیا ہے۔

لذت کا بیان

بچہ جوان ہو جائے تو اسے کثرت جماع سے پرہیز رکھنی چاہئے تاکہ اس کا جوہر محفوظ رہے اور کبر سنی (بوڑھاپے) میں کام دے کیونکہ کبر سنی اس کے لئے ممکن ہے اور ایک ممکن چیز کے لئے تیاری کرنا احتیاط ہے اور یہاں تو ظن غالب بھی ہے جیسا کہ سردی آنے سے پہلے اس کے لئے تیاری کی جاتی ہے اور جو شخص خوشحالی کے دنوں میں حاضر مال کو خرچ کر لیتا ہے تو تنگدستی میں فقر و احتیاج کی تکلیف اٹھاتا ہے دین اور عقل والا جانتا ہے کہ حبیب کے قرب کے ذریعہ سے فائدہ لیا جاتا ہے اور قرب بوس و کنار سے حاصل ہوتا ہے اور اس سے محبت بڑھتی ہے اور محبت کے وجود سے لذت حاصل ہوتی ہے جبکہ وطی سے محبت میں کمی اور لذت معدوم ہوتی جاتی ہے چنانچہ عرب لوگ معاشقہ کرتے تھے مگر معشوق سے وطی کے قائل نہ تھے ایک عرب کا قول ہے کہ محبوب سے نکاح کیا تو فساد آیا میں نے وطی کے مقصود میں غور کیا تو یہ عجیب نکتہ سمجھ آیا جو اکثر لوگوں کو معلوم نہیں وہ یہ کہ نفس کسی سے عشق و محبت کرتا ہے تو اس سے قریب ہونے کی خواہش کرتا ہے جس کے اثر میں معانقہ اور بغل گیر ہونا آیا پھر مزید قرب کا ارادہ ہوا تو رخسار کے بوسہ کی نوبت آئی پھر روح کے قرب کی خواہش ہوئی تو منہ چوما کیونکہ روح تک جانے کا راستہ یہی ہے پھر مزید طلب بڑھی تو محبوب کی زبان چوسنے لگا جیسا کہ حدیث میں ہے کہ آپ عائشہؓ سے بغل گیر ہوتے بوسہ دیتے اور اس

کی زبان چوستے تھے اور نفس جب نفس کے ساتھ انتہائی قرب کا ارادہ کرتا ہے تو وطی کرتا ہے یہ اس کا معنوی راز ہے مگر اس سے لذت حسی حاصل ہوتی ہے۔

تحصیل لذت

لذات کا حریص سب سے بڑا جاہل ہے...... اور لذتیں دو طرح کی ہیں (۱) مباح و جائز (۲) ممنوع اور ناجائز۔ مباح لذت حاصل کرنے کے لئے کسی دینی اہم بات کو قربان کرنا پڑتا ہے اور اس کا جب ایک ذرہ حاصل ہوتا ہے تو اس کے ساتھ ڈھیروں غم و افکار چمٹے آتے ہیں پھر وہ بذات خود خالص نہیں ہوتی بلکہ ہزاروں بدمزگیاں اس میں مخلوط ہوتی ہیں پھر جب اس کے ختم ہونے کا اور ان ہزاروں بدمزگیوں کے باقی رہنے کا تصور آتا ہے تو یہ تصویر خواہشات کا گلہ دباتی ہے اور نفس کو غمگین کر دیتی ہے پس جب تو بیزار ہو گا تو اس ابدی تاسف سے جو ذلیل کرتا ہے اور تو یہ بھی جان گیا ہے کہ یہ لذت کم فہموں نا تجربہ کاروں کو دھوکہ دیتی ہے عمر کو برباد کرتی ہے اور ہمیشہ کے غم چھوڑ جاتی ہے اور اس کے باوجود آدمی جب ایک لذت سے جدا ہوتا ہے تو دوسری کی طلب میں لگ جاتا ہے جبکہ وہ پہلی کے مفاسد اور خیانت دیکھ چکا ہے اور یہ عقل کا مرض اور طبیعت کی بیماری ہے بس وہ ہمیشہ اسی چکر میں رہتا ہے حتی کہ موت اسے اچک لیتی ہے اور وہ ایسی ندامت کے فرش پر ڈال دیا جاتا ہے جس کی کوئی تلافی نہیں تو تعجب اس پر ہے جو قلیل عمر میں ایسی ہمت دکھاتا ہے اور اپنی اس آخرت کی فکر نہیں کرتا جس کی لذت ہر شائبہ سے پاک ہے ہمہ قسم عیب سے مبرا ابد تک بقاؤ دوام کے ساتھ باقی رہنے والی ہے مگر ان کا قرب ان فانی لذتوں سے دور رہنے میں ہے اور ان کی آبادی و تعمیر ان کی تخریب میں ہے اور ہائے تعجب اس سمجھدار عاقل اور ماہر مدبر پر جو ان احوال پر غور کرنے سے چوک گیا ہے اور دونوں طرح کے امور میں تمیز کر..نے سے غافل ہے۔

اور اگر لذت معصیت کی ہے تو مذکورہ فساد و عیوب کے ساتھ ساتھ دنیا کی عار مخلوق میں رسوائی حدود کی سزائیں اور آخرت کا عذاب اور حق سبحانہ و تعالی کا غضب مزید ہو گا۔ بخدا مباح لذتیں فضائل کے حصول میں رکاوٹ بنتی ہیں اسی لئے احتیاط کے بیان میں ان کی مذمت کی جاتی ہے تو حرام لذتوں کا کیا کہنا جو خود انتہائی رذائل میں داخل ہیں ہم اللہ تعالی سے ایسی بیداری چاہتے ہیں جو ہمیں اپنے منافع کی رہنمائی کرے اور فریب کاروں سے بچائے اور آگاہ کرے "انہ قریب"

خواہش کا غلبہ

میں نے مخلوق میں غور کیا تو انہیں عجیب حالت میں پایا کہ جس پر فساد عقل کا گمان ہونے لگتا ہے وہ یہ کہ انسان مواعظ سنتا ہے آخرت کا ذکر اس کے پاس ہوتا ہے اور یہ سنانے والے کے صدق کا بھی یقین رکھتا ہے روتا ہے اور اپنی کوتاہی پر بے چین ہوتا ہے اور تدارک کا عزم بھی کرتا ہے مگر اس کا عمل مقتضاء عزم سے پیچھے رہ جاتا ہے جب پوچھا جائے: کیا تجھے ان وعدوں میں شک ہے جو تجھ سے کئے گئے ہیں تو کہتا ہے نہیں قسم بخدا...... پھر کہا جاتا ہے کہ پھر عمل کرو تو اس کی نیت کرتا ہے مگر عمل سے پھر رک جاتا ہے بعض دفعہ حرام لذت کی طرف بھی مائل ہو جاتا ہے جبکہ اس کا ممنوع ہونا بھی جانتا ہے؎ ان تین حضرات کا جہاد سے پیچھے رہ جانا بھی کچھ اسی قسم کا تھا جو بلا عذر پیچھے رہ گئے تھے اور اس کی قباحت سے بھی واقف تھے اور یہی حال ہر غلطی اور کوتاہی کرنے والے کا ہے میں نے غور کیا کہ صحیح اعتقاد کے ساتھ فعل کی اس سستی کا سبب کیا ہو سکتا ہے تو اس کے تین سبب سامنے آئے ایک: مرغوب و محبوب چیز کا نقد مشاہدہ۔ یہ مشاہدہ اپنے جرم میں غور کرنے سے مصروف کر دیتا ہے دوسرا: توبہ میں تاخیر اگر عقل حاضر ہو تو تاخیر کی آفات سے ضرور بچے کہ بعض دفعہ توبہ نہیں کر پاتا اور موت اچانک آ لیتی ہے اور اس شخص پر تعجب ہے جو ایک لمحہ گزرنے سے پہلے روح قبض ہو جانے کو ممکن مانتا ہے پھر احتیاط پر عمل نہیں کرتا مگر خواہشات امید کو طویل کر دیتی ہیں حالانکہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ آخری نماز پڑھنے والے کی طرح نماز پڑھو یہ اس بیماری کی آخری دوا ہے کیونکہ جو یہ گمان رکھتا ہے کہ وہ دوسری نماز تک باقی نہ رہے گا وہ اس میں خوب کوشش اور محنت کرے گا تیسرا سبب رحمت کی امید ہے چنانچہ ایک گناہ گار کو دیکھتے ہیں کہ کہہ رہا ہے: میرا رب رحیم ہے اور یہ بھولا ہوا ہے کہ وہ سخت عذاب والا بھی ہے کاش اسے معلوم ہو جاتا کہ اس کی رحمت رقت قلب کا نام نہیں ہے کیونکہ یہ ہوتا تو چڑیا ذبح نہ ہوتی بچے کو تکلیف نہ پہنچتی اور اس کا عذاب بے خطر نہیں کہ اس نے پانچ درہم چوری کرنے پر ہاتھ کاٹنے کی سزا رکھی ہے ان باتوں کا دھیان ہوتا تو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا اور عمل کی محنت کرتا ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ہمیں ایسی احتیاط کی توفیق دے جو مصالح سے آزاد ہو۔

؎ یہ تین حضرات کعب بن مالک، مرارہ بن ربیعہ العمری اور ہلال بن امیہ الواقفی رضی اللہ تعالیٰ عنہم تھے جو غزوہ تبوک سے بلا عذر پیچھے رہ گئے تھے ان کا قصہ حدیث میں مشہور ہے ۱۲

خود پسندی مہلک آفت ہے

میں نے اس روایت میں غور کیا کہ آنحضرت ﷺ نے ایک دن انگوٹھی پہنی اور پھر ہاتھ سے اتار کر پھینک دی اور اپنے لئے اس زینت کو پسند نہ فرمایا ایسے ہی میں نے اس حدیث میں غور کیا "کہ ایک آدمی پوشاک اوڑھے بالوں میں کنگھی کئے ہوئے فاخرانہ انداز سے چل رہا تھا کہ زمین میں دھنسا دیا گیا جو قیامت تک یونہی نیچے کو چلتا جائے گا" تو میں نے سمجھا کہ مومن کو عجب و تفاخر کا لباس یا زینت کا استعمال مناسب نہیں کہ اس سے آدمی اپنے کو عجب (خود پسندی) کی نگاہ سے دیکھنے لگتا ہے اور نفس کو تو اپنے خالق کے سامنے ذلت و عاجزی سے ہی رہنا چاہئے بنی اسرائیل کے قدیم علماء لاٹھی کے سہارے سے چلا کرتے تھے تاکہ ان کی چال میں تفاخر پیدا نہ ہو میں اس کے اسباب کے متعلق کہتا ہوں کہ ٹکڑوں سے مرقع لباس جس میں نام نہاد صوفیا ست رفتار اور میڑھی نگاہ سے چلتے ہیں کبھی اس میں بھی لباس کا فخر آجاتا ہے یا تو اس کے ذاتی حسن کی وجہ سے یا اس لئے کہ وہ جانتا ہے کہ یہ میرے زہد و تصوف کی علامت ہے ایسے ہی ہاتھ کی انگوٹھی اور لمبی آستین اور آواز دار جوتا' میں نہیں کہتا کہ یہ چیزیں حرام ہیں البتہ کبھی تکبر کا موجب بن جاتی ہیں جو کہ حرام ہے لہذا عاقل کو لائق ہے کہ میری ان باتوں سے خوفناک چیزوں کے شر سے بچنے کے لئے آگاہ ہو جائے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ایک عمدہ گھوڑے پر سوار ہوئے اس کی رفتار بہت اچھی لگی تو اتر آئے اور فرمایا اے نافع اسے طویلہ میں چھوڑ آؤ۔

ہم نشینی سے ہم خیالی پیدا ہوتی ہے

جو شخص افکار میں یکسوئی اور قلب کی اصلاح چاہتا ہے اسے لوگوں کی مجالس سے اس دور میں بہت بچنا چاہئے اس لئے کہ کبھی اجتماع مفید تذکروں کے لئے ہوتے تھے مگر اب مضر باتوں پر قائم ہوتے ہیں خود میں نے اپنے نفس پر بارہا تجربہ کیا کہ میں اسے گوشہ تنہائی میں محصور کر دیتا ہوں جس سے پریشانی ختم ہوتی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اسلاف کی سیرت کا مطالعہ بھی بڑھایا جائے تو میرا خیال ہے کہ تنہائی پرہیز ہے اور اسلاف کی سیرت پر نظر ڈالنا دوا ہے اور دوا کا استعمال میل جول سے پرہیز کے ساتھ ساتھ نفع دیتا ہے اور جب میں اپنے نفس کے لئے لوگوں کی مجالست اور ملاقات کی گنجائش پیدا کرتا ہوں تو دل کی یکسوئی پریشانیوں سے بدل جاتی ہے اور جن چیزوں کا خوف دھیان رکھنا تھا وہ بھولنے لگتی ہیں اور آنکھ

جن صورتوں کو دیکھتی ہے وہ دل میں نقش ہونے لگتی ہیں اور کان جو سنتے ہیں اس کی آوازیں خیال میں محفوظ ہونے لگتی ہیں اور نفس میں وہ دنیا بیٹھنے لگتی ہے جس کے حصول کی طمع پیدا ہوتی ہے اور اکثر اہل ملاقات ارباب غفلت ہوتے ہیں اور طبیعت ان کی مجلس میں ان کی طبعی عادات واخلاق کو چرانے لگتی ہے اور جب واپس آکر دل کو ٹٹولتا ہوں ملتا ہی نہیں اس پہلی توجہ اور حضوری کو تلاش کرتا ہوں وہ ناپید ہوتی ہے اور میرا دل لوگوں کی اس ملاقات کے پردوں میں کئی کئی دنوں تک لپٹا رہتا ہے حتی کہ خواہش ختم ہو جاتی ہے آخر تعمیر کے لئے توڑ پھوڑ کا سامنا کرنے کا کیا فائدہ اس لئے کہ مسلسل تنہائی تعمیر کی مانند ہے اور اسلاف کی سیرت کا مطالعہ اسے بلند کرتا ہے اور لوگوں سے میل ملاقات ہونے لگی تو یہ تعمیر جو مدت میں تیار ہوئی تھی ایک لمحہ میں ٹوٹ جاتی ہے تلافی مشکل ہو جاتی ہے اور دل کمزور پڑ جاتا ہے اور صاحب فہم آدمی امراض قلب کو جانتا ہے اور اپنے صاحب سے اس کے اعراض کو اور اپنے طائر کو اس کے قفس سے نکلنے کو جانتا ہے اور اس مریض پر اس بات سے امن نہیں کہ اس کا یہ

مرض اس کی ہلاکت کا سبب ہوگا اور نہ ہی اس مقید طائر پر جال میں نہ پھنسنے کا اطمینان ہے اور مرض قلب کا سبب یہ ہے کہ وہ مجالست سے محفوظ تھا علم اور سیرت اسلاف کی غذا لیتا تھا کہ اس نے مجالست شروع کر دی جس کی برداشت اس کا مزاج نہ کر سکا اور بیمار پڑ گیا لہذا خوب کوشش اور محنت کر وبس تھوڑے سے دن ہیں کوئی قابل ملاقات اور قابل استفادہ شخص دکھائی نہیں دیتا اور نہ وہ شخص جس کی مجلس نفع دیتی ہے ہاں مگر شاذ و نادر کوئی ہو جو مجھے معلوم نہیں ساتھیوں میں کوئی شریک غم نہیں جس کے ساتھ مل کر باتیں کر سکیں اور نہ کوئی مخلص دوست ہے جسے رفیق سفر بنا سکیں۔ لہذا اپنی تنہائی میں پختہ ہو جا اور جتنے سانس باقی ہیں ان کا خیال کر اور جب نفس مخلوق کی ملاقات کے لئے بے چین ہونے لگے تو سمجھ لے کہ ابھی صاف نہیں بس اسے راضی کر حتی کہ لوگوں کی ملاقات اسے ناپسند ہونے لگے اور اگر خالق کے ساتھ اس کا اشتغال ہوتا تو وہ لوگوں کی مجالست اور ہجوم پسند نہ کرتا جیسا کہ محبوب کے ساتھ خلوت میں بیٹھنے والا کسی اور کے ہاں جانے کو ترجیح نہیں دیتا اور اگر وہ طریقِ یمن کا طالب ہوتا تو شام کی طرف التفات نہ کرتا۔

اللہ تعالیٰ کسی کام کے لئے تیرا ارادہ کرلیں تو اس کے لئے تجھے تیار بھی کر دیتے ہیں

میں نے ہدایت پانے والے کی ہدایت کا سبب سوچا غفلت کی نیند سے بیدار ہونے والے کی بیداری میں غور کیا تو میں نے دیکھا کہ اس کا سب سے بڑا سبب اس شخص کے لئے اللہ تعالیٰ کا انتخاب ہے جیسا کہ معروف ہے کہ کسی کام کے لئے وہ جب انتخاب کرے تو تیار بھی کر لیتا ہے چنانچہ کبھی تو یہ بیداری محض عقل کے غور و فکر سے پیدا ہو جاتی ہے چنانچہ انسان اپنے وجود کو دیکھ کر یقین کرتا ہے کہ اس کا کوئی صانع ہے جو اپنے حق کا اس سے مطالبہ کرتا ہے اپنی نعمتوں کے شکر کا تقاضہ کرتا ہے اپنی مخالفت کے عذاب سے ڈراتا ہے اور یہ فکر کسی ظاہری سبب سے پیدا نہیں ہوتی چنانچہ اہل کہف کے لئے یہی صورت پیش آئی "اذ قاموا فقالوا ربنا رب السموٰات والارض" (جب وہ اٹھ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے ہمارا رب آسمانوں اور زمینوں کا رب ہے) تفسیر میں ہے کہ ان میں سے ہر ایک نے اپنے دل میں یہ بیداری محسوس کی اور کہا کہ اس مخلوق کا لازمی طور پر کوئی خالق ہے اور خوف کی آگ بھڑکنے سے ان کے باطن کا اضطراب شدت پکڑ گیا اور وہ صحرا کی جانب چل نکلے اور کسی معاہدہ کے بغیر ہی ایک جگہ اتفاقاً جمع ہو گئے ہر ایک نے دوسرے سے نکلنے کا سبب پوچھا اور سب نے باہم ایک دوسرے کی موافقت اور تصدیق کی اور بعض اس غور و فکر کا سبب خالق سبحانہ و تعالیٰ کی ذات کو مانتے ہیں کسی پند و نصیحت کی بات کو سن کر یا دیکھ کر، پھر یہ سبب باطن قلب میں فکر کی تحریک کرتا ہے نیز یہ بیدار ہونے والے کئی طرح کے ہیں بعض پر ان کی خواہش غالب ہوتی ہے اور اس کی طبیعت ان چیزوں کا تقاضہ کرتی ہے جو عادتاً اسے مرغوب ہیں بس یہ صاحب الٹے پاؤں واپس ہو جاتا ہے اور حاصل ہونے والی بیداری نے اسے کچھ نفع نہ دیا بلکہ اس کے خلاف مزید حجت بن گئی۔ بعض وہ ہے جو دو صفوں کے مابین مجاہدہ کے مقام پر کھڑا ہے عقل جو تقویٰ کا حکم دیتی ہے اور خواہش جو مرغوبات کا تقاضا کرتی ہے پھر کوئی طویل مجاہدہ کے بعد مغلوب ہو جاتا ہے اور شر کی طرف لوٹ جاتا ہے اور اسی پر اس کا خاتمہ ہو جاتا ہے اور کوئی ایسا ہوتا ہے جو کبھی غالب آتا ہے تو کبھی مغلوب ہو جاتا ہے اس کے زخم کسی شمار میں نہیں آتے اور کوئی ایسا بھی ہے جو دشمن پر غلبہ پا کر اسے قید کر لیتا ہے جس کے بعد وساوس کے سوا اس کے پاس کوئی حیلہ نہیں رہتا اور ان سب میں ممتاز وہ لوگ ہیں جو بیدار ہوئے تو پھر سوئے نہیں اور چل پڑے تو

برائے مہربانی ورق نہ موڑیں۔

رکے نہیں ان کے عزم وہمت میں چڑھنا اور ترقی کرنا ہے جب ایک مقام سے دوسرے پر پہنچتے ہیں تو پچھلا مقام انہیں اپنا نقص دکھائی دیتا ہے اور کچھ وہ بھی ہیں جو احتیاج سے گزر کر مجاہدہ تک پہنچتے ہیں یا تو اس لئے کہ طبعی تقاضہ ان کی نگاہ میں بے وقعت اور گھٹیا ہے اور یا اس لئے کہ مطلوب اتنا اعلی ہے کہ اس کے راستے کی رکاوٹ قابل التفات ہی نہیں' جان لو کہ وصول الی اللہ تعالی کا طریق قدموں سے طے ہونے والا نہیں یہ قلوب سے طے ہوتا ہے اور فوری طور پر سامنے آنے والی شہوات وخواہشات رہزن ہیں اور راستہ اندھیری رات کی طرح ہے تاہم باتوفیق مرد کی آنکھ گھوڑے کی نظر رکھتی ہے جو تاریکی اور روشنی میں یکساں دیکھتی ہے اور طلب کا اخلاص مینار ہے کہ جہاں سے دکھائی دے رہنمائی کرتا ہے اور پھسلتا وہی ہے جو مخلص نہیں اور اخلاص سے وہ محروم رہتا ہے جس کا ارادہ نہیں کیا گیا۔ فلا حول ولا قوۃ الا باللہ

اہل خیر کی کمی

اور دنیا میں مشغول ہو کر جمعیت خاطر کا حصول بعید ہے خصوصاً ایسے نوجوان فقیر کے لئے جو فقر سے مانوس ہو چکا ہے کہ یہ شخص جب نکاح کرے گا اور متاع دنیا سے کچھ پاس نہیں تو کمائی کی فکر کرے گا یا لوگوں سے سوال کرے گا اور فکر میں انتشار آئے گا پھر اولاد ہو گئی تو مزید افکار بڑھے اور یہ اپنے نفس کے لئے حاصل ہونے والے مال میں رخصت ڈھونڈتا رہے گا حتی کہ حرام میں مبتلا ہو جائے گا یہ شخص ایسی ضروریات کا اسیر ہے جنہیں حاصل نہیں کر پاتا۔ ہر دم اسے اپنے کھانے کی فکر ہے اور اہل وعیال کے کھانے کی اور اس کے نفقہ اور لباس کی جس سے بیوی کو راضی کر سکے اور پاس کچھ ہے نہیں تو کہاں ہے اس کا قلب حاضر؟ اور کون سی ہے اس کی جمعیت خاطر؟ بعید' واللہ اسے یکسوئی نہیں مل سکتی جبکہ اس کی آنکھ لوگوں کی طرف دیکھ رہی ہے کان ان کی باتوں پر لگے ہوئے ہیں زبان ان سے کلام کر رہی ہے اور دل ضروریات کے حصول کی خاطر پریشان ہے۔ اگر کوئی پوچھے کہ پھر کیا کرنا چاہیے؟ تو میں کہوں گا اگر بقدر حاجت دنیا پاس ہے یا ایسے اسباب ہیں جو کفایت کرتے ہیں تو اس پر قناعت کر اور جہاں تک ممکن ہے مخلوق سے علیحدگی اختیار کر' نکاح کرنا ہے تو کسی مسکین عورت سے کر جو تھوڑے پر قناعت کر لے اور تو اس کی شکل وصورت اور فقر پر صبر اختیار کر اور اپنے نفس کو ایسی عورت کی طرف توجہ کی مہلت نہ دے جو زائد نفقہ طلب کرے اور اگر ایسی نیک عورت نصیب ہو گئی ہے جو یکسوئی کا باعث ہے تو نعمت ہے اور اگر نہیں ملتی تو خطرہ میں پڑنے سے صبر کرنا بہتر ہے اور جب کچھ ہاتھ لگے تو خرچ کے بعد کل کے لئے بھی کچھ

بچائے رکھ کہ اس باقی کے تحفظ سے تجھے دل جمی حاصل ہو گی اور اس زمانہ کے لوگوں سے ہر طرح بچ کے رہ کہ کوئی بھی غم خوار اور ایثار پیشہ آدمی باقی نہیں رہا اور نہ ایسا جسے تیری حاجت پورا کرنے کی فکر ہو اور نہ ایسا شخص کہ اس سے تو سوال کرے تو دیدے ہاں مگر قلیل مقدار اور وہ بھی بڑی مشکل کے ساتھ اور پھر احسان اتنا کہ تمام عمر گویا اسے غلام بنالیا جب بھی دیکھ پاتا ہے تو بوجھ محسوس کرتا ہے یا کسی خدمت کی فرمائش کر دیتا ہے یا اپنے پاس آمد و رفت کا حکم دیتا ہے گزشتہ زمانہ کے لوگ ابی عمروؒ بن نجید جیسے تھے کہ اس نے ایک دن دیکھا کہ ابو عثمان المغربی منبر پر کہہ رہا ہے کہ مجھ پر ہزار دینار قرض ہے جس کی میں کوفت محسوس کرتا ہوں ابو عمرو رات کو اس کے پاس ہزار دینار لے کر گیا اور کہا کہ اس سے اپنا قرض ادا کر لو اگلا دن آیا ابو عثمان منبر پر آئے تو کہنے لگے اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ابو عمرو نے میرا قرض اتار کر قلبی راحت پہنچائی ہے ابو عمرو فوراً کھڑے ہو کر کہنے لگے جناب شیخ وہ مال میری والدہ کا تھا اسے میرے اس فعل پر بڑا دکھ ہوا ہے ہو سکے تو واپس کر دیجئے اور رات ہوئی تو اس کے گھر جا کر کہنے لگے آپ نے لوگوں میں میری تشہیر کیوں کی کہ میں نے یہ کام مخلوق کو دکھانے کے لئے نہیں کیا تھا بس مال اپنے پاس ہی رہنے دے مگر اس کا ذکر نہ کرنا آہ وہ لوگ مر گئے اور ان کے جسم مٹی میں دفن ہو چکے ہیں ان کی ہڈیاں بوسیدہ ہو گئی ہیں مگر تذکرہ مہکتی ہوئی خوشبو کی طرح پھیل رہا ہے...... بس اس شخص سے دور دور رہو جس کا نصب العین فقط دنیا ہے اور تجھے دیکھنے کو ایسا شخص ہی ملے گا جو بظاہر دوست ہے مگر اندر سے دشمن ہے جو تیری مضرت پر خوش ہوتا ہے اور نعمت پر حسد کرتا ہے لہذا جس قیمت بھی ملے تنہائی کو حاصل کر کیونکہ ایک صاحب دل جب بازار سے واپس گھر پہنچتا ہے تو اس کا دل بدلا ہوا ہوتا ہے اور جب خود ہی اسباب دنیا کی طرف مائل کر کے اسے فاسد کر لے گا اس کا تو کیا ہی پوچھنا اور مخلوق سے دور رہ کر دل جمی حاصل کرنے کی کوشش کر تا کہ دل کو عاقبت اندیشی کے لئے فرصت ملے اور بصیرت کی آنکھ اجڑتے خیموں پر نگاہ ڈال سکے۔

چاہئے کہ انسان نظر کرے کس چیز سے پیدا ہوا ہے

مجھے اس شخص پر تعجب ہے جو اپنی صورت پر خوش ہو رہا ہے تکبر کی چال چلتا ہے اور اپنی پیدائش اور آغاز سے غافل ہے کہ پہلے وہ پانی کے گھونٹ میں مخلوط ایک لقمہ تھا یوں کہہ لو کہ روٹی کا ایک ٹکڑا جس کے ساتھ کچھ پھل گوشت کا ٹکڑا پانی یا لسی کا گھونٹ وغیرہ وغیرہ جن کو جگر نے تیار کر کے منی کے چند قطرات حاصل کئے اور وہ مرد کے بیضوں میں

ٹھہرے شہوت نے انہیں حرکت دی تو ایک مدت کے لیئے رحم مادر میں پڑے رہے حتی کہ اس کی شکل وصورت مکمل ہو گئی اور وہ ایک بچہ کی شکل میں باہر نکل آیا پیشاب سے آلودہ کپڑوں میں پڑا رہتا تھا اور اس کی انتہا یہ کہ مٹی میں دبادیا جائے گا جہاں اسے کیڑے کھائیں گے اور یہ ریزہ ریزہ ہو جائے گا اور ہوائیں اس کے ذرات کو بکھیر دیں گی اس کے بدن کی مٹی جانے کہاں تک یہاں سے وہاں اڑتی پھرے گی یہاں تک کہ پھر جمع کر کے اٹھالیا جائے گا یہ اس کے بدن کا حال ہے باقی رہا روح کا معاملہ جو کہ اصل ہے اگر وہ جوہر ادب سے مزین اور علم کے ذریعہ قیمتی بن گئی اپنے خالق کو پہچان کر اس کا حق ادا کیا تو سواری کے ٹوٹ جانے کا اسے کوئی نقصان نہ ہو گا اور اگر وہ بد ستور اپنی جہالت پر قائم رہی تو یہ بھی مٹی جیسی بلکہ اس سے بھی گھٹیا ترین ثابت ہو گی۔

تنہائی

پہلے دور میں مرید جب اپنے قلب میں ظلمت یا عقل کو بیمار پاتا تھا تو کسی مرد صالح کی زیارت کے لیئے چلا جاتا تھا جہاں اس کے نفس کو ملتی اور ظلمت دور ہو جاتی تھی اور آج یہ عالم ہے کہ جونہی ذرہ اخلاص کسی مرید کو حاصل ہوا وہ گوشہ تنہائی میں بیٹھ جاتا ہے جہاں نسیم عافیت کے جھونکے اور باطن قلب کی نورانیت اسے محسوس ہوتی ہے جمعیت خاطر کی دولت اور افکار پریشاں ہیں یکسوئی کی نعمت اسے قریب لگتی ہے تو یہ ان لوگوں کی ملاقات کو نکلتا ہے جن کا نام علم یا زہد کے شعبہ میں لیا جاتا ہے وہاں بے کار لوگوں کا ہجوم دیکھا اور لغو و فضول مشاغل میں ان کے ساتھ شریک ہو گیا وہاں اپنی صورت اس کو دھندلی سی محسوس ہوتی ہے اور وہاں اس کا کم سے کم مشغلہ بے کار باتوں میں وقت ضائع کرنا ہوتا ہے بس یہ مرید وہاں سے قلب کی تاریکی افکار کی پریشانی اور ذکر آخرت سے غفلت لے کر لوٹتا ہے اور پھر امراغ قلب میں مبتلا ہو جاتا ہے جس کے علاج میں اور حالت صحت پر لانے میں اسے مشقت اٹھانی پڑتی ہے اور کبھی پہلی حالت نصیب نہیں ہوتی کیونکہ مرید خود کمزور ہے اور بعض دفعہ فتنہ میں بھی پڑ جاتا ہے کیونکہ جب یہ ایسے شیخ کو دیکھتا ہے جو معروف ہے اور تجربہ کار ہے اور پھر فضول مشاغل کو ترجیح دیتا ہے کوئی بھروسہ نہیں کہ طبیعت اس کی اتباع میں لگ جائے بس مرید کو اس دور میں یہی بہتر ہے کہ قبرستان کی زیارت کرے اور ان کتب کے ساتھ گفتگو رکھے جو اچھے لوگوں کی خوبیاں بتاتی ہیں اور اللہ تعالی سے اس کی مرغیات کی توفیق مانگتا رہے کہ وہ جب اس کا ارادہ کرلے گا تو اپنی رضا کے لیئے اسے تیار بھی کرے گا۔

برگزیدہ نیک لوگ

میں نے ان لوگوں میں غور کیا جنہیں اللہ تعالیٰ اپنی ولایت اور قرب کے لئے منتخب فرماتے ہیں کہ ہم نے ان کے اوصاف سنے ہیں اور ان لوگوں کے بھی جنہیں ہم نے دیکھا ہے اور انہیں ہم منتخب شدہ حضرات میں سمجھتے ہیں وہ یہ کہ وہ شخص باطن کا کامل ہوتا ہے کریم اور سخی ہوتا ہے عاقل ہوتا ہے کمینہ دھوکہ باز کینہ پرور اور حاسد نہیں ہوتا اور نہ ہی باطنی عیوب میں سے کوئی عیب اس میں ہوتا ہے...... بچپن ہی سے اس کی تربیت کی جاتی ہے لڑکپن ہی میں وہ عام بچوں سے الگ الگ دکھائی دیتا ہے جیسے وہ اس نو عمری میں ہی ایک شیخ ہے جسے رذائل سے نفرت اور نقائص سے انقباض ہے اس کی ہمت کا پودا نشوونما پاتا رہتا ہے حتیٰ کہ اس کے پھل شباب کی شاخوں پر لٹکتے دکھائی دیتے ہیں وہ علم کا حریص ہوتا ہے عمل میں تیز ہوتا ہے وقت کی حفاظت کرتا ہے اپنے اوقات کی رعایت رکھتا ہے طلب فضائل میں دوڑ لگانے والا اور نقائص سے بھاگنے والا ہوتا ہے توفیق خداوندی اور الہام ربانی کا احاطہ اگر تو اسے دیکھ لے تو پتہ چلے کہ وہ پھسلنے لگتا ہے تو اس کا ہاتھ کیسے پکڑتے ہیں اور قصد کرے تو خطا سے کیسے بچاتے ہیں اور کسب فضائل میں اسے مصروف کرتے ہیں اس کا عمل خود اس کی نگاہ میں بھی نہیں آنے پاتا پھر یہ کئی طرح پر تقسیم ہوتے ہیں ایک وہ جو فقیہ ہے اور زہد و عبادت میں لگا ہوا ہے اور ایک فقیہ ہے علم اور اتباع سنت پر قائم ہے اور ایسے لوگ خال خال ہیں جو سب کو جامع ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اسے کاملین کے گروہ میں شامل کر دیتے ہیں۔

اور علم و عمل میں کمال کی علامت حق سبحانہ و تعالیٰ کے معاملہ اور محبت میں کامل توجہ اور ہمہ قسم کے فضائل کی جامعیت اور ہر ممکن کمال کی طلب میں بلند ہمت ہوتا ہے پس یوں کہو کہ اگر نبوت کسی کے کسب میں آسکتی تو اس کے کسب میں داخل ہوتی اور اس انتخاب و اختیار کے درجات بیان سے باہر ہیں کہ یہ موجودات میں وہ یکتا جوہر ہے کہ صدف کے پیٹ میں جس کا سا تقرار کہیں صدیوں میں جا کے ہوتا ہے ہم اللہ تعالیٰ سے اپنے لئے اس کے قرب و رضا کی توفیق مانگتے ہیں اور محروم کرنے اور دور ہٹا دینے سے اس کی پناہ چاہتے ہیں۔

ناداروں کی پونجی

اکثر لوگ ردی طبیعت کے واقع ہوئے ہیں محنت و مشقت بھی ان کی اصلاح نہیں کر سکتی وہ کچھ نہیں جانتے کہ وہ کیوں پیدا کئے گئے ہیں ان کے وجود کا مقصد کیا ہے ان کی

انتہائے فکر اپنی مراد اور مطلوب کا حصول ہے اور مل جائے تو کبھی یہ سوال نہیں کہ اس پر مذمت کتنی ملی ہے وہ غرض کے لئے عزت کو قربان کر دیتے ہیں ایک گھڑی کی لذت ان کو مقدم ہے گو ایک زمانہ تک بیمار پڑ جائیں۔ تجارت کے وقت حیلہ سازی کا لباس پہنتے ہیں متکبروں کی آن بان میں نکلتے ہیں معاملات میں دھوکہ دیتے ہیں اصل حال کو چھپاتے ہیں ان کی کمائی سراسر شبہ والی اور کھانا شہوت انگیز ہوتا ہے رات بھر سوتے ہیں گو باطنی طور پر وہ دن کو بھی سوئے ہوتے ہیں اور نیند صرف اسی ایک شکل کی نہیں ہے اور جب صبح کو اٹھتے ہیں تو اپنی خواہشات و مرغوبات کے حصول میں خنزیر کی حرص کتے کا لالچ' شیر کی درندگی' چیتے کا فریب اور لومڑی کا مکر لے کر بھاگتے ہیں اور مرتے وقت انہیں خواہش پوری نہ ہونے کا صدمہ تو ہوتا ہے تقویٰ نہ ہونے کا نہیں' یہ ان کے علم کی معراج ہے بھلا وہ شخص کیسے کامیاب ہوگا جو اپنی آنکھ کے مشاہدے کو عقل کی بصیرت پر ترجیح دیتا ہے اور یہ نظریہ رکھتا ہے کہ جس چیز کو وہ اپنی نگاہ سے دیکھتا ہے وہ اس کے نزدیک نگاہ بصیرت میں آنے والی چیز سے زیادہ قیمتی ہے خدا کی قسم اگر وہ اپنے کان کھول لیتے تو کوچ کی آواز لگانے والے کی آواز انہیں اپنے قیام کے لمحات میں سنائی دیتی جو دنیا کی اعراف میں چیخ چیخ کر کہہ رہا ہے: پہلے لوگوں کا خیمے اکھاڑنے کا منظر دیکھو مگر انہیں جہالت کے نشہ نے مدہوش کر رکھا ہے جو حد لگنے سے پہلے افاقہ نہ پائیں گے۔

اللہ تعالیٰ خود پاکیزہ ہیں اور پاکیزہ اعمال ہی قبول فرماتے ہیں

میں نے دیکھا کہ بعض متقدمین میں سے ان سلاطین و امراء کے بارے سوال ہوا جن کے پاس حلال اور حرام مال جمع ہوتا ہے اور وہ اس سے مساجد اور سرائے وغیرہ بنواتے ہیں کیا اس کا ثواب ہوگا؟ اس نے فتویٰ خرچ کرنے والے کی مرضی کا دیا اور یہ بھی ذکر کیا کہ اسے غیر مملوک مال کے خرچ کرنے میں بھی گونہ ثواب ہوگا کیونکہ وہ مغصوب لوگوں کو جو اصل مالک ہیں جانتے ہی نہیں لہٰذا ان پر رد کرنا ممکن نہ رہا میں نے کہا کیا تعجب ہے فتویٰ دینے کے ان شائقین پر جو اصول شریعت سے واقف نہیں ہیں۔ مناسب ہوتا کہ پہلے اس خرچ کرنے والے کا حال دیکھا ہوتا اگر وہ سلطان ہے تو بیت المال سے نکلے ہوئے مال کے مصارف معروف ہیں لہٰذا اس کے مستحقین کو محروم کر کے غیر مفید مصرف مدارس و رباط پر کیسے لگایا جا سکتا ہے اور اگر یہ لوگ امراء ہیں یا سلاطین کے نائب ہیں تو اس میں بھی جس مال کا ردیت

المال میں واجب ہے اسے رد کرنا چاہئے کہ اس کا مصرف یا حکم واجب وہی ہے جو طے ہو چکا اور اس کے ماسوا میں لگانا ایک ناجائز تصرف ہو گا اور اگر اس کی اجازت بھی کسی نے دے دی تو اس کا اعتبار نہیں ہو گا اور اگر وہ مال تنخواہ وغیرہ کے علاوہ بطور انعام واکرام ملا ہے تو یہ اموال مسلمین میں سے ہے اس کا حق نہیں ہے اور اس کی اجازت دینے والا بھی گنہگار ہو گا۔ علاوہ ازیں اگر مال حرام اور غصب کا ہے تو اس میں کسی طرح کا تصرف بھی حرام ہو گا اس مال کو اصل مالک یا اس کے وارث تک پہنچانا واجب ہے اور اگر اس کی کوئی صورت بن نہیں پڑتی تو مسلمانوں کے بیت المال میں جائے گا اور مصارف پر لگے گا یا صدقہ کیا جائے گا اس کا قابض جو نفع اٹھائے گا گناہ ہو گا۔ ہمیں احمد بن حسین نے حدیث سنائی ان کو محمد بن علی نے ان کو عبداللہ بن محمد نے ان کو علی بن الحسن نے ان کو ابو داؤد نے ان کو محمد بن عون الطائی نے ان کو ابو مغیرہ نے ان کو اوزاعی نے ان کو موسیٰ بن سلیمان جو نے کہتے ہیں کہ میں نے قاسم بن مخیمرہ کو سنا کہتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص گناہ کے ذریعہ سے مال کماتا ہے پھر اس سے صلہ رحمی کرے یا صدقہ کرے یا فی سبیل اللہ خرچ کرے یہ سب جمع کر کے جہنم میں پھینک دیا جائے گا ہاں اگر تعمیر کرنے والا تاجر ہے حلال کماتا ہے پھر مسجد بنائے یا فقہاء کے لئے وقف کر دے تو اسے ثواب ملے گا۔ ویسے یہ بعید بات ہے کہ حلال کمانے والے کے پاس اتنی وافر مقدار بچ جائے یا وہ پوری پوری زکوٰۃ نکالنے کے بعد اس قسم کے انفاق یا تعمیر میں نشاط قلب رکھے کیونکہ اس قسم کی تعمیرات مد زکوٰۃ سے تو بن نہیں سکتیں تو سلامت نیت اور خلوص مقصد کہاں ہو گا اور پھر آج کل مدارس کی تعمیر خطرہ ہی خطرہ ہے اس لئے کہ اکثر فقہ میں لگنے والے حضرات علم جدل پر مائل ہو گئے ہیں اور انہوں نے علوم شرعیہ سے اعراض کر لیا ہے مساجد میں آمدورفت ترک کر دی مدارس اور القاب پر قناعت کر بیٹھے باقی سرائے وغیرہ کی تعمیر وہ اصلاً کچھ نہیں کیونکہ اکثر نام نہاد صوفی جہل اور کسل کے مصلے پر بیٹھے ہوئے ہیں اور ان کا ہر مدعی محبت و قرب کا دعویٰ کرتا ہے اور علمی مشغلہ کو مکروہ سمجھتا ہے وہ سریؒ کی سیرت کو جنیدؒ کی عادات کو چھوڑے ہوئے ہیں بس اداء فریضہ پر قناعت اور مرقع لباس پر خوش ہیں لہذا بے کاری اور راحت پسندی میں ان کی اعانت کرنا کوئی مستحسن کام نہیں اور نہ ہی ثواب ہے۔

شرک اصغر

مجھے اس شخص پر تعجب ہے جو لوگوں کے سامنے زہد کا تکلف دکھاتا ہے اور ان کے قلوب میں مقام قرب کی امید رکھتا ہے اور بھولا ہوا ہے کہ ان کے قلوب اس ذات کے قبضہ

میں ہیں جس کے لئے وہ عمل کرتا ہے اگر اس کا نفس اسے پسند آگیا اور خالص ہوا تو وہ ادھر سے قلوب کو ہٹا دے گا اور عامل جب قلوب کے میلان پر نظر کرتا ہے تو شرک کا اس کی نیت سے ٹکراؤ ہو جاتا ہے کیونکہ اسے تو اسی کی نظر پر قناعت چاہئے تھی جس کے لئے عمل کیا ہے اور اخلاص کے لوازم میں سے یہ بات ہے کہ اپنی طرف قلوب کے التفات کا دھیان تک نہ ہو یہ چیز اسے مل جائے گی مگر اس کو مقصد بنا کے نہیں بلکہ اس کی کراہت کے ذریعہ سے ...... انسان کو معلوم ہونا چاہئے کہ اس کے تمام اعمال کو مخلوق اجمالی طور پر جانتی ہے گو اس پر وہ مطلع نہ ہوں بس قلوب صالح شخص کے لے اس کی نیکی کی شہادت دے دیتے ہیں گو اس کا مشاہدہ نہ بھی کریں اور جو شخص چاہتا ہے کہ مخلوق اس کے عمل کو دیکھ بھی لے تو عمل ضائع ہو گیا کیونکہ یہ خالق کو مقبول ہے نہ خلق کو اس لئے کہ ان کے قلوب اس سے پھر چکے ہیں بس عمل ضائع ہو گیا عمر ختم ہو گئی پوری سند کے ساتھ ہمیں ابو سعیدؓ خدری کی حدیث پہنچی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا "کہ اگر کوئی شخص کسی چٹان میں بیٹھا عمل کرتا ہے جس کا کوئی دروازہ نہیں نہ اس میں کوئی سوراخ ہے تو لوگوں تک اس کا عمل پہنچ کے رہے گا خواہ کیسا ہی ہو لہذا بندے کو خدا سے ڈرنا چاہئے اور اس ذات کا مقصد کرنا چاہئے جس کا قصد نافع ہے اور ایسے لوگوں کی مدح میں مشغول نہ ہو کہ تھوڑی دیر بعد نہ وہ ہوں گے نہ تو ہو گا

علماء سوء

دیار عجم سے ایک فقیہ جو اپنے شہر کا قاضی تھا میں نے اس کی سواری کے جانور پر سونا دیکھا چاندی کے برتن اور دیگر حرام قسم کی بہت سی اشیاء ...... میں نے کہا اس علم کا کیا فائدہ؟ بلکہ اس پر بہت اکثر حجتیں قائم ہو گئیں اس میں بڑا سبب سیرت اسلاف سے ناواقفی اور آنحضرت ﷺ کی سنت سے بے علم ہونا الغرض یہ لوگ مقصد سے جاہل ہیں اور اختلافات کے علم میں مشغول ہیں معرفت کے چھلکوں کی بدولت آگے بڑھنے کی کوشش کرتے ہیں حدیث کا سماع ان کی نگاہ میں نہیں اور اسلاف کی سیرت پر ان کی نظر نہیں سلاطین سے میل ملاقات رکھتے ہیں جس وجہ سے ان کی سی وضع بنانی پڑتی ہے کبھی تو انہیں یہ خیال آتا ہے کہ یہ کوئی بڑی بات نہیں معمولی ہے اور نہ بھی خیال آئے تو خواہش بلا روک ٹوک ان پر غالب ہے اور کبھی خیال آتا ہے تو یہ کہتے ہیں کہ یہ احتمال تو ہے مگر ہمارے علمی مشاغل کی وجہ سے مغفرت ہو جائے گی اور پھر وہ یہ بھی دیکھتے ہیں کہ علماء ان کا اکرام کرتے ہیں اپنے مفادات کی

وجہ سے ان پر اعتراض نہیں کرتے۔ پس اے آخرت پر یقین رکھنے والے اور دین کی حفاظت چاہنے والے اللہ کا خوف کھاؤ اور اللہ سے ڈرو اپنے آپ کو فاسد تاویلات سے دور رکھ اور خواہشات غالبہ سے بچا کے رکھ کیونکہ اگر تو نے کسی خواہش کے لئے بھی گنجائش نکالی تو وہ تجھے باقی کی طرف بھی کھینچ لے جائے گی اور تو پھر اس چکر سے خواہشات کی الفت کی وجہ سے نہ نکل سکے گا لہذا میری نصیحت قبول کر روٹی کے ٹکڑے پر قناعت کر لے اور ارباب دنیا سے دور رہ اور جب خواہش شور کرے چیخنے لگے تو اسے چھوڑ دے اور جواب تک نہ دے اور کبھی تجھے خواہش کہے کہ فلاں کام تو ہلکا سا ہے مگر وہ بھی مت کر کیونکہ اگر وہ ہلکا بھی ہے تو تجھے دوسرے کاموں کی طرف بلائے گا اور تلافی مشکل ہو جائے گی لہذا تنگ عیش پر صبر کر اور ارباب خواہشات سے دور رہ دین کی سلامتی اسی میں ہے اور جب کبھی گنجائش یا رخصت سامنے آئے گی تو وہ دوسرے کی طرف کھینچے گی جیسے کنارہ سے گہرے پانی تک ٹھیک ہے کھانے کھانے میں فرق ہے لباس لباس میں تفاوت ہے اور ایک چہرہ دوسرے چہرہ سے حسین ہے مگر یہ چند دن کی بات ہے۔

انسانی عقل کی کمزوری

اللہ تعالیٰ کی عظمت کا جو بھی تصور کرتا ہے اس کی عقل ہوا ہو جاتی ہے اس لئے کہ اسے ایسی موجود ذات کو ثابت ماننا پڑتا ہے جس کی ابتداء نہیں اور اس بات سے حس واقف نہیں ہے اور عقل کو مجبوراً اس کا اعتراف کرنا پڑتا ہے اور وہ اس اقرار و اعتراض کے باوجود حیران ہے کیونکہ وہ ایسے افعال دیکھتی ہے جو اس کے وجود پر دلالت کرتے ہیں پھر اس کی تقدیر میں ایسے امور چلتے ہیں کہ اگر دلائل وجود کا ثبوت نہ ہوتا تو انکار تک نوبت آتی چنانچہ اس نے بنی اسرائیل کے لئے دریا کو ٹکڑے کر دیا اور اس پر خالق کے سوا کوئی قادر نہیں اور وہ عصا کو سانپ بناتا ہے اور پھر اسی طرح عصا بنا دیتا ہے اور اس میں کسی شے کی کمی بیشی نہیں کی جاتی کیا اس کے بعد مزید وضاحت چاہیے؟ بڑے جادوگر ایمان لے آئے تو ان کو فرعون کے ہاتھوں چھوڑ دیا جو انہیں سولی دینے کی دھمکی دیتا تھا اور وہ اسے روکتا نہیں۔ انبیاء علیہم السلام بھوک اور قتل میں مبتلا ہوئے زکریا علیہ السلام کو چیرا گیا یحییٰ علیہ السلام کو ایک زانیہ قتل کر رہی ہے اور ہمارے پیغمبر ﷺ ہر سال اعلان فرماتے ہیں من یئووینی؟ من ینصرنی؟ کون مجھے ٹھکانہ دے گا کون میرا تعاون کرے گا؟ ان حالات کو دیکھ کر وجود خالق سے جاہل انسان یہ کہنے کو تیار ہو جاتا ہے کہ وہ اگر موجود ہوتا تو اپنے اولیاء کی مدد کرتا...... مگر

وہ عاقل جس کے نزدیک اس کا وجود ظاہر وباہر دلائل سے ثابت ہے اسے لائق ہے کہ اپنی عقل کو اس کے افعال میں اعتراض سے روکے اور نہ ہی ان افعال کی کوئی علت طلب کرے جبکہ یہ بھی ثابت شدہ ہے کہ وہ مالک ہے، حکیم ہے لہذا اس کے فعل کی حکمت جب ہم پر مخفی رہ جائے تو اس عجز کی نسبت ہم اپنے فہم کی طرف کریں گے کیوں نہ کریں جبکہ موسیٰ علیہ السلام کشتی توڑنے اور غلام کو قتل کرنے کی حکمت جاننے سے عاجز آگئے تھے پھر جب اس ظاہری فساد کی حکمت انہیں معلوم ہو گئی تو مان گئے اور اگر افعال خالق میں بھی حکمت ظاہر ہو جاتی تو عقل بھی انکار نہ کرتی جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام نے واقعہ خضر میں کیا۔ لہذا جب تو عقل کو سبب پوچھتے ہوئے سنے تو یہ سنا کر چپ کرا دے کہ اے عاجز تو خود اپنی حقیقت سے واقف نہیں ہے پھر تجھے مالک پر اعتراض کی کیا پڑی؟ اور کبھی عقل یوں کہتی ہے: بھلا ابتلاء و آزمائش میں کیا فائدہ وہ بدون ابتلاء کے ثواب دے سکتا ہے اور اہل نار کو عذاب دینے سے کیا فائدہ جبکہ اس میں کسی کی تشفی نہیں تو اسے یہ کہو کہ اس کی حکمت تیرے مرتبہ سے بالا ہے بس جو معلوم نہیں اسے تسلیم کرلے کیونکہ اپنی عقل سے اعتراض سب سے پہلے ابلیس نے کیا تھا کہ نار کو مٹی سے افضل سمجھا اور سجود سے انکار کر دیا ہم نے بہت سے لوگ دیکھے اور ان کے متعلق سنا کہ وہ حکمت میں عیب لگاتے ہیں کیونکہ وہ عقل کو اس کے تقاضوں پر حاکم مانتے ہیں اور بھول جاتے ہیں کہ خالق کی حکمت عقول سے بالاتر ہے لہذا اپنی عقل کو علت وغیرہ میں یا اعتراض کا جواب طلب کرنے میں وسعت مت دے اور اسے کہہ کہ مان لے اسی میں سلامتی ہے کیونکہ تو سمندر کی گہرائی کو نہیں جان سکتا حتی کہ اس سے پہلے تو خود ہی غرق ہو جائے گا یہ اصل عظیم ہے اور آدمی جب فوت ہو جاتا ہے تو اعتراض اسے کفر کی طرف لے چلتا ہے۔

خود سے عبرت حاصل کرو

تعجب ہے اس شخص پر جو کہتا ہے میں قبرستان میں جاتا ہوں اور بوسیدہ ہو جانے والوں کے ذریعہ عبرت پکڑتا ہوں اور اگر وہ سمجھ رکھتا تو جان لیتا کہ وہ خود مقبرہ ہے جس سے عبرت پکڑنے کے بعد اوروں سے عبرت پکڑنے کی اسے حاجت نہ رہتی خصوصاً اس شخص کو جو عمر میں آگے جا چکا ہے کہ اس کی شہوت ضعیف ہو گئی ہے اس کی قوت کمزور پڑ گئی ہے اور حواس تھک چکے ہیں نشاط میں فتور آ چکا ہے اور بال سفید ہو گئے اسے چاہئے کہ اپنی ان مفقود چیزوں سے عبرت پکڑے اور مفقود ہو جانے والے لوگوں کا تذکرہ چھوڑے کہ خود اس کے اپنے ایسے احوال ہیں جو دوسروں کی طرف التفات کے بجائے کافی ہیں۔

کمال عقل

جب عقل کمال پاتی ہے تو لذت دنیا ناپید ہو جاتی ہے جسم لاغر ہو جاتا ہے بیماری قوت پکڑ لیتی ہے غم شدید ہو جاتا ہے اس لئے کہ عقل جب بھی نتائج پر غور کرتی ہے تو دنیا سے اعراض کر لیتی ہے اور جن نتائج پر غور کرتی ہے انہیں کو ہی دیکھتی ہے دنیا کی کسی شی میں اسے لذت محسوس نہیں ہوتی یہاں کی لذت تو آخرت سے غافل لوگ ہی پاتے ہیں اور کامل عقل والا غافل نہیں ہو سکتا یہی وجہ ہے کہ اسے لوگوں سے میل ملاقات کی ہمت ہی نہیں ہوتی جیسے وہ کسی اور جنس کے لوگوں میں سے ہو جیسا کہ شاعر کہتا ہے :آبادیوں میں اپنا کوئی غم خوار نہیں جس کے ساتھ باہم نجد کی باتیں کر سکیں اور نہ کوئی دوست رہا ہے جسے رفیق سفر بنا سکیں۔

بے کار طبع اور فاسد خیال

اہل طبعیات کا خیال ہے کہ موجودات کا مادہ پانی' مٹی آگ اور ہوا ہے اور قیامت میں یہ مادی عناصر اربعہ جب فنا ہو جائیں گے اور اللہ تعالیٰ حیات روحیہ کا اعادہ فرمائیں گے تو پتہ چل جائے گا کہ موجودات قدرت کی بنیاد پر تھیں عناصر کی تاثیر کی بنا پر نہ تھیں میں کہتا ہوں : جسے بعث کے مسئلہ میں اعتراض ہے اس نے حکمت کو عیب لگانے کی انتہا کر دی ہے اور جو شخص روح کو عرض (کیفیت) مانتا ہے وہ بعث (دوبارہ اٹھنے) کا منکر ہے اس لئے کہ عرض تنہا باقی نہیں رہتی اور جسم مٹی ہو جائیں گے اب اگر کوئی چیز موجود ہوئی تو وہ ابتدائی پیدائش ہی سے ہو سکتی ہے' ہر گز نہیں! اللہ تعالیٰ نفوس کو بعینہ ان کے جسم اور روح کے ساتھ دوبارہ لوٹائیں گے دلیل یہ ہے کہ وہ لوگ اپنی سابقہ گفتگو اور ہم کلامیاں دہرائیں گے "قال قائل منهم انی کان لی قرین" ان میں سے ایک کہے گا میرا ایک ساتھی ہوا کرتا تھا الخ۔ اس کی عزت کی قسم ابتداء خلق میں اس کا لطف و کرم ہی نہایت پر دلالت کرتا ہے والدین کے دلوں میں رقت و محبت پیدا فرمائی' پستانوں سے دودھ کے چشمے پھوٹے' غذائیں پیدا فرمائیں اور عقل کو نتائج وانجام پر مطلع فرمایا اس تدبیر کے بعد کیا بھلا یہ بات اچھی لگتی ہے کہ وہ جہاں کو یوں ہی بے معنی چھوڑ دے گا اور موت کے بعد کسی کو نہ اٹھائے گا کیا تجھے یہ بات سمجھ آتی ہے کہ جس نے اپنی معرفت کو عام کرنا پسند فرمایا اور مخلوق بنائی وہ اس بات کو ترجیح دے گا؟ کہ وہ ان سب کو معدوم کر دے اور اس کی عرفان و معرفت اور قدر و منزلت کے چراغ جہالت کے تاریک پردوں میں پھر سے گم ہو کر رہ جائیں۔ بس وہ ذات پاک ہے جس نے اکثر قلوب کو اپنی معرفت سے اندھا اور بے بہرہ کر دیا ہے۔

اعتراض کرنے والا ہلاک ہو گیا

وہ ذات پاک ہے جو اپنی خلق کے ذریعہ اتنا ظاہر ہوا کہ کچھ خفا باقی نہ رہا اور خفی اتنا کہ گویا کچھ بھی ظہور نہیں۔ بھلا ان مصنوعات سے بڑھ کر ظہور کی کیا صورت ہو سکتی ہے کہ ان میں سے۔ ایک پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ میرا بنانے والا یقیناً موجود ہے جس نے مجھے بنایا اور قانون حکمت کے مطابق ترتیب دیا خصوصاً یہ آدمی جسے اس نے ایک قطرہ سے پیدا کیا اور عجیب ترین قطرہ پر اس کی تعمیر فرمائی اسے فہم، ذہن، بیدار مغز اور علم عطا فرمایا اس لئے فرش بچھایا پانی اور ہوا چلائی کھیتیاں اگائیں اور پھر آسمان کا بلند سائبان لگایا اور دن میں اس کے لئے سورج کا چراغ روشن کیا اور سکون لینے کو تاریکی بھی بنائی اسی قسم کی اور بھی بہت سی چیزیں بنائیں کہ سب کی سب اپنی فصیح زبان میں اپنے خالق کے وجود کے دلائل سناتی ہیں غرض ان افعال کے ذریعہ خالق سبحانہ وتعالی اتنا واضح اور ظاہر ہے کہ خفا کی گنجائش نہیں...... پھر اس نے اپنے رسول بھیجے جو دنیا کے لحاظ سے نادار بدن کے نحیف و نزار اور ان کے ذریعہ بڑے بڑے جباروں اور سرکشوں کا غرور توڑا ان کے ہاتھوں میں وہ معجزات ظاہر فرمائے جو انسانی قدرت میں نہیں آسکتے یہ سب بھی حق کی آواز لگاتے ہیں اور ان کے ذریعہ بھی بندوں کے سامنے اس کا ظہور ہو رہا ہے...... پھر موسیٰ علیہ السلام دریا پر آتے ہیں وہ پھٹ جاتا ہے اور کوئی شک باقی نہیں رہتا کہ خالق سبحانہ نے یہ فعل کیا ہے عیسیٰ علیہ السلام مردہ کو بلاتے ہیں وہ اٹھ بیٹھتا ہے۔ وہ پرندوں کے غول بھیجتا ہے جو بیت اللہ کی حفاظت کرتے ہیں اور حملہ آور ہلاک ہو جاتے ہیں۔ غرضیکہ یہ طویل سلسلہ ہے جو خالق سبحانہ وتعالی کی تجلی پر دلالت کرتا ہے جس میں ذرہ خطاء نہیں ہے پس جب عقلاء کے نزدیک یہ بلا ریب و شک ظہور ہو گیا اور پھر ایسی چیزیں دیکھنے میں آتی ہیں جو گویا اس ظہور پر پردہ ڈال رہی ہیں مثلاً اولیاء پر اعداء کا تسلط ہوتا ہے وغیرہ تاہم جب تجلی اور ظہور ایسے دلائل سے ثابت ہے جن میں تاویل کی گنجائش نہیں تو معلوم ہوا کہ اس خفا میں بھی کوئی راز ہے جو ہمارے علم میں نہیں ہے اور ایسے وقت عقل پر ذات حکیم کے لئے تسلیم فرض ہوتی ہے پھر جو مان گیا بچ گیا اور جس نے اعتراض کیا وہ ہلاک ہوا۔

فاسد اجتہاد

ہر صاحب مذہب صحیح کی طلب میں اجتہاد کا مدعی ہے اور تجھے معلوم ہے کہ ان کی اکثریت حق ہی کی طالب ہے راہب عبادت پر محنت کرتا ہے فاقے کاٹتا ہے یہودی ذلت اٹھاتا ہے جزیہ ادا کرتا ہے اور ہر مذہب والا اس میں مشقت اٹھاتا ہے ہدایت کے لئے ظلم و

جور برداشت کرتا ہے اور اس پر اجر و ثواب کا اعتقاد رکھتا ہے اور اس کے باوجود عقل ان میں سے اکثر کے گمراہ ہونے کا یقین رکھتی ہے اور اس پر کبھی اشکال بھی پیدا ہو جاتا ہے جس کا حل یہ ہے کہ ہدایت کی طلب اس کے اسباب کے ذریعہ ہونی چاہئے اور محنت و اجتہاد اس کے طریق سے کی جاتی ہے جس کو اسباب میسر نہ ہوں یا بعض ذرائع مفقود ہوں تو اسے مجتہد نہیں کہہ سکتے۔ چنانچہ یہود و نصاریٰ میں یا تو عالم تھے جو ہمارے پیغمبر ﷺ کی صداقت کو جانتے تھے مگر اپنی ریاست قائم رکھنے کے لئے مانتے نہ تھے یہ لوگ ضدی تھے یا مقلد تھے جو اپنی عقل سے کچھ سمجھتے ہی نہ تھے یہ مہمل تھے جو عبادات پر تو زور دیتے تھے مگر اصل سے ہٹے ہوئے تھے اور یہ حال فائدہ نہیں دیتا اور ان میں بعض لوگ فکر و نظر بھی رکھتے تھے مگر حق نظر انداز کرتے تھے اور کہتے تھے کہ تورات میں ہے کہ ہمارا دین منسوخ نہیں ہوگا حالانکہ زمانہ کے بدلنے کی وجہ سے شریعتوں کا منسوخ ہونا برحق تھا لیکن وہ کہتے تھے کہ نسخ "بداء" ہے۔

مگر وہ ان دونوں میں فرق پر غور نہیں کرتے حالانکہ اس میں پوری طرح غور کرنا چاہئے تھا اور کچھ اسی قسم کی جنس سے خوارج کی عبادات و ریاضات ہیں جو اپنے ناقص علم پر قناعت کئے ہوئے ہیں اور نعرہ لگاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا حکم نہیں اور اتنا نہیں سمجھتے کہ فیصل اور ثالث بنانے کی تعلیم بھی اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے مگر انہوں نے اپنے ظن فاسد پر بنا کر کے حضرت علیؓ سے قتل و قتال کو جائز قرار دیا اور مسلم بن عقبہ نے جب مدینہ طیبہ میں لوٹ مار مچائی بہت سی مخلوق کو قتل بھی کیا تو کہنے لگا کہ اس عمل پر اگر میں دوزخ میں گیا تو یہ میری بدبختی ہوگی مقصد یہ کہ اہل مدینہ یزید کی بیعت کا خلاف کر کے اس کے گمان میں مباح الدم اور لائق قتل ہو گئے تھے۔ پس اس عامی آدمی کے لئے تباہی ہے جو قلیل العلم ہے کسی واقعہ میں بھی اپنے نفس پر الزام نہیں آنے دیتا اور نہ کسی بڑے عالم سے مذاکرہ کرتا ہے بلکہ اپنے گمان پر یقین رکھتا ہے اور فیصلے کرتا ہے اور یہ ایک قابل غور و فکر اصول ہے جس سے مونہہ موڑ کر بہت سے لوگ ہلاک ہوئے ہیں اور عوام میں بہت سے لوگ ہم نے دیکھے ہیں جو واقعہ پیش آنے پر کسی کا فتویٰ تسلیم نہیں کرتے "بہت سے چہرے اس دن جھکے ہوئے ہوں گے مشقت اٹھائے ہوئے اور تھکے ہوئے ہوں گے جو گرم آگ میں داخل ہوں گے" (الغاشیہ: ۴)

ے (یہ ایک فاسد نظریہ ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو معاذ اللہ بعض حقائق و واقعات کا علم بعد میں ہوتا ہے تو وہ حکم بدل دیتے ہیں)۔

براہِ مہربانی ورق نہ موڑیں۔

اوپر کا ہاتھ نچلے ہاتھ سے بہتر ہے

بدن میں بعض اشیاء مثلاً خون' منی وغیرہ کے ذخیرے ہوتے ہیں جن سے نفس قوت پاتا ہے اور جب ذخائر ختم ہو جائیں تو یہ بھی باقی نہیں رہتا اور انہی ذخائر میں سے مال' جاہ اور دیگر فرحت بخش چیزیں ہیں جن سے قوت حاصل ہوتی ہے اور یہ جب ناپید ہوتی ہیں جبکہ یہ قابل قدر وافتخار تھیں تو نفس تنگی محسوس کرتا ہے اور کبھی اس پر خوف کا اس قدر ہجوم ہوتا ہے کہ رجاء کے ذخیرہ میں اس کے مقابلہ کے لئے کچھ نہیں ملتا تو ختم ہو جاتا ہے اور ایسے ہی کبھی فرست اتنی غالب آتی ہے کہ حزن اس کے مقابلہ میں نہیں آسکتا تب بھی ہلاکت ہو جاتی ہے لہذا ان ذخائر کی حفاظت میں محنت کرنی چاہئے خصوصا بوڑھے لوگوں کو چنانچہ ان کو خون اور منی کے اخراج کے ذریعہ کوئی مسرت وفرحت نہ لینی چاہئے گو اس کا تقاضہ بھی ہے ہاں اگر تقاضہ شدید ہو جائے حد سے بڑھ جائے ایسے وقت میں تو موذی چیز کا اخراج ہونا ہی چاہئے اور اس کے موذی ہونے کی علامت یہ ہے کہ اس کے خروج کے وقت راحت محسوس ہوتی ہے اور اگر ضعف محسوس ہو تو خروج مضر ہو گا اور خوددار لوگوں کو اپنی عزت نفس کی حفاظت ضروری ہے کہ عیب لگنے کے موقعہ محل سے بچتا رہے کیونکہ وہ عزت وخودداری کے ذریعہ نفع لیتا ہے اور اس کے مخالف چیزیں نفس کے خلاف ہوتی ہیں اسی طرح بہتر ہے کہ آخر عمر کے لئے کچھ مال جمع رکھے ممکن ہے کل ضرورت پڑ جائے پھر ذلت اٹھائے گا یا محنت کرنی پڑے گی جبکہ اعضاء جواب دے رہے ہوں گے اور مال کی مذمت کرنے والوں کو مت دیکھو کہ وہ احمق وجاہل ہیں جو راحت کی روٹی پر آس لگائے ہوئے ہیں راحت اور مال وآرام اور سستی پر خوش رہتے ہیں صدقہ وصول کرنے یا سائلانہ انداز اپنانے میں انہیں کوئی عار نہیں اور پھر ہر نبی کا کچھ نہ کچھ ذریعہ معاش تھا اور صحابہ کرام کا بھی اور یہ حضرات بہت سے اموال میراث میں بھی چھوڑ کر گئے ہیں اس اصل کو سمجھو اور جاہلوں کی بات کو خاطر میں مت لاؤ۔

مدعیان زہد

اپنے وقت کے زاہدوں میں میں نے تکبر دیکھا اپنی وجاہت اور لوگوں کے قلوب میں مقام ومرتبہ کا تحفظ دیکھا جبکہ ان کے بارے میں یقین سے نہیں کہہ سکتے کہ وہ اہل ریا ہیں یا منافق ہیں' ان کے کسی ایک کو تو دیکھے گا کہ وہ ایسا لباس پہنتا ہے جو زہد کی آنکھ سے دیکھا جاتا ہے عمدہ کھانے کھاتا ہے اپنے ہم جنسوں پر تکبر کرتا ہے اغنیاء سے دوستی رکھتا ہے فقراء سے

دور رہتا ہے "مولانا" کا لقب یا خطاب پسند رکھتا ہے محافظ کو ساتھ لے کر چلتا ہے فضول گوئی میں وقت ضائع کرتا ہے اپنی مجلس میں لوگوں کی حاضری اور ان کے سلام کہنے سے پھولتا ہے اگر یہ شخص فقہاء جیسا لباس پہنتا تو اس کا یہ مرتبہ ختم ہوتا اور کوئی اس سے تعلق نہ رکھتا اور اس کے افعال اگر اس کے لباس سے کچھ نسبت رکھتے تو بات تھی مگر ان لوگوں نے ایسی مخلوق کے سامنے بہروپ بنایا ہے جو ان کے احوال سے واقف نہیں ہیں تو خالق سبحانہ و تعالی کے پاس کیا حاصل کریں گے؟

اہل وعیال کیلئے ضروریات مہیا کرنا واجب ہے

یہ بات مختلف عنوانات سے میں بکثرت دہراتا ہوں۔ مومن کو مناسب ہے کہ اپنی معاش کے لئے کچھ مشغلہ رکھے اور اپنے خرچ میں لگائے پہلے علماء حضرات کے لئے کچھ بیت المال سے آجاتا تھا کچھ اقرباء کے عطیے اور کچھ عوام کا تعاون ہوتا تھا اب یہ صورت حال ختم ہوگئی ہے اور علم کا شغل رکھنے والے یا عبادت ریاضت میں لگنے والے مسکین ہو کے رہ گئے ہیں خصوصاً اہل وعیال والے حضرات۔ اور اس قبیح زمانے کی مثال ہم نے کبھی نہ دیکھی تھی کوئی ایسا شخص دیکھائی نہیں دیتا جس کا نام حصول تعاون یا طلب قرض کے لئے بتایا جاسکے چنانچہ ایک مومن انسان نامناسب جگہوں میں گھسنے اور غیر صالح حالات کے لئے مجبور ہو جاتا ہے لہذا لائق ہے کہ عیالداری میں کمی رکھے روزی مہیا کرنے میں اور اخلاق کی اصلاح میں لگے اور اگر معاش کی کوئی صورت ممکن ہو تو نوافل اور زائد علوم میں لگنے سے بہتر ہے ورنہ دین غلط راہوں میں ضائع ہو جائے گا یا کمینوں کے بدیوں کے لئے ذلیل ہونا پڑے گا۔

اختیار اسباب مطلوب ہیں

عاقل کو لائق ہے کہ احتیاط کی انتہائی تدابیر جہاں تک ممکن ہے اختیار کرتا رہے اس کے باوجود اگر تقدیر کا کوئی فیصلہ سامنے آگیا ہے تو یہ قابل ملامت نہیں اور احتیاط و تحفظ اس چیز سے ہونا چاہئے جس کا وقوع ممکن ہے اور اس کے لئے تیاری کرنا واجب ہے اور یہ ہر حال کی بات ہے ایک آدمی نے ناخن کاٹے اور ذرا سی غلطی ہونے سے ہاتھ خراب ہوا اور مر بھی گیا۔ ہمارے شیخ احمد الحربی سواری پر جارہے تھے ایک تنگ جگہ سے گزرنے کے لئے زین پر جھکے دل پر دباؤ پڑ گیا بیمار ہوئے اور فوت ہوگئے۔ یحیٰی بن نزار شیخ تھے میری مجلس میں بھی آتے تھے کان میں ثقل محسوس ہوا معالج کو بلایا اس نے منہ لگا کر چوسنا شروع کیا اندر سے مغز

جیسا مواد نکلا اور فوت ہو گئے۔

ذرا نظر کرو کہ آنحضرت ﷺ نے ایک ٹیڑھی دیوار کے پاس سے گزرتے ہوئے احتیاط فرمائی اور تیزی سے گزرے اور یہ بھی مناسب ہے کہ ایام شباب میں کسب مال کے ذریعہ احتیاط کی جائے تاکہ بڑھاپے کے ایام کے لئے کچھ بچ رہے نیز کسی کے ساتھ معاملہ میں تحریری وثیقہ کے بغیر اعتماد مناسب نہیں اور وصیت میں بھی جلدی کرنی چاہئے مبادا اچانک موت آجائے اور دشمنوں کا تو کیا کہنا اپنے دوستوں سے بھی احتیاط رکھے اور ایسے شخص کی دوستی پر کبھی اعتماد نہ کرے جسے خود کبھی ایذا دے چکا ہے کیونکہ دلوں کا کینہ ہی زائل نہیں ہوتا اپنی بیوی سے بھی محتاط رہے کبھی اسے اپنے راز پر مطلع کر بیٹھتا ہے پھر طلاق دیدے تو اس سے تکلیف اٹھاتا ہے ابن افلح شاعر مسترشد کے زمانے میں کسی رئیس سے خط و کتابت رکھتا تھا اس کے دربان کو علم ہو گیا اتفاق ایسا ہوا کہ اس نے دربان بدل لیا اس نے چغلی کھائی اور اس کا گھر گرا دیا گیا یہ مذکورہ مثالیں غیر مذکورہ حالات پر متنبہ کرنے والی ہیں اور احتیاط کی ان سب سے بڑھ کر اہم بات یہ ہے کہ خوب توبہ اور تیاری کی جائے اس سے قبل کہ موت اچانک آجائے جس کے اچانک آنے کا ہر دم کھٹکا لگا رہتا ہے اور سستی کے چور سے چوکنا رہنا چاہئے کہ وہ ہر دم وقت چرانے کے حیلہ میں مشغول ہے۔

امور میں اعتدال

میں نے بادشاہوں کے جھگڑوں میں 'تاجروں کی حرص میں 'نام نہاد صوفیوں کے نفاق میں غور کیا تو دیکھا کہ ان کی اکثریت جسمانی لذت میں مبتلا ہے اور کوئی صاحب عقل غور کرے تو جان لے گا کہ حیات کا معاملہ بالکل سہل ہے معمولی چیز سے ختم ہو جاتا ہے اور ان لذات کی کوئی انتہا نہیں جن کو پایا جا سکے اور اگر کوئی اس میں زور بھی لگائے تو نتیجۃً وہ اپنے نفس کو ایذا ہی دے رہا ہے اور جتنی لذتیں پہنچا رہا ہے اس سے کئی گنا زیادہ وہ اپنے نفس کو مضرتیں پہنچا رہا ہے جیسے بہت زیادہ کھانے والا اور بکثرت جماع کرنے والا۔ بس سعادت مند وہ ہے جو اپنے دین کے تحفظ کی فکر رکھتا ہے اور بقدر حاجت ان چیزوں کو لیتا ہے۔ کیا تعجب ہے کہ یہی لباس متوسط قسم کا ہو تو خادم ہوتا ہے اعلیٰ ہو تو مخدوم بن جاتا ہے اور صاحب لباس ذرا اس کی وجہ سے خود پسندی آئے تو اللہ تعالیٰ اس سے اپنی نظر پھیر لیتے ہیں صحیح بخاری میں ہے کہ ایک شخص چادر اوڑھ کر تفاخرانہ چال چل رہا تھا کہ زمین میں دھنسا دیا گیا اور شراب اگر

حرام ہے تو اس کا عذاب اس کی لذتوں سے نئی گنازیادہ ہے اور لوگوں کے سامنے رسوائی ایک الگ عذاب ہے اور اگر مباح ہو تب بھی اس کی تیزی بدن میں فساد لاتی ہے اور منکوحات میں حسینہ کی نازبرداری سب سے بڑی تکلیف ہے اور بدشکل ہو تو اسے برداشت کرنا انتہائی تکلیف دہ ہے لہذا متوسط کو اختیار کرو اور سلاطین کے احوال میں غور کرو کہ وہ کس طرح ظلماً قتل ہوئے کس قدر حرام امور کا ارتکاب کرتے رہے اور ان حسی (جسمانی) لذات کا بہت کم حصہ انہیں نصیب ہوا اس عمر کا بادل چھٹ چکا ہے اور فضائل سے محرومی کی حسرتیں اور عذاب کا حصول سامنے ہے اور دنیا میں بہترین زندگی والا وہ عالم ہے جو اپنے علم میں منہمک ہے علم ہی اس کا غمخوار و ہمنشین ہے دین کی سلامتی کے ساتھ ساتھ جو مباحات اسے حاصل ہیں ان پر قناعت کئے ہوئے ہیں جن میں کوئی تکلف ہے نہ دین کا فساد۔ دنیا اور اہل دنیا کی ذلت سے عزت کا پردہ کئے ہوئے ہے قدر قلیل پر قناعت کی اور اوڑھ رکھی ہے جبکہ قدر کثیر پر قادر نہیں اور اس تحفظ کے ذریعہ اس کا دین و دنیا محفوظ ہیں اس کے علمی مشاغل اسے فضائل کی رہنمائی کرتے ہیں باغات کی سیر کراتے ہیں اور وہ اس تنہائی کی بدولت شیطان سے سلطان سے اور عوام سے بچا ہوا ہے مگر یہ تنہائی صرف عالم ہی کو زیبا ہے جاہل ایسا کرے گا تو علم سے محروم رہے گا اور گمراہ ہو جائے گا۔

مطلوب کا حصول

میں نے اس حالت میں غور کیا جو طالب علموں کو پیش آتی ہے اور انہیں مقصود سے غافل کر دیتی ہے اور وہ تحریر کی حرص ہے خصوصاً محدثین کے لئے کہ ان کا تمام وقت سمجھنے اور یاد کرنے کے بجائے لکھائی میں صرف ہوتا ہے ان کی عمر گزر جاتی ہے اور بجز قدر قلیل کے وہ علم سے کورے رہ جاتے ہیں اور جنہیں توفیق ملتی ہے وہ زیادہ وقت حفظ میں اور دہرانے میں لگاتے ہیں اور تکرار سے تھک جانے کا وقت تحریر پر لگا لیتے ہیں جس سے ان کی مراد حاصل ہو جاتی ہے اور باتوفیق وہ ہے جو اہم کی طلب کرتا ہے کیونکہ عمر تمام علوم کے لئے ناکافی ہے اور رئیس العلوم فقہ ہے اور لوگوں میں بعض ایسے بھی ہوتے ہیں جو علم حاصل کرتے ہیں اور اس کے مقتضاء پر عمل کرنے سے غافل رہتے ہیں گویا وہ کچھ بھی حاصل نہیں کر پائے۔ ہم اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں ایسی محرومی سے۔

نتائج میں غور و فکر کرنا

ایک آدمی جب کسی شی کا عزم کر لیتا ہے تو اس کے لئے سب سے زیادہ قابل اعتماد چیز یہ ہے کہ اس کے انجام میں غور کرے کیونکہ جب کوئی بلا تامل کام کرتا ہے تو اکثر و بیشتر اسے ندامت اٹھانی پڑتی ہے اسی لئے انسان کو مشورہ کا حکم دیا گیا ہے کیونکہ غور کرنے اور سوچنے سے اس کی فکر طویل ہو گی اور ہر طرح کے احوال اس کے سامنے آئیں گے گویا کہ وہ کسی سے مشورہ ہی کر رہا ہے مثل مشہور ہے "خمیر الرأی خیر من فطیرہ" رائے کا خمیر عجلت سے بہتر ہے اور سب سے بڑا کوتاہی میں وہ شخص ہے جو کسی کام میں جلدبازی کرتا ہے خود غور و فکر کرتا ہے اور نہ ہی کسی سے مشورہ کرتا ہے خصوصاً غضب کے مواقع میں کہ ایسے وقت نوبت ہلاکت تک پہنچتی ہے یا بہت بڑی ندامت کا سامنا ہوتا ہے کتنے لوگ ہیں جو غضب میں آکر قتل کر بیٹھتے ہیں یا ضرب لگاتے ہیں اور غصہ ٹھنڈا ہونے کے بعد تمام عمر حزن و ملال میں اور ندامت کی آہ و بکا میں گزارتے ہیں اور قاتل کا حال عموماً یہ ہوتا ہے کہ قتل سے اس کی دنیا و آخرت دونوں برباد ہو جاتے ہیں اسی طرح کا حال اس شخص کا ہے جو شہوت کے جوش میں جلدبازی کرتا ہے اور اس کے انجام کو بھول جاتا ہے اور پھر باقی عمر ندامت کے گھونٹ پیتا ہے اور موت کے عتاب کا سامنا اور پھر عذاب جس کے وقوع میں کلام نہیں اور یہ سب باتیں ایک لحظہ کی لذت کے عوض ہیں جو بجلی کے ایک چمک کی مثل تھی۔ بس اللہ کا خوف اور تقویٰ اختیار کرو تمام امور میں غور و فکر اور نتائج و انجام کو سوچو خصوصاً ایسے غضب کے معاملہ میں جس کا نتیجہ جھگڑا ہوتا ہے یا طلاق۔

حقیقت سے عاجز آنا ہی ادراک ہے

مجھ سے ایک سائل نے سوال کیا کہ ایک حکیم کا قول ہے "جو شخص اپنی عقل کے ذریعہ نہیں بچتا وہ اپنی عقل کے ہاتھوں ہلاک ہوتا ہے" اس کی وضاحت کیجئے۔ مجھے ایک مدت تک اس کا معنی معلوم نہ ہو سکا پھر یہ وضاحت ہوئی کہ انسان ذات باری کی معرفت جب عقل کے ذریعہ حاصل کرنا چاہتا ہے تو وہ محسوسات کا سہارا لیتی ہے اور "تشبیہ" کا فساد آتا ہے لہذا عقل کے ذریعہ عقل سے بچنا یہ ہے کہ غور کرے اور یقین کرے کہ اس کا جسم ہونا کسی کے مشابہہ ہونا جائز نہیں ہے...... اور ایک عاقل جب افعال باری تعالیٰ پر نظر کرتا ہے تو کئی چیزیں مقتضاء عقل کے خلاف دیکھتا ہے مثلاً حیوانات کو آلام دنیا اور ذبح کرنا اپنے اولیاء پر ان

کے اعداء کو حفاظت کی قدرت کے باوجود مسلط کرنا صلحاء کو بھوک میں مبتلا کرنا...... کسی لغزش کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے دور ہو جانے پر بھی گناہ کی سزا دینا اسی طرح کی اور بہت سی چیزیں جن کو عقل بوقت تدبیر عادات کے مقابلہ رکھتی ہے اور ان میں اسے کوئی حکمت دکھائی نہیں دیتی۔ پس عقل کے ذریعہ عقل سے پچنا یوں ہے کہ کہا جائے کیا تیرے نزدیک یہ بات مسلم نہیں کہ وہ مالک ہے حکیم ہے اس کا کوئی فعل عبث نہیں ہے تو عقل کہے گی : ہاں تو کہا جائے گا ہم تیری ثانی تدبیر سے تیری پہلی تسلیم شدہ بات کے ذریعہ تحفظ حاصل کرتے ہیں بس اتنی بات ہے کہ اس کے فعل کی حکمت تجھ پر مخفی رہی ہے مگر ہم پر تسلیم واجب ہے کیونکہ ہم اسے حکیم مانتے ہیں اب عقل کو یقین آجائے گا اور وہ تسلیم کر لے گی اور بہت سے لوگوں نے عقل کے سامنے پہلے پہل آنے والی بات اور اس کے تقاضے کو دیکھ کر اعتراض کر دیا حتیٰ کہ ایک عام آدمی بھی کہتا ہے کہ میرے انجام بد کا فیصلہ کیونکر کر دیا گیا میرا رزق تنگ کیوں رکھا گیا طرح طرح کی آفتوں میں مجھے مبتلا کرنے کی بھلا کیا حکمت ہے اور اگر یہ غور کر لیتا کہ وہ مالک ہے حکیم ہے تو خفی حکمت کو تسلیم کرنے کے سوا کچھ باقی نہیں رہتا۔ بڑے بڑے لوگ ظاہر عقل کو دیکھ کر اعتراض کر بیٹھتے ہیں جن میں اول تو ابلیس ہی ہے جس نے آگ کو مٹی پر افضل جان کر اعتراض کیا اور بھی بہت سے علم سے نسبت رکھنے والے اس راہ میں پھسل گئے اور اعتراض کرنے لگے ان کا یقین ہے کہ بہت سے افعال حکمتوں سے خالی ہیں اور سبب اس کا ہم نے ذکر کر دیا ہے اور وہ عقل کا بظاہر کسی چیز کو دیکھنا یا عادات سے مانوس ہونا اور مخلوق کے افعال پر قیاس کرنا وغیرہ اور اگر وہ عقل باطن سے علم حاصل کرتے یہ کہ خالق کے لئے کمالات ثابت ہیں اور نقائص کی نفی مسلم ہے اور یہ کہ وہ حکیم ہے عبث کام نہیں کرتا تو عقل میں نہ آنے والی چیزوں میں بھی تسلیم کے سوا چارہ نہ ہوتا اور وہ اس حال کو موسیٰ اور خضر علیہما السلام کے واقعہ پر قیاس کر لیتا جبکہ خضر علیہ السلام نے عادات کے خلاف کئی کام کئے اور موسیٰ علیہ السلام نے ان پر نکیر فرمائی اور ان کی اس بات کو بھول گئے "کہ" میں ان انجامات کو دیکھ رہا ہوں جو تیرے علم میں نہیں ہیں پس جب موسیٰ علیہ السلام پر انجام کی مصلحت ایک مخلوق کے سلسلہ میں پوشیدہ رہی ہے تو ہم پر حکیم کی کثیر حکمتوں کا مخفی رہنا کیا بعید ہے اور یہ ایک ایسا اصول ہے کہ کسی انسان کے نزدیک اگر یہ ثابت نہیں تو اسے انکار یا کفر کی طرف لے جاتا ہے اور اگر ثابت ہے تو ہر آفت کے نزول کے وقت انسان کو راحت میسر آتی ہے۔

اللہ کے فضل سے اللہ کا وسیلہ حاصل کرنا

ایک بزرگ کے بارے میں سنا کہ ان سے کسی نے سوال کیا اور کہا کہ میں وہی ہوں جس پر آپ نے فلاں فلاں دن احسان فرمایا تھا وہ فرمانے لگے اس شخص کو مرحبا ہو جو ہمارے پاس ہمارا ہی وسیلہ لے کر پہنچا پھر اس کی ضرورت پوری کر دی میں نے اس سے اشارہ لیا اور اس انداز کی مناجات شروع کر دی کہ تو وہی تو ہے جس نے زمانہ طفولیت سے ہدایت نصیب فرمائی گمراہی سے حفاظت فرمائی بہت سے گناہوں سے بچایا اور طلب علم کا القاء فرمایا شرافت علم کو نہ سمجھنے کی وجہ سے کہ میں اس وقت بچہ تھا والد کی محبت بھی نہیں تھی کیونکہ وہ میرے بچپن میں فوت ہو چکا تھا اور تو نے اس کو تفقہ اور تصنیف کے مقام تک پہنچایا جبکہ سلسلہ اسباب کچھ نہ تھا اور بغیر کسی محنت و مشقت کے رزق کا انتظام فرمایا اور مخلوق کے آگے سوال کی ذلت سے محفوظ رکھا دشمنوں سے حفاظت فرمائی کہ کسی جبار و سرکش نے اس کا قصد نہ کیا اور تو نے علوم و فنون کے وہ خزائن عطا فرمائے جو کثیر مخلوق میں سے شخص واحد میں کم ہی جمع ہوتے ہیں مزید برآں اپنی معرفت و محبت کے ساتھ قلبی تعلق کی دولت عطا فرمائی حسن تعبیر اور اپنی طرف دلالت و رہنمائی کی لطافت بخشی لوگوں کے قلوب میں اس کی قبولیت رکھی حتی کہ ایک مخلوق اس کی طرف مائل ہے اور اس کی بات کو قبول کرتی ہے اور اس میں کچھ شک نہیں کرتے اس کے کلام کا اشتیاق رکھتے ہیں ملول نہیں ہوتے نامناسب لوگوں کی مجالست سے تنہائی کے ذریعہ اس کی حفاظت فرمائی اور پھر اپنی خلوت میں تو نے اسے علم کے ساتھ مانوس فرمایا اور کبھی اپنے ساتھ مناجات میں لگایا میں شمار کرنے لگوں تو ان انعامات و احسانات کا ایک فیصد بھی نہیں گن سکتا" وان تعدوا نعمة الله لا تحصو ها"پس اے میری طلب سے قبل ہی مجھ پر احسان فرمانے والے اپنے بارے میں میری امیدوں کو ناکام مت کرنا جبکہ میں طلب بھی کر رہا ہوں پس تیرے سابقہ انعامات کے توسل سے میں تیرے حضور حاضر ہوں۔

تباہ ہو گئے سیم و زر کے غلام

وہ ذات پاک ہے جس نے مخلوق کو متضاد صفات پر بنایا ہے متوسط قسم کے لوگ نادر ہی ہیں۔ بعض غضبناک ہیں مار دھاڑ کرنے والے اور بعض قوت حلم کی وجہ سے گویا بالکل غافل سب و شتم کچھ اثر ہی نہیں رکھتی اور بعض چست و چالاک ہر مرغوب و مطلوب کو حاصل

کر لیتے ہیں اور بعض مجسمہ زہد کہ نفس کو حقوق سے روک کر خشک ہو رہے ہیں یہی حال تمام اشیاء میں ہے اور قابل ستائش توسط واعتدال کا درجہ ہے...... جو شخص ہر ہاتھ لگنے والی چیز کو خرچ کر ڈالتا ہے مبذر (اسراف کرنے والا) ہے اور جو نفس کو اس کا حق نہیں دیتا مال کو چھپاتا ہے بخیل ہے جبکہ یہ بات واضح ہے کہ مال خود مقصود نہیں مصالح اور مفادات کے لئے ہے اور جب ایک آدمی فضول خرچ کرتا ہے تو اپنی ذات اور دین کو ذلیل کرنے اور بخیلوں کے احسان اٹھانے تک محتاج ہو جاتا ہے جو مناسب ودرست نہیں اور بعض لوگ بخیل ہوتے ہیں اروہ بھی مختلف درجات کے حتی کہ یہ ابتلاء ان کو عین مال کے عشق تک لے جاتا ہے اور وہ سوکھ سوکھ کے مر جاتا ہے مگر اسے خرچ نہیں کرتا پس دوسرے لے جاتے ہیں اور یہ چھوڑنے والا ندامت اٹھاتا ہے مجھے اس سلسلہ میں وہ باتیں پہنچی ہیں جن پر اضافہ ممکن نہیں عبرت کے لئے کچھ ذکر کرتا ہوں۔ شیخ ابوالفضل نے اپنے شیخ عبدالمحسن صوری سے نقل کیا کہ "صور" میں ایک تاجر تھا جوان کے بالاخانے میں رہتا تھا روزانہ وہ باقلہ سے دو روٹیاں اور ناریل لیتا تھا اور مغرب کے وقت بالاخانہ میں آتا تھا ناریل میں اتنی سی آگ لگا دیتا جتنے وقت میں وہ اپنے کپڑے اتارتا تھا اور چھلکا جلنے تک جس سے وہ اپنی روٹیاں گھسا رکھ لیتا تھا ایک مدت تک یونہی کرتے کرتے مر گیا اور ملک صور نے اس کے تیس ہزار وصول کئے اور میں نے بڑے علماء میں سے ایک کو دیکھا جو بیمار ہو گیا اور اپنے کسی دوست کے پاس ٹھہر گیا اور کوئی خادم یا پرسان حال اس کا نہ تھا فوت ہوا تو اس کی کتابوں میں سے پانسو دینار نکلے اور مجھے ابوالحسن راندسی نے بتایا کہ ایک آدمی ہمارے پاس بیمار ہوا اس نے مجھے بلایا میں گیا تو کہنے لگا کہ قاضی نے میرے مال پر بین لگوادی ہے میں نے کہا تو چاہے تو میں بین کھول کر ایک تہائی تجھے دے دوں جسے تو مریض کے موافق خرچ کر لے یا تقسیم کر دے کہنے لگا نہیں خدا میں اسے تقسیم نہیں کرنا چاہتا بلکہ میں تو چاہتا ہوں کہ میرا مال میرے پاس ہو میں نے کہا کہ وہ ایسا نہیں کریں گے اور میں تجھے ایک تہائی دلا سکتا ہوں جس میں تو آزاد ہوگا کہنے لگا کہ یہ مجھے قبول نہیں بس یونہی مر گیا اور مال کوئی اور لے گیا۔ نیز کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے مجھے ایک عجیب بات بتائی کہنے لگا میری ساس بیمار ہو گئی اور کہنے لگی میرے لئے حلوہ خرید لاؤ میں خرید لایا وہ ایک چھپر میں پڑی ہوئی تھی اور ہم دوسرے چھپر میں تھے اتنے میں میرا چھوٹا بچہ آکر کہنے لگا ابا حضور! بڑی بی سونا نگل رہی ہے میں اس کے پاس گیا اور دیکھا کہ وہ دینار کو حلوے میں لپیٹ کر نگل رہی ہے میں نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور اسے منع کیا وہ کہنے لگی مجھے خطرہ ہے کہ تو میری بیٹی پر اور بیوی

لے آئے گا میں نے کہا نہیں میں ایسا نہیں کرتا اس نے قسم کھانے کو کہا میں نے قسم کھائی تب جا کے باقی سونا اس نے مجھے دیا پھر فوت ہو گئی اور میں نے اسے دفن کر دیا چند ماہ بعد ہمارا ایک بچہ فوت ہو گیا جسے ہم اس بڑھیا کے پاس ہی لے گئے میں نے اپنے ساتھ کپڑے کا ایک ٹکڑا لے رکھا تھا میں نے گور کن سے کہا کہ اس بڑھیا کی ہڈیاں مجھے اس کپڑے میں جمع کر دے جنہیں میں گھر لے آیا اور ایک ٹب میں رکھ کر اوپر سے پانی ڈال کر ہلایا اور میں نے اس سے اسی کے قریب دینار نکالے جو اس نے نگل لئے تھے اور میرے ایک دوست نے قصہ سنایا کہ ایک آدمی فوت ہوا اور گھر ہی میں دفن کر دیا گیا پھر ایک مدت بعد اسے نکالنے کے لئے قبر کھولی گئی تو اس کے سر کے نیچے سے ایک اینٹ ملی جس پر تار کول تیل لگایا ہوا تھا اہل خانہ سے پوچھا گیا تو انہوں نے بتایا کہ اس شخص نے خود یہ تیل اینٹ پر لگایا تھا اور وصیت کی تھی کہ قبر میں یہ اینٹ اس کے سر کے نیچے رکھ دی جائے اور کہا کہ اینٹ جلد بوسیدہ ہو کر ختم ہو جاتی ہے اور اس پر تیل لگایا ہے تاکہ جلد بوسیدہ نہ ہو غرض اینٹ اٹھائی تو بوجھل محسوس ہوئی توڑی گئی تو ۹ سو دینار اس میں سے نکلے جنہیں وارثوں نے بانٹ لیا اور مجھے یہ حکایت بھی پہنچی ہے کہ ایک آدمی مساجد میں جھاڑو دیتا اور ان کی مٹی جمع کرتا رہتا تھا پھر اس کی اینٹ بنا لیتا تھا پوچھا گیا ایسا کیوں کرتے ہو کہنے لگا یہ مبارک مٹی ہے میں چاہتا ہوں کہ میری لحد میں ان اینٹوں کو لگایا جائے مر گیا تو وہ اینٹیں اس کی لحد پر لگا دی گئیں کچھ بچ رہیں جو گھر ہی میں پڑی رہیں اتفاقاً ایک مرتبہ بارش آئی اور اینٹیں بھیگ کر ٹوٹ گئیں تو اندر سے دینار نکلے لوگ گئے اور لحد والی اینٹیں بھی نکال لائے جو سب کی سب دیناروں سے بھری ہوئی نکلیں اور ہمارے دوستوں میں سے ایک فوت ہو گیا مجھے معلوم تھا کہ اس کے پاس بہت سا مال ہے اس کی بیماری طول پکڑ گئی مگر اس نے اپنے اہل خانہ کو کچھ بھی نہ بتایا اور مجھے اس میں ذرہ بھی شک نہیں کہ اپنے بخل، حرص حیات اور بقاء کی امید کی وجہ سے اس نے اپنا مدفون خزانہ کسی کو نہ بتایا کہ مبادا کوئی لے نہ جائے اور یہ اس کے بعد زندہ رہے گا تو کیا کرے گا اور رسوائی الگ۔

اور ہمارے ایک ساتھی نے اسی قسم کا اپنا آنکھوں دیکھا حال ہمیں سنایا کہ فلاں شخص کے دو لڑکے اور ایک لڑکی تھی اور ہزار دینار تھے جو اس نے دفن کر رکھے تھے وہ شدید بیمار ہوا اہل و عیال اس کے گرد جمع تھے اس نے اپنے ایک بیٹے سے کہا تو میرے پاس بیٹھا رہ جب دوسرے سب اٹھ گئے تو یہ کہنے لگا کہ تیرا بھائی پرندوں کی کھیل میں مشغول رہتا ہے اور تیرا بہنوئی ترکی نسل کا ہے انہیں میرے مال میں سے جو بھی ملا یہ دونوں کھیل میں اڑا دیں گے

اور تیری عادت و اخلاق مجھ سے ملتے جلتے ہیں اور فلاں جگہ میرے ہزار دینار دفن ہیں میں مر جاؤں تو انہیں اکیلے ہی سنبھال لینا اسی اثناء میں اس کی مرض شدت پکڑ گئی لڑکا گیا اور مال نکال لایا اور ادھر باپ کو افاقہ ہو گیا اور اب وہ بیٹے سے مال کا مطالبہ کرتا ہے مگر وہ دیتا نہیں اتفاقاً بیٹا بیمار پڑ گیا اور باپ اس کی منت سماجت کرتا اور کہتا تھا تیرا ناس ہو میں نے سب کو چھوڑ کر ایک تجھے مال دیا تھا اب تو مر جائے گا اور مال یونہی ضائع ہو جائے گا تیری خرابی ہو ایسا مت کر غرض وہ یوں کہتا رہا تاآنکہ بیٹے نے باپ کو مال کی جگہ بتادی اور اس نے نکال لیا اب لڑکے کو صحت ہو گئی اور باپ بیمار ہو گیا لڑکے نے زور لگایا کہ باپ مال کی جگہ اس کو بتادے مگر اس نے نہ بتائی اور یونہی مر گیا اور مال بے کار گیا۔ پاک ہے وہ ذات جس نے ایسے لوگوں کی عقل و فہم ماؤف کی ہے۔

سچا دوست

ہمارے احباب اور بھائی تھے جن پر میں اعتماد کرتا تھا میں نے ان کی کچھ بے رخی اور اخوت و مودت کے ترک کی بعض عجیب باتیں دیکھیں جس پر مجھے غصہ آنے لگا پھر اپنے طور پر مجھے ہوا اور میں نے اپنے جی سے کہا کہ اس عتاب کا کیا فائدہ کیونکہ اس کے بعد اگر وہ درست ہو گئے تو اس عتاب کی وجہ سے ہوں گے اخلاص کی بنیاد پر نہیں بس میں نے ان سے علیحدگی کا عزم کر لیا میں نے پھر غور کیا اور دیکھا کہ لوگ کچھ تو اہل تعارف اور بعض ظاہرا دوست ہوتے ہیں اور بعض مخلص بھائی ہوتے ہیں لہذا ان سے کلی طور پر مقاطعہ نہیں چاہتے ہاں انہیں اخوت کے درجہ سے ظاہری دوستی کے درجہ میں لے آنا چاہئے اگر اس کے قابل بھی نہ رہے تو ان کو عام اہل تعارف میں شامل کر لینا چاہئے اور انہیں جیسا معاملہ ان سے رکھنا چاہئے باقی ان کو عتاب کرنا غصہ دکھانا غلط ہے اور آج کل اکثریت اہل تعارف کی ہے اور ظاہری دوست اقل قلیل ہیں اور اخوت و اخلاص کی جنس تو ناپید ہی ہو چکی ہے جس کی طمع اور توقع ہی ممکن نہیں اور میں نہیں دیکھتا کہ کسی انسان کو مخلص اخوت نسب کے لحاظ سے میسر ہو یا اولاد اور بیوی کی طرف سے اسے خلوص حاصل ہو لہذا خلوص کی توقع ہی چھوڑ اور ہر کسی سے کنارہ کر اور ان کے ساتھ ناواقفوں کا سا معاملہ کر اور خبردار محبت کا اظہار کرنے والے سے ہرگز دھوکہ نہ کھانا کہ چند دنوں میں اس کی محبت کا حال تجھے معلوم ہو جائے گا اور کبھی وہ اس کا اظہار تیری طرف سے کسی ملنے والے مفاد کی وجہ سے کرتا ہے اور آج کل یہ چیز پر خطرہ سے لبریز ہے

کیونکہ ذرا کسی کو ناراض کیا وہ فوراً دشمن بن جاتا ہے صفاء قلب کے ناپید ہونے کا سبب یہ ہے کہ اسلاف کے پیش نظر صرف آخرت تھی لہذا ان کی دوستی اور اخوت میں نیت صاف ہوتی تھی اور وہ دین ہی دین تھا دنیا نہ تھی اور آج دنیا کی محبت قلوب پر غالب آچکی ہے دین کے بارے میں باتیں بنانے والے کو ذرا پرکھ کے دیکھیں پسند نہیں آئے گا۔

خواہشات میں ڈھیلے پن کا انجام

میں دیکھتا ہوں کہ عافیت والوں کو عافیت و سلامتی کی قدر حالت مرض میں ہوتی ہے جیسا کہ آزادی کی نعمت محبوس ہو کر معلوم ہوتی ہے میں آدمی کی یہ عجیب حالت دیکھتا ہوں کہ اس کے پاس اچھی بھلی عورت ہوتی ہے مگر اس کے ساتھ اسے لذت آمیز تعلق خاطر نہیں ہوتا جس کے سبب ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ وہ اعلیٰ درجہ کی حسین نہیں ہے دوسرا یہ کہ زیر دست چیز (جو قبضہ میں ہو) میں جاذبیت نہیں رہتی اور نفس اس کی طلب کرتا ہے جو قدرت اور قبضہ میں نہ ہو تو دیکھے گا کہ وہ بے چین ہوا جاتا ہے اپنی مرغوب کی خواہش میں یا کسی معشوقہ کی طلب میں اور نہیں جانتا کہ وہ ایسی مضبوط قید کی خواہش کر رہا ہے جو دل کو امور آخرت میں لگنے سے رکاوٹ بنے گی یا کسی بھی علم یا عمل کے لئے مانع ہو گی اور اسے دنیا کے چکروں میں بد حواس کرے گی بس یہ عاشق اپنے معشوق کا اسیر بن کے رہ جائے گا اور وہی اس کے غم و افکار کا محور ہو گا لہذا اس آزاد پر تعجب ہے جو قید کو ترجیح دیتا ہے اور اس صاحب راحت پر جو تعجب و مشقت کو پسند کرتا ہے پس اگر یہ عورت ہے جو محتاج تحفظ ہے تو اس کے بغیر اب اس کو سکون ہو گا نہ قرار' اور اگر یہ بے پردہ عورتوں میں سے جن کے فساد کا خطرہ ہمہ وقت رہتا ہے تو یہ سراسر ہلاکت ہے یہ شخص سوئے گا تو نیند میں لذت نہیں ہو گی گھر سے نکلے گا تو بدکاری سے امن نہ ہو گا اور اگر وہ وسیع نفقہ کا مطالبہ کرنے والی ہے جو اس کے پاس نہیں تو کتنے غلط کاموں میں اس وجہ سے اسے لگنا پڑے گا اور اگر وہ عورت جماع کی شوقین ہے اور اس صاحب کی عمر زائد ہو چکی ہے تو یہ عظیم ہلاکت ہے اور اگر وہ اس سے بغض رکھتی ہے تو اس کے اسباب ہلاکت میں کیا کمی رہ گئی ہے بس یہ شخص خود اپنی ہلاکت کے لئے کوشاں ہے جیسا کہ کسی کا قول ہے "ہم اچھے قدوں کو محبوب رکھتے ہیں اور رخساروں کی طلب رکھتے ہیں اور ہمیں یقین ہے کہ ہم موتوں کی محبت میں لگ رہے ہیں" در حقیقت اس کی مثال بت پرست کی سی ہے لہذا جس کے پاس بے ضرر عورت ہے اسے اللہ تعالیٰ کا خوف کھانا چاہئے اور نفس کی

خواہشات اور خیالات سے اعراض کرنا چاہئے کہ ان کی کوئی انتہا نہیں ہے اور اگر حسب خواہش اس کی ایک غرض پوری ہو جاتی ہے تو اس سے ملول ہو کر کسی دوسری کی طلب میں لگ جاتا ہے پھر اس سے اکتا جاتا ہے اور کسی اور کی طلب مین لگ جاتا ہے اور اس سلسلہ میں کوئی انتہاء نہیں اور اس کا انجام فوری طور پر دل کا کہیں معلق ہو جانا اور عقل کا اسیر ہو جانا ہے جس سے یہ بد حواس ہو کر رہ جاتا ہے اور اپنے محبوب کی مراد حاصل کرنے میں اسے ہر چیز ناپسند دکھائی دیتی ہے۔ پھر بہترین محبوب وہ ہے جو محفوظ دین والا ہے جو اس سے محبت رکھتا ہے اس پر قناعت رکھنے والا ہے اور یہ کبریت احمر سے بھی اقل قلیل ہے لہذا اسے ایسی چیز حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے جو اس کی دل جمعی کا سامان بنے اور اپنی خواہش کے مطلوب اور تمنا کے مقصود کی طرف التفات نہ کرے اسی میں سلامتی ہے۔

نفس پر اعتماد ہلاکت ہے

جب انسان کا علم تمام ہو جاتا ہے تو وہ کسی عمل کو اپنا کمال نہیں سمجھتا بلکہ توفیق دینے والے کا انعام سمجھتا ہے اور ایک عاقل پر یہی لازم ہے کہ وہ کسی عمل میں اپنے نفس کی خوبی نہ دیکھے اور نہ ہی اس کی وجہ سے خود پسندی میں مبتلا ہو اس کی کئی وجہ ہو سکتی ہیں مثلاً یہ کہ اسے اس عمل کی توفیق دیدی گئی ہے۔ "حبب الیکم الایمان و زینه فی قلوبکم" کہ اللہ تعالیٰ نے ایمان کو تمہارے لئے محبوب بنا دیا اور قلوب میں مزین کر دکھایا اور اس لئے کہ نعمتوں کے مقابلہ میں یہ عمل سوواں حصہ بھی نہیں ہے اور یہ بھی تب ہے کہ وہ ریاء اور غفلت کے شائبہ سے پاک ہو ورنہ غفلتوں بھرا عمل تو ہر وقت مردود ہو جانے کے خطرہ میں ہے اور اس میں ہونے والی کوتاہیوں پر عتاب کا خوف لگا رہتا ہے لہذا وہ تو قابل التفات ہی نہیں۔ اس سلسلہ میں اہل فہم و دانش کے احوال پر غور کیا جائے...... وہ ملائکہ جو شب و روز تسبیحات میں مشغول ہیں اور ذرا کوتاہی نہیں کرتے وہ کہتے ہیں کہ ہم تیرا حق عبادات ادا نہیں کر سکے حضرت خلیل علیہ السلام فرماتے ہیں۔ "والذی اطمع ان یغفرلی" کہ میں اس ذات پاک سے مغفرت کی طمع رکھتا ہوں اپنے آگ پر تحمل اور بیٹے کو ذبح کرنے کی تسلیم پر کوئی ناز نہیں اور آنحضرت ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ تم میں سے کسی کو بھی اس کا عمل نجات نہیں دلا سکتا عرض کیا گیا "آپ کو بھی؟" فرمایا ہاں میری نجات بھی اسی وقت ہے کہ میرے رب کی رحمت مجھے ڈھانپ لے اور ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: کیا میں اور میرا مال

آپ کے سوا کسی اور کے ہیں یارسول اللہ؟ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں اگر میرے لئے زمین کے اطراف بھر دیئے جائیں تو میں حقیقت حال جانے بغیر ہی آنے والے خطرات کے فدیہ میں دیدوں اور عبداللہؓ بن مسعود فرماتے ہیں اے کاش کہ مرنے کے بعد میرا حشر ہی نہ ہوتا اور عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ہیں کاش کہ میں بھولی بسری ہو جاتی اور یہی حال تمام عقلاء حضرات کا ہے رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین اور بنی اسرائیل کے بعض صلحاء کی ایسی باتیں منقول ہیں جو ہماری تشریح کے پیش نظر ان کی قلت فہم پر دلالت کرتی ہیں کیونکہ انہوں نے اپنے اعمال پر نظر کی اور ان پر ناز کیا ہے کچھ اسی طرح کا حال اہل غار کا ہے جن پر ایک چٹان آن پڑی تھی کہ ان میں سے ایک نے ایسے عمل کا وسیلہ پکڑ لیا جس کا ذکر کرنے میں بھی حیا آتی ہے کہ اس نے زنا کا عزم کیا تھا اور عذاب کے خوف کی وجہ سے ترک کر دیا بھلا جو شخص کسی عمل پر عذاب آنے کا خوف رکھتا ہے اور اس خوف کی وجہ سے وہ اس عمل کو چھوڑ دیتا ہے تو اس میں ناز کی کیا بات ہے ہاں یہ عمل مباح ہوتا اور پھر وہ ترک کر دیتا تو شاید کچھ بات بن جاتی۔ ذرا بھی اگر وہ غور کر لیتا تو اس فعل کے عزم کی خجالت اسے ناز سے روک دیتی جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا ارشاد ہے ”وما ابرئ نفسی“ کہ مجھے اپنے نفس کی برأت کا دعوی نہیں ہے اور دوسرے صاحب نے اپنے والدین کو دودھ پلانے کے لئے رات بھر بچوں کو آہ و بکا میں مبتلا رکھا اس میں اگر ایک طرف والدین سے حسن سلوک ہے تو ادھر بچوں کی ایذاء بھی ہے لیکن فہم نادر اور کمیاب جنس ہے بس یوں سمجھو کہ انہوں نے جب اپنے خیال میں عمل اچھا کیا ہے تو گیا زبان حال نے کہہ دیا کہ یہ جو مانگتے ہیں انہیں دے دو کہ یہ اپنے عمل کی اجرت چاہتے ہیں اور فہم کی کمی نہ ہوتی تو کوئی اپنے ہم جنسوں پر تکبر نہ دکھاتا اور ہر کامل خائف ہوتا اپنے عمل کو ہیچ سمجھتا اور انعامات کی بارش کے مقابلہ میں شکر کی کمی دیکھ کر خوف محسوس کرتا اس تفصیل کو سمجھ لینے کے بعد کبر کا سر خم ہو جاتا ہے اور اپنی ذلت نمایاں ہونے لگی ہے یہ ایک عظیم اصول ہے جو قابل غور ہے اور قابل رعایت بھی۔

مؤمن خوف وخجالت کے درمیان ہے

عاقل کو اپنے گناہوں کا خوف رہنا چاہئے گو ان پر توبہ بھی کر لی ہے اور رو دھو لیا ہے۔ میں نے اکثر لوگ دیکھے جو اپنی توبہ کی قبولیت پر مطمئن ہو بیٹھے ہیں گویا انہیں یقین ہو گیا ہے حالانکہ یہ ایک پوشیدہ بات ہے پھر اگر معرفت ہو بھی گئی تو اس فعل پر خجالت تو باقی ہے

اور توبہ کے بعد بھی خوف رہنے کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ صحیح روایات میں ہے کہ لوگ آدم علیہ السلام کے پاس آکر عرض کریں گے ہماری شفاعت کیجئے تو وہ کہیں گے "ذنبی" کہ میری خطا مانع ہے نوح علیہ السلام کے پاس جائیں گے تو وہ بھی فرمائیں گے "ذنبی" اسی طرح حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین فرمائیں گے اور یہ حقیقت ہے کہ قبول توبہ کے بعد شرمندگی ختم نہیں ہو جاتی فضیل بن عیاضؒ کی یہ بات کس قدر حسین ہے ہائے تیرے سامنے میری شرمندگی گو تو نے معاف فرما بھی دیا۔ پس افسوس ہے واللہ اس شخص پر جو گناہوں کو اختیار کرتا ہے اور گھڑی بھر کی لذت کو ترجیح دیتا ہے جس کی حسرت قلب مومن سے کبھی زائل نہیں ہوتی گو مغفرت بھی ہو جائے لہذا بچئے اور بہت بچئے ہر اس عمل سے جس پر شرمندگی آئے اور یہ ایسی بات ہے جس پر تائب و زاہد حضرات بھی توجہ کم ہی دیتے ہیں کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ معافی نے گناہ کو سچی توبہ کے ذریعہ ڈھانپ دیا ہے اور میں نے جو ذکر کیا ہے اس کے بموجب تو ہمیشہ خوف و خجالت باقی رہنی چاہئے۔

حضرت علیؓ حق بجانب تھے

خدا کی پناہ سوء فہم سے اور خصوصاً عیان علم سے۔ امام احمدؒ نے اپنی مسند میں نقل کیا کہ ابو عبدالرحمٰن السلمی اور حیان بن عبداللہ میں باہمی تنازع ہو ابو عبدالرحمٰن نے حیان سے کہا "مجھے معلوم ہے کہ تیرے صاحب یعنی حضرت علیؓ کو کس چیز نے آمادہ کیا تھا حیان نے پوچھا کہ کیا چیز ہے؟ کہنے لگا آنحضرت ﷺ کا ارشاد مبارک "لعل الله اطلع الی اهل بدر الخ" کہ اللہ تعالیٰ نے اہل بدر پر توجہ فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ جو عمل چاہو کرو میں معاف کر چکا۔ یہ ابو عبدالرحمٰن کی سوء فہم کی بات ہے جس کا مطلوب یہ ہے کہ حضرت علیؓ کا مخالفین سے قتل و قتال اس اعتماد کی بنا پر تھا کہ ان کی مغفرت ہو چکی ہے اولاً تو معلوم ہونا چاہئے کہ حدیث کا معنی یہ ہے کہ تمہارے سابقہ اعمال جو بھی تھے وہ میں نے معاف کر دیئے ہیں آنے والے اعمال کی مغفرت کی ضمانت اس حدیث میں نہیں ہے بھلا بتایئے تو اگر معاذ اللہ اہل بدر سے شرک سرزد ہو جاتا (کہ وہ معصوم نہیں ہیں) تو کیا ان سے مواخذہ نہ ہوتا؟ اسی طرح دیگر معاصی ہوں گے اور اگر تسلیم کر لیں کہ آنے والے گناہوں کی معافی کی ضمانت بھی ہے، تو پھر بھی یہ معنی ہو گا کہ انجام کار مغفرت ہو جائے گی اور حدیث شریف سے قطع نظر ہم

پوچھتے ہیں کہ ایک مسلمان کو امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق یہ گمان کرنا کیسے جائز ہے کہ انہوں نے ناجائز کام اس اعتماد پر کر لیا کہ ان کی مغفرت ہو جائے گی توبہ خدا کی پناہ...... بالیقین انہوں نے قتال دلائل کو دیکھ کر کیا ہے اور وہ حق پر تھے اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں کہ حضرت علیؓ نے جو قتال بھی کیا وہ اس میں حق بجانب تھے خود آنحضرت ﷺ کا ارشاد مبارک ہے "اے اللہ یہ جدھر بھی جائے حق اس کے ساتھ کر دے"لہذا ابو عبدالرحمٰن کی یہ کھلی غلطی ہے جو ہو سکتا ہے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جانب داری میں سرزد ہوئی۔

زاہد اور زاہد نما

میں نے اپنے دور کے زاہد نماؤں میں کئی باتیں دیکھیں جو دعویٰ اخلاص کے باوجود ان کے نفاق اور ریا کو ظاہر کرتی ہیں مثلاً وہ گوشہ نشینی اختیار کرتے ہیں تو کسی دوست کی ملاقات کو نہیں جاتے بیمار کی طبع پرسی نہیں کرتے اور ان کا مقصود گفتگو یہ ہوتا ہے کہ وہ لوگوں سے کٹ کر عبادت میں مشغول ہونا چاہتے ہیں حالانکہ وہ اپنی وضع داری کا تحفظ چاہتے ہیں تاکہ خلق سے انقطاع میں ان کو امتیازی شان حاصل ہو کیونکہ لوگوں میں مل جل کر رہنے میں ان کی ہیبت اور امتیاز قائم نہیں رہتا مگر پہلے حضرات یوں نہ تھے...... آنحضرت ﷺ بیماروں کا حال پوچھتے تھے بازار سے ضروریات خرید لاتے تھے اور ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کپڑے کے تاجر تھے ابو عبیدہؓ بن جراح قبور کھودتے تھے اور ابو طلحہؓ بھی۔ ابن سیرین میت کو غسل دیتے تھے ان لوگوں کے ہاں امتیاز قائم رکھنے کی کوئی بات نہ تھی۔ ابن سیرین دن میں لوگوں سے ہنس بھی لیتے تھے رات کو رویا کرتے تھے اور بعض زاہد نما ایسے دیکھے جو مسجد میں پڑے رہتے ہیں نماز پڑھتے رہتے ہیں لوگ بھی ان کے پاس جمع ہونے لگتے ہیں اور دن رات نمازیں پڑھتے ہیں اس کی یہ خبر عام ہونے لگتی ہے جس سے ان کا نفس خوب خوش ہوتا پھولتا ہے تحسین و توصیف کو پسند کرتا ہے حالانکہ آپؐ نے نوافل کے متعلق ارشاد فرمایا کہ گھروں میں پڑھا کرو اور بعض حضرات ہمیشہ روزہ دار ہونا ظاہر کرتے ہیں اور وہ لوگوں کی اس بات سے خوش ہوتے ہیں کہ فلاں صاحب کبھی روزہ نہیں چھوڑتا اور یہ بے وقوف نہیں سمجھتا کہ وہ لوگوں کے لئے یہ مشقت اٹھا رہا ہے اگر یوں کر لیتا کہ روزہ میں دو چار دن ناغہ کر لیتا لوگ اسے دیکھ کر روزہ دار کہنا چھوڑ دیتے اور یہ پھر روزہ شروع کر لیتا تو بہتر ہوتا ابراہیمؒ بن ادہم

بیمار ہوتے تو صحت کے ایام والا کھانا چھوڑ دیتے تھے اور ہم نے اپنے زہاد میں ایسے بھی دیکھے ہیں جو جمعہ کی صبح لوگوں کو نماز پڑھاتے ہیں اور معوذتین کی قرأت کرتے ہیں یہ اظہار مقصود ہوتا ہے کہ قرآن پاک ختم کیا ہے اور ان میں بعض غنی ہونے کے باوجود صدقات وصول کر لیتے ہیں اور یہ پرواہ نہیں کرتے کہ دینے والے اہل خیر ہیں یا غلط لوگ ہیں اور امراء کے پاس خود مانگنے چلے جاتے ہیں اور یہ بھی جانتے ہیں کہ ان کے مال کہاں سے آتے ہیں پس اللہ کا خوف کھانا چاہئے نیات کی اصلاح میں کہ اس قسم کے اکثر و بیشتر اعمال مردود ہیں مالکؒ بن دینار فرماتے ہیں کہ ایسے شخص کو جو مخلص نہیں ہے اور فکر بھی نہیں رکھتا یہ کہو کہ ریاکار کو معلوم ہونا چاہئے کہ اس کا مقصود اسے نہیں مل سکتا یعنی قلوب کا اسکی طرف میلان ہونا اس لئے کہ جو مخلص نہیں وہ محبت قلوب سے محروم ہوتا ہے اور اس کی طرف کوئی توجہ نہیں کرتا اور مخلص محبوب ہوتا ہے' اور ریاکار کو اگر علم ہوتا کہ جن لوگوں کو یہ دکھا رہا ہے ان کے قلوب اس کے قبضے میں ہیں جس کی یہ نافرمانی کر رہا ہے تو یہ ایسا نہ کرتا ہم نے بہت سے اون کا لباس پہننے والے اور عبادت و ریاضت کرنے والے دیکھے ہیں کہ ان کی طرف کوئی دھیان نہیں کرتا اور کئی خوش پوش ہنس مکھ ایسے ہیں کہ قلوب ان سے محبت کرتے ہیں ہم اللہ تعالیٰ سے اخلاص مانگتے ہیں جو باعث نجات ہے اور ایسی ریاء سے پناہ چاہتے ہیں جو اعمال کو تباہ کرتی ہے بے شک وہ قادر ہے۔

مؤمن تقدیر پر راضی ہوتا ہے

یہ بھی جہالت کا حصہ ہے کہ انسان کو مکلّف ہونے کا مقصد ہی معلوم نہ ہو سکے کہ اس کا مدار اغراض کے برعکس رکھا گیا ہے لہٰذا عاقل کو خلاف اغراض امور سے مانوس ہونا چاہئے پس اگر وہ کسی غرض کو حاصل کرنا چاہتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے اگر غرض پوری ہو گئی تو شکر کرے اگر مراد نہیں ملی تو طلب میں اصرار نہ کرے اس لئے کہ دنیا حصول اغراض کے لئے نہیں ہے اپنے نفس کو بتانا چاہئے کہ "عسی ان تکرھوا شیئاً وھو خیر لکم" ممکن ہے تم کسی چیز کو ناپسند سمجھو اور وہ تمہارے لئے خیر ہو اور یہ بہت بڑی جہالت ہے کہ غرض کا خلاف دیکھ کر اندر ہی اندر کڑھنے لگے اور کبھی دل ہی دل میں اعتراض بھی کرنے لگتا ہے اور کبھی کہتا ہے کہ میری غرض کا حصول کوئی مضر نہیں تھا پھر بھی دعا قبول نہ ہوئی یہ سب باتیں جہالت کی قلت ایمان اور حکمت کی تسلیم کے ضعف کی علامت

ہندستانی لائبریری
روشن پریم ... روڈ ...

ہیں بھلا ایسا کوئی ہے جس کی غرض پوری ہوئی اور پھر اس نے کوئی مشکل یا پریشانی نہیں دیکھی حضرت آدم علیہ ہیں جنہوں نے جنت کی بہاریں دیکھیں پھر وہاں سے نکالے بھی گئے۔ نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کے لئے دعا کی جو پوری نہ ہوئی خلیل علیہ السلام آگ کے امتحان میں سے گزرے اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کا امتحان آیا یعقوب علیہ السلام نے بیٹے کی گمشدگی دیکھی ایوب علیہ السلام نے مصیبت جھیلی غرض سب انبیاء کے لئے یہی صورت حال رہی اور ہمارے نبی ﷺ کو بھوک تکلیف اور زندگی کی تلخیاں جو پیش آئیں وہ سب کو معلوم ہیں غرض دنیا تو ہے ہی ابتلاء کے لئے لہذا عاقل کو چاہئے کہ اپنے نفس کو صبر کا عادی بنائے اور یہ جان رکھے کہ جو مراد حاصل ہو گئی وہ اس کا لطف و کرم ہے اور جو حاصل نہیں ہوئی وہ دنیا کی اصل اور فطرت کے موافق ہے جیسا کہ کہا گیا ہے یہ دنیا پریشانیوں اور تلخیوں سے مخلوط بنائی گئی ہے اور تو اسے تکالیف اور بدمزگیوں سے صاف لینا چاہتا ہے اور زمانے کو اس کی طبیعت کے خلاف پابند کرنے والا۔ پانی میں آگ کا انگار رکھنا چاہتا ہے اور ایسے مواقع پر ہی ایمان کی قوت اور ضعف واضح ہوتا ہے مومن کو چاہئے کہ اس مرض کی دوا استعمال کرے یعنی مالک کی تسلیم اور حکمت کا فیصلہ اور یوں کہے کہ خود سید کل ﷺ کو فرمایا گیا ہے۔ ”لیس لک من الامر شیء“ کہ آپ کو کسی شے کا اختیار نہیں ہے اور اپنے نفس کو یوں تسلی دے کہ مطلوب کا نہ دینا اس کے بخل کی وجہ سے نہیں بلکہ مصلحت اور حکمت کی وجہ سے ہے جو مجھے معلوم نہیں ہے اپنی اغراض سے صبر کرنے والے کو اجر ملے گا اور اللہ تعالیٰ تسلیم و رضا والوں کو جانتے ہیں اور پھر یہ بھی ہے کہ ابتلاء کا زمانہ قلیل ہے اور اغراض جمع ہو رہی ہیں عنقریب سب مل جائیں گی اس سے یوں لگے گا جیسے اندھیرے سے روشنی میں آگیا اور اجر کی فجر طلوع ہوتے دکھائی دینے لگی اور جب فہم کچھ ترقی کر کے اس مقام پر پہنچتی ہے کہ جو کچھ ہو رہا ہے وہ حق سبحانہ و تعالیٰ کی مراد اور مطلوب ہے تو اس کے ایمان کا تقاضہ یہ ہوگا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی مراد ہی کو چاہنے لگے گا اور اس کی تقدیر پر راضی ہو جائے گا اس لئے کہ اگر ایسا نہ ہو تو در اصل وہ حقیقت عبودیت ہی سے خارج ہے اور یہ ایسا اصول ہے جس میں غور کرنا چاہئے اور ہر خلاف غرض صورت حال میں اس پر عمل کرنا چاہئے۔

علماء کی پاکبازی

میں نے بہت سے علماء اور واعظین دیکھے کہ دنیا ان پر تنگ ہوتی ہے اور وہ مالی

مفادات کے لئے سلاطین کی مجالس کی پناہ لیتے ہیں حالانکہ انہیں معلوم ہوتا ہے کہ سلاطین دولت کو اس کے صحیح طریق سے کم ہی لیتے ہیں اور نہ ہی اس کے حق پر لگاتے ہیں چنانچہ اکثر ایسے ہیں کہ جب خراج جمع ہوتا ہے تو مصالح اور مصارف پر لگانے کے بجائے قصیدہ خوانوں کو بخشش کر دیتے ہیں اور کبھی ایک سپاہی ساتھ ہوتا ہے جس کو بمشکل دس دینار مشاہرہ ملنا چاہئے مگر اسے دس ہزار دیدیتے ہیں کبھی کسی غزوہ میں گئے اور جو مال لشکر میں تقسیم ہونا چاہئے وہ اپنے لئے مختص کر لیتے ہیں یہ ان مظالم کے سوا ہے جو معاملات میں پائے جاتے ہیں اور اس عالم پر سب سے پہلا اثر یہ ہوتا ہے کہ اپنے علم کے نفع سے محروم ہو جاتا ہے کسی مرد صالح نے ایک عالم کو یحییٰ بن خالد برمکی کے گھر سے نکلتے دیکھا تو کہنے لگے "میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں ایسے علم سے جو نفع نہ دے" اس نے پوچھا یہ کیوں فرمایا کہا تو منکرات کو نہیں دیکھتا؟ اور ان پر نکیر نہیں کرتا اور تو ان کے کھانے کھاتا ہے جو ظلم ہی کے راستے سے آتے ہیں جس سے دل بے نور ہو جاتا ہے اور حق تعالی کے ساتھ سے محروم ہو جاتا ہے پھر تیرے مقدر میں یہ نہیں رہتا کہ تیرے ذریعہ سے کوئی ایک ہدایت پالے بلکہ بسا اوقات یہ فعل لوگوں کی گمراہی کا سبب بنتا ہے اور اس کی اقتداء سے ہٹ جانے کا پس وہ اپنا بھی نقصان کرتا ہے اور اپنے امیر کا بھی کیونکہ وہ یوں کہتا ہے کہ اگر میں صحیح نہ ہوتا تو فلاں عالم میری مجلس میں شریک نہ ہوتے یا مجھ پر نکیر کرتے اور عوام کا نقصان یوں ہوتا ہے کہ وہ امیر کے طور طریقوں کو صحیح سمجھنے لگتے ہیں یا ان کے دلوں میں دنیا کی محبت آجاتی ہے اور خدا کی قسم دنیا کی اس وسعت میں کوئی خیر نہیں جو آخرت کے طریق میں زنگ پیدا کرے اور میں ان لوگوں پر فدا ہوں جو عمر بھر خواہشات کی دوپہر میں دنیا کی پیاس پر صابر رہے حتی کہ وہ موت کے دن شراب رضا سے سیراب ہوئے اور آج بھی ان کے تذکرے پیاسے قلوب کو سیراب کرتے ہیں اور ان کے زنگ کو صاف کرتے ہیں یہی امام احمدؒ بن حنبل ہیں جو ضرورت کے وقت گندم کے خوشے تو چن لیتے تھے مگر سلطان کا مال قبول نہ فرماتے۔ ابراہیم الحربی جو سبزی کے پتوں سے گزر اوقات کر لیتے تھے اور معتصم کے ہزار دینار کا ہدیہ واپس کرتے تھے۔ بشر حافیؒ کو بھوک تنگ کرتی تھی لوگ کہتے کہ آپ کے لئے آٹے کا ملیدہ بنا لیں تو فرماتے ڈر آتا ہے کہ اگر سوال ہو گیا کہ آٹا کہاں سے آیا تھا واللہ ایسے لوگوں کے تذکرے ہمیشہ رہتے ہیں اور ان کا صبر یوں لگتا ہے جیسے معمولی اونگھ سی تھی اور مزے اڑانے والوں کی لذتیں جاتی رہیں بدن بوسیدہ ہو گئے اور دین میں ضعف آ گیا لہذا اے باتوفیق صبر ہی کی کوشش کر اور دنیا کی وسعت والوں پر رشک نہ کر کیونکہ

اس وسعت میں ذرا غور کرے گا تو اس میں تجھے دین کی تنگی دکھائی دے گی اور اپنے نفس کو تاویل کے لئے ڈھیل مت دینا کہ دنیا میں تری عمر قلیل ہے اور شاہ کسریٰ کا پر مسرت اور اہل صبر کا ٹوٹا پھوٹا دن گزرنے کے بعد یکساں ہو جاتے ہیں اور نفس قلت صبر کی وجہ سے بے چین ہونے لگے تو اسے زاہدوں کے قصے سناؤ اس سے سکون ہو گا حیا آئے گی انکسار و عاجزی پیدا ہو گی اگر اس میں کچھ ہمت یا بیداری ہوئی۔

خواہش کے وساوس

لوگوں کے حالات پر نظر کریں تو اکثریت ایسے لوگوں کی ہے جو عبدیت کے طوق سے آزاد ہو رہے ہیں وہ کوئی حکم مانتے ہیں تو عادت کے بطور یا جو ان کی اغراض کے اتنا خلاف نہ ہو کہ ایذاء قلبی کا باعث بنے...... چنانچہ اکثر سلاطین فاسد ذرائع سے مال حاصل کرتے ہیں اور نامناسب مواقع پر لگا دیتے ہیں جیسے کہ وہ خود اس کے مالک ہیں اور وہ اس اللہ کا مال نہیں ہے جس کے نام سے غزوہ کیا اور غنیمت حاصل کی ہے بس اسے اپنے لئے مختص کر لیا یا جیسے چاہا احباب و اصحاب میں بانٹ دیا اور علماء حضرات اپنے فقر و طمع کی قوت و شدت کی وجہ سے ان کے موافق ہو جاتے ہیں اور ان کی لڑی میں منسلک ہو جاتے ہیں اور تاجر لوگ عقود فاسدہ پر لگے ہوئے ہیں اور عوام معاصی میں اور شریعت کی جانب سے لاپرواہی میں غرق ہیں کوئی غرض فوت ہو جائے تو یوں بھی کہہ لیتے ہیں کہ نماز پڑھنے کا ارادہ نہیں ہے (خدا نہ رحم کرے ان پر) زکوٰۃ دینا بند کر رکھا ہے امر بالمعروف چھوڑا ہوا ہے بعض لوگوں کو گرفت کی تاخیر نے دھوکہ میں ڈالا ہے اور بعض معافی کا یقین لئے بیٹھے ہیں اور اکثر کا ایمان متزلزل ہو چکا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حالت اسلام خاتمہ فرمائیں آمین

صبر کا انجام جمیل ہے

ایک عیال دار تنگ دست کے دین کی سلامتی عجائبات میں سے ہے اس کی مثال پانی کی طرح ہے جس کے آگے بند باندھ دیا جائے تو وہ اندر ہی اندر سے اسے کمزور کرتا رہتا ہے حتی کہ شگاف پڑ جاتا ہے یہی حالت تنگدست عیالدار کی ہے کہ وہ حیلہ و تدبیر کرتا ہے جب حلال نہ حاصل کر سکے تو مشتبہ مال کی رخصت ڈھونڈتا ہے اور دینداری اگر کمزور ہوئی تو حرام کی طرف ہاتھ بڑھا دیتا ہے لہٰذا مومن کو چاہئے کہ کسب مال میں کمی محسوس کرے تو نکاح سے بچنے کی کوشش کرے اور صاحب اولاد ہو تو اخراجات میں کمی اور تھوڑے پر قناعت

کی محنت کرے اور جو لوگ اصحاب کسب نہیں ہیں جیسے علماء اور صوفیاء حضرات تو ان کی اپنی سلامتی ایک عجوبہ ہے کہ سلاطین کے وظائف اور عوام کے عطیات ان کے لئے ختم ہو چکے ہیں کثرت عیال کے بعد ان پر جاہلوں سے بھی بڑھ کر خطرات کا اندیشہ ہوتا ہے لہذا ان میں سے اگر کوئی تحریر و تصنیف وغیرہ کے ذریعہ کسب کر سکے تو کوشش کرے اور اخراجات میں کمی اور قلیل پر قناعت کا مجاہدہ کرے اس لئے کہ اس دور میں جو رخصت تلاش کرے گا تو حرام ہی میں پھنسے گا کیونکہ وہ اہل ظلم سے اپنی وضعداری اور زہد کے ذریعہ سے لے گا' اور کسی کے پاس اگر مال ہے تو اس کے تحفظ اور بڑھانے کی فکر کرے کہ اب ایثار کرنے والا اور قرض دینے والا کوئی نہیں رہا کہ سب لوگ تقریباً مال پرست بن گئے ہیں گویا اسے معبود بنا رکھا ہے لہذا اپنے مال کا جو تحفظ کرتا ہے وہ اپنے دین کو بچا سکتا ہے اسے ان جاہلوں کی طرف توجہ نہ کرنی چاہئے جو مال کو نکالنے کا حکم دیتے ہیں کہ اب وہ وقت نہیں رہا یقین جانو کہ جب تک دل جمعی نہ ہوگی نہ علم حاصل ہوگا نہ عمل اور نہ ہی عظمت الٰہیہ کا مراقبہ نصیب ہوگا...... متقدمین حضرات کو کئی طرح سے دلجمعی حاصل تھی پہلی اور بڑی بات یہ کہ ان کو بیت المال سے سالانہ وظیفہ ملتا تھا جو حاجت سے زائد ہوتا تھا اور بعض کے پاس اپنا مال ہوتا جسے تجارت میں لگاتے تھے جیسے سعید بن المسیب' سفیان اور ابن المبارک رحمہم اللہ تعالیٰ اس طرح سے ان کو جمعیت خاطر حاصل تھی اور حضرت سفیان اپنے مال کے بارے میں فرمایا کرتے: اگر تو نہ ہوتا تو یہ (امراء و سلاطین) مجھے ہاتھ کا رومال بنا لیتے عبداللہ بن مبارک کا کچھ سامان گم ہو گیا تو رو کے فرمانے لگے کہ وہ میرے دین کے لے سہارا تھا اور ایک جماعت اپنے احباب واخوان کے عطیات پر مطمئن تھی جو کبھی احسان نہ جتاتے تھے۔ ابن المبارک فضیل کے ہاں ہدایا بھیجا کرتے تھے اور لیث بن سعد اکابر حضرات کی تلاش میں رہتے۔ چنانچہ امام مالک کو ہزار دینار ابن لہیعہ کو ہزار دینار منصور بن عباس کو ہزار دینار اور جاریہ کو تین سو دیئے یہ سلسلہ چلتا رہا تا آنکہ اس کے انقطاع کا وقت آن پہنچا سلاطین کے عطایا کم ہو گئے۔ ایثار پیشہ احباب جاتے رہے مگر اس قلیل قلیل کے ذریعے سے بھی زمانہ کے شدائد کا مقابلہ ہوتا رہا اور اب ہمارے دور میں تو تمام کے تمام ہاتھ بند ہو چکے ہیں حتیٰ کہ وہ لوگ بھی کم رہ گئے جو زکوۃ واجبہ ادا کرتے ہیں تو ان علماء و زہاد کو دلجمعی کہاں سے آئے جو عمل میں لگنا چاہتے ہیں ان کی تو دن رات کی فکر اسباب معاش میں لگی رہتی ہے جبکہ وہ اس راہ کے لوگ نہیں اور نہ ہی راہ سے واقف ہیں ہم نے دیکھا کہ اس صورت حال نے سلاطین و امراء کے پاس جانے پر اور غیر صالح مال لینے کی

گنجائش نکالنے پر انہیں مجبور کیا اور زہد نما لوگوں کو حصول دنیا کے لئے تکلف اختیار کرنے کی حاجت پڑی پس اے اپنے دین کی حفاظت کا عزم رکھنے والے! اللہ کا دھیان رکھ! میں دوبارہ تاکید سے کہتا ہوں کہ مشقت کم کر دے جہاں تک ممکن ہے تعلقات میں کمی کر اور اپنے موجود مال کی حفاظت کر کہ وہ تیرے دین کی حفاظت کا ذریعہ ہے میری اس تشریح کو خوب سمجھ لے اگر نفس اپنی خواہشات کے لئے بے قرار ہونے لگے تو اسے کہو کہ اگر ایمان ہے تو صبر کر لو اور اگر دین کے عوض فانی مال لینے کا ارادہ کیا ہے تو اس کا فائدہ کیا ہے اور ان علماء کے حالات میں غور کرو جنہوں نے غلط ذرائع سے مال جمع کیا اور فریب کاروں کو دیکھو کہ دین تو رخصت تھا ہی دنیا بھی جاتی رہی اور علماء صادقین کے حالات پر نظر کر جیسے امام احمدؒ اور بشرؒ کہ زمانہ گزر گیا مگر ان کا حسین تذکرہ بدستور جاری ہے۔ حاصل کلام ہے "ومن یتق اللہ یجعل له مخرجا ویرزقه من حیث لایحتسب" کہ جو اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے مشکل سے نکلنے کا راستہ بناتے ہیں اور ایسی جگہ سے اسے رزق عطا فرماتے ہیں جہاں سے اس کا گمان بھی نہیں ہوتا اور اللہ تعالیٰ کے رزق کی یہ صورت بھی کبھی ہوتی ہے کہ آزمائش پر صبر آسان کر دیا جاتا ہے اور وقت کٹ جاتا ہے اور صبر جمیل کا انجام بھی جمیل ہے۔

اکابر کا صبر

میرے پاس ایک شخص نے بیوی کے ساتھ اپنے بغض کا ذکر کیا پھر کہنے لگا کہ چند وجوہ کی بنا پر میں اسے علیحدہ بھی نہیں کر سکتا مثلاً وہ دین میں مجھ سے فائق ہے اور میں قلیل الصبر ہوں۔ شکوہ شکایت میں زبان بھی قابو میں نہیں رہتی۔ میری چند ایک باتوں سے اس کے ساتھ میرا بغض تجھے معلوم ہو جائے گا۔ میں نے کہا ان باتوں کا کچھ فائدہ نہیں ہر کام اس کے طریق سے ہوتا ہے۔ بہتر ہے کہ تو تنہائی میں بیٹھ کر یہ خیال کرے کہ میرے گناہوں کی وجہ سے وہ مجھ پر مسلط کی گئی ہے لہٰذا خوب عذر معذرت اور توبہ کر قلق واضطراب کا اور اسے تکلیف دینے کا کوئی فائدہ نہیں جیسا کہ حسن بن الحجاج کا قول ہے کہ یہ تمہارے لئے منجانب اللہ عقوبت ہے لہٰذا اس کی عقوبت کا مقابلہ تلوار کے ساتھ مت کرو بلکہ استغفار کے ساتھ کرو اور یہ بھی خیال کر کہ تو ایک مبتلا کی حیثیت رکھتا ہے صبر کرنے پر تجھے اجر ملے گا عسی ان تکرھوا شیئاً وھو خیرلکم کہ ممکن ہے تم کسی شی کو مکروہ سمجھو اور وہ تمہارے لئے بہتر

برائے مہربانی ورق نہ موڑیں

ہو بس اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کے فیصلہ پر صبر کا معاملہ کر اور فراخی اور رہائی مانگتا رہ اور جب تو توبہ و استغفار کرتا رہے گا قضاء پر صبر اور کشادگی کی دعا کرے گا تو تجھے تین طرح کی عبادتیں ملیں گی اور ہر ایک پر اجر ہوگا اور بے فائدہ چیز پر وقت ضائع مت کر اور اس خیال سے کبھی تدبیر نہ کر کہ تو تقدیر کو ٹال لے گا۔ "و ان یمسسك الله بضر فلا کاشف له الاهو" اور اگر اللہ تعالیٰ تجھے کوئی مضرت دیں تو اس کے سوا کوئی اسے ہٹانے والا نہیں ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ "ابو یزید" کے مکان پر ایک سپاہی نے پڑاؤ کیا وہ آئے تو اسے دیکھ کر کھڑے ہو گئے اور اپنے ایک ساتھی سے کہنے لگے کہ فلاں کمرے میں جاؤ وہاں تازہ مٹی پڑی ہوئی ہے جو مشتبہ طریق سے آئی ہے اسے اکھاڑ کے باہر پھینک دو اس نے مٹی باہر نکالی اور ادھر سپاہی بھی نکل گیا باقی عورت کو ایذا دینے کی کوئی وجہ نہیں کیونکہ وہ تو مسلط ہے لہذا تجھے کچھ اور کرنا چاہئے......

بعض سلف سے منقول ہے کہ ایک شخص نے اسے گالی دی وہ زمین پر رخسار رکھ کر دعا مانگنے لگے اے اللہ میرا وہ گناہ معاف فرمادے جس کی وجہ سے تو نے اس کو مجھ پر مسلط فرمایا ہے آدمی کہنے لگا کہ وہ عورت مجھ سے حد سے زیادہ محبت رکھتی ہے میری بہت خدمت کرتی ہے مگر اس کا بغض میری طبیعت میں گھرا ہوا ہے میں نے کہا تو پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ساتھ اس پر صبر کر کے معاملہ کر ثواب ملے گا ابو عثمان نیشاپوری سے کسی نے پوچھا تیرا کون سا عمل ہے جس کی تجھے زیادہ امید ہے کہنے لگا میں نوعمری میں تھا گھر والے میرے نکاح کی کوشش میں تھے اور میں انکار کرتا تھا اچانک ایک عورت میرے پاس آئی اور کہنے لگی "ابو عثمان! مجھے تجھ سے محبت ہے اور میں اللہ کے نام پر کہتی ہوں کہ مجھ سے نکاح کر لے میں نے اس کے والد کو بلایا جو فقیر تھا اس نے بڑی خوشی سے میرا نکاح اس کے ساتھ کر دیا اور جب وہ میرے گھر آئی میں نے دیکھا کہ وہ کانی ہے لنگڑی ہے بدشکل ہے اور میرے ساتھ محبت کیوجہ سے مجھے باہر نکلنے سے بھی روکتی تھی اور میں اس کی دلداری کیلئے گھر بیٹھا رہتا تھا اور ذرا بھی بغض و ملال ظاہر نہ کرتا تھا میرے اعمال میں اس کی دل داری سے بڑھ کر کوئی عمل نہیں جس کی میں امید رکھتا ہوں میں نے اس سے کہا کہ مردیوں کیا کرتے ہیں۔ ایک جنگلی شخص شور کرے بے چینی دکھائے بغض ظاہر کرے اس کا کیا فائدہ ؟ اس کا طریق وہی ہے جو میں ذکر کر چکا توبہ۔ صبر۔ اور کشادگی کی دعا اور ان گناہوں کو یاد کر جن کی یہ سزا ہے اور اس میں کوشش کر پھر اگر کچھ آسانی مل گئی تو بات ختم ورنہ قضاء پر صبر کرنا عبادت ہے اور اس کے سامنے اپنی محبت کا اظہار کر خواہ تکلف ہی سے ہو اگر دل میں نہ بھی ہوئی تو اس طرح ہو جائے گی قید کوئی گناہ نہیں

جس پر ملامت ہو اپنا شغل تو قید کرنے والے کے ساتھ قائم رہنا چاہئے والسلام۔

لوگوں کے پاس بیٹھنے کے نقصانات

اس میں شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ پر اور اس کے احکام پر ایمان رکھنے والا دل اس کے ذکر پر طاعت پر اور احکام کی بجاآوری پر لگنے کا محتاج ہے اور اس کیلئے یکسوئی کی ضرورت ہے اور طبیعت میں خواہشات کیلئے جو کشش رکھ دی گئی ہے یکسوئی کو ختم کرنے کے لئے وہی بہت ہے لہذا انسان کو یکسوئی کیلئے محنت کرنی چاہئے تاکہ اس کا قلب ذکر اللہ کیلئے احکام بجالانے کیلئے اس کی ملاقات کی تیاری کیلئے متوجہ ہو سکے اور یہ رکاوٹوں کو ختم کرنے سے حاصل ہوگی مشاغل سے فراغ کے ساتھ حاصل ہوگی موانع اور رکاوٹیں تمام کا ختم ہونا ممکن نہیں لہذا جس قدر ممکن ہے اتنی ختم کی جائیں اور میں نے دو چیزوں سے بڑھ کر افکار کو پریشان اور دلجمعی کو ختم کرنے والی کوئی اور چیز نہیں دیکھی ایک تو یہ کہ نفس جس مرغوب چیز کا مطالبہ کرے اس کی اطاعت کی جائے اور اس کی کوئی حد نہیں دین جاتا رہے گا دنیا برباد ہو جائے گی مگر نفس کی مرادیں ناتمام ہوں گی مثلاً حسیناؤں کا شوق یا مال جمع کرنے کا یا ریاست و سرداری کا تقاضہ وغیرہ وغیرہ پس ہائے افسوس ان بکھری مرادوں پر جنہیں کوئی جمع کرنے والا نہیں عمر تمام ہو جاتی ہے مگر ان کا کچھ حصہ بھی میسر نہیں آتا دوسری چیز لوگوں کی مجالست ہے خصوصاً عوام الناس کی اور بازار کی آمد و رفت کہ طبیعت مرغوبات کے تقاضے میں لگ جاتی ہے اور دنیا سے جانا بھول جاتی ہے طاعت میں سستی کرنا۔ بے کار' غافل پڑے رہنا آرام پسند ہونا محبوب ہو جاتا ہے لوگوں سے میل ملاپ رکھنے والے کو علم اور عبادت میں لگنا بہت گراں لگتا ہے اور میل جول میں رہتے رہتے غیبت کرنا سننا معمول بن جاتا ہے اور بے فائدہ وقت ضائع ہوتا رہتا ہے لہذا دل جمی چاہنے والے کو تنہائی لازم ہے جہاں کسی کی آواز نہ سنے تب قلب اپنے معارف کیلئے فارغ ہوگا اور نفس کو کوئی رفیق خواہش وغیرہ کا سامان ملے گا جو اس کی مرغوبات یاد دلا سکے اور کبھی ملاقات کیلئے مجبور ہو تو معمولی وقت کیلئے جیسے مینڈک گھڑی بھر کو باہر ہوا میں آتا ہے پھر پانی میں واپس چلا جاتا ہے یہ سلامتی کا طریق ہے اس کے فوائد میں غور کرو اچھے رہو گے۔

زمانے کو کچھ نہ کہو

میری آنکھ نے مخلوق میں اس سے بڑی آفت اترتے نہیں دیکھی کہ وہ زمانے کو برا بھلا کہتے ہیں اور عیب لگاتے ہیں جاہلیت میں یہ کام ہوتا تھا پھر آنحضرت ﷺ نے اس سے منع فرمایا ارشاد مبارک ہے۔

"زمانے کو برا مت کہو کیونکہ اللہ تعالیٰ دھر ہے"۔ مطلب یہ ہے کہ جو تمہارے اطمینان کو پریشان کر دے اہل و عیال پر موت واقع کرے اس کو کوستے ہو اور زمانے کی طرف اس کی نسبت کرتے ہو حالانکہ ان چیزوں کا خالق و فاعل اللہ تعالیٰ ہے مجھے تعجب ہے کہ بیمار لوگوں کو یہ حال کیسے معلوم ہوا کہ یہ اسی بات پر قائم ہیں جس پر اہل جاہلیت قائم تھے ذرہ بھی نہ بدلے حتی کہ اپنے خیال میں ادیب فہیم و فطین کہلانے والے جمع ہوتے ہیں اور ان کا مشغلہ دھر (زمانہ) کی مذمت کے سوا کچھ نہیں ہوتا اور کبھی توبہ توبہ اللہ تعالیٰ کو دنیا قرار دے کر کہتے ہیں کہ دنیا نے یہ کیا یہ بنایا وغیرہ حتی کہ ابوالقاسم الحریری کو دیکھا کہ وہ بھی کہہ رہا ہے۔ "اور جب کہ زمانہ ہی اندھا ہو گیا جو ابوالوریٰ کہلاتا ہے بھلائی سے اپنے اطراف و مقاصد میں تو میں بھی اندھا بن گیا ہوں حتی کہ مجھے اندھا کہا گیا ہے" اور اس میں کوئی تعجب نہیں اگر بیٹا باپ کے نقش قدم پر چلنے لگے اور میں نے دیکھا کہ لوگ ایسوں کو فقہاء اور اہل فہم سمجھتے ہیں اور ایسی باتوں سے وحشت محسوس نہیں کرتے اور یہ لوگ اگر دھر سے زمانہ کے بیتنے کو مراد لیتے ہیں تو اس کے پاس کچھ اختیار ہے نہ مراد نہ یہ رشد کو سمجھتا ہے نہ ضلال کو جانتا ہے اور نہ ہی یہ لائق ملامت ہے کہ یہ تو زمانہ ہے جو خود تحت التدبیر ہے، مدبر نہیں ہے خود اس میں تصرف ہوتا ہے یہ کسی میں تصرف نہیں کرتا اور کسی صاحب عقل کے متعلق یہ گمان ممکن نہیں کہ وہ یہ اشارہ دے کہ یہ جس کی مذمت ہو رہی ہے جو رشد سے اعراض کرنے والا میرے لئے حکم دینے والا وہ زمانہ ہے...... لہذا ایسی صورت باقی رہ گئی کہ قوم حلقہ اسلام سے خارج ہو گئی ہے اور ان قبائح کو صانع کی طرف منسوب کرتی ہے اس پر انہوں نے قصور حکمت اور غیر صحیح افعال کا عقیدہ بھی اس میں قائم کیا جیسا کہ ابلیس نے تفضیل آدم میں یہی عقیدہ اپنایا تھا اور ان لوگوں میں واس زیغ (کجروی) کے ہوتے ہوئے اسلامی عقاید اور عمل صلوٰۃ کا کوئی فائدہ نہیں بلکہ یہ کفار سے بھی بدتر ہیں۔

فرصت غنیمت ہے

عام انسانوں میں اور خود اپنے اندر عجیب بات جو میں نے دیکھی ہے وہ اپنے پاس موجود چیز سے غفلت کا میلان ہے جبکہ عمر کا قلیل ہونا بھی معلوم ہے اور یہ کہ وہاں پر اجر کی زیادتی یہاں کے عمل کے بقدر ہے پس اے چھوٹی عمر والے اپنے ایک دن کو بھی غنیمت سمجھ اور کوچ کی گھڑی کا انتظار رکھ اور اپنے دل کو ان چیزوں سے بچا کے رکھ جن کے لئے وہ پیدا نہیں ہوا تلخیوں پر اپنے نفس کو آمادہ کر انکار کرے تو جبر کر اس کی رسی کو طول مت دے کہ تو صرف چراگاہ تک ہے اور جو شخص میدان کی دو پاٹوں کے درمیان ہو وہ اس کے سوا کچھ اور سوچنے لگے تو کتنا قبیح ہے۔

لوگوں سے تحفظ

اس کتاب میں یہ بات میں خوب لکھ چکا یعنی اپنے راز کی حفاظت اور لوگوں کے سامنے نامناسب امور میں بے تکلف ہو جاتے ہیں اور کسی دوست یا سلطان کے بارے میں کچھ کہہ بیٹھتے ہیں اس خیال سے کہ یہ اس سلسلہ میں نقصان دہ نہیں ہے مگر وہی اس کی ہلاکت کا سبب بن جاتا ہے لہذا میں ایک خالی ذہن پاک دل کو وصیت کرتا ہوں جو لوگوں میں خیر کا ظن رکھتا ہے کہ لوگوں سے احتراز رکھے اور مخلوق کے بارے کوئی ایسا کلمہ نہ کہے جو ان کے مناسب حال نہیں ہے اور دوستی یا دینداری ظاہر کرنے والے سے دھوکہ نہ کھائے کہ خباثت عام ہو چکی ہے۔

مقام فکر

میں نے اکثر لوگوں کی عبادات میں غور کیا تو انہیں عادات پایا اور اہل فکر لوگوں کی عادات در حقیقت عبادات ہوتی ہیں۔ چنانچہ ایک غافل شخص عادۃ سبحان اللہ کہتا ہے اور بیدار اور ہوشیار آدمی کی فکر عجائبات مخلوق یا عظمت خالق میں لگی رہتی ہے اور اسی کے اثر سے وہ سبحان اللہ کہتا ہے...... ایک انسان انار میں غور کرتا ہے اس کے دانوں کی قطار دیکھتا ہے اور اوپر جھلی کا پردہ دیکھتا ہے کہ تازگی قائم رہے اور دانے کی ہڈی پر پانی کو قائم رکھنا اور ان سب کے اوپر سخت چھلکا جو ان کی حفاظت کرتا ہے اسی طرح انڈے کے اندر بچے کی تصویر کشی اور رحم مادر میں انسان کو بنانا وغیرہ وغیرہ مخلوقات کو جب دیکھتا ہے تو یہ فکر اسے خالق کی تعظیم پر

آمادہ کرتی ہے اور وہ سبحان اللہ کہتا ہے اور اس کی یہ تسبیح اس کے فکر کا نتیجہ ہے یہ بیدار اور ہوشیار لوگوں کی تسبیح ہے بس ان کے افکار متحرک رہتے ہیں اور تسبیحات کے ذریعہ ان کی عبادات بنتی رہتی ہیں اسی طرح وہ گذشتہ گناہوں کی قباحت میں بھی غور کرتے ہیں جس سے قلب میں قلق اور نفس میں ندامت پیدا ہوتی ہے جس کے نتیجہ میں وہ استغفر اللہ کہتا ہے یہ ہے تسبیح اور استغفار اور غافل لوگ یہ کلمات بطور عادت کہتے ہیں اور دونوں میں بہت فرق ہے۔

خلق سے یکسوئی

عبادت' زہد اور اشتغال مع اللہ میں صفائی اور جلا مخلوق سے کلی انقطاع کے بغیر نہیں آتی اس طرح کہ وقت ضرورت مثلاً جمعہ اور جماعت کی نماز کے علاوہ کسی کو دیکھے نہ آواز سنے اور اوقات ضرورت میں بھی احتیاط رکھے اور اگر عالم ہے لوگوں کو نفع دینا چاہتا ہے تو ایک وقت مقرر کرلے اس میں بھی بے مقصد کلام سے پرہیز کرے مگر جو شخص آج کل بازاروں میں چلتا اور خرید و فروخت کرتا ہے منکرات اور قباحتوں کو دیکھتا ہے تو وہ دل کو بے نور کیئے بغیر گھر واپس نہ آئے گا۔ لہذا مرید کیلئے یہی لائق ہے کہ صحرا یا قبرستان کی طرف نکلے...... اسلاف میں ایسے حضرات تھے جو محتاط رہتے ہوئے خرید و فروخت کرتے تھے مگر پھر بھی مخلوق سے یکسوئی کے بغیر انہیں وقت کی صفائی میسر نہ آئی۔ حضرت ابو درداءؓ فرماتے ہیں کہ میں نے عبادت و تجارت کو اکٹھا کیا مگر وہ جمع نہ رہ سکیں تو میں نے عبادت کو اختیار کرلیا اور حدیث شریف میں ہے: بازار غفلت اور لغو گوئی کا ذریعہ ہیں لہذا جو شخص پرہیز پر قادر ہے اور اولاد کیلئے کسب معاش میں میل جول پر مجبور ہے تو اسے ایسی پرہیز کرنی چاہئے جیسے کانٹوں میں چلنے والا کرتا ہے اور سلامتی پھر بھی بعید ہے۔

شبہات سے دور رہنا

جس شخص کو پاکیزہ قلب اور لذت مناجات نصیب ہوئی اسے اپنی حالت کی حفاظت کرنی چاہئے اور تبدیلی سے بچاؤ رکھے اور حال کی بقا اور دوام تقویٰ کے دوام سے آتا ہے مجھے بھی پاکیزہ قلب اور لذیذ مناجات نصیب ہوئی تھی کہ ایک صاحب منصب نے کھانے پر بلالیا انکار مشکل تھا چلا گیا اور کھانا کھالیا جس کی تلخیاں سختیاں خوب یاد ہیں جو نقد دیکھنی پڑیں اور مدت تک مسلسل رہیں دل پر غصہ آتا تھا اور اپنے حال احوال سب گنوا بیٹھا۔ دل ہی میں

ایک دن کہا کہ میں تو ایک مجبور کی طرح تھا سوچنے پر جواب ملا کہ حکم کی رعایت چند لقموں کے ذریعہ ممکن تھی لیکن تاویل نے طعام رغبت بنا کر قدر رعایت سے کہیں زیادہ کر دیا۔ نفس بولا اس بات کا یقین کہاں تھا کہ یہ کھانا حرام ہے۔ مگر احتیاط نے جواب دیا کہ شبہات سے پرہیز پھر کیا ہوئی۔ پس جب تاویل کے ذریعہ لقمہ کھایا اور طبیعت نے لذیذ سمجھا تو ضیاع قلب کیلئے دو باتیں جمع ہو گئیں "فاعتبروا یااولی الابصار" بصیرت والو عبرت حاصل کرو۔

عبرت واعتبار

مومن کا دھیان آخرت میں لگا رہتا ہے اور دنیا کی ہر چیز اسے آخرت کی طرف متوجہ کرتی ہے اور کوئی شے اسے غافل کر دے تو اس کی ہمت وارادہ پھر متوجہ کر دیتا ہے کیا تجھے معلوم ہے! کہ مختلف قسم کے صنعتکار جب کسی آباد گھر میں داخل ہوتے ہیں تو کپڑے کا کاروبار کرنے والا اس کے فروش اور پردوں پر نظر ڈالتا ہے اور قیمت کا انداز لگاتا ہے بڑھی چھت کو دیکھتا ہے معمار دیواروں کو گھورتا ہے جولاہا کپڑوں کی ساخت پر نظر لگائے ہوئے ہے اور مومن جب تاریکی دیکھتا ہے تو قبر کی تاریکی یاد کرتا ہے کوئی تکلیف وہ چیز دیکھتا ہے تو عذاب کو یاد کرتا ہے کوئی پریشان کن آواز سنتا ہے تو نفخہ صور کو یاد کرتا ہے لوگوں کو نیند میں دیکھتا ہے تو قبور کے مردوں کی طرف دھیان کرتا ہے کوئی لذت دیکھتا ہے تو جنت کو یاد کرتا ہے بس اس کی فکر اور سوچ وہاں کی اشیاء سے وابستہ ہے اور یہ چیز اسے ہر گناہ سے مصروف کیے ہوئے ہے اور اس کے ہاں سب سے بڑی چیز یہ ہے کہ وہ جنت میں بقاء دوام کا خیال کرتا ہے اور یہ کہ اس کی بقاء ختم ہونے والی نہیں زائل نہیں ہوگی اس میں کوئی بدمزگی نہیں آئے گی اور جب وہ ان سدابہار دائمی اور ابدی نعمتوں میں اپنے نفس کے لذتیں لوٹنے کا خیال کرتا ہے تو خوشی سے گویا اڑا جاتا ہے اور اس کی راہ میں آنے والی تکلیف بیماری آفات محبوبات ومرغوبات سے جدائی موت کا ورود اور اس کی تلخیاں یہ سب چیزیں آسان ہو جاتی ہیں جیسا کہ کعبہ کے مشتاق کیلئے ریت کے ٹیلے عبور کرنا اور عافیت کا شوقین دوا کی تلخی کی پرواہ نہیں کرتا اور وہ (مومن) جانتا ہے کہ وہاں کے ثمرات کی عمدگی یہاں کے بیج کی عمدگی پر ہے لہذا وہ بہتر سے بہتر کو اختیار کرتا ہے عمر کے موسم بہار میں کسی سستی کے بغیر فصل کاشت کرنے کو غنیمت سمجھتا ہے۔ پھر مومن دخول نار اور عذاب کا خیال کرتا ہے تو اس کی عیش بدمزہ ہو جاتی ہے اضطراب بڑھ جاتا ہے پس اس کے دونوں حال اسے دنیا ومافیہا سے مصروف رکھتے ہیں اور اس

کا دل کبھی شوق کے میدان میں حیران پھرتا ہے خوف کے صحرا میں آبادی کا رخ کبھی نہیں کرتا اور موت آنے لگتی ہے تو سلامتی کا ظن غالب ہو جاتا ہے اور نجات کی امید کرنے لگتا ہے جس سے وہ آسان ہو جاتی ہے اور جب قبر میں جاتا ہے اور فرشتے سوال کرنے کو آتے ہیں تو ایک دوسرے کو کہتے ہیں کچھ نہ کہو ابھی آرام کرنے کیلئے لیٹا ہے ہم اللہ تعالی سے کمال بیداری کا سوال کرتے ہیں جو ہمیں طلب فضائل پر لگائے اور رذائل سے منع کرے بس اس کی توفیق ہے اگر مل گئی وگرنہ خدا کی پناہ۔

حقیقت و صورت کا جمال

میں نے اپنے مولیٰ سبحانہ وتعالی کو دیکھا کہ وہ اپنی محبت و قرب کے لئے کامل کو پسند کرتا ہے میری مراد نقوش کا حسن نہیں صورت کا کمال اعتدال ہے اور معتدل شی حسن سے خالی نہیں ہوتی اور حسن باطن مزید برآں ہو جاتا ہے اور وہ کمال اخلاق ہے اور غلاظتوں کا زوال' پس اس کے باطن میں کوئی فساد اور خباثت نہیں ہوتی اور باطن بھی ایسا ہی حسین ہو جاتا ہے جیسا کہ ظاہر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جو بھی دیکھتا تھا محبت کرتا تھا اور ہمارے نبی ﷺ چودھویں کے چاند کی مانند تھے اور ولی کبھی سانولے رنگ کا ہوتا ہے لیکن وہ حسین صورت اور لطیف خوبیوں والا ہوتا ہے بس انسان جس قدر حسن صورت و کمالات رکھتا ہے اسی قدر اس کے اعمال ہوتے ہیں اور بارگاہ قدس کا قرب ان کی وجہ سے ہوتا ہے۔ بعض یوں جیسے دروازے کا خادم اور بعض دربان کی طرح اور بعض مقربین ہوتے ہیں اور کمال میں پورا اترنے والے خال خال ہوتے ہیں ممکن ہے پوری صدی میں کوئی ایک ہی ہو یہ اس کا ذکر ہے جو محنت سے حاصل ہوتے ہیں بلکہ محنت و مشقت ان کی برکت سے ملتی ہے اس لئے کہ جب کمالات آتے ہیں تو اپنی کمی کے بقدر محنت پر آمادہ کرتے ہیں دراصل یہاں کوئی حیلہ نہیں چلتا بلکہ فطرت و جبلت ہے کہ جب وہ کسی امر کے لئے تیرا ارادہ کرلے تو اس کے لئے تجھے تیار بھی کرتا ہے۔

خالق تعالی بے مقصد کام کرنے سے پاک ہے

میں نے ان لوگوں کو دیکھا جو عقل کے مدعی ہیں اور خالق کی حکمت پر اعتراض کرتے ہیں مناسب ہے کہ انہیں یہ کہا جائے کہ جس عقل و فہم کے ذریعہ تم اس کی حکمت پر اعتراض کرتے ہو کیا وہ اسی کی عطا نہیں؟ بھلا کیا اس نے تمہیں تو کمال دے دیا اور اپنے لئے

نقص کو پسند کیا ہے ؟ یہ وہ کفر محض ہے جو قباحت میں انکار سے بڑھ کر ہے ان سب کا امام ابلیس ہے جس نے اپنی عقل سے دیکھ کر کہ آگ کا جوہر مٹی کے جوہر سے افضل ہے خالق کی حکمت کو رد کر دیا اور بہت سے معترضین اسی ڈگر پر چل رہے ہیں جیسے ابن الراوندی البصری اور یہ مصری ملعون جو کہتا ہے کہ حجاج کو کم عقلی کا طعنہ کیسے دے سکتے ہیں جبکہ زمانے کے افعال اس سے بھی برے ہیں تیرا کیا خیال ہے کہ وہ اس زمانے کو کہہ رہا ہے ؟ ہرگز نہیں کیونکہ اوقات کا مرور (گزرنا) تو کوئی فعل نہیں کرتا یہ تو ذات باری پر تعریض ہے (معاذاللہ) اور وہ راحت حاصل کرنے کے خیال سے موت کے جلد آنے کی خواہش رکھتا تھا لوگوں کو نکاح اور عبادات چھوڑنے کی تلقین کرتا ہے۔ خلق کائنات میں سوا مشقت و تھکاوٹ کے کسی حکمت کا قائل نہ تھا (معاذاللہ) لہذا ان کے بوسیدہ ہو کر ختم ہو جانے کا قائل تھا اگر اس کی بات کو مان لیا جائے تو خلق کا عبث (بے مقصد) ہونا لازم آتا ہے اور حق تعالیٰ عبث سے منزہ اور پاک ہیں ارشاد باری ہے۔ "وما خلقنا السماء والارض و مابینھما باطلا" کہ ہم نے زمین وآسمان اور ان کے مابین جو کچھ ہے بے مقصد پیدا نہیں کیا بھلا وہ چیزیں جو ہمارے لئے بنائی گئیں جب وہ عبث نہیں تو خود ہم جو اس کی معرفت کے مورد و محل ہیں اس کے احکام کا مظہر ہیں ہم عبث بنائے گئے ہیں ؟ایسی جہالتیں ان لوگوں سے پھوٹتی ہیں جو عقول کے ان فیصلوں کو دیکھتے ہیں جن میں صرف ظاہر پر حکم ہوتا ہے مثلاً ایک عمارت کو دیکھا جو توڑی جارہی ہے اور عقل محض اتنا دیکھ کر حکمت کو نہیں مان سکتی اور اگر حکمت اسے بتا دی جائے تو اسی کو درست کہے گی جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کو کشتی توڑنے اور بچہ کو قتل کی حکمت بتائی گئی تھی اور یہ بات عام ہے کہ حیوان کے ذبح کرنے میں روٹی کو ٹکڑے کرنے میں کھانے کو چبانے میں بظاہر کوئی فائدہ معلوم نہیں ہوتا اور جب یہ معلوم ہو جائے کہ وہ اس بدن کی غذا ملتی ہے جو جانور سے اعلیٰ ہے تو یہی فعل اچھا لگے گا کیا عجب ہے کہ وہ عقول جو مخلوقات کے افعال کی حکمت جاننے سے عاجز آجاتی ہیں وہ خالق کے افعال میں اعتراض کرتی ہیں اور اس حکیم مطلق کی طاعت کے وجوب کا فیصلہ نہیں دیتیں ایسی رسوائی سے خدا کی پناہ۔

حکام کو وعظ کی حکمت

سلطان کو وعظ کہنے والے کو مناسب ہے کہ عنوان خوب نرم اختیار کرے اور ایسی بات مت کہے جس سے اس کا ظاہر ہونا ظاہر ہوتا ہو۔ اس لئے کہ سلاطین غلبہ اور قہر

میں مستقل و مختار ہونا اپنا حق سمجھتے ہیں لہذا جب انہیں ایسی تنبیہ کی جائے گی جس میں کچھ ان کی توہین ہو تو وہ اسے برداشت نہیں کرتے بہتر ہے کہ ان کے وعظ میں ولایت کی شرافت کا رعایا کی رعایت و مراعات پر ثواب کا ذکر ہو ان کے عادل اسلاف کی سیرتوں کا تذکرہ ہو اور پھر واعظ کو وعظ سے قبل اپنے مخاطب کا حال بھی دیکھ لینا چاہئے اگر تو اس کی عادت بھلی معلوم ہو اور ارادہ خیر کا رکھتا ہو تو اچھی طرح وعظ و نصیحت کرے جیسا کہ منصور بن عمار وغیرہ رشید کو وعظ کیا کرتے تھے اور وہ روتا تھا اور اگر دیکھے کہ ظالم ہے خیر کی طرف متوجہ نہیں اور جہل کا غلبہ ہے تو کوشش کرے کہ اس کے سامنے ہی نہ آئے نہ وعظ کہے اس لئے کہ وعظ کہے گا تو اپنی جان کو خطرہ ہوگا اور تعریف کرے گا تو مداہن بنے گا اور مجبوراً کچھ کہنے کی نوبت آہی جائے تو اشارہ میں بات کرے ایسے سلاطین ہوئے ہیں جو پند و موعظت کے وقت نرم ہوتے تھے اور واعظین کی حوصلہ افزائی کرتے تھے حتی کہ منصور کبھی یہ بھی کہہ دیتا کہ تو ظالم ہے تو صبر کرتے تھے اور اب زمانہ بدل چکا ہے اور اکثر و بیشتر حکمران بگڑ چکے ہیں علماء ان کے ساتھ مداہنت کا معاملہ کرتے ہیں اور جو ایسا نہیں کرتا اس کی درست بات بھی قبول نہیں ہوتی تو چپ ہونا پڑتا ہے۔ پہلے پہل ولایات اور منصبوں کا سوال وہ کرتے تھے جو علوم میں پختہ ہوتے تجربات میں منجھے ہوئے ہوتے تھے اب تو اکثر حکمران جہالت میں برابر ہوتے ہیں اور حکمرانی نااہل کے سپرد ہو جاتی ہے اور ایسوں سے محتاط اور دور رہنا ہی بھلا اور کبھی کوئی اگر ان کو وعظ کہنے میں مبتلا ہو جائے تو اپنی بات میں انتہائی احتیاط لازم ہے اور ان کی اس بات سے بھی دھوکہ نہ کھائے "جو کہو گے خوب مانیں گے" اس لئے کہ اگر ایک بات بھی ان کی اغراض کے خلاف کہہ دی تو ان کی آگ بھڑک اٹھے گی۔ سلطان کو وعظ کہنے والے کو چاہئے کہ ارباب ولایت (حکمرانوں) کا تذکرہ وہاں نہ کرے کیونکہ وہ سن پائیں گے تو اس کی جان کے دشمن ہو جائیں گے کہ مبادا سلطان ان کے احوال کی تفتیش میں لگ گیا تو کام خراب ہو جائے گا لہذا اس دور میں ان لوگوں سے بُعد ہی بہتر ہے اور انہیں پند و نصیحت کرنے سے سکوت ہی میں سلامتی ہے اور جو مجبور ہو جائے تو انتہائی درجہ کی نرمی اختیار کرے البتہ عوام کو وعظ کہے جو سنتے ہیں اور اس کی طرف سے کوئی تکلیف نہیں پاتے۔ اللہ توفیق دینے والے ہیں۔

مدعیان نبوت

حق باطل کے ساتھ مشتبہ نہیں ہوتا باطل کی ملمع سازی ان لوگوں کے ہاں ہوتی

ہیں جنہیں عقل وفہم نہ ہو یہ بات مدعی نبوت اور مدعی کرامات کے بارے میں ہے نبوت کے متعلق یہ ہے کہ اس کا دعویٰ بہت سے لوگوں نے کیا جن کی قباحتیں کھلی ہوئی اور رسوائیاں ظاہر وباہر ہیں اور بعض وہ ہیں جن کا طبعی کمینہ پن خواہشات میں رسوائی اقوال وافعال میں تخالف وتضاد اس کا موجب بنا حتی کہ وہ ذلیل وخوار ہوئے چنانچہ ان میں سے اسود عنسی ہے جس نے نبوت کا دعویٰ کیا خود اپنا لقب ذوالحمارہ بتاتا تھا اور کہا کرتا تھا **یالیتنی ذوالحمار** کاش کہ میں گدھے والا ہوتا۔ شروع میں ایک شعبدہ باز کاہن تھا عجیب عجیب مظاہرے کیا کرتا۔ آپ کی مبارک زندگی کے آواخر میں نبوت کا دعویٰ کیا اور مذحج والوں نے اس سے خط وکتابت کی اہل نجران نے وعدہ کیا اور عمروؓ بن حزم اور خالدؓ بن سعید دو صحابہ کو بھی وہاں سے نکالا اہل یمن نے اسے دل سے قبول کیا شہر بن باذان سے لڑائی کی اسے قتل کر کے اس کی بیٹی سے نکاح کر لیا جس نے اس کے قتل میں تعاون کیا اور آنحضرت ﷺ کے زمانہ ہی میں ہلاک ہو گیا اور اس کا شعبدہ باز ہونا اہل عقل کے سامنے خوب واضح ہو گیا۔

ایک ان میں سے مسیلمہ تھا جس نے نبوت کا دعویٰ کیا اور رحمٰن الیمامہ نام رکھواتا تھا اور کہتا تھا کہ میرے پاس جو آنے والا ہے وہ رحمٰن نامی فرشتہ ہے آنحضرت ﷺ پر ایمان کے ساتھ ساتھ یہ دعویٰ بھی کیا کہ آپؐ نے مجھے اپنے ساتھ شریک کر لیا ہے اور عجیب بات یہ ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ پر ایمان بھی رکھتا ہے اور انہیں جھوٹا بھی کہتا ہے پھر وہ ایسا قرآن لایا جو محض ہنسی مذاق ہے مثلاً "یاضفدع بنت ضفدعین اے دو مینڈکوں کی بیٹی مینڈک' جو صاف ستھری ہے' تیرا اوپر کا حصہ پانی میں اور نچلا مٹی میں ہے' اور عجائبات میں سے ایک یہ بات بھی ہے کہ وہ سیاہ بکری دودھ سفید دیتی ہے" ان باتوں سے اس کی فصاحت کا بھانڈا خوب پھوٹا پھر اس نے ایک بچے کے سر پر ہاتھ پھیرا تو اس کے بال ختم ہو گئے اور ایک کنوئیں میں تھوکا تو وہ خشک ہو گیا...... سجاح نامی ایک عورت نے نبوت کا دعویٰ کیا اور اس نے اس کے ساتھ نکاح کر لیا لوگوں نے مہر کا پوچھا تو کہنے لگا کہ میں نے اس کے مہر میں عشا اور فجر کی دو نمازیں تمہیں معاف کر دی ہیں اس سجاح نے آنحضرت ﷺ کے وصال کے بعد دعویٰ کیا تھا ایک جماعت ماننے والوں کی اس کو بھی مل گئی اس نے انہیں کہا کہ سواریاں تیار کرو اور لڑائی کے لئے تیار ہو جاؤ رباب کو عبور کر لو اس کے بعد کوئی رکاوٹ نہیں اہل رباب سے قتال کے بعد اس نے یمامہ کا قصد کیا تو مسیلمہ ڈر گیا خط وکتابت کی کچھ ہدیے بھیجے حتی کہ یہ خود اس کے پاس پہنچ گئی اور کہنے لگی ذرا اپنی وحی مجھے سنا جو تجھ پر اترتی ہے تو یہ سنانے لگا: اے عورتو تم

بکثرت پیدا کی گئی ہو اور ہماری بیویاں بنائی گئی ہو اور ہم تم میں جو داخل کرتے ہیں خوب کرتے ہیں کہنے لگی واقعی تو نبی ہے اب یہ کہنے لگا کہ اندر تنہائی میں چلی چل وہاں تیرے لئے مسہری تیار ہے چاہے لیٹ کر' چاہے بیٹھ کر چاہے دو تہائی کے ساتھ چاہے کامل کے ساتھ کہنے لگی پورا ہی ٹھیک ہے کہ سکون بخش ہے۔ اس طرح وہ اپنے رفقاء میں ذلیل خوار ہوئی عطارد بن حاصب نے اسی سلسلہ میں یہ کہا تھا ہماری ایک عورتی نبی بن گئی لوگ جس کی اتباع کرنے لگے ہیں جبکہ لوگوں کے نبی مذکر (مرد) ہیں اللہ تعالیٰ کی جو تمام لوگوں کا رب ہے لعنت ہو سجاح پر اور جس نے بھی جھوٹ بول کر ہمیں گمراہ کیا اس پر یعنی مسیلمہ کذاب پر بھی وہ جہاں بھی ہو اس کے پیاسوں کو پانی نہ ہو۔ ہاں سجاح اپنی گمراہی سے تائب ہو کر مسلمان ہو گئی تھی اور مسیلمہ کی رسوائیاں مزید بڑھتی رہیں حتیٰ کہ قتل کر دیا گیا اور کذابین میں سے ایک طلیحہ بن خویلد ہے جو مسیلمہ کے دعویٰ نبوت کے بعد نمودار ہوا کچھ لوگ اس کے پیچھے لگ گئے۔ سمیرا میں اس نے نزول کیا ذی النون کہلاتا تھا کہتا تھا کہ میرے وحی لانے والے کا نام ذوالنون ہے۔ اس کی کلام کا نمونہ کچھ اس طرح کا ہے: اللہ تعالیٰ کا تمہارے چہروں کو خاک آلود کر کے پشتیں اوپر کو اٹھوا کر کیا فائدہ ہے لہٰذا اس کا ذکر پاک صاف کھڑے ہو کر کیا کرو کبھی یوں اپنی وحی سناتا قسم ہے کبوتر کی کبوتری کی اور روزہ دار چڑیا کی ہمارا ملک عراق اور شام تک ضرور پہنچ جائے گا۔ عیینہ بن حصین اس کے متبعین میں سے تھا خالد بن عیینہ نے اس کے ساتھ لڑائی کی عیینہ طلیحہ کے پاس آکر کہنے لگا فرشتہ کوئی وحی لایا ہے؟ اس نے کہا وحی کوئی نہیں واپس جا کر جنگ لڑو وہ لڑائی پر چلا گیا اور کچھ عرصہ بعد پھر آیا اور سوال کیا کہ فرشتہ آیا ہے؟ کہا نہیں یہ پھر واپس جنگ پر چلا گیا پھر تیسری بار آکر سوال کیا تو کہنے لگا کہ ہاں فرشتہ آیا ہے اور اس نے یہ کہا ہے کہ بے شک تیرے پاس ایسی فوج ہے جو ہمیشہ تجھے یاد رہے گی یہ سن کر عیینہ چیخ چیخ کر کہنے لگا خدا کی قسم یہ جھوٹا آدمی ہے لوگ شکست کھا کر بھاگ گئے اور طلیحہ شام کی طرف فرار ہو گیا پھر مسلمان بھی ہوا اور مخلص بنا نہاوند میں قتل ہوا...... واقدی کہتا ہے کہ بنی مربوع کا ایک آدمی جو جندب بن کلثوم کہلاتا تھا کردان لقب تھا اس نے بھی آنحضرت ﷺ کے زمانہ ہی میں نبوت کا دعویٰ کیا تھا اور اپنی دلیل یہ بتاتا تھا کہ وہ لوہ کی میخیں اور مٹی کو ملا کر روشن چراغ تیار کر لیتا ہے جس کی صورت یہ تھی کہ روغن بلسان کے ساتھ اسے تر کر لیتا تھا جو آگ دکھانے سے روشن ہو جاتا تھا۔ ایک اور آدمی کھمش کلابی نے بھی نبوت کا دعویٰ کیا اور کہا کرتا تھا کہ اس کی طرف یہ وحی آئی ہے: اے بھوکے دودھ پی تو سیر ہو جائے گا جو نفع نہ دے اسے مت مار کہ

یہ مفید نہیں ہے اور وہ اپنی نبوت کی دلیل یہ بتاتا تھا کہ اسے درندوں میں ڈال دو وہ کھائیں گے نہیں اور اس کی تدبیر یہ تھی کہ وہ غار کا تیل حجر برسان اور چھچھوندر جلی ہوئی اور سمندر کا جھاگ اور سیب جلا کے رگڑا ہوا اور کچھ ایلوائے کر اپنے جسم پر لیپ کر لیتا تھا جس کی بدبو سے درندے نفرت کرتے اور ہٹ جاتے تھے اور طائف میں ایک آدمی نے نبوت کا دعویٰ کیا جس کا نام ابو جعوانہ عامری تھا رہ اپنی دلیل یہ بتاتا تھا کہ وہ آگ میں روئی ڈالے گا جو جلے گی نہیں اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ ایک خاص قسم کا تیل اس میں ڈال دیتا تھا اور اسی طرح کا ایک مدعی ہذیل بن یعفور تھا ہو سعد قبیلے کا تھا اصمعی کہتا ہے کہ اس نے سورہ اخلاص کے مقابلہ میں معاذ اللہ یہ کہا تھا **قل هو الله احد اله كالا سد جانس علي الرصد لايفوته احد** کہ اللہ ایک ہے شیر جیسا ہے گھات میں بیٹھا ہے کوئی اس سے بچنے والا نہیں ہے۔

اور ایک ہذیل بن واسع ہوا ہے کہ جو اپنے کو نابغہ الذبیانی کی اولاد سے بتاتا تھا اس نے معاذ اللہ سورۃ کوثر کے مقابلہ میں کلام لکھا " **انا اعطيناك الجواهر فصل لربك وجاهر فما يردنك الاكل فاجر** "ہم نے تجھے جواہر عطا کئے ہیں سو اپنے رب کے لئے نماز پڑھ اور کھلے طور پر پڑھ تیرا انکار ہر فاجر شخص ہی کرے گا" سنوری نے اس پر غلبہ پا کر قتل کر دیا اور ایک ستون پر صلیب کی طرح لٹکا دیا ایک شخص ادھر سے گزرا اور دیکھ کر کہنے لگا" **انا اعطيناك العود فصل لربك من قعود بلا ركوع ولا سجود فما اراك تعود** "ہم نے تجھے لکڑی دے دی ہے بس اپنے رب کی نماز بیٹھے بیٹھے رکوع سجو کے بغیر پڑھ اب تیرا لوٹنا ممکن نہیں رہا اور انہی مدعیان میں سے مختار بن ابی عبید بھی تھا جو الٹ پلٹ دعوے کرتا تھا بہت سی مخلوق کو اس نے قتل کیا تھا اور کہا کرتا تھا کہ وہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حامی ہے پھر خود بھی قتل ہو گیا۔ ایک مدعی نبوت حنظلہ بن یزید کوفی ہوا ہے۔ اس کی دلیل یہ تھی کہ کہتا تھا میں بوتل میں انڈا ڈال کر صحیح سالم باہر نکال دیتا ہوں اور یوں کرتا تھا کہ انڈے کو ترش سرکہ میں ڈبو دیتا تھا جس سے اس کا چھلکا نرم ہو جاتا تھا پھر پانی بوتل میں ڈال کر اوپر سے انڈا داخل کر دیتا تھا بہت سے لوگوں نے آنحضرت ﷺ سے پہلے بھی نبوت کے دعوے کئے مثلاً زرادشت اور مانی وغیرہ مگر سب کے سب رسوا و خوار ہوئے کوئی مدعی ایسا نہیں جو ذلیل نہ ہوا ہو اور قرامطہ اور بھی عجیب عجیب حیلے کرتے رہے ہیں جن کا ذکر بمعہ ان کے حیلوں کے میں نے اپنی کتاب "المنتظم" میں کیا ہے ان میں سے بھی ہر ایک کو ذلت و رسوائی کا منہ دیکھنا پڑا۔

اور ہمارے نبی ﷺ کی صحت نبوت کی دلیل اظہر من الشمس ہے کہ آپ ناداری

کے عالم میں ظاہر ہوئے سب لوگ مخالف تھے دشمن تھے آپ کو ملک کا وعدہ ملا اور ملک بھی ملا! آپ نے آنے والے واقعات کی پیشین گوئی اور خبر دی وہ اسی طرح سچی ہوئی زمانہ نبوت کے پہلے ہی سے ہمہ قسم شر سے کمینگی سے جھوٹ اور تکبر سے آپ محفوظ تھے ثقاہت' امانت' عفت اور پاکیزگی کی تائید آپ کو عطا ہوئی سب قریب وبعید والوں کے لئے آپ کے معجزات یکساں نمایاں تھے اور آپ پر وہ کتاب عزیز نازل ہوئی جس نے فصحاء کی عقلوں کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا اور وہ ایک سورۃ تو کجا ایک آیت بھی اس جیسی نہ لا سکے کسی نے کچھ کہنا چاہا بھی تو ذلت اٹھائی پھر آپ نے یہ خبر دی کہ اس کا مقابلہ کوئی نہ کر سکے گا چنانچہ پہلے فرمایا "فاتو البسورۃ" کہ ایک سورت لاؤ پھر فرمایا "فان لم تفعلوا ولن تفعلوا" کہ معارضہ اگر نہیں کیا تو ہرگز نہیں کر سکو گے ایسے ہی فرمایا "فتمنوا الموت" کہ موت کی تمنا کرو پھر فرمایا "ولن یتمنوہ" کہ وہ ہرگز تمنا نہ کریں گے چنانچہ کسی نے بھی تمنا نہیں کی کیونکہ اگر کوئی کہہ دے کہ میں نے تمنا کی ہے تو اس کا دعویٰ باطل ہوتا ہے اور آپ ﷺ غزوہ بدر کی شب فرماتے تھے کہ کل فلاں کا فریہاں ڈھیر ہو گا ویسے ہی ہوا اور آپ نے ارشاد فرمایا "جب کسریٰ ہلاک ہو گیا تو اس کے بعد اور کسریٰ نہ آئے گا اور جب قیصر روم ہلاک ہوا تو اس کے بعد کوئی قیصر نہ آئے گا چنانچہ ان کے بعد کوئی قابل ذکر بادشاہ نہ آیا نہ جس کا حال کچھ مضبوط ہو اور آپ کی صداقت کی بڑی دلیلوں میں سے ایک یہ ہے کہ آپ نے دنیا کا ارادہ نہ کیا رات کو بھوکے سو رہتے تھے جو پاس ہوتا ایثار فرما دیتے موٹا لباس پہنتے اور رات کو قیام فرماتے وضع داری اور امتیازی شان مرغوبات کو حاصل کرنے کے لئے ہوتی ہے جب ان کا ارادہ ہی نہ تھا تو معلوم ہوا کہ آپ آخرت ہی کی رہنمائی فرماتے ہیں جو کہ برحق ہے پھر آپ کا لایا ہوا دین بڑھتا رہا حتی کہ دنیا بھر میں پھیل گیا گو کفر بھی زمین کے کونوں تک موجود ہے مگر ذلیل ورسوا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے گوسالہ پرستی کی اور گائے کے ذبح کرنے میں بھی حیلے تراشتے رہے۔ دریا سے پار ہوتے ہیں تو پھر یہی کہتے ہیں کہ ہمیں بھی اسی طرح کا خدا بنادے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قوم کو مائدہ (آسمانی دستر خوان) میں سے چار رکھنے سے منع کیا گیا تھا مگر وہ ذخیرہ بنانے لگے' ہفتہ کے دن میں حد سے تجاوز کرنے والوں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی مچھلیوں کی خاطر قبول کی اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ ہماری امت اس قسم کی حرکتوں سے محفوظ رہی ہے۔ بعض لوگوں میں شہوات کی رغبت اور میلان ممنوع پایا گیا ہے مگر یہ فروعی بات ہے اصولی نہیں اس پر بھی توجہ دلانے سے وہ لوگ اپنی کوتاہی پر نادم ہوتے ہیں اور روتے ہیں...... لہذا

اس دین پر ہم اللہ پاک کا شکر کرتے اور حمد کہتے ہیں اور اس پر کہ ہم اس رسول ﷺ کی امت ہیں اور ایک جماعت زہد کا تکلف کرنے والی دنیا اور ریاست کی طلب کی طرف مائل ہوئی خواہشات نے انہیں بہکایا اور وہ کرامات کی طرح کے شعبدے ظاہرہ کرنے کی خرافات میں لگ گئے جیسے صلاحی ابن الشاش وغیرہ جن کا ذکر میں اپنی کتاب "تلبیس ابلیس" میں کر چکا ہوں اور یہ کام انہوں نے اپنی اپنی مختلف اغراض کے تحت کیا اور اللہ تعالی اس دین میں ہمیشہ سے ایسے فقہاء پیدا کرتے آئے ہیں جو ان حقائق کو ظاہر کر دیتے ہیں جن پر ایسے لوگ پردہ ڈال دیتے ہیں جیسا کہ وہ علماء حدیث میں ایسے لوگ پیدا کر دیتے ہیں جو حدیث وضع کرنے والوں کا پردہ چاک کرتے ہیں تا کہ دین محفوظ رہے اور اس سے شبہات دور رہیں لہذا فقیہ اور محدث ہر شعبدہ ڈالنے والے کی کجی اور عیب کو نمایاں کر دیتے ہیں جو حدیث وضع کر کے دھوکہ دیتا ہے یا زہد و تقدس کا دعوی کر کے لہذا ان لوگوں کے دعوے ان جاہلوں پر ہی اثر انداز ہوتے ہیں جو علم اور عمل سے دور رہتے ہیں تا کہ وہ حق کو حق کر دکھائے اور باطل کا باطل ہونا ظاہر کر دے اگرچہ مجرموں کو پسند نہ آئے۔

تیرا وجود اس کے وجود کی دلیل ہے اور اس کی نعمتیں اس کی سخاوت کی دلیل

تعجب ہے اس موجود پر جو وجود کے معنی سے ناواقف ہے اور اگر جانتا ہے تو حسب فہم عمل نہیں کرتا۔ جانتا ہے کہ عمر بہت کم ہے اور وہ اسے نیند میں بے کاری میں فضول باتوں میں اور طلب لذات میں ضائع کر رہا ہے حالانکہ اس کا یہ زمانہ عمل کا ہے فارغ رہنے کا نہیں...... اسے مال خرچ کرنے کا حکم ہوا اور طبیعت کی مخالفت کا مگر اس نے تخل کیا حتی کہ گلا گھٹنے لگا تو کہتا ہے میرے مرنے کے بعد میری طرف سے تقسیم کر دینا فلاں کر دینا وغیرہ اول تو ایسا ہو گا ہی نہیں ہو بھی گیا تو کیا فائدہ صحت کے عالم میں خرچ کرنے کا مقصد طبیعت کی مخالفت ہوتی ہے کہ اخراج مال کی مشقتیں سلامتی کے ایام میں برداشت کرتا ہے اگر کچھ بھی سمجھ ہو تو دونوں حالتوں میں فرق ہو سکتا ہے۔ بس سعادت مند وہ ہے جو اپنے لئے چونک گیا اور عقل کے تقاضے پر عمل کرنے لگا اور اس زمانے کو غنیمت جانا جس کا انجام دوام ہے اور اس عمر کی نگہداشت کی جو بہت جلد ختم ہونے والی ہے تیرا ناس ہو اس مال کا ذخیرہ تیرے کس کام آیا جو تیرے اعمال نامہ میں کوئی نیکی نہ بڑھا سکا اور تاریخ میں کوئی خوبی اور کمال نہ دکھا

سکا۔ کیا تو نے ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انفاق نہیں سنا؟ کیا حاتم کی مدح سرائی کے اور صاحب کے عمل کے اثرات تیرے سامنے نہیں؟ تجھ پر افسوس ہے اگر اللہ تعالیٰ تجھے کوئی مالی آفت ڈال دے تو تو فریاد کرتا ہے اور ایک رات اگر بدنی تکلیف آجائے تو شکوہ شکایت کرنے لگتا ہے بس تو اپنے مطلوبات تو پورے لینا چاہتا ہے اور اس کا حق جو تجھ پر ہے اسے پورا ادا نہیں کرتا "ویل للمطففین" وہ ذات پاک ہے جس نے لوگوں پر احسان فرمایا جو مقصد کو سمجھ کر محنت و مشقت میں لگ گئے اور دوسروں کے قلوب پر پردہ ڈالا کہ وہ موجود کالمعدوم ہو گئے بھلا وہ عاقل انسان اپنے بدن کو قربانی کے جانور کی طرح کیسے نہیں چلائے اور تھکائے گا جس کا مقصد منیٰ میں پہنچنا ہے۔

ارے بندے! کیا تجھے معلوم ہے کہ تیری ایجاد میں حق تعالیٰ کی جلوہ نمائی کا کیا عالم ہے؟ جی ہاں واللہ تیرا وجود اس کے وجود کی دلیل ہے اور تجھ پر ہونے والے انعامات اس کی سخاوت اور جود کا نشان ہیں لہٰذا جیسے اس نے تمام حیوانات پر تجھے مقدم رکھا ہے تو بھی اپنے دل میں تمام مطلوبات پر اس کی ذات کو مقدم رکھ۔ ہائے ناکامی اس شخص کی جو اس سے جاہل رہا اور ہائے ناداری اس کی جس نے اس سے منہ موڑا اور آہ ذلت اس کی جو اس کے غیر سے عزت ڈھونڈتا ہے وائے حسرت اس شخص کی جو اس کی خدمت و طاعت کے علاوہ میں مشغول ہو گیا۔

عاقل وہ ہے جو اپنی آخرت بناتا ہے

مجھے اس صاحب عقل پر تعجب ہوتا ہے جو اپنے معاصروں اور ہمسایوں پر موت کا وار دیکھتا ہے تو اس کی زندگی میں کیا مزہ رہ گیا ہے۔ خصوصاً جبکہ عمر میں بڑی ہو گئی ہے اور اس شخص پر تعجب ہے جو سانپوں کو اپنی طرف رینگتے دیکھتا ہے اور بے چین نہیں ہوتا کیا بوڑھا شخص اپنے اعضاء میں موت کے گھس آنے کا مشاہدہ نہیں کرتا کہ اس نے قوئی کی تلوار نکال باہر کی اور ضعف کے ڈیرے ڈلوا دیئے۔ بالوں کی سیاہی سفیدی سے بدل دی اور پھر ہر دن کمی اور نقصان بڑھتا جا رہا ہے لہٰذا ایک صاحب عقل کے لئے اپنے نفس پر نظر ڈالنے میں وہ کچھ موجود ہے جو دنیا کے فساد اور احباب کے فراق کی طرف نظر کرنے کی مہلت نہیں دیتا گو یہ چیزیں بھی فکر پیدا کرتی ہیں لیکن جس کا گھر جل گیا ہے اور وہ اپنا سامان منتقل کرنے میں لگا ہوا ہے اسے ہمسایوں کے گھروں کی بات کرنے کی فرصت ہی کب ہے اور یہ موت دنیا سے غافل کرتی ہے اور اس کا فراق آسان کرتی ہے احباب کے بدلنے کی طرح کہ اس کو اپنے اس

پاس والوں کے لئے اجنبی سا بنادیتی ہے یا ان کو اس کی نگاہ میں اجنبی سی کر دیتی ہے ہم نے بہت سے ایثار پیشہ غنی دیکھے صبر کرنے والے فقراء دیکھے اپنا محاسبہ کرنے والے پرہیز گار دیکھے جو عقلاء کے بجائے کم عقل اور کریم کے بجائے بخیل بن کے رہ گئے اور اے سفر کی سہولت کہ شاید نفس کو بچھڑے ہوئے مل جائیں اور احباب کی ملاقات و شمولیت نصیب ہو جائے۔

ملحد کی حماقت

میں نے اس آیت ا؎ میں غور کیا "الم تران الله یسجد له من فی السموٰات ومن فی الارض والشمس والقمر والنجوم والجبال والدواب و کثیر من الناس" "کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کے لئے سجدہ کرتے ہیں جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں اور سورج اور چاند اور ستارے اور پہاڑ اور چوپائے اور لوگوں میں سے بہت سے" کہ آیت میں جمادات اور چوپائے تو سب ذکر کئے کہ وہ سجدہ کرتے ہیں اور عقلاء میں سے استثنیٰ کیا (کہ وہ تمام نہیں سجدہ کرتے بلکہ کثیر فرمایا) اس پر مجھے ایک شاعر کا قول یاد آیا کہ جمادات اپنے خالق کا انکار نہیں کرتے۔ اور بعض عقل والوں نے انکار کیا ہے میں نے کہا کہ یہ بھی اس کی عظیم قدرت کا کرشمہ ہے کہ عقل ایک شخص کو عطا فرماتا ہے اور اس کا فائدہ اور اثر سلب کر لیتا ہے اور یقیناً یہ اس کے قادر اور قاہر ہونے کی بہت قوی دلیل ہے ورنہ یہ بات کسی عاقل کو کب زیب دیتی ہے کہ وہ اپنے وجود کے ذریعہ اس کے موجد کے وجود کو نہ پہچان سکے اور وہ اپنے ہاتھوں بت تراش کر اسی کی عبادت کیونکر کرنے لگ جاتا ہے بس بات یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے کچھ لوگوں کو عقل دیکر حجت تمام کر دی اور جب چاہا ان کے قلوب کو راہ ہدایت سے اندھا کر دیا۔

طبیعت چوری کرتی ہے

میں نے ایک مومن کے لئے ناجنس کی صحبت سے بڑھ کر کوئی چیز مضر نہیں دیکھی کیونکہ طبیعت اثر لیتی ہے سرقہ کرتی ہے اگر پوری مشابہت نہ بھی اختیار کرے اور کچھ اثر نہ بھی لے تو عمل میں کوتاہی ضرور آجاتی ہے اور دنیا کو دیکھنے سے ہی اس کی طلب کا داعیہ

ا؎ سورہ حج: ۱۸

پیدا ہو جاتا ہے چنانچہ آپ ﷺ نے اپنے دروازے پر پردہ دیکھا تو اسے پھاڑتے ہوئے فرمایا مجھے بھلا دینا سے کیا غرض اور ایک کپڑا پسنا جس پر کچھ نقوش تھے تو اتار دیا اور فرمایا اس کے نقوش غفلت پیدا کرتے ہیں۔ یہی حال اہل دنیا اور ان کے احوال اور گھربار کو دیکھنے کا ہے خصوصاً اس شخص کے لئے جس کا نفس بڑائی کا شوقین ہے ایسے ہی گیت سننا اور ان صوفیاء سے ملنا جلنا جن کی نظر آج کل نقد رزق پر ہے کہ جدھر سے بھی آئے قبول ہے اور کسی ظالم سے لینے میں بھی پرہیز نہیں کرتے پہلوں کا سا خوف ان کے پاس نہیں ہے۔ سری سقطیؒ رات بھر روتے تھے اور حد درجہ کا تقویٰ تھا اور ان کے پاس سریؒ کا سا تقویٰ اور جنیدؒ کی سی عبادت و ریاضت کہاں ؟ یہاں تو کھانا پینا ہے بے کاری ہے رقص و سرود ہے امردوں کے گیت گانے ہیں۔ حتیٰ کہ ایک معتبر راوی کا بیان ہے کہ میں ایک بڑی شخصیت کے ہاں حاضر ہوا جو مشائخ الربط میں ممتاز تھے ان کا گانے والا امرد تھا شیخ اٹھا اور دینار کے ساتھ اس کے رخسار پر نشان بنایا اور ان لوگوں کا یہ کہنا کہ اس قسم کا سماع آخرت کی طرف متوجہ کرتا ہے جھوٹ سے بڑھ کر ہے تعجب ان پر نہیں تعجب تو ان جاہلوں پر ہے جو ان پر خرچ کرتے ہیں اور آگے پھر یہ اڑاتے ہیں 'قدماء کی جماعت پہلے صوفیاء کو عبادت اور تقویٰ میں خوب محنت کرتے دیکھ کر تعجب کیا کرتی تھی واقعی وہ لوگ ان پر تعجب کرنے میں معذور تھے جب کہ اکثر قوم اپنے ان مجاہدوں میں راہ سے ہٹے ہوئے ہیں جیسا کہ تلبیس ابلیس میں اس کا ذکر میں نے کیا ہے آج کے دور میں یہ خفا دور ہو چکا ہے ان میں سے کوئی بھی ظالموں کے ہاں آمد و رفت رکھتا ہے ان کے مال کھاتا ہے اور ان سے ایسی قمیص میں مصافحہ کرتا ہے جو سادہ (غیر منقش) ہوتی ہے بس یہی تصوف ہے کیا بھلا اس شخص کو اللہ تعالیٰ سے حیاء نہیں آتی جو اچھے لباس سے بے رغبتی مخلوق کے لئے رکھتا ہے خالق کے لئے نہیں اور ان کے کھانے میں کوئی شبہ ہے نہ بے رغبتی ایسے لوگوں سے دور رہنا لازم ہے اللہ تعالیٰ کی طاعت و عبادت کے لئے مخلوق سے الگ رہنے والے کو چاہئے کہ حتی الوسع بازار میں نہ جائے مجبوراً جانا پڑے تو نگاہ پست رکھے کسی صاحب منصب شخص کی زیارت نہ کرے نہ ملاقات 'مجبور ہو جائے تو گنجائش سے کام لے اور عام لوگوں سے بھی ضرورت کے وقت ہی ملاقات رکھے اور وہ بھی احتیاط کے ساتھ پھر اگر علم کا غلبہ ہے تو پڑھانے میں لگے اور عبادت کا غلبہ ہے تو احتیاط مزید کرے خلوت کو اپنا انیس (ہمدم) اور اسلاف کی سیرت کے مطالعہ کو اپنا جلیس (ہمنشیں) بنائے اور کچھ وقت صلحاء کی قبور کی زیارت اور وہاں پر علیحدگی کے لئے مقرر کرے تہجد کی نماز کبھی فوت نہ ہونی چاہئے جو

کہ نصف اول کے بعد پڑھے جس قدر ہو سکے لمبی کرے کہ اس وقت کی مثال نہیں ملتی۔ دنیا سے جلد سفر کر جانے کا دھیان رکھے تا کہ امید لمبی نہ ہو سفر میں بقدر مسافت زادِ راہ ساتھ ہونا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہم ہوشیاری کا سوال کرتے ہیں اور اسکی اطاعت پر جھک پڑنے کا اور یہ کہ ادھر سے غافل ہو کر ہمیں رسوائی نہ ہو بے شک وہ قریب ہے قبول کرنے والا ہے۔

نعمتیں لوٹانے والا آفتیں مٹانے والا

میں جب بھی اپنے اوپر نعمتوں کے تسلسل میں نظر کرتا ہوں تو اس کے شکر کے لئے حیران ہو جاتا ہوں اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ شکر خود ایک نعمت ہے تو شکر ادا کریں بھی تو کیسے تاہم میں اپنی کوتاہی تسلیم کرتا اور امید رکھتا ہوں کہ یہی اعتراف تقصیر ہی کچھ اداء حق کا ذریعہ بن جائے گا اور یہ میری ایک حالت ہے جس سے میں بہت کچھ خیر کی توقع رکھتا ہوں اور وہ یہ کہ جو شخص نماز پڑھتا روزہ رکھتا ہے خیال کرتا ہے کہ وہ طاعت وعبادت میں لگا ہوا ہے گویا ذات مخدوم کا حق ادا کر رہا ہے اور میں دیکھتا ہوں کہ جب دو رکعتیں پڑھتا ہوں تو تکلف سے تیار ہوتا ہوں اور اپنے ہی لئے عمل کرتا ہوں اس لئے کہ ذات مخدوم میری طاعت سے غنی ہے تو وہ شخص قابل تعجب ہے جو عبادت کے لئے کھڑا ہو کر اپنے نفس کی مرغوبات کا سوال کرتا ہے وہ کیسے سمجھ چکا ہے کہ میں نے کچھ کیا ہے ارے تو تو اپنی حاجت میں مصروف ہے اور تیری یہ طاعت تو جگانے والے کے احسان کا بدل بھی نہیں بن سکتی بس میں تو وہی کہتا ہوں جو پہلے کہہ گئے اے امیدوں کے ملجا وماویٰ۔ تو نے میری کفالت کی ہے اور حفاظت فرمائی ہے زمانہ نے مجھ پر حملہ کیا تا کہ مجھے محتاج کر دے اور تو نے مجھے بچا لیا۔ پس وہ میرے سامنے عاجزی سے جھک گیا جب اس نے تجھے میری مدد فرماتے ہوئے دیکھا اور تو نے مجھے غنا کا لباس پہنایا اور غالب آنے والے سے محفوظ فرمایا جب میں چپ رہتا ہوں تو خود تیری عنایت ہوتی ہے اور میں سوال کرتا ہوں تو قبولیت عطا ہوتی ہے اور جب میں تیرا شکر کرتا ہوں آپ مزید عنایت فرماتے ہیں عطا فرماتے ہیں حیران کر دیتے ہیں کیا بھلا اگر مال بھی خرچ کروں تو وہ بھی تیری ہی بخشی ہوئی دولت ہے۔

اللہ تعالیٰ سے انس ومحبت

میں نے اکثر علماء کو دیکھا کہ وہ علم کی صورت اور ظاہر میں مشغول ہیں فقیہ

تدریس کی فکر میں ہے اور واعظ کو وعظ کا دھیان ہے یہ اپنے درس کا خوب خیال کرتا ہے اور سامعین کی کثرت سے خوش ہوتا ہے اور مخالفین کی کلام میں رد و قدح کرتا ہے اس کا سارا وقت مناظروں کی سوچ و بچار میں گزرتا ہے تاکہ اپنے حریف پر غلبہ پالے اور اس کے پیش نظر مجلس میں صدر مقام اور بلند مرتبہ کا حصول ہے اور کبھی اس کا دھیان دنیا کا ایندھن اور سلاطین کی مجالس کی طرف ہو جاتا ہے اور واعظ کی فکر یہ ہے کہ کلام مزین و حسین ہو مجمع کثیر ہو لوگوں کے قلوب اس کی تعظیم سے معمور ہوں کوئی اپنے جیسا اس شعبہ میں دکھائی دیا تو اس میں طعن تشنیع کرنے لگ گیا اس قسم کے قلوب اللہ تعالیٰ سے غافل ہیں کیونکہ ان کو اگر اس کی معرفت حاصل ہوتی تو اس کے ساتھ مشغول ہوتے اس کے ساتھ مناجات میں انس محسوس کرتے اس کی طاعت و بندگی کو ترجیح دیتے اس کے لئے علیحدگی اختیار کرتے لیکن جب یہ کچھ بھی نہیں تو یہ دنیا کے ساتھ مشغول ہو کر اسی جیسے گھٹیا بن گئے۔ جب کبھی اللہ تعالیٰ کی بندگی کے لئے متوجہ ہوتے ہیں تو اس کا مزہ نہیں پاتے لوگوں کو جمع کرنا نہیں پسند ہوتا ہے اور مخلوق کا ان کی طرف آنا ان کے ہاں سب سے مقدم ہے اور یہی رسوائی کی علامت ہے اور اس کے برعکس ایک عالم جب اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتا ہے اس کی طاعت میں مشغول ہوتا ہے تو اسے مخلوق کی ملاقات اور ان سے گفتگو سب سے زیادہ مشکل اور گراں لگتی ہے اور خلوت ہر چیز سے زیادہ محبوب اور اسے ہم عصروں میں نکتہ چینی کی یا طلب ریاست کی فرصت ہی نہیں ہوتی کیونکہ۔ جس آخرت کے ساتھ اس کا دھیان لگا ہوا ہے وہ اس سے اعلیٰ ہے اور نفس کے لئے کسی مشغلہ کا ہونا ضروری ہے لہذا جو شخص خدمت خلق میں مشغول ہو گیا وہ حق سے پھر گیا وہ اپنی ریاست کی فکر میں ہے اور یہی چیز حق سے اعراض پیدا کرتی ہے

"وما جعل اللہ لرجل من قلبین فی جوفہ" اللہ تعالیٰ نے کسی مرد کے پیٹ میں دو دل پیدا نہیں کیے۔

عین حقیقت

روایت میں ہے "اے اللہ ہمیں اشیاء کو ان کی حقیقت میں دکھا اور یہ کلام انتہائی درجہ کا حسن و کمال رکھتا ہے بہت سے لوگ اشیاء کو ان کی حقیقت کے ساتھ نہیں دیکھتے چنانچہ وہ فانی کو یوں دیکھتے ہیں گویا وہ باقی ہے اور وہ جس حال میں ہیں اس کے زوال کا تصور

۱۔ احزاب: ۴

ہندستانی لائبریری
گارڈن ریچ روڈ۔ مٹیابرج۔ کلکتہ

تک نہیں کرتے اگرچہ اس کو جانتے ہیں ہاں البتہ حسی آنکھ حاضر کو دیکھنے میں مشغول رہتی ہے کیا تو دیکھتا نہیں کہ لذت ختم ہو جاتی ہے اس کا گناہ باقی رہتا ہے اور چور اگر اپنے ہاتھ کٹنے کا دھیان کرے تو چوری کا مال اس کی نگاہ میں ہیچ دکھائی دے گا اور جو شخص مال جمع کرتا ہے اور اسے خرچ نہیں کرتا اس نے اس کی حقیقت کو نہیں دیکھا کیونکہ یہ تو اغراض حاصل کرنے کا ذریعہ ہے اپنی ذات کے لحاظ سے مطلوب و مراد نہیں یہ اور جو کوئی گناہ کو شہوت کے لحاظ سے دیکھتا ہے اس نے اس کی حقیقت کو نہیں دیکھا کیونکہ اس میں بہت سے عیوب ہیں اور اس کا ثمرہ دنیا میں سزا بھی ہے رسوائی بھی۔ ذرا سب سے بڑی حسی شہوت کو دیکھو جو کہ وطی ہے کہ منی کا پانی کھانے پینے سے بنتا ہے اب جو شخص کھانے میں غور کرے گا وہ زمین کی فصل کو سوچے گا کہ اس کی کاشت کے لئے بیل کی ضرورت آلات زراعت ہل وغیرہ جن میں لوہا لکڑی رسیاں استعمال ہوتی ہیں اسی میں نظر کرنے والا پٹ سن کی کاشت اس کا نکالنا بٹنا وغیرہ دیکھے گا لوہے کو لانا کوٹنا تیار کرنا لکڑی کی کاشت اس کی ساخت وغیرہ رہٹ کا چلنا اور پانی نکالنے کا عمل پھر کھیتی کی کٹائی اور ہوا میں صاف کرنا پیس کر آٹا گوندھنا روٹی بنانا وغیرہ جس کے لئے تنور اور ایندھن کا لانا اور اپنے ہم جنس جو استعمال ہوتے ہیں بعض کا قول ہے کہ ایک لقمہ کھانے تک تین سو کے لگ بھگ نفوس استعمال ہوتے ہیں اور اس لقمہ کو کھاتے وقت دیکھے کہ ٹکڑے دانت کرتے ہیں داڑھ پیستی ہے لعاب دہن اسے مخلوط کرتا ہے زبان الٹتی پلٹتی ہے اور منہ کے مسل اوپر اٹھتے ہیں باقی نیچے لے لیتے ہیں تاکہ نگلنا آسان ہو اسے معدہ پکڑ لیتا ہے اور جگر تک پہنچاتا ہے وہ اسے خوب پکاتا ہے اور خون بناتا ہے خون بننے کے بعد اس کا تلچھٹ تلی کی طرف اور مائی حصہ مثانہ کی طرف جاتا ہے خون کا خاص حصہ جگر، دماغ اور قلب کے کام آتا ہے اور اس سے بھی اعلیٰ اور عمدہ حصہ خصیتین میں تخلیق آدم کا مادہ بن کر پہنچ جاتا ہے پھر جب شہوت کی آگ بھڑکتی ہے تو یہ نطفہ نکلتا ہے شریعت نے اسے پاک رکھنے کا حکم دیا اور اس رحم کو بھی جو مباشرت کا محل ہے تب اس سے موحد آدمی پیدا ہوتا ہے اور یہ انسان کس قدر عجائبات سے گزرتے ہوئے گراں در گراں بن کر آیا ہے کیا بھلا اس تفصیل کو سننے سمجھنے کے بعد کسی کو زیب دیتا ہے کہ وہ اس نطفہ کو حرام طریق سے بکھیر دے یا کسی نجس محل میں وطی کر کے ضائع کر دے...... اور زنا کے ساتھ اس قدر قباحتیں ہیں کہ لحظہ بھر کی لذت ان کے عشر عشیر کے مقابل بھی نہیں آسکتی مثلاً لوگوں میں ہتک عزت، کشف عورت، مسلم بھائی کی بیوی سے متعلق خیانت اگر منکوحہ ہوئی، مزنیہ عورت کی رسوائی جبکہ

وہ اس کی بہن یا بیٹی کے مانند ہے اور اگر وہ حاملہ ہو گئی اور منکوحہ تھی تو وہ اس حمل کو اس کے خاوند کے ساتھ ملحق کر دے گی اور یہ زانی ایک غیر مستحق کے وارث بننے اور مستحق کے محروم ہونے کا سبب بنا اور یہ سلسلہ اولاد در اولاد چلے گا اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی تو معلوم ہی ہے ارشاد مبارک ہے "ولا تقربوا الزنا انه كان فاحشة وساء سبيلا" کہ زناء کے قریب مت جاؤ بے شک وہ بے حیائی کا نام ہے اور برا راستہ ہے۔ آنحضرت ﷺ کا ارشاد مبارک ہے: شرک کے بعد کوئی گناہ اس نطفہ سے بڑھ کر نہیں جسے آدمی ایسے رحم میں ڈالتا ہے جو اس کے لئے حلال نہیں اور فہم والا شخص جانتا ہے کہ نطفہ سے مقصود موحدین کی تخلیق ہے اور اگر طبیعت میں شہوت نہ رکھی ہوتی تو وطی کا وجود نہ ہوتا کیونکہ اس میں دو قبیح اعضاء کی باہم ملاقات ہوتی ہے صورت بھی اچھی نہیں اور نہ ہی بو اچھی ہے بس شہوت دیکھنے والے کی آنکھ پر پردہ ڈال دیتی ہے تاکہ اولاد حاصل ہو جو اصل مقصود ہے شہوت تو ایک عارضی کیفیت ہے اور شہوت پرست آدمی جو اپنے زنا کے جرم سے بھی غافل ہو جاتا ہے اس نے اشیاء کو حقیقت کے آئینہ میں نہیں دیکھا اس کھانا پینا مال جمع کرنا وغیرہ سب کو اسی پر قیاس کر لو۔

کئی مضر چیزیں نافع بن جاتی ہیں

کوئی اگر پوچھتا ہے کہ موذی اشیاء کی تخلیق میں کیا فائدہ ہے؟ تو جواب یہ ہے کہ خالق کی حکمتیں مسلم ہیں بعض امور میں معلوم نہ بھی ہو تو بھی تسلیم واجب ہے نیز یہ کہ اچھی چیزیں ملنے والے ثواب کا اجمالی نمونہ ہیں اور موذیات ہونے والے عذاب کا نمونہ ہے اور جو چیز بھی مضر پیدا ہوئی ہے اس میں کوئی نفع بھی ضرور رکھا گیا ہے ایک طبیب کو کسی نے کہا کہ فلاں یوں کہتا ہے کہ میں بچھو جیسا ہوں جس میں مضرت تو ہے نفع نہیں اس نے کہا اس کا علم بہت کم ہے اس کا نفع بھی ہے کہ اس کا پیٹ پھاڑ کر اس کے ڈنک مارنے کی جگہ پر باندھا جائے اور یوں بھی کرتے ہیں کہ کچے کوزہ میں ڈال کر اوپر سے خوب بند کر دیں اور تنور میں رکھ دیں جب وہ جل کر راکھ ہو جائے گا تو نصف جو کے برابر یا کچھ زیادہ پانی کے ساتھ پی لیں تو پتھری کو توڑتی ہے اور کسی عضو کو نقصان نہیں دیتی اور بچھو کبھی پرانے بخار والے کو ڈستا ہے تو بخار ختم ہو جاتا ہے اور ایک مفلوج کو بچھو نے ڈنگ مارا تو اس کا فالج ختم ہو گیا اور کبھی تیل میں ڈالتے

ہیں حتی کہ اس کا اثر نکل آتا ہے تو اس کے تیل کی مالش جسم کے ورم کو زائل کرتی ہے اس طرح کی اور بھی کئی مثالیں ہیں۔ مگر جاہل اپنے نامعلوم علم کا دشمن ہوتا ہے اور سب سے بڑی حماقت جاہل کا عالم پر اعتراض کرنا ہے۔

جوں جوں معرفت بڑھتی ہے مشاہدہ وسیع ہوتا ہے

عقل وفہم جس قدر معرفت خالق میں آگے بڑھتی ہے اس کی عظمت' رفعت اور لطف کا مشاہدہ ہوتا ہے تو اس کی محبت میں کھونے لگتی ہے اور حد ثبوت سے نکل جاتی ہے بہت سے لوگوں پر اس کی محبت کا غلبہ ہوا کہ وہ لوگوں کی ملاقات کو برداشت ہی نہ کرتے تھے اور بعض اس کے ذکر سے چپ نہ رہ سکتے تھے اور بعض نیند کے غلبہ پانے کے بغیر سوتے ہی نہ تھے اور جنگلوں میں سرگرداں پھرنے لگے بعض ایسے تھے جیسے تن بدن کو آگ لگ گئی ہو ان کے مخمور کے حسن کا کیا کہنا اس کا نشہ کیسا لذیذ ہے واہ ان کے قلوب واضطراب کی عیش اور کیسی حسین ہے ان کی محبت ...... ابو عبیدہ" الخواص پر محبت کا غلبہ ہوا وہ بازاروں میں چلتے پھرتے کہا کرتے ہائے میرا شوق اس ذات کے لئے جو مجھے دیکھتی ہے اور میں اسے نہیں دیکھ رہا اور فتح بن شخرف کہا کرتا تھا آپ کی طرف میرا اشتیاق بڑھتا جارہا ہے لہذا میری حاضری جلد مقدر فرما۔ قیس بن ربیع یوں رہتے تھے جیسے بے پئے نشہ میں ہوں۔ ابن عقیل" فرمایا کرتے تھے حق سبحانہ کے دھیان میں پراگندہ حالی دوسروں کے لئے زیب وزینت سے بہتر ہے تو نے کیا بھلا کوئی ننگا بدن احرام والوں سے بڑھ کر حسین دیکھا ہے۔ کیا دنیا کی زینت سے مزین ہونے والوں کی وضع صالحین کے لباس اور وضع جیسی دیکھی ہے؟ کیا تہجد گزاروں کی اونگھ سے بڑھ کر حسین کوئی خمار دیکھا ہے؟ کیا اہل محبت کی بے خودی سے بڑھ کر حسین کوئی نشہ دیکھا ہے؟ کیا اہل تاسف کے آنسوؤں سے بڑھ کر کوئی صاف پانی دیکھا ہے؟ کیا عجز وانکسار والوں کے سروں کی طرح کوئی جھکا ہوا سر دیکھا ہے؟ کیا نمازیوں کی جبین سے زیادہ حسین کوئی چیز زمین سے چپکی ہوئی دیکھی ہے؟ کیا کبھی نسیم سحری نے درختوں کے پتوں کو یوں ہلایا ہے جس کے اثر سے تہجد گزاروں کے دامن بھی حرکت میں آگئے ہوں۔ کیا کبھی ایسی ہتھیلیاں اونچی اٹھیں اور ہاتھ پھیلے جو اہل رغبت کے ہاتھوں ہتھیلیوں سے کچھ نسبت رکھتے ہوں ......
کیا سریلی آواز کے زیرو بم یا مظلوم کے رونے کی آواز نے دلوں کو یوں ہلایا ہے جیسے اہل شوق کی آہ و بکا ہلاتی ہے بس اعلیٰ اغراض کے حصول کے لئے پراگندگی ہی حسین ہوتی ہے لہذا منعم کی

خدمت میں وارفتگی و پراگندگی ہی حسین ہے۔

حکمرانوں کا فساد تدبیر

اکثر حکمران دین سے ناواقف اور اس کے آداب سے کورے ہوتے ہیں اور اگر وہ اپنی اصل طبیعت کے مطابق بد عقل ہوں اور تہذیب طبع کی کوئی صورت میسر نہ آئی ہو جو فکر میں بھی پختگی پیدا کرتی ہے تو ایسوں سے خیر کی کیا توقع ہو سکتی ہے؟ عقل میں بالیدگی سیکھنے سے مہارت آتی ہے جیسا کہ ہاتھ کی مہارت دوام عمل سے پیدا ہوتی ہے اور عقل کا کام ہے تفکر' حالات کے انجام پر نظر' حاضر سے غائب کو سمجھنا وغیرہ اور یہ لوگ ہمیشہ کھا پی کر بھرے رہتے ہیں جو کہ عقل کے لئے مضر ہے پھر لمبا لمبا سوتے ہیں جاگتے ہیں تو نشہ آور مشروب پی لیتے ہیں جس سے عقل معطل اور مستور رہتی ہے اور تدبیر میں فساد آتا ہے۔

عوام کو تنزیہات کی تعلیم کے لئے حکمت

عوام سے ایسی باتیں کرنا جنہیں ان کے قلوب قبول و برداشت نہ کریں یا جن کی ضد ان کے قلوب میں پختہ ہو چکی ہو بڑی خطرناک ہوتی ہیں مثلاً بعض لوگوں کے قلوب میں تشبیہ کا خیال جما ہوا ہے اور یہ کہ ذات باری عرش پر بیٹھے ہوئے ہیں اور خالق سبحانہ کی ذات عرش پر ہے یا کچھ زائد اس طرح کی باتیں اپنے بڑوں سے انہوں نے سن رکھی ہیں وہ یہی سمجھتے ہیں کہ حق سبحانہ جب آسمان دنیا کی طرف نزول فرماتے ہیں تو باقی چھ آسمان خالی رہ جاتے ہیں اور جب کسی ایسے شخص کو بتایا جائے کہ حقیقت یوں نہیں وہ ذات ان باتوں سے پاک ہے احادیث میں جو آیا ہے ان میں اس قسم کے توہمات نہ ملائے جائیں تو اس کو دو طرح سے مشکل پیش آتی ہے۔ ایک یہ کہ عوام کی طرح اس پر بھی حس کا غلبہ ہے دوسری یہ کہ اس نے یہ باتیں اپنے مشائخ سے سنی ہیں جو اس سے بھی بڑے جاہل تھے اور ایسے شخص سے بات کرنے والا خود اپنے کو خطرے میں ڈالتا ہے میں نے ایک شخص کے بارے میں سنا جو بظاہر دیندار تھا اس کے دل میں تشبیہ وغیرہ کے عقائد پختہ ہو چکے تھے اس نے سنا کہ ایک عالم کہہ رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان باتوں سے منزہ اور پاک ہے تو کہنے لگا واللہ اگر بس چلے تو اس عالم کو قتل کر دوں لہٰذا خدا کے لئے ایسی عوام مخلوق کے ساتھ وہ باتیں نہ کرو جن کے وہ متحمل اور اہل نہیں بجز حکمت کے اور لطائف الحیل کے کہ دل میں بیٹھی ہوئی بات جلدی زائد نہیں ہوتی اور

سمجھانے والا خطرے میں ہو جاتا ہے اصول سے متعلق ہر بات کا یہی اصول ہے۔

ظاہر سے دھوکہ مت کھاؤ

کسی آدمی کے کلام سے اس کے صوم وصلاۃ سے اور صدقات سے اور خلوت نشینی سے دھوکہ میں مت پڑو مرد وہ ہے جو دو چیزوں کی رعایت رکھتا ہے۔ حدود کی حفاظت اور عمل میں اخلاص۔ بہت سے عبادت گزار غیبت کے ذریعہ حدود توڑ لیتے ہیں اور اپنی خواہش کے موافق ناجائز کام بھی کر لیتے ہیں اور کتنے دیندار ہیں جو معتبر شمار ہونے کے باوجود اپنے عمل میں غیر اللہ کا قصد کرتے ہیں اور یہ آفت مخلوق میں کم وبیش ہوتی رہتی ہے بس کامل انسان وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی حدود کی رعایت رکھتا ہے اس طرح سے کہ جو اس پر لازم ہے اور فرض ہے اسے ادا کرتا ہے اور نیت وقصد کو درست رکھتا ہے اس کا قول اور عمل خالص اللہ تعالیٰ کے لئے ہوتا ہے اس کا مقصد مخلوق کو دیکھانا اور ان سے اپنی تعظیم کروانا نہیں ہوتا۔ کتنے لوگ عاجز بنتے ہیں تاکہ انہیں عابد کہا جائے' خاموشی اختیار کرتے ہیں تاکہ انہیں خائف کہا جائے۔ دنیا کو چھوڑتے ہیں تاکہ زاہد کہا جائے حالانکہ مخلص کی علامت یہ ہے کہ اس کی مجلس بھی تنہائی جیسی ہوتی ہے وہ کبھی لوگوں سے خوش طبعی اور تبسم کا تکلف کرتے ہیں تاکہ ان کے ساتھ زاہد کا نام نہ لگ جائے۔ ابن سیرینؒ دن میں ہنسی بھی کر لیتے تھے مگر رات آتی تو یوں ہو جاتے جیسے پوری بستی کو قتل کر بیٹھے ہیں یقین رکھنا چاہئے کہ جس ذات کے ساتھ معاملہ ہے وہ شریک کو گوارا نہیں کرتا لہٰذا مخلص وہ ہے جو تنہا اسی کا قصد کرے اور ریاکار کبھی دوسروں کو شریک کر لیتا ہے تاکہ لوگوں کی تعریف حاصل ہو مگر معاملہ الٹ جاتا ہے کیونکہ قلوب تو اس کے قبضہ میں ہیں جس کے ساتھ شریک کر رہا ہے' لہٰذا وہ قلوب کو اس کے خلاف کرے گا اس کی طرف مائل نہیں کرے گا۔ پس صاحب توفیق وہ ہے جس کا معاملہ مخفی ہے اعمال میں اخلاص ہے ایسا شخص لوگوں میں محبوب ہوتا ہے اگرچہ اس کو دھیان بھی نہ ہو جیسا کہ وہ ریاکار کو ناپسند سمجھتے ہیں گو کتنا ہی عبادت گزار ہے۔ پھر ان صفات سے موصوف آدمی کمال علم سے پیچھے نہیں ہٹتا اور طلب فضائل میں کوتاہی نہیں کرتا اور زمانے کو اس کی وسعتوں سے بڑھ کر خیر سے بھر دیتا ہے اس کا دل عمل میں کبھی سست نہیں ہوتا اس لئے کہ وہ حق سبحانہ وتعالیٰ کے ساتھ مشغول ہے۔

کتنی قبروں کی زیارت کی جارہی ہوتی ہے جبکہ قبر والا دوزخ میں جل رہا ہوتا ہے

میں نے بہت سے لوگ دیکھے ہیں جو دین کے معاملہ میں کوتاہ بے ہمت ہوتے ہیں اور وصیت یہ کرتے ہیں کہ مر جائیں گے تو امام احمدؒ کے قبرستان میں دفن کیا جائے اور کئی علماء دیکھنے میں آئے جو شہرت طلبی کے شوق میں سلطان سے اجازت لینے تک پہنچے اور امام احمدؒ کے مخصوص چبوترے میں دفن ہوئے اور وہ جانتے ہیں کہ وہاں پر ایک مخلوق ذرات کی شکل میں ایک دوسرے پر پڑے ہوئے ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں جو جانتے ہیں کہ وہ اس قسم کے قرب کے مستحق نہیں ہیں تو کیا کسی کو حقیر جانیں؟ لیکن عادات اور حب ریاست ان لوگوں پر غالب آئی ہوئی ہے اور علم ان کی زبانوں پر بطور عادت رواں دواں ہے عمل کیلئے نہیں پھر معاملہ ایسی جماعت تک پہنچتا ہے جو سلاطین میں گھسے رہتے ہیں اور ظلم کا ارتکاب کرتے ہیں اور مقبرہ امام احمدؒ میں دفن پر زور لگاتے اور وصیتیں کرتے ہیں کاش کہ یہ لوگ کسی فارغ زمین میں دفن ہونے کی وصیت کرتے کہ یہاں پر سابقہ میتوں پر دفن ہوتے ہیں جن کی ہڈیاں نکال دی جاتی ہیں۔ تو ان کا حشر اسی حالت ظلم پر ہوگا جس سے وہ مانوس ہو چکے حتی کہ اپنی موت میں بھی' اور بھولے ہوئے ہیں کہ وہ ظالموں کے آلہ کار رہے ہیں کیا خیال ہے؟ انہیں یہ معلوم نہیں کہ ظالم کے آلہ کار رہے ہیں کیا خیال ہے؟ انہیں یہ معلوم نہیں کہ ظالم کا معاون بھی ظالم ہوتا ہے حدیث شریف میں ہے: ایک آدمی کیلئے یہی خیانت کافی ہے کہ وہ کسی خیانتی کا امین ہے۔ جیل کا حاکم امام احمدؒ سے کہہ رہا تھا: کیا میں بھی ظالموں کا معاون شمار ہوں گا فرمایا! نہیں تو خود ظالموں میں شمار ہوگا معاون تو وہ ہیں جو اس معاملہ میں تیری اعانت کرتے ہیں۔

حسد

میں دیکھتا ہوں کہ لوگ حاسد کی شدید مذمت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حسد شریر آدمی کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی نعمت کا دشمن ہے اس کی قضاء پر راضی نہیں ہے اپنے مسلم بھائی کے ساتھ خلل کرتا ہے میں نے غور کیا تو بات کچھ اور معلوم ہوئی وہ یہ کہ کسی کو بھی یہ پسند نہیں کہ کوئی شخص اس سے اونچا نہ ہو جب وہ اپنے کسی دوست کو اپنے سے اونچا دیکھتا ہے تو اثر لیتا ہے مگر یہ پسند نہیں رکھتا کہ خود اس سے اونچا ہو جائے تو تمنا کرتا ہے کہ اس کے

دوست کو یہ مقام نہ مجھے مل گیا ہوتا کہ وہ اونچا نہ ہوتا اور یہ مٹی میں ہاتھ مارنا ہے نہ ہی اس پر کوئی ملامت ہے' ملامت تب ہے جبکہ قول یا فعل سے اس کے مقتضاء پر عمل کرنے لگے اور جو اس درجہ خیال سے قول یا فعل کے ذریعہ آگے نہیں بڑھتا اس پر کوئی حرج نہیں۔

لطف اندوزی کا اسراف

انسان کو سب سے بڑی مضرت عورتوں کی کثرت کی وجہ سے آتی ہے (۱) تو ان کی محبت کی وجہ سے ذہن میں قرار نہیں رہتا (۲) پھر ان کے ساتھ مدارات کا معاملہ ان کی باہمی غیرت اور اگاوٹ ان کے اخراجات اور (۳) پھر یہ خطرہ ہر وقت کا کہ مبادا کوئی ایک اس سے بد دل ہو جائے اور اپنی خلاصی کیلئے اس کی جان کی دشمن بن جائے اور ان سب سے محفوظ رہنے کے بعد ان کیلئے کمائی کرنا تو ہے ہی اور اگر اس سے بھی غنی ہے تو ان سب سے یا کسی ایک سے دل برداشتہ ہو جانا تو لازمی بات ہے اور پھر یہ ان کے سوا کسی ایسی کی تلاش میں رہتا ہے جو اپنی طاقت میں بھی نہیں حتی کہ اگر بغداد کی تمام عورتیں بھی ہاتھ لگ جائیں اور کسی دوسرے شہر کی پردہ میں مستور عورت آجائے تو اس کا گمان یہ ہوگا کہ اس کے پاس مجھے ایسی چیز ملے گی جو ان کے پاس نہیں...... ٹھیک ہے جدت میں لذت ہے لیکن بہت سی مستور پردہ اٹھنے کے بعد مایوس کن ثابت ہوتی ہیں اور یہ صاحب اگر عورتوں کی طرف سے ہر ممکن ایذا سے محفوظ رہ گیا تو جماع میں لگ کر اپنے جسم و جان کو لاغر کر بیٹھے گا اور اس کی لذت طلبی اسے ہمیشہ کیلئے لذت سے محروم کر دے گی کہ کبھی ایک لقمہ بہت لقموں کیلئے مانع بن جاتا ہے اور ایک لذت ہمیشہ کو لذتوں کا خاتمہ کر دیتی ہے اور عاقل وہ ہے کہ حسب منشاء مل جائے تو ایک ہی پر کفایت کرے اور یہ ضروری ہے کہ کوئی بات اس کی بھی طبیعت کے خلاف ہو مگر اعتبار غلبہ اور اکثریت کا ہوتا ہے کیونکہ اچھی عادات والوں میں بھی کوئی بات کمزوری کی ہوتی ہے...... اور بہتر یہ ہے کہ ظاہری حسن سے پہلے دین کو دیکھا جائے کیونکہ دین کی کمی ہو تو ایک صاحب مروت شخص بھی ایسی عورت سے نفع نہیں پاسکتا اور بڑی عمر کے آدمی کو جلد سے جلد ہلاک کرنے والی چیز جماع ہے اسے آلہ کے انبساط اور شہوت کے احساس سے دھوکہ نہ کھانا چاہئے کہ اس کے ذریعہ اس کی وہ قوت خارج ہو جائے گی جو پھر کبھی لوٹ کے نہ آئے گی۔

اہل عقل کے بعض احوال

کوئی طبعی طور پر ہی کم عقل ہو تو اس سے خیر کی توقع نہیں ہو سکتی ہاں کسی

صاحب عقل پر اگر خواہشات واغراض غالب آچکی ہیں تو اس سے خیر کی امید ہو سکتی ہے اور اس کی علامت یہ ہے کہ وہ اپنی جہالت میں بھی کچھ تدبیر کرتا ہے کوئی برائی کرنے لگتا ہے تو لوگوں سے چھپتا ہے اور اپنے بعض حالات میں غور و فکر بھی کرتا ہے نصیحت کے وقت اس پر رقت آتی ہے اہل دین کا احترام کرتا ہے یہ ہے وہ عاقل جو خواہشات میں دبا ہوا ہے جب کبھی ہوشیار اور بیدار ہو گیا تو خواہشات کا شیطان بھاگ جائے گا اور عقل کا فرشتہ آجائے گا۔ اور کوئی اگر اصل طبیعت ہی سے کم عقل ہے جس کی علامت یہ ہے کہ وہ دنیا یا آخرت کے انجام کو خاطر ہی میں نہیں لاتا برائی کرتے وقت اتنا خیال بھی نہیں کرتا کہ لوگ دیکھیں گے تو کیا کہیں گے اور نہ ہی دنیا کے کسی کام کو تدبیر سے کرتا ہے اس سے خیر کی توقع بعید ہے ایسے لوگ شاذ و نادر ہی کامیاب ہوتے ہیں اور اس کا سبب ان کی عقل کا پردہ ہے جسے خواہشات نے ڈالا ہوا ہے کہ جو کبھی ہٹنے لگتا ہے تو پھر لوٹ آتا ہے جیسے مجنون شخص کو افاقہ ہوتا بھی ہے تو پھر دورہ پڑ جاتا ہے۔

احتیاط ہی احتیاط

ہر اس چیز سے احتیاط ہونی چاہئے جس کا واقع ہونا ممکن ہے یوں نہیں کہنا چاہئے کہ غالب یہی ہے کہ بچ جائیں گے ہم نے دیکھا کہ ایک آدمی گھوڑا لے کر کشتی میں سوار ہو گیا گھوڑے نے بدکنا حرکت کرنا شروع کیا تمام اہل کشتی غرقاب ہو گئے اگرچہ غالب یہاں بھی بچ جانا ہی تھا اسی طرح آدمی کو اپنے خرچ میں احتیاط رکھنی چاہئے گو دیکھ رہا ہے کہ مال خوب آرہا ہے کیونکہ ممکن ہے یہ آمد بند ہو جائے اور حاجات و ضروریات کا پورا کرنا تو لازمی ہے اگر خوشحالی میں فضول اڑاتا رہے اور تنگدستی آجائے تو غلط طریق اپنانے لگتا ہے یا پھر لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلاتا ہے ایسے ہی ایک صحت مند آدمی کو چاہئے کہ اپنی بیماری کو نگاہ میں رکھے جو ان کو چاہئے کہ اپنے بڑھاپے کیلئے بھی تیار رہے حاصل کلام یہ ہے کہ نتائج وانجام پر اور ہر ایسے حادثہ یا واقعہ پر جس کا وقوع ممکن ہے نظر رکھنا اہل عقل کا شیوہ ہے باقی صرف موجودہ حالت کو دیکھنا جاہل اور احمقوں کا کام ہے کہ بس اپنی صحت کو دیکھ کر خوش ہے اور بیماری سے غافل ہے یا اپنی تونگری پر نظر ہے اور فقر کا دھیان نہیں ہے یا فوری لذت کو دیکھ رہا ہے اور اس کے انجام بد کو بھلا رکھا ہے عقل کا تو کام ہی انجام پر نظر رکھنا ہے اور وہی اشارہ دیتی ہے کہ صحیح راہ کونسی ہے۔

مومن کا ایمان امتحان کے وقت ظاہر ہوتا ہے وہ خوب دعائیں کرتا ہے مگر قبولیت کے آثار نہیں دیکھتا اور پھر بھی اس کی امید ورجاء میں کوئی تغیر نہیں چاہے مایوسی کے اسباب کتنے ہی قوی ہوں کیونکہ وہ جانتا ہے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ مصلحت کو جانتا ہے یا اس کا ایمان اور صبر مطلوب ہے اس کے تسلیم ورضا کو دیکھنا چاہتا ہے یا اس کی گریہ وزاری اور آہ وبکاء کی کثرت چاہتا ہے اور جلد باز آدمی جو قبولیت میں تاخیر دیکھتا ہے تو بجڑتا ہے یہ ضعیف الایمان گویا قبولیت کو اپنا حق سمجھتا ہے یا جیسے مزدور جو اپنی محنت کا معاوضہ مانگتا ہے۔ کیا یعقوب علیہ السلام کا قصہ نہیں سنا جو اسی برس آزمائش میں رہے مگر ان کی امید میں کوئی تغیر نہیں آیا اور یوسف علیہ السلام کے ساتھ جب بنیامین کے فراق کا غم بھی جمع ہو گیا پھر بھی ان کی امید برقرار رہی اور کہنے لگے۔ (ا) عسی اللّٰہ ان یاتینی بھم جمیعا "امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب کو میرے پاس لے آئے گا اس حقیقت کو اس آیت میں بیان کیا گیا۔ (ا) "ام حسبتم ان تدخلوا الجنۃ ولما یاتکم الآیہ۔" کہ بھلا کیا تم جنت میں جانے کی خواہش لگائے بیٹھے ہو جبکہ تم پر ان پہلوں کے سے حالات ابھی تک نہیں آئے جن پر آفتیں اور تنگدستی آئی اور وہ خوب ہلائے گئے حتی کہ خود پیغمبر اور ان کے ساتھ اہل ایمان ساتھی پکار اٹھے کہ اللہ تعالیٰ کی مدد کب آئے گی" اور ظاہر ہے کہ اسی طرح کی حالت طویل آزمائش کے بعد ہی آتی ہے جبکہ مایوسی کے قریب ہی پہنچ جائے...... آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد مبارک بھی اس کے قریب ہی کا ہے کہ بندہ ہمیشہ خیر وسلامت کے ساتھ رہتا ہے جب تک کہ جلد بازی نہ کرے عرض کیا گیا کہ جلد بازی کیا ہے فرمایا: یوں کہنے لگ جائے کہ دعا تو کی مگر قبول نہ ہوئی بس خبردار تو ابتلاء ہی میں مبتلاء نہیں تجھے صبر اور دعا کا حکم بھی ہے وقت جتنا بھی گذر جائے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس مت ہو۔

سوچنے پر یہ علم میں آیا کہ جہنم کا سبب معاصی (گناہ) ہیں اور غور کرنے سے یہ سمجھ آیا کہ معاصی کا سبب طلب لذت ہے اور لذات میں سراسر دھوکہ ہی دھوکہ پایا باقی ہیچ اور پھر ان لذتوں میں بھی کچھ چیزیں ہوتی ہیں جو انہیں بدمزہ کر دیتی ہیں اور لذت نہیں رہنے دیتیں تو بھلا عاقل انسان نفس کے پیچھے لگ کر ان بدمزگیوں کی وجہ سے جہنم پر کیسے راضی ہو سکتا ہے اور ان لذتوں میں ایک زنا ہے اگر اس سے مقصود مادہ شہوت نکالنا ہے تو وہ حلال طریق سے بھی ممکن ہے اور اگر معشوق کے ساتھ مشغول ہونا مراد ہے تو نفس تو ہمیشہ معشوق کے ساتھ رہنا چاہتا ہے تو نفس اس کا مالک بن گیا اور مملوک کو لذت کہاں وہ تو ملول

رہتا ہے اور اگر گھڑی بھر کیلئے معشوق کا قرب ہوا اور پھر فراق ہو گیا تو فراق کی حسرت لذت قرب پر غالب آجاتی ہے اور اگر زنا سے بچہ بھی پیدا ہو گیا تو ہمیشہ کی رسوائی مکمل سزا اور خالق و مخلوق کے سامنے نیچا ہو گیا۔ اور جاہل شخص تو اپنی غرض پوری کرنے میں لذت پاتا ہے اور نتیجہ میں دنیا اور آخرت کی زندگی کے بدمزہ ہونے کو بھول جاتا ہے۔ اور ان لذتوں میں سے ایک شراب بھی ہے جس سے کپڑے اور منہ ناپاک ہو جاتا ہے عقل مفقود ہو جاتی ہے اور خالق و مخلوق کے سامنے اس کا انجام محتاج بیان نہیں تعجب ہے ایسے شخص پر جو چند لمحات کی ایسی لذت کو پسند کرتا ہے جس سے عزت و مرتبہ غائب اور سزا لازم ہوتی ہے اور بدکرداری کی وجہ سے کبھی قتل تک بھی نوبت آجاتی ہے...... باقی لذتوں کو اس پر قیاس کر سکتے ہیں اور تمام تر لذتوں کو میزان عقل میں اگر رکھا جائے تو یہ اپنے دنیاوی اور اخروی قبیح انجام کے ایک فیصد کے برابر بھی نہیں اترتیں اور یہ اپنی حقیقت کے لحاظ سے بھی ایسی نہیں ہیں کہ آخرت کو ان کے عوض بیچا جا سکے وہ ذات پاک ہے جس نے ان لوگوں پر انعام فرمایا جن کے سامنے کوئی لذت آتی ہے تو وہ عقل کا ترازو لگاتے ہیں اور اس کے انجام کو اور اس کے ترک کے نتیجہ کو دیکھتے ہیں پھر جو بہتر ہوا اسے اختیار کر لیتے ہیں اور اس نے بعض دلوں پر چھاپ لگا دی ہے جس سے وہ شی کی ظاہری شکل کو دیکھتے ہیں اور اس کے نتائج و انجام کو بھلا بیٹھتے ہیں۔

پھر ایک اور عجیب بات یہ ہے کہ بعض لوگ نوجوان ہوتے ہوئے بیوی سے الگ رہ کر سلوک (طریق شریعت) میں محنت کرتے ہیں تاکہ سالک اور صاحب ریاضت کہلائے اس کی خواہش ایک اعلیٰ چیز حاصل کرنے کیلئے (جو کہ مدح ہے) اس پر غالب آگئی ہے تو یہ شخص حرام چیزوں کو کیوں نہیں چھوڑتا جس سے دنیا و آخرت دونوں میں اس کی مدح ہو سکتی ہے پھر فرض کر لیا کہ تیری مطلوبہ لذتیں تجھے ملیں اور پھر ختم ہو چکیں اب محاسبہ کرو کہ وہ آئیں اور چلی گئیں اور تو ان کی محنت سے فارغ ہو چکا اب تجھ میں اور تیرے غیر میں کیا فرق ہے؟ اور کہاں اس عالم کی محنت اور تعب جس نے پچاس برس تک علم حاصل کیا اس کی مشقت جاتی رہی اور علم باقی موجود ہے اور کہاں اس بے ہودہ کی لذت جو خود چلی گئی اور ندامت چھوڑ گئی۔

شہوت کے نتائج

جو حس کے فیصلہ پر قائم ہو گیا وہ ہلاک ہوا اور جس نے عقل کو تسلیم کیا بچ گیا اس لئے کہ محض حس تو دنیا ہی کو دیکھتی ہے اور عقل مخلوقات میں غور کر کے خالق کے وجود کو

معلوم کرتی ہے۔ اور یہ کہ سب کچھ اسی نے عطاء فرمایا پھر بعض کی اجازت اور بعض کی ممانعت بھی اسی نے کی اور اسی نے یہ خبر دی کہ میں تم سے سوال کروں گا اور تمہیں آزماؤں گا تاکہ اپنی مرغوبات کو میرے حکم سے چھوڑنے کی وجہ سے دلیل سے واضح ہو جائے کہ تمہارے نزدیک میرا وجود مسلم ہے اور اس نے یہ بھی خبر دی ہے کہ میں نے تمہارے لئے مطیع کو جزا اور مخالف کو سزا دینے کیلئے ایک اور جہان بنایا ہے اور پھر جب حس کو اور اس کی مرغوبات کو کھلا چھوڑ دیتا ہے تو اس کے نقد نتائج بھی دیکھ لیتا ہے کہ زنا کرتا ہے کوڑے لگائے جاتے ہیں شراب پیتا ہے سزا پاتا ہے چوری کرتا ہے ہاتھ کاٹا جاتا ہے ذلت کا کوئی کام کرتا ہے تو مخلوق میں رسوا ہوتا ہے اور علم سے اعراض کر کے بے کار بنتا ہے تو جاہل بننے پر ندامت اٹھاتا ہے پھر ہم نے بہت سے عقل کے تقاضہ پر عمل کرنے والے دیکھے ہیں جن کی دنیا اور آخرت صحیح ہو گئی مخلوق میں اسے امتیازی تعظیم حاصل ہوئی اور اس کی اکثر و بیشتر لذتوں والی زندگی خواہش کے پرستاروں کی عیش سے بہتر نکلی سمجھ دار آدمی کو میری بات سے عبرت پکڑنی چاہئے۔ اور دلیل کے تقاضے پر چل کر سلامتی اختیار کرنی چاہئے۔

دنیاوی خواہشات کا شوقین بھی عجیب ہے جو شرعی دلائل سے پہلے اپنی عقل سے بھی ان کے متعلق نہیں سوچتا...... حسی لذتوں میں سے بڑی لذت وطی کی ہے ایک حسین عورت کا درجہ کمال بلوغ سے تیس برس تک رہتا ہے اس کے بعد گذشتہ حالات ولادت وغیرہ کے اثرات نمایاں ہونے لگ جاتے ہیں کبھی سر کے چند بال سفید ہو جاتے ہیں اور مرد کو اس سے نفرت ہو جاتی ہے اور کبھی اس سے بھی پہلے ہی ملول ہو جاتا ہے اور مصاحبت و رفاقت کا طول بہت سے عیوب ظاہر کر دیتا ہے اور عورتوں کا عیب اس سے بڑھ کر کیا بیان ہو گا ارشاد باری ہے "لهم فيها ازواج مطهرة" ؎ کہ وہاں ان کو پاکیزہ بیویاں ملیں گی اور (معلوم ہوا کہ دنیا کی عورتیں پاکیزہ نہیں ہوتیں کوئی نہ کوئی عیب ضرور ہوتا ہے الاماشاء اللہ) اور اگر انسان ایک ایسے جسم میں غور کرے جو نجاست سے پر ہے تو اسے قریب لگانے کو تیار نہ ہو مگر شہوت فکر کی آنکھ کو بند کر دیتی ہے بس عاقل وہ ہے جو اپنے دین اور مروت کو ترک حرام کے ذریعہ محفوظ کرلے اور حلال موقع میں بھی اپنی قوت کا تحفظ کرے اور اسے علم و عمل کے فضائل حاصل کرنے میں خرچ کرے اور اپنی عمر کو بدانجام چیزوں میں لگا کر فنا کرنے اور قلب کو پراگندہ کرنے کی کوشش نہ کرے (شعر) تمہارے ہودج (پالکی) میں

؎ البقرہ: ۲۵

میری جان کا عوض بننے والی کوئی شی نہیں ہے کہ جس کے شوق میں مر جاؤں اور نہ ہی ان میں کوئی جان کی قیمت بن سکتی ہے۔اور عموماً بڑے لوگوں کو ہم نے دیکھا جن پر شہوت کا غلبہ ہوا ان کی عمریں ختم ہو گئیں اور جلد ہی رخصت ہو گئے اور ہم نے عقلا کو دیکھا ہے جو اپنے نفوس کو اس شوق سے روکتے ہیں اور اس کا استعمال صرف بوقت ضرورت کرتے ہیں جس سے ان کے بال بھی سیاہ رہتے ہیں اور قوت بحال رہتی ہے حتی کہ وہ زندگی میں نفع کماتے ہیں اور فضائل حاصل کرتے ہیں لوگ ان سے قوت عزیمت کا سبق سیکھتے ہیں اور کسی ایذا کا ان سے مطالبہ نہیں ہے۔

زیارت رسول ﷺ

لوگ آنحضرت ﷺ کی زیارت مبارکہ کے بارے میں متردد ہیں کہ ارشاد مبارک "جس نے خواب میں مجھے دیکھا تو واقعی مجھے ہی دیکھا" کا کیا معنی ہے کیونکہ حدیث شریف کا ظاہر یہ ہے کہ حقیقت میں آپ ہی کو دیکھا حالانکہ بعض آپ کو بڑھاپے کی حالت میں بعض جوانی کے عالم میں بعض مرض کی حالت میں اور بعض صحت کی حالت میں دیکھتے ہیں۔جواب یہ ہے کہ یہ خیال کرنا کہ آنحضرت ﷺ کا جسد مبارک جو مدینہ پاک میں محو استراحت ہے وہ قبر مبارک سے تشریف لا کر اس جگہ پر جلوہ افروز ہوئے جہاں پر آپ کو وقت واحد میں ہزاروں لوگ ہزاروں جگہ پر مختلف حالات میں دیکھتے ہیں تو شخص واحد میں اس حال کا تصور بھی ممکن نہیں ہے پس دیکھنے والا آپ کی صورت مثالی دیکھتا ہے اور "من رآنی فقد رآنی" کا معنی یہ ہو گا کہ جس نے مجھے دیکھا اس نے میری صورت مثالی کو دیکھا جسے وہ درست خیال کرتا ہے اور اسے اس سے مطلوبہ فائدہ حاصل ہو گا۔

فقہ حدیث سے اولیٰ ہے

اگر عمر میں وسعت ہوتی تو میں ہر علم میں اس کی انتہا تک جانے سے منع نہ کرتا مگر عمر بہت کم اور علوم بہت زیادہ ہیں لہٰذا انسان کو حفظ قرآن کے بعد عشرہ قراءات پر اکتفاء کر لینی چاہئے اور حدیث میں صحاح، سنن اور کتب مسانید پر اس لئے کہ علوم حدیث بھی حد سے زائد بڑھ چکے ہیں متون تو معدود و محدود ہیں طرق اور اسناد کثیر ہیں اور علم حدیث بہت سے شاخ پہلوؤں سے تعلق رکھتا ہے فقہاء حضرات اسے "علم الکسالی" (بے ہمتوں کا علم) کے نام سے ذکر کرتے ہیں کیونکہ یہ لوگ اس کی کتابت اور سماع میں لگے رہتے ہیں اس کے

براہِ مہربانی ورق نہ موڑیں۔

حفظ کی محنت کے قریب نہیں جاتے اور اس کا اہم حصہ جو کہ فقہ ہے وہ ان سے فوت ہو جاتا ہے قدیم زمانہ کے محدثین فقہاء ہوتے تھے پھر فقہا ایسے آگئے جو حدیث کی معرفت نہیں رکھتے اور محدثین ایسے آئے جو فقہ کو نہیں جانتے لہذا جو شخص باہمت ہے اپنے نفس کا خیر خواہ ہے وہ ہر علم کے اہم حصہ کو حاصل کر کے اپنا عمومی مشغلہ فقہ کا رکھے کہ یہ تمام علوم میں اعظم اور اہم ہے امام ابو زرعہ" فرماتے ہیں 'مجھے ابو ثور" نے خط لکھا کہ اس حدیث کو ۹۸ راویوں نے آنحضرت ﷺ سے نقل کیا ہے اور درجہ صحت کو پہنچنے والے طریق ان میں تھوڑے سے ہیں۔ تو غیر صحیح طرق میں مشغول ہونے سے اہم مشغلہ میں رکاوٹ آئے گی ہاں اگر عمر طویل ہوتی تو ہر ہر طریق ، ہر حدیث کا حاصل کرنا عمدہ ترین مشغلہ ہوتا مگر عمر قصیر (چھوٹی) ہے۔

لہذا میں حدیث پڑھنے والوں کو کثرت طرق کے مشغلہ سے منع کرتا ہوں اور سب سے میری بات یہ ہے کہ ایک حادثہ پیش آتا ہے اور ایک شیخ سے جو ساٹھ سال سے حدیث لکھتا آرہا ہے سوال کریں تو وہ نہیں جانتا کہ اس میں اللہ کا کیا حکم ہے اور ایسے ہی میں زاہد بننے والے کو اور لوگوں سے انقطاع اختیار کرنے والے کو بھی روکتا ہوں کہ وہ علم سے اعراض نہ کرے بلکہ اسے اپنی ذات کیلئے کچھ فرصت نکالنی چاہئے تاکہ کہیں لغزش کھا جائے تو خلاصی کی توفیق ہو سکے۔

بدن کا حق

حق سبحانہ وتعالی کی معرفت کمال عقل والے ہی کو حاصل ہوتی ہے جو صحیح مزاج رکھتا ہو کہ اسی سے اس کی محبت میں ترقی نصیب ہوتی ہے اور کچھ لوگ ایسے ہیں جن میں عقل کی کمی ہے مزاج میں فساد ہے غذائیں فاسد ہیں جس سے فاسد خیالات ابھرتے ہیں اور وہ حق سبحانہ وتعالی کی معرفت اور محبت کا دعوی کرنے لگ جاتے ہیں اور ان کے پاس اتنا علم بھی نہیں ہوتا جو ان کو اس دعوی سے روک سکے اس طرح سے وہ ہلاک ہو جاتے ہیں۔

اور مومن پر لازم ہے کہ وہ اپنے بدن کی رعایت رکھے اور اس کے لئے اچھی غذا مہیا کرے اور اسے معلوم ہونا چاہئے کہ بعض غذائیں فساد عقل کا سبب بنتی ہیں اور بعض سوداوی امراض کا اضافہ کر کے ملنخولیا پیدا کرتی ہیں ایسا شخص تنہائی کو پسند کرنے لگتا ہے اور لوگوں سے بھاگتا ہے اور کبھی خوراک کم کر دیتا ہے جس سے بیماری قوت پکڑ جاتی ہے اور ایسے ایسے خیالات آنے لگتے ہیں جنہیں یہ حق سمجھتا ہے چنانچہ بعض کہنے لگتے ہیں میں نے ملائکہ دیکھے ہیں اور

بعض کو حق سبحانہ وتعالیٰ کے ساتھ والہانہ محبت کا خیال بلکہ دعویٰ ہو جاتا ہے حالانکہ وہاں اصلاً کوئی قابل اعتماد بات نہیں ہوتی بس عاقل وعالم وہ ہے جو دو رفیق ساتھ لے کر سفر کرتا ہے یعنی ایک علم اور دوسرا عقل۔ اگر طعام میں تقلیل کرتا ہے تو عقل کے ساتھ اور اس قلت کی حد مقرر کرتا ہے اور فضول خوری ترک کرتا ہے اور ایسی چیزوں کو بھی جن سے کسی شبہ یا شہوت کے شر کا خطرہ ہو باقی قدرت کے باوجود خوراک میں حد سے کمی کر دینا یہ عقل اور شرع دونوں کے خلاف ہے ہاں فقر واحتیاج کی صورت الگ ہے۔

اور جو شخص آنحضرت ﷺ اور آپ کے اصحاب کا حال دیکھتا ہے وہ محسوس کرے گا کہ وہ حضرات ایک خاص مقدار اختیار کرتے تھے اور مناسب حال نفس کے حظوظ کو بھی ترک نہ فرماتے اور آپ ﷺ کا یہ ارشاد مبارک کس قدر حسین اور معتدل ہے کہ: ایک تہائی کھانے کا اور ایک پانی کا اور ایک سانس کا (پیٹ میں چھوڑنا چاہئے) اور آپؐ نے حضرت علیؓ سے فرمایا جبکہ وہ مریض تھے یہ کھانا لو کہ دوسرے کی بہ نسبت یہ تمہیں زیادہ مناسب ہے اور پھر آپؐ طلباء سے مشورہ فرماتے تھے سنگی لگواتے تھے دوا استعمال کرنے کی ترغیب دیتے تھے فرمایا کرتے تھے کہ: اللہ تعالیٰ نے جو بیماری بنائی ہے اس کی شفا بھی نازل فرمائی ہے لہذا دوا لیا کرو۔

اور کچھ لوگ ایسے بھی آئے جو بدن کی بنیادی باتوں میں بھی علم و حکمت سے کورے ہیں۔ بعض پہاڑوں میں مقیم رہے بلوط کھایا کرتے جس سے قولنج پیدا ہو گیا اور بعض نے خوراک اتنی کم کر دی جس سے قویٰ کمزور پڑ گئے بعض نے جنگل کی نباتات پر انحصار کر لیا بعض لوبیا اور جو کے استعمال پر لگ گئے اور ان کی وجہ سے کئی بدنی امراض پیدا ہوئیں اور فساد عقل کا سبب بنیں اور اصل سبب قلت علم تھا کہ اگر وہ علم رکھتے تو پتہ ہوتا کہ حکمت ان باتوں سے منع کرتی ہے کیونکہ بدن کی بنا چند اخلاط پر ہے انہیں اعتدال ہو تو سلامتی رہتی ہے ورنہ بیماری پیدا ہو جاتی ہے اور ان میں سے اکثر ایسے بیمار پڑے کہ جلد ہی مر گئے۔

اور بعض کو کچھ شکلیں دکھائی دینے لگیں تو وہ ملائکہ کو دیکھنے کا دعویٰ کرنے لگے وغیرہ وغیرہ باقی علم و عقل والے حضرات لوگوں سے اگر بھاگتے ہیں تو معاصی کے خوف سے اور منکرات سے بچنے کیلئے اور بعض کی معرفت قوی ہوتی ہے تو حق تعالیٰ کی معرفت اور محبت مخلوق کی ملاقات سے انہیں مصروف رکھتی ہے یہ خلوتیں صحیح الاوصاف ہیں کہ علم و عقل کی بنیاد پر ہیں اور بدن کی حفاظت ہوتی ہے کہ منزل تک لے جانے والی ناقہ (سواری) یہی ہے اور کھانے کی چیزوں میں کمی یا نقص نہ رکھے خصوصاً جو مشقت کا عادی نہیں اور نہ ہی اون وغیرہ

بڑاہ مہربانی ورق نہ موڑیں۔

کا موٹا لباس پہنے جو اس کا عادی نہ ہو آنحضرت ﷺ اور آپ کے صحابہ کے طریق پہ نظر رکھے کہ اصل پیشوا وہی ہیں اور ادھر ادھر پگڈنڈیوں کی طرف نہ نکلے اور یوں کہا جائے کہ فلاں زاہد نے مٹی کھائی ہے اور فلاں ننگے پاؤں چلتا تھا اور فلاں نے مہینہ بھر کچھ بھی نہیں کھایا کہ یہ لوگ مخلص بھی ہوں تو راہ سے بھٹکے ہوئے ہیں اس لئے کہ صحیح راہ تو آنحضرت ﷺ اور آپ کے صحابہ کی اتباع ہے اور وہ ایسا نہ کرتے تھے باقی یہ ٹھیک ہے کہ ان حضرات میں بھی ایسے ہوئے ہیں جو دودھ کی لسی پر گذارا کر لیتے تھے اور کئی کئی دنوں تک کھانا نہ کھاتے تھے لیکن یا تو ضرورت کی وجہ سے ایسا ہوتا تھا یا وہ اس کے عادی ہو چکے تھے جیسا کہ بعض بدوی دودھ ہی پیتے ہیں اور انہیں کچھ نہیں ہوتا۔ اور حدیث شریف میں ہے: ہر بدن کو جو اس کی عادت ہو ادا کرو" اور بعض زہد کے مدعی اپنا سارا مال خرچ کر ڈالتے ہیں زہد کیلئے حالانکہ معلوم ہے کہ حاجات پیش آتی رہتی ہیں پھر جب حاجت پڑے گی تو مانگنے لگے گا اور ایسے لوگوں سے بھی لینے پر مجبور ہو جائے گا جن کا ظالم ہونا اسے معلوم ہے اور ان کے سامنے بے عزت بھی ہو گا حضرات صحابہ کرامؓ تجارت کرتے اور مال کا تحفظ فرماتے تھے اور زہد نما جاہل مال جمع کرنے کو زہد کے خلاف سمجھتے ہیں غرض اس فصل کا حاصل یہ ہے کہ جسے فہم عطا ہوئی ہے اسے چاہئے کہ اپنے بدن کی حفاظت کرے اور اس پر تکلیف دہ امور کا بوجھ نہ لادے اور ناموافق غذائیں اس کو نہ دے اپنے مال کو ضائع نہ کرے بلکہ اس کے بڑھانے کا حیلہ کرتا رہے تاکہ محتاج ہو کر نہ بیٹھ جائے کیونکہ زاہد نے جو کچھ نفاق کیا ہے وہ اہل دنیا کیلئے کیا ہے اور اسلاف کاملین کی سیرت کا مطالعہ رکھے علم میں مشغول رہے کہ وہی رہبر ہے اور جس وقت اسے اپنے رب کے ساتھ خلوت کا حکم ہو گا اور اس کی محبت میں منہمک ہونے کا تو اس کا ظاہر ہونے والا پھل پکا ہوا ہو گا کچا نہ ہو گا اللہ توفیق بخشیں

میں نے عقل کے ساتھ کھیلنے والی دنیا سے بڑھ کر کوئی چیز تیز تر نہیں دیکھی ہم سنا اور دیکھا بھی کہ ایک ذہین اور کامل عقل والوں کی جماعت کے ساتھ دنیا نے ایسا کھیل کھیلا کہ وہ دیوانے ہو گئے چنانچہ عہدوں پر فائز ہوئے اور قتل) مار پٹائی سب و شتم اور حبس کی راہ پر چل نکلے اور دین کو بھی خیر باد کہہ دیا اور ظلم میں مشغول ہو گئے اور یہ سب کچھ اس دنیا کی وجہ سے ہوا جو بہت جلد چلی جانے والی ہے اور اپنے قیام کے دوران بھی وہ مکروہات پڑ ڈتے رہے لہذا عقل والے کو چاہئے کہ اس کا حق پورا ادا کرتے اس کے نور کو بجھنے نہ دے اور ہم جو اشارہ کرتے ہیں اس پر کان لگائے اور طفل طمع کے رونے پر کہ اس کی غرض پوری نہیں ہو رہی

کان مت دھر کیونکہ اگر تو اس کے رونے پر ترس کھانے لگا تو اس کا دودھ نہیں چھڑا سکے گا اور تجھے اس کی تربیت ممکن نہ ہوگی لہذا وہ بالغ ہوگا تو جاہل ہوگا فقیر ہوگا (شعر) صغیہ کو ... سکھانے سے غفلت نہ کر گو وہ مشقت کا شکوہ بھی کرے اور بڑے کو اس کے حال پر چھوڑ ... ے کہ وہ حد ادب ... سے بڑھ گیا ہے ۔ اور معلوم ہو کہ ابتلاء کا زمانہ مہمان ہے صبر اس کا میزبان ہے جیسا کہ امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ درجے میں کھانا اعلیٰ اور ادنی ہو جاتا اور لباس بھی بڑھیا اور گھٹیا ہو جاتا مگر زندگی چند دنوں کی ہے لہذا مزے اڑانے والوں کی لذت کو مت دیکھ ان کے انجام پر نظر کر معاش کی تنگی سے تنگ دل مت ہو اور ناقہ (سواری) کو حدی کے نغمہ سے بہلا تا رہ وہ چلتی رہے گی ۔ اس کو طویل رات تک لے چل ستارہ ڈھل جائے یا غروب ہو جائے اور نیند کو ٹالتا رہے خواہ پلکیں خلل کریں یا سخاوت اور اگر شکایت کرنے لگے تو اسے صبح کی روشنی تک بہلاتا رہ اور چاشت کے وقت چڑنے آرام کرنے کا وعدہ دے امام احمد بن حنبل کو ھدیہ پیش کیا گیا واپس کر دیا ایک سال بعد اپنے بچوں سے کہنے لگے اگر قبول بھی کر لیتا تو ختم ہو چکا ہوتا بشرؒ ایک کنوئیں پر سے گذرے ساتھی نے کہا پیاس لگ رہی ہے فرمایا اگلے کنوئیں پر وہاں پہنچے تو فرمایا اگلے پر پھر فرمایا دنیا کی زندگی گذارنے کا یہ طریقہ ہے کچھ احباب بشرؒ حافی کے گھر آئے وہاں چٹائی بھی نہ تھی پوچھا کیا اس سے تکلیف نہیں ہوتی فرمایا وہ بھی تو گذر ہی جاتی ہے داؤد الطائی کا ایک مکان تھا رہائش کیلئے ایک کمرے کی چھت گر گئی دوسری چھت کے نیچے چلے گئے یہاں تک کہ ہو بلیز پر موت واقع ہوئی یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے حالات کے انجام پر نظر رکھی ہے مگر میرا مطالبہ تجھ سے اس درجہ کا نہیں ہے بلکہ میں تو یہ کہتا ہوں کہ اگر تجھے کوئی مباح مال ملے جس میں کسی کا احسان نہ ہو نہ ایذاء نہ مانگ کر لیا ہو نہ ایسے ظالم سے جس کے مال کا حرام ہونا یا مشتبہ ہونا تجھے معلوم ہے تو اپنے نفس کیلئے اس کی مباحات میں بقدر حاجت سہولت پیدا کر اور خرچ اندازہ سے کر فضول نہ اڑا کیونکہ حلال میں اسراف کی گنجائش کہاں اور جب تو اسراف کرے گا تو مخلوق کے آگے جانے کا محتاج ہوگا اور مکروہات و وصول کرنی پڑیں گی اور کسی معاملہ میں تنگی آئے تو صبر کر اور صبر کمزور پڑ جائے تو دروازہ کھولنے والے کو پکار کہ وہ کریم ہے اور غیب کی کنجیاں اسی کے پاس ہیں۔

اور ہرگز مخلوق کے سامنے بناوٹ کر کے اپنے دین کو خراب مت کر یا امراء کا قرب حاصل کر کے تا کہ ان کے مال حاصل کر سکے اور سلف کا طریقہ سامنے رکھ ابن سمعونؒ کا ایک لباس تھا جسے پہن کر مجلس میں بیٹھا کرتے تھے اور پھر اگلی مجلس کیلئے لپیٹ کر رکھ لیتے باپ کی وراثت

میں ملا تھا اور چالیس برس تک چلتا رہا...... اور میمونہ بنت شاقولہ لوگوں کو وعظ کہتی تھی اور اس کا لباس بھی چالیس برس تک رہا جس کی نگاہ صاف ہوتی ہے الفاظ شستہ ہوتے ہیں اس کا وعظ نفع دیتا ہے اور جو معاملہ مکدر رکھتا ہے اس کے لئے مکدر بنا دیا جاتا ہے اور اس سلسلہ میں اعلیٰ حالت یہ ہے کہ قلب اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہے اسی کی طرف نگاہ ہو اسی پر توکل ہو مخلوق سے قلب غافل ہو حاجت پڑے تو سوال اسی سے ہو ضعف محسوس ہو تو رغبت اسی کی طرف ہو اور جب تو اسباب کے ساتھ تعلق لگائے گا تو اس سے کٹ جائے گا اور باطنی استقامت جب تجھے نصیب ہو گی تو سب کام سیدھے ہو جائیں گے۔

مراقبہ نفس

میں نے محسوس کیا کہ میرا نفس بعض اہل ملاقات کے ساتھ مانوس ہے جن کو ہم دوست کہتے ہیں میں نے اپنے تجربات کی روشنی میں انہیں دیکھا تو یہ کھلا کہ ان میں اکثر حاسدین ہیں اور ایسے اعداء ہیں جو کسی کی کوتاہی پر پردہ نہیں ڈالتے اور نہ ہی کسی ہم نشین کا حق پہچانتے ہیں اور نہ ہی اپنے مال سے کسی ساتھی کی غمخواری کرتے ہیں میں نے غور کیا تو دیکھا کہ حق سبحانہ وتعالیٰ قلب مومن پر غیرت کھاتے ہیں کہ کوئی ایسی چیز اس کے لئے عطا کرے جس کے ساتھ وہ مانوس ہو جائے لہذا وہ دنیا اور اہل دنیا کو اس کے لئے مکدر (بدمزہ) کر دیتا ہے تاکہ اس کا انس اس کی ذات کے ساتھ رہے لہذا مناسب یہ ہے کہ وہ سب کو اہل تعارف سمجھے جن میں دوست کوئی نہیں ہو تا بلکہ ان کو اعداء ہی سمجھنا چاہئے اور اپنا راز مخلوق میں سے کسی کو مت بتا اور جو شدت کا متحمل نہیں اسے کسی شمار میں مت رکھ بیٹا ہو خواہ بھائی یا دوست ہو بس ان کے ساتھ ظاہر کا معاملہ رکھ ان کے ساتھ مجلس بھی بوقت ضرورت ہی ہونی چاہئے وہ بھی احتیاط کے ساتھ اور پھر ان سے علیحدگی اختیار کر اور اپنے حال پر متوجہ رہ اپنے خالق پر توکل رکھ کہ خیر اس کے سوا کوئی نہیں لا سکتا اور برائی کو اس کے سوا کوئی نہیں پھیر سکتا لہذا وہی تیرا جلیس ہونا چاہئے وہی انیس اور وہی محل توکل اور اسی سے حال احوال کا ذکر ہو اگر ضعف بصر ہے تو اسی سے مدد حاصل کر یقین میں کمی ہے تو قوت اسی سے مانگ اور ہرگز کسی غیر کی طرف مائل مت ہو اور اس کی تقدیر کا شکوہ نہ کر کہ وہ کبھی ناراض ہو تو شدید ہوتا ہے "ویوم حنین اذا عجبتکم کثرتکم"۔ اور میں تو زندگی اسی کی جانتا ہوں جو اس کی معرفت رکھتا ہے اس کی معیت میں جیتا ہے اپنی حرکات اور گفتگو میں اس کے آگے باادب رہتا ہے گویا اسے دیکھ رہا

ہے اور اپنی آنکھ کے دروازہ پر نگران رکھتا ہے کہ نامناسب نظر نہ ڈالے اور زبان کے دروازے پر محافظ بٹھاتا ہے کہ نامناسب کلمہ نہ نکل جائے اور قلب کے دروازے پر پہرہ بٹھاتا ہے اس کے مسکن کی حفاظت کیلئے کہ غیر داخل نہ ہو جائے اور اسی سے مشغول رہنے کی وجہ سے لوگوں سے وحشت محسوس کرتا ہے یوں وہ روحانی لوگوں کی سیرت پر قائم ہو جاتا ہے اور میل ملاپ رکھنے والے پر تکدر غالب رہتا ہے اور خلوص تو بلند مقام چاہتا ہے۔

شاعر کہتا ہے: کہ میں وہ سفر پسند کرتا ہوں جو اوپر کی طرف ہو اور چمک وہ جو یمنی تلوار میں ہے۔

تیرا عمل تیرے خلاف نہ ہو

اکثر علما ایسے دیکھنے میں آئے جو صورت علم میں مگن ہیں اور اس کی حقیقت اور مقصود سے ناواقف ہیں قاری روایات میں مشغول ہے شاذ قرائتوں پر بھی لگا ہوا ہے پیش نظر محض تلاوت ہے عظمت متکلم اور قرآن کے وعدے اور وعید پر نگاہ نہیں ہے اور کبھی یہ خیال کر بیٹھتا ہے کہ حفظ قرآن اسے بچالے گا لہذا وہ گناہوں میں بھی رخصت تلاش کرتا ہے ذرا سمجھ ہو تو پتہ چل جائے کہ اس قائم ہونے والی حجت نہ پڑھنے والوں کے مقابلہ میں زیادہ قوی ہے اور محدث طرق اور اسناد جمع کرنے اور محفوظ کرنے میں لگا ہوا ہے اور روایت کے مقصود میں غور نہیں کرتا وہ سمجھتا ہے کہ میں نے لوگوں کیلئے احادیث محفوظ کی ہیں اور وہ اسے ذریعہ نجات سمجھتا ہے اور کبھی خطا بھی کر بیٹھے تو خیال کرتا ہے کہ میری یہ خدمت مجھے بچالے گی اور فقیہ یہ سمجھتا ہے کہ دجال کا وہ انداز جس سے وہ اپنے مقابل پر غالب آتا ہے یا وہ مسائل جن کے فتوے وہ لوگوں کو دیتا رہا ہے وہ اسے بلند قدر بنا دیں گے اور اس کے گناہوں کو مٹا دیں گے اس لئے وہ کبھی خطا کر جاتا ہے اور خیال کرتا ہے کہ میرا یہ علمی مقام مجھے تحفظ دے گا۔

اور بعض ایسے بھی ہوتے ہیں نہ حافظ قرآن نہ واقف حدیث نہ ہی یہ جانتا ہے کہ یہ دونوں برائیوں سے منع کرتے ہیں کبھی سختی سے کبھی نرمی سے اور اس جہالت کے ساتھ ساتھ حب ریاست دل میں سمائی ہوتی ہے اور مناظرہ میں غلبہ کا شوق اس سے دل کی سختی اور بھی بڑھ جاتی ہے مذکورہ حالات کی بنا پر اکثر لوگوں کے ہاں صورت علم ایک فن اور پیشہ ہے جو کہ ان میں تکبر اور حماقت خوب بھر دیتا ہے...... ایک معتبر شخص نے کسی شیخ کا قصہ سنایا کہ جس نے اپنی

۱- التوبہ: ۲۵

عمر کثیر علوم میں صرف کر دی تھی کہ وہ آخر عمر میں فتنہ میں مبتلا ہوا ایک فسق کی وجہ سے جس پر اسے اصرار تھا اور اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے مقابل آیا ہوا تھا (معاذ اللہ) گویا زبان حال سے کہہ رہا تھا کہ میرا علم میری اس قباحت کے اثر سے مجھے بچالے گا گویا اپنے لئے اس نے نجات کا یقین کر رکھا تھا خوف کا کوئی اثر یا گناہ پر ندامت کا کوئی نشان اس کے قریب بھی دیکھائی نہ دیتا تھا کہتے ہیں آخر عمر میں اس پر بدحالی آئی اور فقر میں مبتلا ہو گیا سختی پر سختی دیکھتا تھا مگر اپنی قباحت سے باز نہ آتا تھا حتی کہ ایک دن میں نے چند قیراط جمع کر کے اسے سائلانہ انداز سے دیئے تو اسے حیا آئی اور کہنے لگا اے اللہ کیا میں یہاں تک ؟

ناقل کہتا ہے کہ مجھے اس کی غفلت پر تعجب آتا تھا کہ اس نے اللہ تعالیٰ کو کس طرح بھلا رکھا ہے اور خود اس کی طرف سے اپنے لئے حسن تدبیر 'تحفظ' وسعت رزق وغیرہ چاہتا ہے جیسے اس نے یہ ارشاد پاک سنا ہی نہیں **و ان لو استقامو اعلی الطریقة لا سقیناھم ماء غدقا**" کہ اگر وہ لوگ طریق اطاعت پر قائم رہتے تو ہم ان کو کثیر پانی سے سیراب کرتے "اور گویا وہ جانتا ہی نہیں کہ معاصی ابواب رزق کو بند کر دیتے ہیں اور یہ کہ جو اللہ تعالیٰ کے حکم کو ضائع کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے ضائع کر دیتے ہیں میں نے اس شخص کے علم جیسا غیر مفید علم کسی کا نہیں دیکھا اس لئے کہ عالم غلطی کر بیٹھے تو اس میں انکساری آتی ہے مگر یہ اصرار کے باوجود معصیت کی ذرا بھی ٹیس محسوس نہ کرتا تھا گویا وہ جو کچھ کرتا تھا اپنے لئے جائز سمجھتا تھا یا جیسے اس کو دین میں حلال و حرام کے فیصلے کا اختیار حاصل ہے بس کچھ عرصہ بعد ہی بیمار ہوا اور بدترین حالت میں مرا ایسی ناقل کہتا ہے کہ میں نے ایک اور شیخ دیکھا جس نے بظاہر علم تو حاصل کر رکھا تھا مگر اس کا کوئی فائدہ نہ ہوا کیونکہ ہر ممکن برائی سے وہ کبھی نہ بچتا تھا اور تقدیر کا جو کام پسند نہ آتا تھا تو مالک تقدیر پر اعتراض کرتا برا بھلا کہتا انتہائی بدمزہ زندگی گذار کر بدترین عقاید پر فنا کے گھاٹ اتر گیا یہ وہ لوگ ہیں جو علم کے مفہوم سے ناواقف ہیں کیونکہ صورت الفاظ کا نام نہیں بلکہ ان کی مراد کو سمجھنا مقصود ہے اور یہی چیز خوف وخشیت پیدا کرتی ہے وہ علم کو اللہ کا احسان سمجھتا ہے اور سیکھنے والوں کے سامنے اپنے لئے قوی حجت جانتا ہے ہم اللہ تعالیٰ سے ایسی فہم کا سوال کرتے ہیں جس کے ذریعہ مقصود کا حصول اور معبود کی معرفت حاصل ہو اور کمینوں کے طریق سے اس کی پناہ مانگتے ہیں جو اپنے کو علماء کے نام سے موسوم کرتے ہیں جبکہ لدا ہوا علم انہیں کسی بات سے نہیں روکتا وہ جانتے ہیں عمل نہیں کرتے اور لوگوں پر عمل کئے بغیر تکبر کرتے ہیں دنیا کا ایندھن جمع کرتے ہیں حالانکہ اس سے انہیں

روکا گیا تھا ان کی طبیعت ان پر غالب آچکی ہے اور ان کا پڑھا ہوا علم ان پر غالب نہ آسکا یہ لوگ جاہل عوام سے گھٹیا درجہ کے ہیں "یعلمون ظاهرا من الحياة الدنيا وهم عن الآخرة هم غافلون" ا۔جو صرف دنیا کی ظاہری زندگی کو جانتے ہیں اور آخرت سے یکسر غافل ہیں۔

بڑوں کے اوہام

فقیہ کو ہر فن کا کچھ نہ کچھ مطالعہ ضرور کرنا چاہئے مثلاً تاریخ حدیث 'لغت' وغیرہ کیونکہ فقہ میں ان تمام علوم کی ضرورت پڑتی ہے لہذا ہر فن کا اہم حصہ لینا چاہئے میں نے ایک فقیہ کو یہ کہتے ہوئے دیکھا کہ شبلی اور قاضی شریح ایک موقع پر جمع ہوئے مجھے تعجب ہوا کہ یہ ان دونوں کے زمانہ سے کیونکر واقف نہیں اور ایک فقیہ مناظرہ میں کہہ رہا تھا کہ حضرت فاطمہ اور علیؓ کا نکاح ختم نہ ہوا تھا اس لئے حضرت علیؓ نے انہیں غسل دیا میں نے اس سے کہا تیرا ناس ہو حضرت علیؓ نے امامہ بنت زینب سے نکاح کیا تھا جو فاطمہؓ کی بھانجی تھی ۲۔اور میں نے امام غزالیؒ کی احیاء میں احادیث و تاریخ کا وہ خلط اور معجون دیکھا کہ عقل گم ہوتی ہے اور میں نے اس کی اغلاط کو ایک کتاب میں جمع بھی کیا ہے انہوں نے اپنی کتاب المستظہری میں جو مستظہر باللہ کی خدمت میں پیش کی گئی تھی لکھا ہے کہ سلیمان بن عبد الملک نے ابو حازم کو پیغام بھیجا کہ اپنے ناشتے میں سے میرے لئے بھی کچھ بھیجو اس نے بھنا ہوا چھان بھیجا جس کا اس نے ناشتہ کیا پھر بیوی سے ملاپ کیا تو عبد العزیز پیدا ہوا اور اس کے گھر پھر عمر تولد ہوا یہ ایک قبیح خلط اور غلطی ہے کیونکہ اس نے عمر بن عبد العزیز بن سلیمان بن عبد المالک بنا کر سلیمان کو عمر کا دادا بنایا حالانکہ وہ عمر بن عبد العزیز کا چچازاد ہے ابو المعالی الجوینی نے کتاب الشامل فی الاصول کے آخر میں ذکر کیا ہے کہ باطنی امور سے بحث کرنے والی معتبرین کی ایک جماعت نے نقل کیا کہ حلاج 'الجبائی' القرمطی اور ابن المقفع نے ملک میں انقلاب لانے اور سابقہ نظام کو ختم کرنے کا مشورہ اور منصوبہ بنایا اور ان میں سے ہر ایک الگ الگ جوانب میں نکل گئے الجبائی احساء میں جا داخل ہوا ابن المقفع بلاد ترک میں گھس گیا اور الحلاج بغداد میں پہنچ گیا اس

ا۔سورۃ روم آیت ۷

۲۔یعنی اگر وہ نکاح باقی رہا تھا تو بھانجی کے ساتھ نکاح جائز نہ تھا کیونکہ بیک وقت خالہ اور بھانجی نکاح میں جمع نہیں ہو سکتیں۔

کے دونوں ساتھیوں نے اس کے حق میں عندیہ دیا کہ یہ ناکام رہے گا اور ہلاک ہوگا کیونکہ اہل بغداد جلد دھوکہ میں آنے والے نہیں چنانچہ ان کی سمجھ کامل اور فراست صحیح ثابت ہوئی......

مصنف کہتا ہے کہ اگر یہ شخص یا جس نے بھی یہ حکایت نقل کی ہے تاریخ سے واقف ہوتا تو اسے معلوم ہوتا کہ الحلاج نے ابن المقفع کو دیکھا بھی نہیں کیونکہ ابن المقفع کو منصور نے ۱۴۴ھ میں قتل کروایا تھا اور ابو سعید الجبائی القرمطی ۲۸۶ھ میں متعارف ہوئے ہیں اور الحلاج ۳۰۹ میں قتل ہوا لہذا الجبائی اور الحلاج کا زمانہ تو متقارب ہے مگر ابن المقفع کا نہیں۔

غرض ہر ذی علم کو باقی علوم سے بھی کچھ لگاؤ ہونا چاہئے اور ان کا بھی کچھ حصہ زیر مطالعہ ہونا چاہئے کیونکہ ہر علم کو دوسرے علم سے کچھ تعلق ہوتا ہے اور ایک محدث کیلئے یہ بہت قبیح بات ہے کہ کسی واقعہ کا حکم اس سے پوچھا جائے اور اسے معلوم نہ ہو اور یہ اس وجہ سے کہ وہ احادیث کے طرق جمع کرنے میں لگا رہا اور فقیہ کیلئے یہ بری بات ہے کہ اس سے کسی حدیث کے متعلق سوال ہو تو وہ اس کا معنی بتا سکے نہ اس کا صحیح وغیرہ ہونا' ہم اللہ تعالیٰ کے فضل واحسان سے ایسی عالی ہمت مانگتے ہیں جو کسی نقص پر راضی نہ ہو۔

علماء سلف

قدیم علماء کی ہمتیں ازبس بلند ہوتی تھیں جیسا کہ ان کی تصانیف سے معلوم ہوتا ہے جو کہ ان کی عمر کا سرمایہ اور ماحصل تھیں مگر ان کی اکثر تصانیف ناپید ہوگئیں اس لئے کہ اہل طلب کی ہمتیں پست پڑ گئیں اور وہ مختصر کتابوں کو تلاش کرنے لگے اور مطولات میں انہیں کوئی دلچسپی نہ رہی پھر ان میں سے بھی حصہ درس پر اکتفا ہونے لگا جس وجہ سے کتابوں کی اشاعت بند اور کتابیں ختم ہوگئیں اور طلب علم میں کمال کے طالب کیلئے یہی صورت ہے کہ وہ ان کتب کا مطالعہ کرے جو کتب سابقہ میں سے کچھ باقی رہ گئی ہیں اس سے قدما حضرات کے علوم اور ان کی بلند ہمتی کا پتہ چلے گا تو اس کے دل میں ایک جذبہ اور تحریک جدوجہد کی پیدا ہوگی ویسے بھی کوئی کتاب فائدہ سے خالی نہیں اور ان معاصرین کی سیرت وعادات سے تو خدا کی پناہ کہ ان میں کوئی بھی عالی ہمت دکھائی نہیں دیتا جس کی کوئی مبتدی طالب علم اقتداء کر سکے نہ ہی کوئی صاحب تقوی کہ اس سے زہد سیکھ سکے بس اللہ فضل فرمائے اور تمہیں لازم ہے کہ سلف کی سیرت دیکھو ان کی کتب کا مطالعہ کرو کہ یہ ان کی زیارت وملاقات بھی ہے شاعر کہتا ہے میں محبوب کے دیار کو آنکھوں سے تو نہیں دیکھ سکتا شاید کانوں کے ذریعہ ہی دیکھ

سکوں اور میں اپنا حال سناتا ہوں کہ میں کتب کے مطالعہ سے سیر نہیں ہوتا اور جب کوئی نادیدہ کتاب دیکھ لوں تو یوں لگتا ہے گویا کوئی خزانہ مل گیا ہے میں نے مدرسہ نظامیہ میں وقف شدہ کتب کی فہرست دیکھی جو تقریباً چھ ہزار کتابوں کی تھی اور کتب ابی حنیفہ اور کتب حمیدی اور ہمارے شیخ عبدالوہاب بن ناصر کی کتب اور ابو محمد بن الخشاب کی کتب جو کئی گانٹھوں میں تھیں اور ان کے سوا جو کتاب بھی میں دیکھ سکا اور اگر یوں کہوں کہ میں نے بیس ہزار جلدوں کا مطالعہ کیا ہے تو بہت ہے اور میں تاہنوز کتاب کی طلب میں ہوں ان کتابوں کا مطالعہ کرنے سے اسلاف کی سیرت علوہمت' حافظہ عبادات اور علمی عجائبات ایسی وہ باتیں مجھے حاصل ہوئی ہیں جنہیں ان کا مطالعہ نہ کرنے والا نہیں جان سکتا جس وجہ سے میں لوگوں کے اس مقام کو گھٹیا محسوس کرتا تھا اور طلاب کی ہمتیں میری نگاہ میں پست دکھائی دیتی تھیں۔

نظر و فکر کا چھوٹنا

کسی شخص کو اپنے نفس سے زیادہ کوئی چیز عزیز نہیں مجھے اس شخص پر تعجب ہوتا ہے جو اسے خطرے اور ہلاکت میں ڈالنے لگتا ہے اور اس کا سبب عقل کی کمی اور فکر کا فساد ہے چنانچہ بعض اسے یوں ہلاک کرتے ہیں تاکہ بزعم خویش ان کی مدح کی جائے جیسے بعض لوگ درندوں (شیر وغیرہ) کے قتل کیلئے چل نکلتے ہیں اور بعض ایوان کسریٰ کا رخ کرتے ہیں تاکہ چالاک کہلائیں اور کئی تیس تیس فرسخ کا پیدل سفر کرتے ہیں اور یہ لوگ مرے تو سیدھے دوزخ میں جائیں گے اور اگر اسی محنت میں ہلاک ہو گیا تو وہ نفس ہی جاتا رہا جس کیلئے مال مطلوب تھا اور ان سب سے عجیب وہ شخص ہے جو نفس کو ہلاکت میں ڈالتا ہے اور اسے پتہ بھی نہیں چلتا مثلاً غصہ میں کسی مسلمان کو قتل کر کے اپنا غصہ ٹھنڈا کر لیا اور خود جہنم کی ہلاکت میں پڑ گیا اور اس سے بھی عجیب یہود و نصاریٰ ہیں کہ جب ان میں کوئی بالغ ہوتا ہے تو اس پر لازم ہے کہ ہمارے پیغمبر ﷺ کی نبوت کو پہچانے اور ایمان لائے مگر وہ سستی کرتا ہے اور جہنم میں چلا جاتا ہے۔

میں نے ان میں سے ایک شخص سے کہا کہ عجیب بات ہے تو اپنے کو ابدی عذاب کے خطرے میں ڈال رہا ہے ہم تمہارے نبی پر ایمان رکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر کوئی مسلم اپنے نبی پر تو ایمان رکھے اور تمہارے نبی کو یا تورات کو جھوٹا کہے تو وہ ابدی جہنمی ہے لہذا ہمارا تمہارا کوئی اختلاف نہیں کیونکہ ہم بھی ان کے صدق اور ان کی کتاب کے سچا ہونے پر ایمان رکھتے ہیں اور اگر ہماری ملاقات ان سے ہو جائے تو ہم شرمندہ نہ ہوں گے اور اگر وہ ہمیں

عتاب کریں مثلاً یوں کہیں کہ تم نے ہفتہ کا احترام کیوں نہیں کیا تو یہ فروعی عمل ہے جس پر عذاب بھی ہو تو ابدی نہیں اس پر ان کے رئیس نے کہا کہ اس کا تو تم سے مطالبہ ہی نہیں کیونکہ ہفتہ کے احترام کا حکم تو بنی اسرائیل کیلئے خاص تھا تو میں نے کہا کہ گویا تم نے بالاتفاق مان لیا کہ ہم مسلمان عذاب سے بچ جائیں گے اور تم ہلاکت میں پڑو گے کیونکہ تم نے اپنی ارواح کو ابدی عذاب کے خطرے میں ڈال رکھا ہے اور اس شخص پر تعجب ہے اس میں غور نہیں کرتا کہ اگر اس نے سستی دکھائی تو ابدی عذاب لازم ہو جائے گا اور ان سب سے عجیب تر خالق تعالیٰ کا منکر ہے جبکہ وہ اس کی محکم و مضبوط صنعت کو دیکھ رہا ہے اور "صانع کوئی نہیں" کی رٹ لگا رہا ہے اور ان تمام باتوں کا سبب قلت عقل اور نظر استدلال کے عمل کا ترک ہے۔

عاقل کو اپنا راز کبھی افشاء نہ کرنا چاہئے جب تک یقین نہ ہو جائے کہ کھل گیا تو کوئی تکلیف یا خرابی نہ ہو گی اور یہ تو معلوم ہی ہے کہ راز بتانے سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ بتا کر ذرا بوجھ ہلکا ہو گا راحت ہو گی جب کہ راز کی حفاظت کا بوجھ ہلکا ہی ہے اس کو صبر سے برداشت ہی کرنا چاہئے کئی ایسے ہیں جو اپنی بیوی کے پاس راز کہہ دیتے ہیں اگر طلاق ہو جائے تو وہ اس کو اگل دیتی ہے اور یہ ہلاک ہو جاتا ہے۔

یا اپنے دوست کے پاس ظاہر کر دیتے ہیں اور وہ اگر اس کا ہم پلہ اور برابر کا ہو تو حسد کی وجہ سے کبھی آگے بتا دے گا اور اگر وہ عام آدمی ہے تو وہ خود ہی احمق ہے...... کتنے راز ہیں جو فاش ہوئے اور ہلاکت کا سبب بنے۔

طلب علم

طلب علم کی انتہا کو علم کا عاشق ہی پہنچتا ہے اور عاشق کو تکالیف پر صبر کرنا ہی پڑتا ہے اور اس میں لگنے والے کے لوازم میں کسب مال سے پرے رہنا داخل ہے اور جب سے امراء اور اعوان واخوان کی طرف سے ان کی دیکھ بھال بند ہوئی ہے تو فقر کا آنا ضرور تھا اور ادھر فضائل اس پکار پکار کر سناتے ہیں: هنالك ابتلي المومنون و زلزلوا زلزالا شديدا" (کہ ایسے وقت میں اہل ایمان کو ابتلاء آیا اور خوب جھنجوڑے گئے) اور جتلا آدمی جب بھی خوف محسوس کرتا ہے تو فضائل کہتے ہیں کہ شرافت و بزرگی کو کھجور مت سمجھ جسے تو آسانی سے کھا لے گا بزرگی تک پہنچنے سے پہلے ایلوا چاٹنا پڑتا ہے احمدؒ بن حنبل نے طلب علم کی راہ اختیار کی تو فقیر تھے چالیس برس تک لگے رہے نکاح بھی نہیں کیا لہٰذا امامؒ موصوف کی طرح فقیر کو اپنے

فقر پر صبر کرنا چاہئے اور ان جیسا کر کون سکتا ہے؟! انہوں نے پچاس ہزار واپس کر دیئے جبکہ نمک لگا کر پتے کھایا کرتے تھے۔ ان کا یہ ذکر جمیل یوں ہی نہیں پھیلا کوئی بات ہی تو ہے کہ لوگوں کے قدم ان کے مزار مبارک کی طرف اٹھتے ہیں سبحان اللہ کیا ان کی مدح و ثنا تھی جس سے آفاق بھر گئے ہیں وہ کیسا جمال تھا جس نے وجود کو مزین کر دیا کیسی عزت تھی جس نے تمام ذلتوں پر پانی پھیر دیا یہ صلہ تو ان کا دنیا کا ہے اور آخرت کا ثواب تو بیان سے باہر ہے۔ ذرا غور کرو کہ اکثر علماء کی قبور کو کوئی جانتا ہے اور نہ ہی زیارت کیلئے جاتا ہے انہوں نے رخصتیں تلاش کیں تاویلیں اختیار کیں سلاطین سے میل جول رکھا علم کی برکت جاتی رہی اور جاہ و مرتبہ ختم ہو گیا اور بوقت موت ندامت کے حوض میں اتر گئے ہائے کس قدر حسرات ہیں جن کا کوئی مداوا نہیں کتنا خسارہ ہے جس کی کوئی تلافی نہیں ہے لذتوں کا حصول تو پلک جھپکنے کے بقدر ہوا اور ہمیشہ ہمیشہ کا افسوس باقی رہ گیا لہذا طالب فضائل کو صبر در صبر ہی کرنا چاہئے کیونکہ خواہشات یا بے کاری کی راحت والی لذت فنا ہو جاتی ہے اور صدمہ اور افسوس باقی رہ جاتا ہے حضرت امام شافعیؒ کے شعر ہیں "اے نفس بس یہ چند دنوں کا صبر ہے جن کی مدت گویا بے ہودہ خوابوں جیسی ہے اے نفس دنیا سے جلد جلد گذر جا اور علیحدہ ہو جا کیونکہ عمدہ عیش تو میرے آگے آ رہی ہے۔ پھر اے فقیر عالم کیا تجھے یہ پسند ہے کہ کسی ایک سلطان کا ملک تجھے مل جائے اور سارا علم تجھ سے سلب ہو جائے ہرگز نہیں! میں کوئی بھی صاحب عقل میں گمان نہیں کرتا کہ وہ اسے پسند کرے گا پھر لو تیرے ذہن میں کوئی اچھا خیال آتا ہے یا کوئی عمدہ بات تو اس کی وہ لذت تجھے محسوس ہوتی ہے جو حسی لذت اٹھانے والے کو نہیں ملتی شہوات کا حصہ پانے والا اس لذت سے محروم ہے جو تجھے ملی ہے اور لوازم حیات میں تو ان کے ساتھ شریک ہے اس کے بعد بعض فضول چیزیں رہ گئی ہیں کہ نہ بھی ملیں تو حرج نہیں اور آخرت کے معاملہ مین غالب یہی ہے کہ وہ خطرہ میں ہیں اور اغلب یہ ہے کہ تو نجات پا جائے گا لہذا میرے بھائی ذرا انجام پر نظر دوڑا اور فضائل میں رکاوٹ بننے والی سستی کو ختم کر دے کہ بہت سے علماء حضرات جو سستی اور کوتاہی کے زمانہ ہی میں فوت ہو گئے حسرت و افسوس میں کروٹیں بدل رہے ہیں ایک آدمی نے ہمارے شیخ ابن الزغوانی کو خواب میں دیکھا شیخ نے اسے کہا کہ تمہارے ہاں غفلت کی کثرت ہے اور ہمارے یہاں ندامت کی خدا تجھے توفیق بخشے محبوس ہونے سے پہلے ذرا بھاگ لے آخرت کے لامحدود منافع کو مد نظر رکھتے ہوئے دنیاوی خواہشات کا معاملہ ختم کر دے اور جان لے کہ فضائل خواہشات کے تابع نہیں ہیں اور یہ کہ معمولی کوتاہی کمالات کے چہرے کو عیبناک کر دیتی ہے پس سانس رک جانے سے پہلے پہلے جلدی

کر لے جبکہ ملک الموت غائب ہے ابھی نہیں آیا اس لئے عزم کر کے تیار ہو جا۔
شعر: جب وہ عزم کر لیتا ہے تو بس اسے ہی پیش نظر رکھتا ہے اور عواقب وانجام کے تذکرہ سے پہلو تہی کرتا ہے اور اپنے معاملہ میں اپنے نفس کے سوا کسی سے مشورہ نہیں لیتا اور تلوار کے دستہ کے سوا کسی کو رفیق بنانے پر راضی نہیں ہوتا" اور اس عزیمت میں دنیا اور اصحاب دنیا کی کچھ پرواہ مت کر اللہ تعالیٰ اہل دنیا کو ان کی دنیا مبارک کرے ہم اس سے بے پرواہ ہیں اور وہ فقراء ہیں جیسا کہ ابراہیمؒ بن ادھم فرماتے ہیں کہ اگر بادشاہوں اور ان کے بیٹوں کو ہمارے حال کا پتہ چل جائے تو وہ اس پر تلواروں کے ساتھ ہم سے لڑائی کریں اہل دنیا کا ایک آدمی حرام کا لقمہ کھاتا ہے یا شبہ والا اور وہ خود اگر ایسا نہیں کرتا تو اس کا نمائندہ ایسا کرتا ہے اور اسے اپنے وکیل کی بے دینی کی کچھ پرواہ نہیں اور اگر وہ کوئی گھر بناتے ہیں تو مزدور بیگار پر اکٹھے کر لیتے ہیں مال جمع کرتے ہیں تو ناجائز طریقوں سے پھر ان میں سے ہر ایک کو خطرہ لگا رہتا ہے کہیں قتل نہ ہو جائے یا معزول نہ ہو جائے یا کہیں بے عزتی نہ ہو جائے اور ان تمام عیوب کی جڑ ان کی کمالات سے محرومی اور ناقص رہنا ہے اور ہماری خوراک بظاہر شرعاً جائز ہوتی ہے اور ہمیں کسی دشمن کا خوف نہیں ہوتا ہمارا منصب کبھی معزول نہیں ہوتا دنیا میں عزت ہماری ہے ان کی نہیں مخلوق ہماری طرف مائل ہوتی ہے دست بوسی اور عوام میں تعظیم اکثر ہماری ہوتی ہے اور آخرت میں ہمارے اور ان کے مابین بہت فاصلہ ہوگا انشاء اللہ ارباب دنیا اگر ذرا گردن موڑ کر دیکھ لیں تو ہمارے مرتبہ کا اندازہ ہو جائے اور اگر ان کے ہاتھ ہمیں کچھ دینے سے بند ہو گئے ہیں تو سوال سے بچنے کی لذت بہت عمدہ ہے احسان جتانے کی تلخی کی تلافی لئے ہوئے مال سے کچھ بھی نہیں ہوتی بس ایک کھانا دوسرے کھانے سے ذرا کم اور ایک لباس دوسرے لباس سے کم ہے اور یہ چند دن کی بات ہے اور تعجب اس شخص شریف النفس پر ہے جو علم حاصل کرتا ہے وہ ایسے شخص کے سامنے کیوں کر ذلیل ہوتا ہے جس کی عزت اس کے دیناروں کی وجہ سے ہے اور اس کا فخر اس کی طاقت کی وجہ سے ہے مجھے ابو یعلی العلوی نے یہ شعر سنایا تھا۔

(ترجمہ) "کتنے لوگ ہیں جن کی عادات میں کھجلی ہے اور انہوں نے اسے اپنا غرور بنا لیا ان کے قبیح مال نے ان پر پردہ ڈالا ہوا ہے وہ ہٹ گیا تو سب کچھ عیاں ہو جائے گا" اللہ تعالیٰ ہمیں اہل غفلت کی نیند سے بیداری بخشیں اور بیدار لوگوں کی سی فکر نصیب فرمائیں علم و عقل کے تقاضوں پر عمل کی توفیق عطاء فرمائیں۔

خرچہ میں اعتدال

انسان کو اپنے بدن پر طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالنا چاہئے کیونکہ بدن کی مثال سواری کی سی ہے کہ اگر اس کا خیال نہ رکھا جائے تو سوار کو منزل پر نہ پہنچائے گی چنانچہ تجھے لوگوں میں ایسا شخص بھی ملے گا جو زہد کا دعویٰ رکھتا ہے اپنے بدن کو اس نے پہلے سہولتوں میں رکھا ہوتا ہے پھر اس کی مانوس چیزوں سے اسے ہٹاتا ہے جس سے بیماریاں پیدا ہوتی ہیں اور وہ بہت سی عبادات سے محروم رہ جاتا ہے مشہور قول ہے ہر بدن کو اس کی موافق عادت پر رکھو (یعنی جائز و مباحات میں) آپ کے سامنے دستر خوان پر گوہ لائی گئی تو ارشاد فرمایا اسے طبیعت قبول نہیں کرتی کیونکہ ہمارے علاقہ میں یہ پائی نہیں جاتی...... ہجرت کی حدیث میں ہے کہ ابو بکرؓ نے آپ کیلئے سایہ تلاش کیا چادر بچھائی دودھ کے پیالہ پر پانی ڈال کر اسے ٹھنڈا کیا اور آپ ایک جگہ تشریف لائے اور فرمایا کہ اگر مشکیزہ میں رات کا پانی (ٹھنڈا) موجود ہے تو بہتر ورنہ پھر ہم یہیں سے پی لیں گے...... اور آپ مرغی کا گوشت بھی کھالیتے تھے صحیح بخاری میں ہے کہ آپ کھانے میں میٹھی چیز اور شہد پسند فرماتے تھے اور کبھی میسر نہ آئے تو جو ملا نوش فرمالیا اور واقعہ ہے کہ عام لوگوں میں خصوصاً عرب میں ایسے لوگ ہیں جو خوراک اور پوشاک میں کھردرا پن یا انتہائی سادہ کو پسند نہ کرتے تھے ہاں کسی کی اگر عادت بن جائے تو حرج نہیں مگر جو لطافت سے مانوس ہے اس میں تبدیلی پیدا کرنے سے صحت میں تبدیلی آتی ہے عبادت میں کمی آجاتی ہے حسن بصریؒ ہمیشہ گوشت کھاتے اور فرمایا کرتے مالکؒ کی دو روٹیاں نہ فرقد کے دو پیالے' ابن سیرین کے گھر میں ہمیشہ حلویٰ موجود رہتا تھا۔ سفیان ثوریؒ سفر کرتے تو ان کے توشہ دان میں بکری کا بھنا ہوا بچہ اور فالودہ ساتھ ہوتا تھا رابعہؒ نے فرمایا: اس بدن کیلئے فالودہ کھانا معیوب نہیں جو اللہ کیلئے عمل کرتا ہے لہذا جو خوشحال زندگی سے مانوس ہے اسے حتی الامکان سہولت ہی سے رہنا چاہئے میں نے خود اپنا تجربہ کیا ہے کہ میری پرورش نعمتوں میں ہوئی پھر جب میں نے مرغوبات کی تقلیل اور ترک شروع کیا تو اس کے نتیجہ میں ایسی بیماری آئی جس نے مجھے کتنی عبادتوں سے محروم کر دیا حتی کہ میں مدتوں قرآن پاک کے روزانہ پانچ پارے تلاوت کرتا تھا اور ایک دن میں نے خلاف طبع کچھ کھایا اور اس دن تلاوت ہی نہیں کر سکا تو میں نے کہا کہ جو لقمہ کھا کر پانچ پاروں کی تلاوت ہو اور ہر حرف پر دس نیکیاں ملیں خود اس کا کھانا بھی عظیم طاعت ہے اور جو کھانا بدن کیلئے مضر ہو جس سے عمل خیر فوت ہو جائے اسے ترک کر دینا چاہئے...... آنحضرت ﷺ نے ایک صحابی کو دیکھا کہ مجاہدہ کی وجہ سے اس کا

نقشہ کچھ بدل رہا تھا فرمایا تجھے ایسا کرنے کو کس نے کہا ہے لہذا عاقل انسان موافق بدن غذا لیتا ہے جیسا کہ مجاہد اپنے گھوڑے کو صاف ستھرا دانہ کھلاتا ہے اور یہ ہرگز نہ سمجھنا کہ میں مرغوبات کے استعمال کا حکم دے رہا ہوں یا لذائذ کی فراوانیوں کا میں تو محافظ نفس چیز کھانے کو کہہ رہا ہوں مضر صحت سے روک رہا ہوں باقی کھانوں میں وسعتیں تو نیند ہی لاتی ہیں اور پیٹ بھر کے کھانا قلبی بصیرت کو ختم کرتا ہے بدن میں کمزوری لاتا ہے بس میرے اشاروں کو سمجھو کہ اعتدال کی راہ صحیح راہ ہے۔

غفلت

عقل کمال کو پہنچتی ہے تو فہم و دانش بڑھ جاتی ہے اور ذہین آدمی کسی آفت میں پھنسے بھی تو نکل آتا ہے بقول حسن بصریؒ کی چور ذہین ہو تو ہاتھ کٹنے سے بچ جاتا ہے اور بدھو شخص مشقتوں کا انبار اپنے اوپر اکٹھا کر لیتا ہے یہی یوسف علیہ السلام کے بھائی ہیں جنہوں نے باپ سے اس کو اس لئے الگ کیا کہ خود اس کے قریب ہو سکیں اور یہ نہ جانا کہ یوسف کا غم باپ کو ان سے بے توجہ کر دے گا اور جب اس کے نزدیک یہ متہم ہوں گے تو مبغوض بھی ہوں گے پھر انہوں نے یوسفؑ کو کنوئیں میں ڈالا اور کہنے لگے کہ کوئی قافلہ والے اسے لیجائیں گے "یلتقطه بعض السيارة" یوسف علیہ السلام بے شعور بچہ نہ تھا (صبی کبیر) سمجھدار لڑکا تھا انہوں نے یہ نہ سوچا کہ کوئی لے گیا تو یہ سب حال اس کو بتائے گا اور خبر باپ تک پہنچ جائے گی یہ ان کی غفلت تھی پھر باپ کے پاس آ کے کہنے لگے "فاكله الذئب" کہ اسے بھیڑیا کھا گیا اور قمیص صحیح سالم سامنے کر دی کچھ پھاڑ دی ہوتی تو بات بن جاتی پر غلہ کیلئے گئے ہیں تو وہ کہتے ہیں "ایتونی باخ لکم" اپنا بھائی بھی میرے پاس لاؤ عقل ہوتی تو سمجھ لیتے کہ شاہ مصر کو بھلا ان کے بھائی سے کیا غرض پھر اسے ایک دلیل کی بنا پر روک لیا اور کہا کہ یہ صاع مجھے حقیقت حال بتادے گا یہ سب باتیں دیکھ کر بھی ان کو کچھ توجہ نہ ہوئی ادھر یعقوب علیہ السلام نے ان اشیاء کو دیکھ کر فرمایا "اذهبوا فتحسسوا من يوسف واخيه" جاؤ یوسف اور اس کے بھائی کا پتہ لگاؤ اور یوسف علیہ السلام کو بذریعہ وحی اپنی اطلاع دینے سے روک دیا گیا تھا اسی لئے بوقت ملاقات جب یعقوب علیہ السلام نے فرمایا "مجھے خط کیوں نہ بھیجا تھا تو آپ نے جواب دیا کہ جبریل نے روک دیا تھا تکمیل امتحان کی خاطر اطلاع دینے سے منع کے باوجود یوسف علیہ السلام کا اپنے بھائی کے ساتھ وہ معاملہ کرنا تنبیہ کرنے کیلئے تھا جیسے عدت گذارنے والی عورت کو صراحتاً پیغام نکاح نہیں دے سکتے تعریض اور اشارہ جائز ہے۔ یعقوب علیہ السلام

بھی جو روتے رہے تو یوسف کی صرف شکل وصورت کو نہیں بلکہ اس فہم وکمال کو روتے تھے۔

تمام افکار کو ذکر آخرت کیلئے استعمال کرنا

آدمی کی فطرت میں ایسے تقاضے رکھ دیئے گئے ہیں جو افکار کو پریشان رکھتے ہیں آنکھ کچھ دیکھنے کو مانگتی ہے زبان کلام کا تقاضہ کرتی ہے پیٹ کھانے کو مانگتا ہے عضو بیوی مانگتا ہے طبیعت مال جمع کرنے کو کہتی ہے ہمیں حکم ہے کہ فکر آخرت کیلئے یکسوئی اختیار کرو اور خواہشات انتشار پیدا کرتی ہیں تو یہ غریب کیا کرے گا جب کہ اپنی اور اہل وعیال کی ضروریات کا انبار اس کے سامنے ہوگا، صبح سویرے دکان پر جائے گا ضروریات کی فکر ہوگی اور حاجات کو پورا کرنے کو عقل فکر دوڑائے گا تو اسے کیا یکسوئی میسر آئے گی خصوصاً اگر کسی خاص چکر میں پھنس گیا تو قبر تک پہنچ جائے گا یا طلب فضائل کب کرے گا اور جسے کچھ سمجھ عطا ہوئی ہے اسے فضائل کیلئے کچھ صبر اور مشقت کرنی ہوگی اگر زہد میں لگتا ہے اور عیالدار نہیں ہے تو قلیل محنت پر کفایت کرے گا کہ السبتی صرف ہفتہ کے دن عمل کرتا اور پورا ہفتہ اسی پر گذارتا تھا اور اگر اپنے پاس کچھ مال ہے تو کسی با اعتماد معتمد آدمی کے ساتھ معاملہ کرے جو اسے کمائی کرنے سے مستغنی کردے اور اگر عیالدار ہے تو ان کے لئے کسب کی نیت کرلے یہ بھی عبادت ہوگی یا غیر منقولہ مال ہے مثلاً زمین ہے تو مزارعت پر لگادے اور اس کی آمدنی پر کفایت کرلے اور اپنے تفکرات کو حتی الامکان کم کرنے کی کوشش کرے تعلقات کو ختم کرکے یا کم کرکے تاکہ یاد آخرت میں یکسوئی مل سکے اور اگر ایسا نہ کیا اور غفلت ہی میں پڑا رہا تو قبر میں ندامت اٹھائے گا اور سب سے زیادہ بدحال وہ فقیہ عالم ہے جو ذکر آخرت کیلئے یکسو ہوتا ہے تو اہل وعیال کے نفقہ کیلئے پریشان ہوجاتا ہے اور بعض دفعہ ظالموں کے پاس جانے کی نوبت بھی آتی ہے اور مشتبہ مال لینے اور ذلت اٹھانے پر مجبور ہوجاتا ہے لہٰذا اسے مذکورہ تجویز اختیار کرنی چاہئے اور کسی طرف سے کچھ ملے تو اس میں غور کرنا چاہئے اور یہ بھی مناسب نہیں کہ امیدوں کی تقلیل کرکے سب جمع مال خرچ کرڈالے آنحضرت ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ اپنے وارثوں کو غنی چھوڑ کر جانا اس سے بہتر ہے کہ تیرے بعد وہ لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلاتے پھریں ہر ذلت سے بڑی ذلت بخلاء اور امراء کی خدمت میں جانا ہے بس اپنے حالات میں غور کرے تدبیر بنائے تعلقات میں کمی کرے اپنے مقام کا تحفظ کرے کہ وقت بہت قلیل ہے امام احمدؒ بن حنبل کی خدمت میں مال آیا بیٹے نے قبول کرنے کا مشورہ دیا تو فرمایا

اے نیک بخت مجھے پاک دامن رہنے دے پھر فرمایا میں استخارہ کروں گا صبح ہوئی تو کہنے لگے میرے بیٹے طے یہی ہوا کہ قبول نہ کروں اور یہ جب ہے کہ یہ ہدیہ پاکیزہ تھا اور کئی سمتوں سے آیا تھا مگر آج معاملہ الٹ چکا ہے۔

حاسدوں سے پرہیز

مخلوق سے الگ رہنا خوشگوار زندگی کا سبب ہے گو ایک خاص حد تک ملنا بھی ضروری ہے لہذا دشمن سے مدارات رکھ اور اپنے ساتھ ملائے رکھ کہ کبھی وہ مکر کرتا ہے اور ہلاک کر دیتا ہے اور اپنے ساتھ برائی کرنے والے کے ساتھ بھلائی کر اور رازداری کے ذریعہ اپنے امور میں مدد حاصل کر تیرے پاس آنے والے بس اہل تعارف ہی ہوں گے ورنہ دوست کہاں ہیں؟ کیونکہ سب سے بڑھ کر نادر اور کامیاب دوست کا وجود ہے وجہ یہ ہے کہ دوست برابر کے مقام کا ہونا چاہئے اگر کسی عالی کو دوست بنالیا تو اس سے نفع نہیں ہو گا بد اخلاقی کی وجہ سے اور علم وادب کی کمی کی وجہ سے اور اگر برابر کا یا کچھ قریب کا مل گیا تو حسد کرنے لگے گا ذرا غور کرنے سے تجھے اس کے افعال واقوال میں حسد دکھائی دینے لگے گا۔ "ولتعرفنهم في لحن القول" کہ ان کی زبان کا لہجہ ہی تجھے بتادے گا اس کی تائید یوں ہو سکتی ہے کہ جو شخص تیری باتیں اس کے پاس رہتا ہے تو اس کے پاس اس کی برائی کر دے پھر یہ اس کے پاس دل کی بات اگل دے گا...... پر سکون زندگی چاہتا ہے تو حاسدوں سے دور رہ کیونکہ وہ تیری خوشحالی کو دیکھتا رہتا ہے اور کبھی نظر بھی لگا دیتا ہے مجبوراً کبھی ملاقات کرنی پڑے تو اس کے پاس اپنا راز مت کھول اور نہ ہی کوئی مشورہ لے اس کی نرم کلامی سے دھوکہ نہ کھالینا اور نہ ہی اس کی عبادت اور دینداری کے فریب میں آنا کیونکہ حسد دین پر غالب آجاتا ہے تجھے معلوم ہی ہے کہ قابیل کو حسد ہی نے قتل پر آمادہ کیا تھا۔ اور یوسف علیہ السلام کو بھائیوں نے کھوٹے داموں فروخت کر دیا تھا۔ ابو عامر راہب دانا عبادت گذار شخص تھا اور عبداللہ بن ابی رئیسوں میں سے تھا مگر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حسد نے دونوں کو نفاق میں اور ترک ہدایت میں دھکیل دیا اور یہ بھی مناسب نہیں کہ اپنے حاسد کیلئے اس کی حالت سے بڑھ کر کوئی سزا چاہی جائے اس لئے کہ وہ مسلسل ایک عظیم امر میں پھنسا ہوا ہے اس کی تسکین تیری نعمت کے ختم ہونے میں ہے جوں جوں نعمت آگے بڑھتی ہے اس کا عذاب طول پکڑتا ہے تو اس کی کوئی

۱۔ سورہ محمد: ۳۰

زندگی نہیں اور اہل جنت کی عیش میں نکھار بھی تبھی آئے گا جب ان کے سینوں سے کینہ اور حسد صاف کر دیا جائے گا اور اگر اسے نہ نکالا جاتا تو وہ وہاں بھی باہم حسد کرنے لگتے اور جنت کی زندگی بھی بدمزہ ہو کے رہ جاتی۔

اعتدال بہترین چیز ہے

جو عقل کے ساتھ چلتا ہے خواہشات کے پیچھے نہیں لگتا نتائج اور انجام پر نظر رکھتا ہے تو خواہشات میں پڑنے والوں سے کہیں بڑھ کر دنیا سے نفع اٹھا سکتا ہے جلد باز آدمی اپنے کو دنیا کے حصہ سے اور ذکر جمیل سے محروم کر لیتا ہے اور یہی اس کے مطلوبہ لذات سے محرومی کا سبب ہوتا ہے اس کی دو طرح سے وضاحت ممکن ہے ایک یہ کہ اگر وہ نکاح کی خواہش کی طرف مائل ہے اور بکثرت اس میں مشغول ہوا تو اس کی لذت کم ہوتی جائے گی اور حرارت ختم ہونے لگے گی اور یہی اس کی مطلوبہ لذت کے خاتمہ کا سبب بن جائے گا اور جو اس معاملہ میں عقل کو استعمال کرتا ہے ایک مناسب اور بقدر تحمل مقدار میں رہتا ہے تو اس کی لذت بڑھتی ہے کیونکہ دو ملاقاتوں میں فاصلہ ہو گیا ہے اور حرارت محفوظ ہونے کی وجہ سے دوبارہ ملاقات ممکن ہے اور یہی حال اس کا ہے جو اپنے عام معاملات میں خیانت کرتا اور دھوکا دیتا ہے کہ لوگ پھر اس سے معاملہ نہیں کرتے اور یہ منافع کمانے سے ایک دفعہ خیانت کر کے ہمیشہ کیلئے محروم ہو جاتا ہے اگر اعتماد میں مشہور ہوتا لوگ ہمیشہ معاملہ کرتے رہتے اور نفع چلتا رہتا۔

دوسری صورت یہ ہے کہ جو شخص تقویٰ اختیار کرتا ہے عمل میں مشغول ہوتا ہے یا زہد حاصل کرنے میں لگتا ہے اس کے لئے وہ مباحات میسر آتے ہیں جن سے وہ خوب لذت و نفع اٹھاتا ہے اور جو علم میں سستی کر جاتا ہے یا خواہشات اس کیلئے حصول زہد سے رکاوٹ بن جاتی ہیں وہ اپنی مراد میں کم ہی کامیاب ہوتا ہے ارشاد پاک ہے "**وان لو استقاموا علی الطریقة لاسقیناھم ماءً غدقا**" کہ اگر وہ طریق ہدایت پر جمے رہتے تو ہم ان کو کثیر پانی سے سیراب کرتے۔

اخلاص

ہر عمل اللہ تعالیٰ کا حکم سمجھتے ہوئے اس کو حاضر ناظر جانتے ہوئے اس کی رضا کیلئے ہونا چاہئے کہ وہ تمام مخلوق کے مقابلہ میں تجھے کافی ہے اور ہر خیر تجھے عطا فرماتا ہے ہر گز

---

۱۰ جن: ۱۲

سے ہٹ کر خواہشات کی اتباع یا مخلوق کو راضی کرنے میں نہ لگ کہ وہ تیرا حال برعکس کر دے گا اور مقصود حاصل نہ ہو گا حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص لوگوں کو خوش کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ کو ناراض کرتا ہے تو اس کی تعریف کرنے والے لوگ مذمت کرنے لگ جاتے ہیں اور بہترین زندگی اس شخص کی ہے جو خالق سبحانہ و تعالیٰ کی معیت میں گذارتا ہے اگر سوال ہو کہ معیت کیا ہے تو میں کہتا ہوں کہ اس کے احکام کو مان کر اور ممنوعات سے بچ کر زندگی گذارنا اس کی حدود کی رعایت رکھنا اس کے فیصلہ پر راضی رہنا تنہائیوں میں حسن ادب سے رہنا بکثرت ذکر کرنا تقدیر کے معاملہ میں قلب کو اعتراض سے پاک رکھنا اگر کوئی حاجت پیش آئے تو اس سے سوال کر مل جائے تو بہتر ورنہ نہ دینے پر راضی رہ اور یوں سمجھ کہ نہ دینا بخل کی وجہ سے نہیں میری مصلحت کی وجہ سے ہے اور مانگنا بند مت کر کہ یہ بھی ایک عبادت ہے کہ اس میں لگا رہنے سے اس کی محبت پیدا ہو گی تو کل پختہ ہو گا اور محبت ہی مقصود کیلئے رہنما بن جائے گی اور اس محبت کے ثمرہ میں تجھے حق تعالیٰ کی محبوبیت نصیب ہو گی اور صدیقین کی سی زندگی گذارے گا یہ نہ ہو تو زندگی ہیچ ہے کہ بہت سے لوگ اپنی زندگی میں ہاتھ پاؤں مارتے ہیں اسباب کیلئے جیسے کرتے ہیں دل سے ان کی طرف متوجہ رہتے ہیں اور رزق حاصل کرنے میں حد سے زائد کی حرص کرتے اور مشقت اٹھاتے ہیں اور مخلوق میں سے رغبت لگاتے ہیں غرض پوری نہ ہونے پر اعتراض کرنے لگتے ہیں جبکہ تقدیر جاری رہتی ہے اور کسی کی ناراضگی کی پرواہ نہیں کرتی اور اسے وہی ملتا ہے جو مقدر ہو چکا ہے ہاں اللہ تعالیٰ کے قرب اور اس کی محبت سے محروم ہو جاتا ہے اس کے ساتھ ادب کا معاملہ نصیب نہیں ہوتا اور یہ زندگی چوپایوں کی زندگی ہے۔

سستی سے پرہیز

کھانے پینے' لباس اور ازدواج میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آدمی ایسے عناصر سے مرکب ہے جو تحلیل ہوتے رہتے ہیں یعنی آگ پانی مٹی اور ہوا اور اس کی بقاء حرارت اور رطوبت پر موقوف ہے۔ لہذا ضروری تھا کہ تحلیل ہونے والے عنصر کا متبادل اس میں پیدا ہوتا رہے گوشت کے قائم مقام چونکہ گوشت ہی ہو سکتا ہے اس لئے شریعت نے جانور کے ذبح کی اجازت دیدی تاکہ جو اس سے اشرف ہے وہ اس کے ذریعہ قوت حاصل کر سکے اور جبکہ بدن لباس کا محتاج ہے مگر اس کو تمیز عطا ہوئی ہے اور ایک طاقت بھی جس کے

ذریعہ روئی یا اون سے وہ اپنے تحفظ کا لباس بنا سکتا ہے اس لئے فطری طور پر اس کی کھال پر ایذا وغیرہ سے بچاؤ کی کوئی چیز نہیں پیدا کی گئی بخلاف دیگر حیوانات چوپاؤں وغیرہ کے کہ وہ خود اپنے بدن کو ڈھانپنے کی صلاحیت نہیں رکھتے تو ان کی کھال پر بال یا اون وغیرہ بنادی گئی اور آدمی اور دیگر تمام حیوانات کو چونکہ لازمی طور پر فنا ہونا ہے تو ان میں جماع کی شہوت اور ہیجان کو رکھا گیا تاکہ ان کی نسل کا تسلسل اور بقاء قائم رہے لہذا مذکورہ مصالح کو حاصل کرنے کی محرک عقل کا تقاضا یہ ہے کہ کھانے پینے کا مشغلہ مصلحت و حاجت کے بقدر ہی ہونا چاہئے تاکہ لذت کا حصول عافیت و سلامتی کے ساتھ ہوتا رہے اور لذت کے لئے ناموافق اور غیر معتدل کھانے کا استعمال اور اسی طرح لباس اور نکاح کا معاملہ رکھنا ایک بہت بڑا المیہ ہے اور احتیاط کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ پیش آنے والی ممکنہ حاجات کے لئے مال کو جمع رکھے اور حاصل شدہ تمام مال کو خرچ کر ڈالنا سراسر غفلت ہے کہ بعض دفعہ ایسی حاجت پیش آجاتی ہے جو اپنی طاقت میں نہیں ہوتی اور کمینوں کے آگے دست سوال پھیلانے سے بدن یا عزت داغدار ہوتی ہے اور سب امور سے بدترین چیز صورت لذت کو حاصل کرنے کے لئے نکاح اور جماع میں انہماک رکھنا اور اس کے نتیجہ میں قویٰ کی تحلیل کو اور حرام میں سزا کے اضافے کو بھلائے رکھنا ہے لہذا جو شخص عقل کی تدبیر اختیار کرتا ہے وہ اپنی دنیا اور آخرت کو بچا لیتا ہے اور جو اس کے ساتھ مشورہ کرنے یا اس کی بات ماننے سے منہ موڑتا ہے تو فوری ہلاکت اسے آ دباتی ہے۔ مسائل کا حکم اور ان کا مقصود و مراد سمجھ لینا چاہئے اور جو شخص سمجھتا ہی نہیں یا اس کے مقتضیٰ پر عمل نہیں کرتا وہ عالم بھی کہلائے مگر وہ عوام سے بھی بڑا جاہل ہے۔

امیروں کی مجلس

جس شخص کو ذرا بھی عقل کے ساتھ تعلق ہے یا معمولی تعلق دین سے رکھتا ہے تعجب ہے کہ وہ امراء کے یہاں آمد و رفت کو کیسے پسند کرتا ہے کیونکہ ان کے ساتھ میل جول سے یا ان کے ساتھ شریک عمل ہونے سے ہر وقت خطرہ ہے کہ مبادا اسے قتل کر دیا جائے' زہر کھلا دیا جائے یا معزول کر دیا جائے اور ان کے حکموں کے خلاف چلنے کی اس کو قطعاً کوئی گنجائش نہیں وہ کسی ناجائز کام کو کہیں تو یہ جواب نہیں دے سکتا کیونکہ یہ اپنا دین دنیا کے عوض بیچ چکا ہے اور خوف اسے اللہ کے حکم پر چلنے سے منع کرتا ہے اور اس کی آخرت کو تباہ کرتا ہے اب اس کے پاس ان کی تعظیم رہ گئی ہے یا ان کے سامنے بطور استقبال بسم اللہ کہہ دینا

اور ان کے حکم پر چلتے رہنا اور دین کے سلسلہ میں یہ حالت سلامتی سے بہت دور ہے اور دنیا میں بھی اس کی لذت ایسے شخص کو نصیب نہیں ہو سکتی جو ہمہ وقت قتل کے یا معزول ہونے کے خوف میں مبتلا رہتا ہے۔

احسان کا بدلہ احسان ہے

ایک معزول شخص کے متعلق نامناسب بات منہ سے نکالنا عظیم غلطی ہے کیا معلوم کل کو حال ہو کر انتقام پر تل جائے۔ حاصل یہ ہے کہ عداوت کا اظہار کسی کے ساتھ بھی نہ ہونا چاہئے کیونکہ پست اور کمینہ کبھی اونچا بن بیٹھتا ہے اور جو کسی شمار میں بھی نہ ہو کبھی اقتدار پر آجاتا ہے بلکہ دشمنوں کے ساتھ جو بغض سینے میں ہے اسے چھپا کر ہی رکھنا چاہئے انتقام کی طاقت حاصل بھی ہو جائے تو عفو و درگذر بہت بڑا انتقام ہے جو اس کو ذلیل کرتا ہے بہتر ہے کہ ہر کسی کے ساتھ احسان کیا جائے خصوصاً ایسے شخص کے ساتھ جس کے اقتدار پر آنے کے امکانات موجود ہیں اور معزول کے ساتھ بھی حسن سلوک ہی کیا جائے کیونکہ عین ممکن ہے کبھی اس سے کوئی مفاد حاصل ہو جائے روایت سنی ہے کہ ایک شخص نے قاضی القضاۃ ابن ابی داؤد کے یہاں حاضری کی اجازت چاہی اور کہا بتادو کہ ان کو ابو جعفر دروازے پر ہے وہ سن کر بہت خوش ہوا اور اندر آنے کی اجازت دے دی ابو جعفر داخل ہوا قاضی نے اٹھ کر استقبال کیا اعزاز و اکرام کے علاوہ پانچ ہزار دیکر رخصت کیا کسی نے کہا کہ یہ ایک عامی شخص ہے اور آپ نے اس کا یہ اکرام کیا ہے قاضی کہنے لگا میں ایک وقت فقیر تھا اور یہ شخص میرا دوست تھا ایک دن میں اس کے پاس آیا اور بھوک کی شکایت کی یہ مجھے بٹھا کر باہر نکلا اور بھنا ہوا گوشت، روٹی اور حلوہ لا کر سامنے رکھا اور کہنے لگا کھاؤ میں نے ساتھ شریک ہونے کو کہا اس نے انکار کیا میں نے قسم کھالی کہ جب تک تو شریک نہ ہو گا میں بھی نہ کھاؤں گا وہ کھانے لگا مگر ساتھ ہی منہ سے خون جاری ہو گیا میں نے پوچھا یہ کیا ہے؟ کہنے لگا مرض ہے میں نے قسم دے کر کہا کہ اس کی حقیقت مجھے ضرور بتلادو وہ کہنے لگا تو جب میرے پاس آیا تو میری جیب بھی خالی تھی مگر میرے دانت سونے کی تار کے ساتھ بندھوائے ہوئے تھے میں نے اسے نکال کر یہ کھانے کا سامان خریدا ہے تو بھلا ایسے دوست کا میں کیسے بدلہ نہ چکاؤں؟ اور اس کے برعکس واثق کا وزیر ابن زیات متوکل کے حق میں گستاخ تھا جب اس کا دور آیا تو اس نے طرح طرح سے اس کو خوب سزائیں دیں۔ اسی طرح ابن الجزری المسترشد کا احترام اس

کی امارت سے قبل نہیں کیا کرتا تھا اس کے امیر بن جانے کے بعد اس پر خوب آفتیں ٹوٹیں۔ لہذا عاقل وہ ہے جو انجام کو سوچتا اور اس کی رعایت رکھتا ہے اور ہر ممکن چیز کو واقع تصور کر کے احتیاط پر عمل کرتا ہے اور اس میں سب سے بڑی بات یہ ہے کہ موت کے آجانے کا تصور جمایا جائے کیونکہ وہ اچانک کسی وقت بھی بیماری وغیرہ کے بغیر ہی آسکتی ہے لہذا محتاط شخص وہ ہے جو اس کے لئے تیار رہے اور ایسے اعمال کرے کہ موت آجائے تو اس کو ندامت نہ اٹھانی پڑے اور گناہوں سے چیتا رہے کیونکہ ان کی مثال اس دشمن کی سی ہے جو گھات لگائے بیٹھا ہو اور اعمال صالحہ کا ذخیرہ تیار کرے کیونکہ ان کی مثال اس مخلص دوست کی سی ہے جو سختی کے وقت کام آئے اور ان سب میں اعلیٰ بات یہ ہے کہ مومن یہ خیال رکھے کہ فضائل میں اس کے اعمال جس قدر بڑھتے جائیں گے جنت میں اس کے مراتب بلند ہوتے رہیں گے اور ادھر جتنی کمی ہوگی مراتب بھی اتنے ہی کم رہیں گے لہذا وہ جنت میں چلا بھی گیا تو باکمال لوگوں کے بالمقابل یہ نقصان میں رہے گا۔ مگر یہ غیر شعوری طور پر اس نقصان پر راضی ہو چکا ہے۔ اللہ تعالی اس شخص پر رحم فرمائیں جو انجام کو سوچتا اور اس کے موافق عمل کرتا ہے اور اللہ تعالی ہی توفیق عطا فرماتے ہیں۔

اصحاب ہمت اور محتاط لوگ

ملوک و امم کی تاریخ کے سلسلہ میں اپنی کتاب "المنتظم" میں نے جب ترتیب دی تو بہت سی مخلوق بادشاہ اور وزیر علماء اور ادیب، فقہاء اور محدثین اور زہاد وغیرہ کے حالات سامنے آئے میں نے دیکھا کہ دنیا ان میں سے اکثر کے ساتھ ایسے کھیل کھیلتی رہی کہ ان کا دین تک برباد کر دیا اور عذاب پر ان کا ایمان غائب ہو گیا چنانچہ بعض امراء ایسے جو قتل کرتے ہیں قتل کا حکم دیتے ہیں اعضاء کاٹتے ہیں، ناحق قید کرتے ہیں اور طرح طرح کے معاصی میں لگے ہوئے ہیں گویا سب کچھ کرنے کا انہیں اختیار حاصل ہے یا عذاب سے معافی انہیں مل چکی ہے کبھی وہ خیال کرتا ہے کہ رعایا کی حفاظت و نگرانی میری مدافعت کرے گی اور وہ یہ ارشاد بھی بھول جاتا ہے "قل انی اخاف ان عصیت ربی عذاب یوم عظیم" کہ آپ فرما دیجئے کہ رب کی نافرمانی کرنے پر مجھے ایک بڑے دن کے عذاب سے ڈر آتا ہے" اور علم سے منسوب بہت سے لوگ دنیاوی اغراض کے لئے معاصی کی لائن میں لگے ہوئے ہیں ان

۱۰: سورۃ انعام۔ ۲۲

کے علم کا کیا نفع ہوا اور بہت سے لوگوں کو حصول اغراض کے لئے زہد کا روپ دھارتے دیکھا بس دنیا ایک جال ہے اور لوگ چڑیوں کی مانند ہیں اور چڑیا دانے پر گرتی ہے اور پھنس جانے کا خیال نہیں رکھتی۔ بہت سی مخلوق نقد لذتوں کے شوق میں اپنے انجام کو بھول چکی ہے وہ رات بھر اپنی خواہشات کے ساتھ چہ میگوئیاں کرتے ہیں اور عقل سے مشورہ لینے کا دھیان انہیں نہیں آتا اور لوگوں نے یقیناً معمولی لذت کے عوض خیر کثیر کو ضائع کر دیا ہے اور گھٹیا مرغوبات کے عوض عذاب عظیم حاصل کر لیا ہے پھر جب کسی ایک کو موت آنے لگتی ہے تو کہتا ہے کاش کہ میں نہ ہوتا کاش کہ میں مٹی ہوتا تو جواب ملتا ہے کہ اب ہوش آیا ہے؟ ہائے افسوس اس جانے والی چیز پر جس کی تلافی ممکن نہیں اور ہائے افسوس اس مرہون و محبوس پر جس کی رہائی آسان نہیں ہے اور ہائے افسوس اس ندامت پر جس کے زمانہ اور مدت کی انتہاء نہیں' اور اس مبتلائے عذاب پر امن و امان جس کے لئے نایاب ہو گیا ہے خدا اسی کو نفع دیتی ہے جو اس کی طرف متوجہ ہوتا اور اس پر اعتماد کرتا ہے اور اس کے مشورہ کو قبول کرنا اپنی مرغوب چیزوں سے پختہ صبر کئے بغیر ممکن نہیں۔ ذرا امراء میں عمر بن خطاب اور عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو دیکھو علماء میں احمدؒ بن حنبل کو زہاد میں اویسؒ قرنی کو جنہوں نے احتیاط کا حق ادا کیا ہے اور مقصد وجود کو سمجھا ہے اور ہلاک ہونے والے اپنی مرغوبات میں بے صبری کرنے کی وجہ سے ڈوبے ہیں اور ان میں ایسے بھی ہوئے جن کو قیامت اور عذاب پر ایمان ہی نہ رہا تھا اور ایسے لوگوں پر چنداں تعجب نہیں تعجب تو صاحب یقین مومن پر ہے جس کا یقین اسے نفع نہیں دے رہا اور وہ انجام کو سمجھتا ہے مگر اس سمجھ کا اسے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہو رہا۔

عالی ہمت لوگ

جس قدر کوئی عالی ہمت ہوتا ہے اسی قدر وہ گرفتار عذاب ہوتا ہے جیسا کہ شاعر کہتا ہے: جب نفوس بڑے ہوتے ہیں تو ان کی مرادیں جسموں کو تھکا دیتی ہیں اور دوسرا شاعر کہتا ہے: ہر جسم کی آفت اس کے دبلا پن اور لاغری میں ہے اور میری آفت میری بلند ہمت کی وجہ سے ہے۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ بلند ہمت شخص تمام علوم کی حرص کرے گا بعض پر اکتفا نہیں کرے گا اور ہر علم کی انتہاء کو چاہے گا مگر بدن اس کا متحمل نہیں پھر وہ دیکھتا ہے کہ علم کا مقصد عمل ہے تو رات کے قیام اور دن کے روزے میں لگے گا اور اس عملی محنت

اور علمی کاوشوں کو جمع کرنا بھی انتہائی مشکل ہے پھر اسے دنیا کو چھوڑنے کا خیال آئے گا مگر ضروریات زندگی کا محتاج بھی ہو گا وہ ایثار کو پسند کرے گا مگر بخل پر غالب نہ آسکے گا کم خرچ کرنے کا تقاضا کرے گا مگر عزت نفس ذلت کی راہوں سے مال کمانے میں رکاوٹ بنے گی اب اگر طبعی سخاوت پر چلتا ہے تو محتاج ہو جائے گا اہل وعیال اور خود کو پریشانی میں ڈالے گا اور اگر ہاتھ روکتا ہے تو طبیعت نہیں مانتی مختصر یہ کہ اسے مشقتوں کا سامنا ہو گا اضداد کو جمع کرنے کے محالات دیکھنے ہوں گے بیچارہ ہمیشہ ایسی مصیبت میں ہے جس کی کوئی انتہا نہیں ہے اور ایسی کوفت میں جس سے فراغت نہیں اور جب اعمال میں اخلاص کی محنت کرے گا تو یہ تعب اور بڑھے گا مصیبت اور شدید ہو گی بھلا یہ عالی ہمت کہاں؟ اور ایک پست ہمت کہاں؟ جو اگر فقیہ کہلاتا ہے کسی نے حدیث کی بات پوچھ لی تو کہہ دیا معلوم نہیں 'محدث شمار ہوتا ہے فقہی مسئلہ پوچھا گیا تو کہہ دیا پتہ نہیں کوئی پرواہ نہیں کوئی اگر کہہ دے کہ بے ہمت شخص ہے' اور ایک عالی ہمت شخص کسی علم میں کمی کوتاہی کو اپنی رسوائی سمجھتا ہے جو اس کے عیب کو کھولتی ہے اور لوگوں پر اس کی کوتاہی کو واضح کرتی ہے اور کم ہمت شخص لوگوں کے احسانات سے نہیں گھبراتا اور ان کے سوال کو برا نہیں مانتا ان کو لوٹا دینے میں کوئی قباحت نہیں سمجھتا اور عالی ہمت انسان ان باتوں کو برداشت نہیں کرتا تاہم عالی ہمت کی کاوشوں اور محنتوں کی تھکن دراصل راحت ہے اور بے ہمت کی آرام طلبی حقیقت میں اس کا نقص اور عیب ہے کاش کہ فہم ہوتی اور دنیا کمالات میں آگے نکلنے کے لئے ایک میدان ہے لہذا باہمت شخص کو اپنے چکر میں کمی نہ کرنی چاہئے۔ سبقت لے گیا تو مقصود پالیا اور کوشش کے باوجود گھوڑا اگر پیچھے بھی رہ گیا تو قابل ملامت نہیں۔

خواہش اندھا اور بہرا کر دیتی ہے

انسان کا خود پسندی میں مبتلا ہونا اور اپنے علم پر قناعت کر بیٹھنا مصیبت عظمیٰ ہے اور یہ آفت تقریباً عام ہو چکی ہے چنانچہ یہودی ہو یا نصرانی وہ اپنے کو صحیح سمجھتا ہے اور ہمارے نبی علیہ السلام کی نبوت کی دلیل سے کچھ سروکار نہیں رکھتا اور کوئی موثرات مثلاً قرآن وغیرہ کی سن پاتا ہے تو بھاگنے لگتا ہے تاکہ سنائی نہ دے اسی طرح ہر مذہب والا اپنی اپنی پسند پر قائم ہے یا تو اس لئے کہ اس کے باپ دادا کا یہی مذہب ہے یا اس لئے کہ اس نے اول مرتبہ میں اسے ہی دیکھا اور درست سمجھ بیٹھا پھر اس کے خلاف میں غور ہی نہیں کیا نہ ہی علماء سے گفتگو کی کہ اس

کی غلطی کی نشاندہی ہو جاتی امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں خوارج کی غلطی کچھ اسی قسم کی تھی ان کے سامنے جو کچھ آیا اسے پسند کر لیا اور پھر کسی عالم کی طرف رجوع نہیں کیا اور جب حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما سے گفتگو ہوئی اور ان کی خطا واضح ہو گئی تو ان میں سے دو ہزار نے اپنے مذہب سے رجوع کر لیا اور ابن ملجم نہ رجوع کرنے والوں میں سے تھا جو اپنے مذہب کو حق سمجھتا رہا اور امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل کو جائز بلکہ دین سمجھتا تھا چنانچہ اس کے اعضاء کاٹے گئے تو کسی عضو کے کٹنے پر اس نے رکاوٹ نہیں کی مگر زبان کاٹنے لگے تو روکتے ہوئے کہنے لگا کہ دنیا میں اللہ کے ذکر کے بغیر میں ایک ساعت بھی نہیں گزار سکتا اور اس جیسی بیماری کا کوئی علاج نہیں یہی حال حجاج کا تھا جو کہا کرتا تھا کہ مرنے کے بعد میں خیر ہی کی توقع رکھتا ہوں اور اس کے باوجود کتنے ناحق قتل اس نے کئے جن میں حضرت سعید بن جبیر رحمتہ اللہ علیہ بھی ہیں اور اس کی جیل میں ۳۳ ہزار قیدی پائے گئے جن پر شریعت کی کوئی سزا بھی ثابت نہ ہوئی تھی اور میرے خیال میں اکثر سلاطین قتل اور قطع وغیرہ کی سزائیں اپنے طور پر جائز سمجھ کر لگاتے رہتے ہیں اگر علماء سے پوچھ لیں تو جائز ناجائز ہونا واضح ہو جائے اور عوام الناس معافی پر اعتماد کر کے گناہوں کا حوصلہ کرتے رہتے ہیں اور عذاب کو بھلا بیٹھتے ہیں اور بعض اپنے اہل السنّت ہونے پر ہی اکتفا کر لیتے ہیں یا بعض اپنی نیکیوں کے نافع ہونے پر بھروسہ کر لیتے ہیں اور یہ سب کچھ شدت جہل کا ثمر ہے لہذا انسان کو چاہئے کہ دلیل کو سمجھنے کی کوشش کرے محض دلیل کے خیال پر مطمئن نہ ہو بیٹھے اور نہ ہی اپنے علم پر اعتماد کلی کرے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے جملہ آفات سے تحفظ کی دعا کرتے ہیں۔

بدلہ انتظار میں ہے

یقین رکھو کہ بدلہ انتظار میں ہے اچھا ہو یا برا اور ایک گنہگار جب فوری طور پر کچھ عذاب وغیرہ نہیں دیکھتا تو دھوکہ کھا لیتا ہے اور گمان کر لیتا ہے کہ معافی ہو گئی حالانکہ کبھی سزا ایک مدت کے بعد آتی ہے ا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے لقمہ کھایا تھا اس کا نتیجہ اور اثر سب کو معلوم ہے ۲۔ حضرت یونس علیہ السلام اجازت کے بغیر قوم سے الگ ہو گئے جس کے بعد مچھلی کے پیٹ میں جانا پڑا اور اللہ تعالیٰ نے ارمیاہ علیہ السلام کو وحی کی کہ تیری قوم نے وہ

۱۔ النساء : ۱۲۳

اعزاز چھوڑ دیا جو میں نے ان کے آباء کو عطا کیا تھا مجھے اپنی عزت کی قسم میں ان پر ایسا لشکر چڑھا لاؤں گا جو ان کے رونے پر بھی ترس نہ کھائے گا نبی نے کہا اے اللہ یہ تیرے خلیل کی نسل اور تیرے کلیم کی امت ہیں تیرے نبی داؤد کی قوم ہیں تو وحی آئی کہ ابراہیم' موسیٰ اور داؤد علیہم السلام کو اپنی طاعت کی بدولت اکرام بخشا تھا بالفرض اگر معاذ اللہ وہ نافرمانی کرتے تو عاصیوں کے مقام پر ہوتے۔ ایک شخص کہتا ہے کہ میں نے کسی کا دانت ٹوٹ جانے پر مذاق کیا تھا میرے سبھی دانت جھڑ گئے اور میں نے ایک عورت کی طرف ناجائز دیکھا تھا تو ایک اجنبی میری بیوی کو بھی تکنے لگا ایک نافرمان بیٹے نے باپ کو مار اور گھسیٹنے لگا تو باپ نے کہا بس کر جا میں نے بھی اپنے باپ کو یہیں تک گھسیٹا تھا ابن سیرینؒ فرماتے ہیں میں نے ایک شخص کو غربت کا طعنہ دیا تھا تو خود مفلس ہو گیا وغیرہ وغیرہ۔ اس سلسلہ میں عجیب ترین بات یہ سنی گئی ہے کہ وزیر ابن حصیر جس کا لقب نظام تھا خلیفہ المقتفی اس پر ناراض ہوا اور دس ہزار جرمانہ ادا کرنے کا حکم دیا گھر والے پریشان ہو کر کہنے لگے کہ دس ہزار دینار تیرے پاس کہاں ہیں؟ کہنے لگا مجھ سے دس لیں گے نہ پانچ نہ چار بلکہ میں نے ایک شخص پر ظلماً تین ہزار جرمانہ کیا تھا بس اس سے زائد مجھ سے نہیں لیں گے چنانچہ تین ہزار ادا کیے تو خلیفہ نے رہائی کا اور باقی معاف کرنے کا حکم دے دیا اور میں اپنی بات کرتا ہوں کہ مجھ پر کوئی غم' تنگی یا آفت جو بھی آتی ہے اس کا سبب میری کوتاہی ہوتی ہے جسے میں پہچانتا ہوتا ہوں بلکہ یہاں تک ممکن ہے کہ میں کہہ دوں فلاں آفت فلاں کوتاہی کے سبب سے ہے یا یوں کہہ دوں کہ فلاں غلطی کی سزا ہے۔ لہذا انسان کو اپنے گناہ کی سزا سے غافل نہ ہونا چاہئے کیونکہ خال خال ہی چھٹے ہیں البتہ توبہ کی کوشش کرنی چاہئے ایک حدیث شریف ہے کہ کوئی چیز بھی دوسری چیز تک اتنا جلد نہیں پہنچتی جتنا کہ نئی نیکی پرانے گناہ تک جلدی سے پہنچتی ہے اور توبہ کے باوجود گرفت سے ڈرتے رہنا چاہئے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کی توبہ قبول بھی فرمائی مگر پھر بھی حدیث شفاعت میں ہے کہ آدم' ابراہیم' موسیٰ علی نبینا و علیہم السلام وہاں بھی ۱ے ذنبی ' ذنبی پکاریں گے اور اپنی کوتاہی سے خائف ہوں گے (سوال یہ ہے) کہ آیت ۲ے

۱ے یہ بھی ان حضرات کے درجہ معرفت کے اعلیٰ مقام پر ہونے اور اس کی عظمت و جلال کی ہیبت کا اثر ہوگا جس کے سامنے دلائل اور قواعد کا انحصار نہیں رہتا۔

۲ے یہ امور ان حضرات کے معاصی ہیں نہ عصمت کے خلاف اگر شان عالی کے پیش نظر خلاف اولیٰ بھی کہا جائے تو معاف ہوئے باقی بعض اعمال پر کچھ آثار مقدر رہتے ہیں ان کو سزا نہیں کہہ سکتے آخر کتنے نبی قتل بھی کیے گئے معاذ اللہ وہ کسی جرم کی سزا نہ تھی۔

ہے "ومن یعمل سوء یجز بہ" کہ جو برائی کرے گا بدلہ پائے گا۔ جملہ خبریہ ہے کہ جس کا مطلب یہ ہوا کہ گناہگار کو معافی نہ ہو گی حالانکہ توبہ قبول ہونا گنہگاروں کو معافی ملنا ایک مشہور مسئلہ ہے (جواب ۲ طرح ہے) ایک یہ ہے کہ آیت سے وہ شخص مراد ہے جو گناہ پر مصر رہا اور بلا توبہ مر گیا ورنہ توبہ پہلے گناہوں کو صاف کر دیتی ہے دوسرا یہ کہ آیت اپنے اطلاق اور عموم پر ہے اور میرا بھی یہی خیال ہے اور اس پر دلیل نقلی بھی ہے اور معنوی بھی۔ نقلی تو یہ کہ یہ آیت جب نازل ہوئی تو ابو بکرؓ نے عرض کی یا رسول اللہ کیا ہمارے ہر عمل کا بدلہ ہو گا فرمایا کیا تجھے بیماری نہیں آتی۔ کوئی غم نہیں آتا۔ کوئی پریشانی یا مصیبت نہیں آتی یہی وہ چیزیں ہیں جو بدلہ بن کر آتی ہیں اور معنوی دلیل یہ کہ مومن جب توبہ کر لیتا ہے اور نادم ہو جاتا ہے تو اپنے گناہ پر افسوس اس کو پھر بھی لگا رہتا ہے اور یہ ہر سزا سے بڑھ کر سزا ہے اور ہلاکت ہے اس شخص کے لئے جو ابدی جزا کی تلخی کو جانتے ہوئے بھی گھڑی بھر کی معصیت کی لذت کو اختیار کرتا ہے۔

نفس کے کان میں ہلکی سی بات

میں نے ایک دن اپنی ہی ذات میں تحقیقی نظر دوڑائی اور محاسبہ سے پہلے ہی محاسبہ کرنا شروع کیا اور میزان سے قبل ہی وزن کرنے لگا میں نے دیکھا کہ ربانی لطف و کرم ابتدائے طفولیت سے اس وقت تک لطف در لطف اور عیوب پر پردہ اور قابل مواخذہ گناہوں کی معافی کی شکل میں مسلسل چلا آ رہا ہے اور زبان کے سوا اس کے شکر کی کوئی صورت بھی نہیں۔ میں نے اپنی بہت سی خطائیں دیکھیں کہ اگر ان میں سے کسی ایک پر بھی مجھے سزا ہو جاتی تو فوراً ہلاک ہو جاتا اور اگر وہ لوگوں کے علم میں آ جاتی تو شرم سے سر جھک جاتا اور کسی سننے والے کو یہ بھی نہیں سمجھ لینا چاہئے کہ وہ گناہ کبیرہ کی قسم کی ہوں گی حتی کہ وہ مجھے عام فساق کی طرح گمان کرنے لگیں بلکہ وہ گناہ میرے جیسے کے حق میں قبیح ہیں جو تاویلات فاسدہ کے ذریعہ اختیار کئے گئے تو میں جب بھی دعا مانگتا ہوں کہتا ہوں اے اللہ اپنی حمد کی برکت سے اور مجھ پر جو پردہ پوشی کی ہے اس کی برکت سے مغفرت فرما۔ پھر میں نے اپنے نفس سے اس پر شکر کا مطالبہ کیا تو مجھے جیسا چاہئے تھا ویسا شکر نہ ملا۔ پھر میں اپنے مولیٰ سے اپنی مرادوں کا تقاضا کرتا ہوں اور اپنے نفس سے کسی مکروہ بات سے صبر کرنے (رکنے) کا مطالبہ نہیں کرتا اور نہ ہی کسی نعمت پر شکر کا بالآخر میں منعم کے حق میں شکر میں کوتاہی پر نوحہ

کرنے لگا اور اپنے علمی لذتیں اٹھانے پر جو عمل کے بغیر تھیں اور میں بڑے بڑے لوگوں کے مقامات کی حرص رکھتا تھا۔ بس اسی میں عمر ختم ہوگئی اور مقصود ہاتھ نہ آیا میں نے دیکھا الوفاء ابن عقیل نے بھی میرے جیسا نوحہ کیا ہے جو مجھے بہت پسند آیا اور یہاں لکھ رہا ہوں۔ وہ اپنے نفس سے مخاطب ہیں کہ اے حسین تو اپنے الفاظ سیدھے کرتا ہے تاکہ تجھے مناظر کہا جائے اور اس کا ثمرہ یہی ہے کہ "یا مناظر" کہا جائے جیسے کہ پہلوان کو یا فارہ کہتے ہیں۔ تو نے عقلاء کے نزدیک ایک عمدہ ترین چیز اور بہترین چیز ضائع کر دی ہے جو کہ عمر کے ایام ہیں حتی کہ مر جانے والے لوگوں میں تیرا نام مناظر مشہور ہو گیا پھر جب قلوب ہی ختم ہو گئے تو ذاکر و مذکور سب نسیا منسیا ہو جائیں گے۔ یہ بھی اگر تیری موت تک یہ سلسلہ قائم رہا ورنہ ممکن ہے کوئی اور نوجوان تجھ سے بہتر نکل آئے اور لوگ اس کی تعریف کرنے لگیں گے تو اس کا نام مشہور ہو جائے گا اور عقلاء واللہ ایسے مشغلہ میں لگے ہیں کہ جتنا یہ چھپنا چاہتے ہیں وہ انہیں اتنا ہی نمایاں کرتا ہے اور وہ علم و عمل ہے اور اپنے نفوس پر صحیح نظر رکھنا ہے۔ آہ افسوس میرے نفس پر کہ میں فنون علمیہ میں متعدد جلدیں لکھ چکا ہوں مگر اس میں کوئی فضیلت نہ ابھر سکی مقابلہ میں آئے تو بڑا بننے کی کوشش کرتا ہے کوئی نصیحت کی جائے تو تکبر کرنے لگتا ہے اور دنیا سامنے آئے تو عقاب کی طرح اس کی طرف لپکتا ہے اور یوں اس پر گرتا ہے جیسے کوا مردار پر' اے کاش کہ وہ دنیا اسی قدر لیتا جتنا کہ مجبور آدمی مردار کو لیتا ہے ملاقاتی مجالس میں مہلک قسم کے عیوب جمع کر لیتا ہے اور ان پر تحقیقی نظر ڈالنے کی تکلیف نہیں کرتا کوئی غرض فوت ہو جائے تو بے قرار ہو جاتا ہے مسلسل نعمتیں میسر آنے لگیں تو ذات منعم سے غافل ہو جاتا ہے خدا میرا حال آج روئے زمین پر قابل افسوس ہے تو کل زیر زمین بھی ایسا ہی ہو گا خدا تین دن کے بعد زیر زمین میرے بدن کی بدبو ایسی خراب نہ ہو گی جیسی کہ مجلس احباب میں میرے اخلاق کی بو ہے۔ خدا مجھے اس ذات کریم کے حلم نے میری ہی وجہ سے حیران کر دیا ہے اس نے کس طرح میری ستر پوشی کر رکھی ہے جبکہ میں پردہ پھاڑ رہا ہوں وہ اطمینان بخش رہا ہے جبکہ میں تشتت و انتشار میں ہوں اور کل یہ اعلان ہو گا کہ ایک صالح اور بہت عظیم عالم فوت ہو گیا ہے اور اگر وہ مجھے پہچان لیتے جیسا کہ مجھے اپنے نفس کو پہچاننے کا حق ہے تو مجھے دفن بھی نہ کرتے خدا اپنے نفس کے خلاف۔ میں برملا اظہار کروں گا جیسا کہ دشمنوں کے عیوب ظاہر کرنے والے کیا کرتے ہیں اور میں یوں نوحہ کروں گا جیسے بیٹا گم کرنے والی کرتی ہے کیونکہ ان پوشیدہ مصائب کی وجہ سے مجھ پر کوئی نوحہ کرنے والا نہیں ہے

اور ان مستور فضائل کی وجہ سے جن پر ہر واقف حال پردہ ڈالتا ہے اور جنہیں ہر جاننے والا چھپا دیتا ہے واللہ اپنے اندر کوئی اچھی بات ایسی دکھائی نہیں دیتی جس کا وسیلہ دے کر اپنی مغفرت کی دعا کر سکوں واللہ میں نے جب بھی کبھی دھیان کیا ہے اس ذات عالی کی طرف سے ایسی بھلائی دیکھی ہے جو مجھے کفایت کرتی ہے اور ایسی حفاظت پائی ہے جو مجھے بچاتی ہے جبکہ دشمن چڑھ رہے ہیں اور کسی حاجت کے وقت بھی میں نے ہاتھ پھیلائے تو اس نے پوری کر دی۔ یہ اس کا میرے ساتھ معاملہ ہے جبکہ وہ رب ہے اور مجھ سے غنی ہے اور یہ میرا فعل ہے جبکہ میں بندہ ہوں اور اس کا محتاج ہوں اور میرے پاس اپنی لاعلمی یا سہو کا کوئی عذر نہیں ہے خدا اس نے مجھے صحیح سالم پیدا فرمایا میرے قلب کو دانائی سے منور فرمایا حتیٰ کہ پوشیدہ اور غائب باتیں میری سمجھ کے سامنے منکشف ہونے لگیں ہائے میری حسرت اس عمر پر جو اس کی مرضی کے خلاف گزر گئی اور ہائے اہل فہم مردوں کے مقامات سے میری محرومی اور ہائے میری حسرت اپنی اس کوتاہی پر جو ذات حق کے معاملہ میں ہوئی اور دشمنوں کے خوشیاں منانے پر اور ہائے میرے ساتھ حسن ظن رکھنے والوں کی ناکامی جبکہ اعضاء میرے خلاف شہادت دے رہے ہوں گے اور ہائے میری رسوائی حجت کے قائم ہونے پر۔ واللہ شیطان ہر مذاق اڑاتا رہا اور میں سمجھ رہا تھا۔ اے اللہ ان غلاظتوں سے سچی توبہ چاہتا ہوں اور باقی لمحات کو گندگی سے پاک صاف رکھنے کے لئے عزم راسخ مانگتا ہوں پچاس برس کے بعد تیری بارگاہ میں حاضر ہوا ہوں جبکہ میں ایک بوسیدہ اعمال لے کر آیا ہوں اور علم بہر حال مجھے کشاں کشاں معدن کرم کی طرف لے جانا چاہتا ہے اور میرے پاس تاسف و ندامت کے سوا کچھ نہیں ہے خدایا میں نے تیری نافرمانی تیری نعمتوں سے جاہل رہتے ہوئے نہیں کی تیرے سابقہ کرم کو بھول کر نہیں کی بس تو میرے کئے ہوئے سب گناہ معاف فرمادے۔

توڑنے والے سے جوڑ

اقرباء کی عداوت بڑا مشکل مسئلہ ہے اور کبھی یہ بہت طول پکڑ جاتی ہے جیسا کہ بنو بکر اور بنو تغلب کی لڑائی بغیض کے بیٹے عبس وذبیان کی اور قیلہ کے بیٹے اوس و خزرج کی جنگ، جاحظ کے بقول یہ لڑائی چالیس برس تک جاری رہی۔ سبب صرف یہ تھا کہ اقرباء میں سے ہر ایک کی خواہش یہ تھی کہ وہ اپنے رشتہ دار سے اونچا ہو جائے جس وجہ سے باہمی حسد پیدا ہو گیا...... لہذا قرابت داروں میں جو صاحب فضیلت ہے اسے چاہئے کہ ان کے ساتھ تواضع

سے پیش آئے مقدور بھر ان کی عزت بڑھائے اور ان کے ساتھ نرمی کا معاملہ رکھے ہو سکتا ہے کہ یوں امن وسکون رہے ایک شخص نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ میرے اقرباء ہیں جن کے ساتھ میں تعلقات درست کرتا ہوں وہ بگاڑتے رہتے ہیں ارشاد فرمایا کہ یوں سمجھ کہ وہ تیرے ہاتھوں گرم راکھ پھانک رہے ہیں اور جب تک تو یہ تعلقات جوڑتا رہے گا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک معاون تیرے ساتھ ہمیشہ رہے گا۔

حاسد کو سرداری نہیں ملتی

میں دیکھتا ہوں کہ شکاری کتے جب محلہ کے کتوں کے پاس سے گزرتے ہیں تو یہ ان کو خوب بھونکتے ہیں اور ان کے پیچھے بھاگتے ہیں یوں لگتا ہے کہ یہ ان کو تعظیم و تکریم والے جان کر ان پر حسد کھاتے ہیں مگر شکاری کتے ادھر ذرا توجہ نہیں دیتے اور آنکھ چرا کر بھی نہیں دیکھتے نہ ہی ان کے بھونکنے کو محسوس کرتے ہیں اور بظاہر یوں لگتا ہے کہ یہ شکاری کتے ان کتوں کی جنس ہی سے نہیں ہیں کیونکہ وہ جسم اور اعضاء کے بھاری اور موٹے ہیں وصف امانت سے خالی ہیں اور یہ دبلے پتلے اپنی لطیف طبیعت کے مناسب آداب سے واقف اور موصوف ہیں۔ شکار کو مالک کے لئے محفوظ رکھتے ہیں اس کی سزا کے خوف سے یا اس کی نعمت واحسان کے شکریہ میں اس سے خیال ادھر متوجہ ہوا کہ ادب اور حسن معاشرت لطافت بدن اور صفائی روح پر موقوف ہے اور یہی حال صاحب عقل مومن کا ہے جو اپنے حاسد پر توجہ نہیں دیتا اور نہ ہی اسے کسی شمار میں لاتا ہے اس لئے کہ اس کی وادی الگ ہے اور اس کی وادی الگ، یہ دنیا کی بنیاد پر اس سے حسد رکھتا ہے اور اس کا نصب العین اور ہدف آخرت ہے اور دونوں وادیوں کے مابین بڑا فاصلہ ہے۔

تقادیر کے فیصلے

تقدیر کی رعایت اہم امور میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھنے والے کو لازم ہے کہ اس کے افعال میں تسلیم اختیار کرے اور یقین رکھے کہ وہ مالک ہے حکمت والا ہے اس کا کوئی فعل بے مقصد نہیں کسی فعل کی حکمت معلوم نہ ہو سکے تو اپنے نفس کی جہالت سمجھے عقل کسی فعل کی حکمت کا تقاضا کرے تو کہہ دے مجھے سمجھ نہیں آئی میرے ذمہ تو مالک کے امر کی تسلیم ہے۔ بعض لوگوں نے حق سبحانہ و تعالیٰ کے بہت سے افعال کو محض عقل کی نگاہ

سے دیکھا اور یہ سوچ کر کہ اگر یہ افعال کسی مخلوق سے صادر ہوتے تو خلاف حکمت کہلاتے بس خالق کے افعال کے لئے بھی یہی کہہ دیا جو کہ کفر محض ہے اور حماقت ہے۔ ضروری تھا کہ اپنے نفوس کی طرف جہالت کی نسبت کی جاتی کیونکہ عقول اس کی حکمت کو پانے سے قاصر ہیں یہ کام سب سے پہلے ابلیس نے کیا اس نے جب دیکھا کہ حق تعالی نے مٹی کو آگ پر فضیلت بخشی ہے اور عقل آگ کو افضل کہتی ہے تو اس نے اس کی حکمت کو عیب لگایا کثیر مخلوق اسی آفت میں مبتلا ہے جن میں علم سے نسبت رکھنے والے بھی ہیں اور عوام بھی چنانچہ بہت سے علماء کو اعتراض کرتے دیکھا اور عوام الناس کو رد کرتے دیکھا جو کہ کفر ہے اور کثیر مخلوق اس آفت کی لپیٹ میں ہے جو ایک عالم کو تنگدستی میں اور فاسق فاجر کو خوشحالی میں دیکھ کر پکار اٹھتے ہیں کہ یہ حکمت کے خلاف ہے اور یہ بات علماء جانتے ہیں کہ اللہ تعالی نے زکوۃ فرض کی۔ ہے خراج 'جزیہ' مال غنیمت اور کفارہ وغیرہ مقرر فرمائے ہیں تاکہ فقراء کو بھی غنا حاصل ہو مگر ظالموں نے اس پر قبضہ کر لیا اور زکوۃ دہندگان سے سازباز کر لی اور فقیر بھوکے رہ گئے۔ چاہئے تو یہ تھا کہ ان ظالموں کی مذمت کی جاتی اور اس ذات پر اعتراض نہ کیا جاتا جس نے فقراء کی گزران کا نقشہ مرتب کیا تھا اور اس صورت کے ضمن میں ظالموں کا یہ ظلم بھی آ جاتا ہے کہ انہوں نے فقراء کے حقوق روک لئے اور فقراء پر یہ ابتلاء بھی آیا کہ اپنے حصہ سے محرومی پر صبر بھی کرنا پڑا اور ان معترضین کے اکثر افراد اسی قسم کے اعتراض لے کر دنیا سے رخصت ہوتے ہیں اور بحالت کفر مرتے ہیں بہت سے عامی (جاہل) یوں کہتے ہیں: فلاں شخص بلاوجہ اس مصیبت میں مبتلا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے ساتھ وہ معاملہ ہو رہا ہے جو درست کہلانے کے لائق نہیں۔ ایک آزاد منش یوں کہتا ہے: اے رب جو راتوں کے چاند پیدا کرتا ہے بن کی شاخیں ریت کے ٹیلے، بناتا ہے اور پھر اپنے بندوں کو عشق سے منع کرتا ہے اے حاکم عادل کیا یہی عدل کا فیصلہ ہے؟ (معاذ اللہ)

اس قسم کی خرافات بعض علماء بھی پڑھتے اور داد دیتے ہیں حالانکہ یہ کفر محض ہے اور ان لوگوں نے نہی کے راز اور اس کی حقیقت ہی کو نہیں جانا کیونکہ منع عشق سے نہیں عشق کے مقتضی پر عمل کرنے سے ہے جو کہ حرام ہے جیسے بد نگاہی 'بد فعلی اور لمس وغیرہ اور مرغوب چیز سے رکنے میں روکنے والے کے وجود پر ایمان کی دلیل ہے جیسا کہ رمضان میں پیاسا پانی سے صبر کرتا ہے تو یہ دلیل ہے کہ اس کا روزے کے حکم پر ایمان ہے اور اپنے نفوس کو جہاد کے لئے اور قتل کے لئے تیار کرنا جزاء یقین کی دلیل ہے اور حسین عورتیں تیار کردہ

نعمتوں کا ایک نمونہ ہے ہر گز نہیں۔ اگر معترض تھوڑا سا صبر کرتا اور غور کرتا تو بہت فائدہ لیتا اور میں اگر علماء اور عوام کے وہ اعتراض نقل کرنے لگوں جو میرے علم میں ہیں تو بات لمبی ہو جائے گی اس سلسلہ میں سب سے بہتر آدمی کا یہ حال ہے کہ ابن الراوندی کو ایک دن بھوک نے ستایا تو ایک پل پر جا بیٹھا بھوک شدید سے شدید تر ہو رہی تھی حریر و دیباج میں ملبوس ایک گھوڑا گزرا کہنے لگا یہ کس کا ہے جواب ملا خلیفہ کے غلام علی بن بلتق کا ہے پھر حسین حسین باندیاں گزریں پوچھا یہ کس کی ہیں جواب ملا علی بن بلتق کی اتنے میں ایک آدمی پاس سے گزرا تنگدستی اور فاقہ کے آثار دیکھ کر اس کو دو روٹیاں دینے لگا اس نے روٹیاں پکڑ کر پھینک دیں اور کہا کہ علی بن بلتق کے لئے وہ اور میرے لئے یہ؟ مگر یہ احمق جاہل بھول گیا کہ اپنے قول، فعل اور اعتراض کی وجہ سے یہ اسی لائق تھا اے نقائص میں ڈوب کر ایسی ذات پر اعتراض کرنے والو جس کے کسی فعل میں کوئی عیب نہیں تمہاری ابتداء پانی اور مٹی سے ہوئی پھر بے قدر پانی سے پھر عمر بھر (پیٹ میں) نجاست اٹھائے پھرتے ہو اگر ذرا دیر کے لئے تمہیں ہوا نہ ملے تو مردار بن جاؤ گے کتنی باتیں ہیں جنہیں تمہارا سمجھدار آدمی سوچتا ہے اور دوسرے کو بتاتا ہے تو اس کی غلطی اور خطا نکل آتی ہے پھر تمہارے معاصی حد سے تجاوز کر رہے ہیں پھر بھی تم مال اور حکیم ذات پر اعتراض کرتے ہو اگر ان حوادث میں صرف یہی ایک حکمت ہو کہ ہماری تسلیم و اطاعت ہی مقصود ہے تو یہی کافی ہے اور اگر وہ تمام مخلوق کو اپنے وجود کی دلیل کے طور پر پیدا فرماتا اور پھر ہلاک کر کے کبھی دوبارہ نہ بناتا تو اسے لائق تھا کیونکہ وہ مالک ہے مگر اس نے اپنے فضل سے دوبارہ بنانے کا جزا دینے کا ابدی نعمتوں میں باقی رکھنے کا وعدہ فرمایا ہے پھر کبھی ایسا کام سامنے آجائے جس کی حکمت نہ معلوم ہو سکے تو اس کی نسبت اپنی کم علمی کی طرف ہونی چاہئے بعض دفعہ تو ایک آدمی کو دیکھتا ہے کہ ظلماً قتل ہو گیا ہے مگر تجھے نہیں معلوم کہ خود اس نے کتنے قتل اور ظلم کر رکھے تھے اور ایک کے مقابلہ میں یہ قتل ہوا ہے۔ شاذ و نادر کے علاوہ جس پر بھی کوئی آفت آتی ہے وہ اس کا مستحق ہوتا ہے مگر جن مظالم کا بدلہ اسے ملا ہے وہ ہماری نظر سے غائب ہوتے ہیں اور ہم صرف اس کی جزا اور بدلہ ہی کو دیکھتے ہیں۔ تسلیم اختیار کر سلامت رہے گا اور اعتراض کی بات کبھی دل میں لاؤ نہ زبان پر کیونکہ یہ چیز کبھی اسلام ہی سے خارج کر دیتی ہے۔

براہ مہربانی ورق نہ موڑیں۔

عید اور قیامت

عید کے دن لوگوں کو دیکھا تو ان کا بہت کچھ حال قیامت سے ملتا جلتا پایا چنانچہ صبح سویرے نیند سے اٹھ کر عید کے لئے نکلنا مردوں کے قبروں سے محشر کی طرف نکلنے کی طرح ہے پھر بعض کی زینت اعلیٰ درجہ کی سواری بعض کی متوسط اور بعض بالکل گھٹیا یہی حال لوگوں کا قیامت کے دن ہو گا ارشاد باری ہے ا۔"یوم نحشر المتقین الی الرحمن و فدا" کہ ہم متقی لوگوں کو محشر میں سواریوں پر لائیں گے "و نسوق المجرمین الی جھنم وردا" کہ مجرموں کو جنہم کی طرف ہانک لائیں گے اور وہ پیاسے ہوں گے ایک حدیث پاک میں ہے کہ لوگ محشر میں سواریوں پر۔ پیدل اور منہ کے بل آئیں گے ...... پھر کچھ لوگ عید کے ہجوم میں گرتے اور پامال ہو جاتے ہیں اسی طرح لوگ ظالموں کو قیامت میں پامال کریں گے عید کے دن کچھ غنی ہوتے ہیں صدقہ کرتے ہیں ایسے ہی قیامت میں دنیا کے اہل خیر وہاں بھی اہل خیر ہوں گے اور کچھ سائل ہوتے ہیں عطا کا سوال کرتے ہیں اسی طرح یوم جزا ہے جس میں اہل کبائر کے لئے شفاعت ہو گی اور بعض پر کوئی عطا نہیں ہوتی تو وہاں بھی کہنے والے ہوں گے جو کہیں گے "فمالنا من شافعین ولا صدیق حمیم" کہ ہمارے پاس کوئی سفارشی ہے نہ کوئی مخلص دوست۔ عید میں جھنڈے لہراتے ہیں قیامت میں متقیوں کے جھنڈے ہوں گے اور آواز لگ رہی ہو گی اے اہل موقف فلاں کو سعادت مل گئی ہے وہ کبھی بدبختی نہ دیکھے گا اور فلاں بد نصیب ہو گیا ہے جسے کبھی سعادت نہ ملے گی پھر عید سے لوٹنے والے کچھ خاص قسم کے لوگ ہوتے ہیں تو وہاں بھی کچھ "اولئک المقربون" ہوں گے کہ یہ خاص لوگ ہیں کارکردگی کی سند ان کو ملے گی "کان سعیھم مشکورا" کہ ان کی محنت اور اعمال کی قدر دانی ہو گی اور ان سے نیچے والے بھی مختلف ہوں گے بعض آباد گھروں میں لوٹیں گے "بما اسلفتم فی الایام الخالیہ" کہ گذشتہ زندگی کے اعمال کی بدولت اور کچھ متوسط قسم کے اور بعض ویران گھروں میں لوٹتے ہیں "فاعتبروا یا اولی الالباب" "عقل والوں کو عبرت چاہیے"

نیت عمل

اہل علم اور اہل زہد کے لئے قابل توجہ یہ نصیحت ہے کہ آپ حضرات "انما

۸۵
ہندستانی لائبریری
گارڈن ریچ روڈ۔ مٹیا برج۔ کلکتہ

الاعمال بالنیات" (کہ اعمال کا مدار نیت پر ہے) کو جانتے ہیں اور "الا للہ الدین الخالص" (کہ خالص عبادت اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے) کا مفہوم بھی آپ سمجھتے ہیں اور تم نے سلف کے بارے میں بھی سنا ہے کہ وہ قول اور عمل سے پہلے نیت اور اس کی تصحیح کا اہتمام کرتے تھے۔ اے فقہاء کرام کیا آپ کی عمر جدال میں اور چیخ و پکار میں ہی گزر جائے گی کہ تمہاری آوازیں عوام کے اجتماع میں مقابل پر غالب آنے کے لئے خوب بلند ہوتی ہیں کیا تم نے یہ نہیں سنا کہ "جو شخص علماء کے ساتھ تفاخر کے لئے یا کم عقلوں کو مذبذب کرنے کے لئے یا لوگوں کو اپنے گرویدہ بنانے کے لئے علم حاصل کرے گا اسے جنت کی خوشبو نصیب نہ ہوگی پھر تمہارے بعض فتویٰ دینے لگتے ہیں حالانکہ اہل نہیں ہوتے اور اسلاف فتویٰ کی ذمہ داری خود لینے کی بجائے ایک دوسرے پر ڈالتے تھے اور اے مدعیان زہد حضرات خدا تعالیٰ ہر خفی بلکہ اخفی کو بھی جانتا ہے کیا تم لباس کے ذریعہ اپنا فقر ظاہر کرتے ہو حالانکہ تم خواہشات نفس کے پابند ہو تمہاری آہ و بکا اور عاجزی صرف لوگوں کے سامنے ہے خلوتوں میں نہیں ابن سیرینؒ لوگوں میں ہنس بھی لیتے بلکہ قہقہہ کی نوبت بھی آجاتی مگر خلوت میں اکثر شب روتے ہی گزرتی تھی حضرت سفیانؒ نے اپنے ساتھی سے فرمایا یہ کیسی بے حیائی ہے کہ لوگوں کے سامنے تو نماز پڑھیں اور دیکھنے والا کوئی نہ ہو تو پڑے سوتے رہیں' میں قربان جنگل کی ان ہرنیوں پر جنہوں نے چبا چبا کے بولنا اور ابروؤں کو رنگنا نہیں دیکھا ریاکاروں کے لئے اس دن افسوس ہوگا "و حصل ما فی الصدور" جس دن سینے کی باتیں کھل جائیں گی یعنی نیتیں ظاہر ہو جائیں گی لہذا اپنی مدہوشی سے ہوش میں آؤ اپنی کوتاہیوں کی معافی مانگو توبہ کرو اور طریق حق پر استقامت اختیار کرو "ان تقول نفس یا حسرتی علی ما فرطت فی جنب اللہ" مبادا کوئی نفس کہنے لگے ہائے میری حسرت و افسوس اس کوتاہی پر جو میں نے اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں کی۔

طریق سلف

عوام الناس کو میں نے دیکھا کہ وہ شریعت سے ہٹے ہوئے ہیں اور اپنی مانوس عادتوں پر لگے ہوئے ہیں البتہ دو فریق ان میں سے الگ ہیں ایک علماء دوسرے عباد و زہاد پھر علماء میں اکثریت ملے جلے لوگوں کی ہے بعض صرف دنیاوی معاملات کے علم سے واقف ہیں اور اخروی معاملات سے اعراض کئے ہوئے ہیں یا تو ناواقفی کی وجہ سے یا مشقت کی وجہ سے لہذا وہ علم کے ان تقاضوں سے جو گراں محسوس ہوتے ہیں پہلو تہی کرتے ہیں اور باقی عادات میں

لگے رہتے ہیں اور یہ بھی خیال کر لیتے ہیں کہ عالم ہونے کی نسبت سے در گذر ہو جائے گی مگر یہ بھول جاتے ہیں کہ علم خود ان کے خلاف حجت ہے اور بعض نے صورت علم پر اکتفا کر لی ہے اور عمل سے جو کہ مقصود ہے غافل ہیں اور بعض نے سلطان سے رابطہ قائم کیا ہوا ہے جس سے خود نقصان اٹھا رہا ہے کہ ان کے مظالم اور گناہ دیکھتے ہیں مگر انکار کی ہمت نہیں بلکہ کبھی مدح بھی کر بیٹھتے ہیں اور خود سلطان کو اس کی صحبت کا یہ نقصان ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ اگر ہمارا معاملہ غلط ہوتا تو یہ عالم ہمارا ہمنشین نہ ہوتا اور عوام الگ نقصان اٹھاتے ہیں جو سمجھتے ہیں کہ اگر سلطان کے اطوار درست نہ ہوتے تو یہ عالم اس سے رابطہ نہ رکھتا اور کتنے اہل شرافت کو دیکھا کہ وہ اپنے آباء کی سفارش پر اعتماد کیے ہوئے ہیں اور نہیں سمجھتے کہ یہود بنی اسرائیل (اولاد انبیاء) میں سے ہیں' اور دوسرا فریق عباد و زہاد کا ہے ان میں بھی اکثر مخلوط قسم کے ہیں بعض کی نیت و قصد تو صحیح ہے مگر اکثر اعمال میں راستہ سے ہٹے ہوئے ہیں متقدمین کی کچھ کتابیں ان کے پاس ہیں جن میں قبیح مضامین اور غیر صحیح روایات ہیں اور ان میں خلاف شرع باتوں کا بھی حکم دیا گیا ہے مثلاً الحارث محاسبی اور ابو عبداللہ ترمذی کی کتابیں ابو طالب المکی کی قوت القلوب اور ابو حامد غزالی طوسی کی احیاء وغیرہ ایک مبتدی شخص جب آنکھ کھولتا ہے اور ان کتب کی رہنمائی میں سلوک طریق کا قصد کرتا ہے تو یہ اسے خطا پر لگا دیتی ہیں کیونکہ ان کی جیاد غیر صحیح روایات پر ہے اور وہ دنیا کی مذمت تو کرتے ہیں مگر نہیں جانتے کہ اس کا کون سا پہلو مذموم ہے اور مبتدی آدمی نفس دنیا ہی کو مذموم سمجھ بیٹھتا ہے اور سب کچھ چھوڑ کر پہاڑوں کی راہ لیتا ہے جہاں اسے نہ نماز کی جماعت نصیب ہوتی ہے نہ جمعہ' نامناسب غذاؤں کی وجہ سے قولنج وغیرہ امراض میں مبتلا ہوتا ہے بعض دودھ پر گزارا کرتے ہیں تو بدن لاغر ہو جاتا ہے یا لوبیا اور مسور کھاتے ہیں تو قراقر پیدا ہوتا ہے سب سے پہلے اپنے گھوڑے کی فکر کرتے ہیں بعض دفعہ قصہ گو واعظ اسلاف زاہد بننے والوں کے حالات سنانے لگتے ہیں اور مرید ان کی اتباع کر کے تکلیف اٹھاتا ہے اور ہم جب ان منقول باتوں پر رد کرتے یا ان کے کرنے والوں کی غلطی بتاتے ہیں تو جاہل اعتراض کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تم زاہدوں پر اعتراض کرتے ہو اتباع درست بات کی ہونی چاہیے جن کی بزرگی عقیدت میں داخل ہے ان کے صرف نام کو نہیں دیکھنا چاہیے ہم کہتے ہیں کہ ابو حنیفہؒ نے کہا اور پھر امام شافعیؒ کا اس کے خلاف قول بھی دیکھتے ہیں جو کہ ان کے دلائل کی بات ہے المروزی کہتا ہے احمدؒ بن حنبل نے نکاح کی مدح میں کچھ کہا میں نے ابراہیم بن ادھم کی بات سنائی تو چیخ کر فرمایا بس ہم پگڈنڈیوں پر پڑ گئے ہیں تمہیں

رسول اللہ ﷺ اور ان کے اصحاب کا طریق دیکھنا چاہئے۔ بہت سے لوگوں کو میں نے دیکھا کہ وہ شریعت کی راہ سے ہٹ چکے ہیں اور مدعیان زہد کا کلام ہی ان کی شریعت ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ ابو طالب مکی فرماتے ہیں کہ اسلاف اپنی غذا روزانہ وزن کرتے اور کم کرتے رہتے تھے یہ چیز آپؐ سے قطعاً ثابت نہیں بس یہ حضرات پیٹ بھرنے سے ذرا کم کھاتے تھے باقی نفس کو بھوک پر مجبور کرنا منع ہے اور وہ داؤد الطائی کا مقولہ بھی نقل کرتے ہیں کہ سفیان کو کہا کہ جب تو ٹھنڈا پانی پیتا رہے گا تو موت کو کیسے پسند کرے گا اور سفیان مٹکے میں پانی رکھتے تھے مگر کہنے والا نہیں جانتا کہ نفس کا بھی حق ہے اور یہ کہ گرم پانی پینے سے معدہ ڈھیلا ہوتا ہے مرض پیدا ہوتا ہے نیز یہ کہ آپؐ ٹھنڈا پانی استعمال فرماتے تھے اور ایک صاحب فرماتے ہیں کہ پچاس برس سے بھنا ہوا گوشت کھانا چاہتا ہوں مگر اس کے لئے صاف ستھرا درہم میسر نہیں آیا اور ایک صاحب کہتے ہیں کہ گاجر کا مربہ بنانے کی خواہش ہے مگر کوئی صحیح صورت نہیں بنتی......

کیا وہ ایسا سونا یا چاندی چاہتے ہیں کہ جب سے اپنے معدن (کان) سے نکلا کبھی مشتبہ نہ ہوا ہو یہ صورت تو آنخضرت ﷺ کے ہاں بھی نہ تھی۔ ٹھیک ہے تقویٰ اور ورع بہت اچھی چیز ہے مگر شدید مشقتوں میں پڑنا کہیں منقول نہیں۔ بشرؒ ننگے پاؤں رہنے کی وجہ سے الحافی مشہور ہو گئے اگر وہ چپل پہن کر اپنے معاملہ پر پردہ ڈال لیتے تو بہتر ہوتا اور ننگے پاؤں چلنا خود آنکھوں کے لئے بھی مضر ہے اور نہ ہی یہ کوئی دنیا داری کی بات ہے۔ آنخضرت ﷺ بھی جوتے استعمال کرتے تھے۔ نیز آنخضرت ﷺ اور صحابہؓ کرام کی سیرت مبارکہ یہ نہ تھی جس پر یہ مدعیان زہد آج لگے ہوئے ہیں۔ آپؐ ہنسی اور مزاح فرما لیتے تھے حسین عورت کو پسند فرماتے تھے عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے دوڑ بھی لگا لیتے گوشت تناول فرماتے حلوئی کو پسند فرماتے تھے۔ آپؐ کے لئے میٹھا پانی لایا جاتا تھا اسی طرح کے طور طریقے صحابہ کرامؓ کے تھے مگر مدعیان زہد نے ایسے طریق ظاہر کئے ہیں جیسے یہ ایک نئی شریعت ہے حالانکہ یہ سب باتیں طریق حق کے خلاف ہیں۔ یہ لوگ المحاسبی اور المکی کا حوالہ دیتے ہیں مگر کسی صحابی، تابعی یا ائمہ اسلام میں سے کسی کا نام نہیں لیتے۔ کسی عالم کا اچھا لباس دیکھ لیں یا کسی حسین عورت سے اس نے نکاح کر لیا یا نفلی روزہ نہیں رکھا یا کہیں ہنس دیا ہے تو اس کی عیب چینی کرتے ہیں۔ حاصل یہ ہے کہ نیت صحیح ہونے کے باوجود بھی لاعلمی کی وجہ سے یہ لوگ صحیح راستہ پر نہیں رہے ہیں حتیٰ کہ ایک کہتا ہے میں اسی برس سے کبھی لیٹا نہیں ہوں۔ دوسرا کہتا ہے کہ میں نے ایک سال تک پانی نہ پینے کی قسم کھائی ہے۔ یہ سب غلط ہے یقیناً نفس کا بھی حق ہے

اور وہ لوگ جن کی نیت ہی فاسد ہے ان کا نفاق ریاکاری محض دنیا کھینچنے اور دست بوسی کروانے ہی کے لئے ہے ان سے ہمارا کوئی کلام نہیں اور اس طرح کے صوفی نما بھی بکثرت ہیں جنھوں نے رنگا رنگ کے ٹکڑے جوڑ کر لباس بنایا ہوا ہے تاکہ لوگوں کی نگاہ میں تارک زینت بنیں حالانکہ ان کے پاس سقلاطون سے بہتر سامان موجود ہے۔ قدماء حضرات نے اگر لباس میں ٹکڑا جوڑا تھا تو فقر کی وجہ سے اور یہ لذات میں مال جمع کرنے میں مشتبہ مال کو وصول کرنے میں دل لگاتے ہیں اور راحتوں کے سامان میں سلاطین کی مجالس میں پیش پیش ہیں اور ان لوگوں نے متقدمین کے زہد کی مخالفت میں سب پردے چاک کر دیئے ہیں اور ان سے بھی زیادہ قابل تعجب وہ لوگ ہیں جو ان پر خرچ کرتے ہیں۔

عبرت پکڑنے والا مبارک ہے

اللہ تعالی نے انسانوں کے عبرت حاصل کرنے کے لئے ان کے احوال کی کچھ مثالیں مقرر فرمائی ہیں ان مثالوں میں سے ایک چاند کی مثال ہے جو شروع میں چھوٹا سا ہوتا ہے پھر بدر کامل بن جاتا ہے اور پھر گھٹنے لگ جاتا ہے اور کبھی کسوف کی حالت میں بے نور ہو کر رہ جاتا ہے۔ اسی طرح آدمی کی ابتداء نطفہ سے ہوتی ہے پھر فساد سے صلاح کی طرف ترقی کرتا رہتا ہے حتی کہ بمنزلہ بدر کامل کے ہو جاتا ہے پھر احوال میں ضعف اور نقص آنے لگ جاتا ہے اور کبھی اس سے پہلے ہی موت آدباتی ہے جیسے چاند کو گہن بے نور کر دیتا ہے۔ شاعر کہتا ہے:آدمی ہلال کی طرح ہے جو شروع میں دبلا پتلا اور کمزور ہوتا ہے پھر قوت پکڑتا اور بڑھتا رہتا ہے حتی کہ کمال کو پہنچ جاتا ہے تو شب و روز کی آمد و رفت اس کو ضعیف و ناقص کر دیتی ہے اور آخر ختم ہو جاتا ہے اور اس کے حالات کی ایک مثال ریشم کے کیڑے کی بھی ہے کہ وہ توت کے پتے کھاتا ہے اور بچے کی طرح اس کے بھی حالات بدلتے رہتے ہیں پھر وہ انجام سے غافل آدمی کی طرح سو رہتا ہے اور پھر جب بیدار ہوتا ہے تو کھانے کا اتنا حریص ہوتا ہے جیسے کوئی حصول دنیا کی حرص میں بدحواس ہو جاتا ہے اور پھر اپنے اوپر تار لپیٹنے لگتا ہے جیسا کہ آدمی اپنے دین کو گناہوں سے زیربار کرتا ہے پھر وہ اس کی قید میں محبوس ہو جاتا ہے جیسے میت قبر میں ہوتی ہے پھر وہ اسے کاٹ کر ایک اور ہی مخلوق کی شکل میں نکل کر اڑ جاتا ہے جیسا کہ مردے قبور سے ننگے بدن بغیر ختنہ نکلیں گے۔ اس میں نطفہ کے میت کی طرح ہونے اور پھر آدمی بن جانے میں جی اٹھنے اور قیامت کی دلیل ہے اور اسی طرح دانے کو زمین میں دبانے اور اس کے وہاں گداز ہو کر پودے کی شکل میں نکل آنے میں بھی قدرت اور قیامت کی دلیل

ہے۔ آدمی کو جب فکر صحیح نصیب ہو جائے تو ہر شی میں اس کے لئے درس عبرت موجود ہے۔

لذات کا انجام ندامت ہے

انجام کو سوچنا عقل کی خوبی ہے کم عقل لوگ صرف نقد حال کو دیکھتے ہیں انجام پر نظر نہیں کرتے چور مال کو دیکھتا ہے ہاتھ کٹ جانے کو نہیں دیکھتا بے کار پڑا رہنے والا راحت کی لذت کو دیکھتا ہے مگر حصول علم اور کسب مال کے مواقع ضائع کرنے پر نظر نہیں رکھتا جب بڑا ہو گیا کوئی علم کی بات پوچھے گا اسے علم نہیں ہوگا محتاج ہوگا تو سوال کی ذلت اٹھائے گا تو اس وقت کا افسوس بے کاری کی ذلت راحت سے کہیں زیادہ ہو گی اور پھر دنیا میں ترک عمل کی وجہ سے آخرت کے ثواب سے محرومی الگ رہی...... یہی حال شراب خور کا ہے جو چند ساعتوں کی لذت اٹھاتا ہے اور اس پر آنے والی دنیا اور آخرت کی آفات کو بھول بیٹھتا ہے۔ اسی طرح زنا ہے کہ انسان اپنی شہوت کی تسکین تو دیکھتا ہے مگر اس کے نتیجہ میں لگنے والی حد کو اور ہونے والی رسوائی کو نہیں دیکھتا اور عورت کبھی منکوحہ ہوتی ہے تو اس کا حمل خاوند کی طرف منسوب ہو جاتا ہے اور مسلسل وارثوں کے حقوق کا تلف اور نقصان ہوتا رہتا ہے۔ علی ھذا القیاس اور مثالوں کو بھی سمجھ لو اور نتائج پر غور کیا کرو اور کبھی ایسی لذت کو اختیار مت کرو جو خیر کثیر کے ضائع کرنے کا سبب ہے بلکہ مشقت کو برداشت کرو انشاء اللہ بھرپور منافع ملیں گے۔

دنیا میں لذتِ عیش

دنیا میں اصل عیش تو عالم کی یا زاہد کی۔ البتہ کبھی اس میں کچھ بدمزگی آجاتی ہے اور وہ اس طرح کہ عالم کبھی علم میں منہمک ہوتا یا کسب مال سے رک جاتا ہے اور اہل و عیال کی وجہ سے سلطان کے دربار کے چکر کاٹنے لگتا ہے تو فساد حال پیدا ہوتا ہے اور یہی کچھ زاہد کا معاملہ ہے لہذا عالم ہو یا عابد و زاہد ان کو کسب معاش کے لئے کچھ کرنا چاہئے مثلاً تحریر کا کام یا کھجور کی ٹوپی وغیرہ اور کوئی ہدیہ ملے تو قلیل پر قناعت کرے، بس پھر اسے کوئی غلام نہ بنا سکے گا۔ جیسا کہ امام احمدؒ بن حنبل محنت کے ذریعہ روزی کماتے تھے جو دینار کے بقدر بھی شاید نہ ہوتی تھی اور اگر قناعت نہ کر سکا تو سلاطین کی ملاقات اور عوام کا میل جول اس کے دین کو فاسد کر دے گا اور کچھ لوگ کھانوں میں وسعت کا شوق رکھتے ہیں اور بعض کو سادگی یا مشقت کی زندگی راس نہیں آتی مگر لذات کے ساتھ ساتھ دین کی سلامتی بعید اور بہت بعید ہے اور ایک عالم یا زاہد جب قدر کفایت پر قناعت کر لیتا ہے تو وہ بادشاہ کے سامنے ذلیل نہیں ہوتا اور اس کے

دروازے کے چکر لگانے کی اسے ضرورت نہیں رہتی اور زاہد کو کسی تکلف و تصنع کی حاجت نہیں پڑتی اور لذیذ عیش اس کی ہے جو ذلت آمیز تعلقات سے بچا رہتا ہے اور نہ ہی کسی کا زیر بار ہے۔

قلت فہم

لوگوں میں عقل و فہم کا بہت تفاوت پایا جاتا ہے حتی کہ علماء میں بھی یہ تفاوت بکثرت ہے اصول میں بھی اور فروع میں بھی۔ چنانچہ بہت سے لوگ صفات باری تعالی کے سلسلہ میں جو کچھ سنتے ہیں اسے محسوسات پر قیاس کرنے لگتے ہیں مثلاً نزول کے بارے کہتے ہیں کہ وہ اپنی ذات کے ساتھ نزول فرماتا اور منتقل ہوتا ہے اور یہ بالکل ردی فہم ہے کیونکہ انتقال ایک مکان سے دوسرے مکان کی طرف ہوتا ہے لہذا ایک تو مکان کا تعدد اور کثرت ضروری ہوئی دوسرے حرکت لازمی ہوئی اور یہ چیزیں ذات باری تعالی کے حق میں محال ہیں۔ فروع کی مثال کے لئے داؤد (ظاہری) سے منقول ہے کہ حدیث شریف میں ہے کہ کسی شخص کو ہرگز ماء دائم (کھڑا پانی) میں پیشاب نہ کرنا چاہئے جس سے پھر وہ وضو بھی کرے گا داؤد صاحب کہتے ہیں کہ ایک پیشاب کر جائے تو دوسرے کو وضو کرنا جائز ہے ان صاحب نے یہ نہ سمجھا کہ پانی کی نجاست بتلانا مقصود ہے بس ظاہر لفظ دیکھ لئے کہ ایک شخص کو دو کام کرنے سے روکا گیا ہے اسی طرح وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ حرام صرف خنزیر کا گوشت ہے کھال وغیرہ نہیں بد فہمی سے خدا کی پناہ۔

اسی طرح کا تفاوت ان شعراء کے کلام میں بھی دیکھا جاتا ہے جو دقائق احوال تک رسائی کا ذوق یا مشغلہ رکھتے ہیں۔ جیسا کہ ایک صاحب کا شعر ہے ہماری روشن ڈھالیں بوقت چاشت چمکتی ہیں اور ہماری تلواریں اپنی عمدگی یا شدت کی وجہ سے خون ٹپکاتی ہیں۔ شعر میں جفنات کا لفظ ہے جو قلت مقدار کے لئے ہے اس کی بجائے جفان کا لفظ بھی قلت ظاہر کرتا ہے اور کسی اور شاعر کا قول ہے کہ۔ اس کو عطر کا فکر ہے اور فراش کا اس کے اوپر چاندی کا جڑاؤ اور موتیوں کی لڑیاں ہیں مگر تعریف میں یہ شعر ناقص ہے کیونکہ کوئی کالی کلوٹی بھی یہ کام کرلے تو حسین لگے گی البتہ مدح اس شعر میں ہے کیا تجھے معلوم ہے کہ میں جب بھی رات کو آتا ہوں تو اسے معطر پاتا ہوں گو خوشبو نہ بھی لگائی ہو۔ ایسے ہی ایک شاعر کا یہ قول ہے۔ میں اپنے دل کو محبوبہ کے چھوڑنے کو کہتا ہوں تو مان لیتا ہے حتی کہ جب میں کہتا ہوں کہ یہ سچا ہے تو رک جاتا ہے اگر یہ محبت میں صادق ہے تو اس کے پاس دل ہی کب ہے جس سے

مخاطب ہو سکے اور ہجر کا خطاب کرے تو وہ موافقت نہ کرے۔ البتہ یہ قول محبِ صادق کا ہے :لوگ کہتے ہیں کہ اگر تو اپنے قلب کو عتاب کرے تو باز آجائے گا۔ میں نے کہا کیا عاشقوں کے پاس دل ہوتا ہے؟ تنقید کے لئے ایسی مثالیں بکثرت مل سکتی ہیں اور دقیق معانی تک رسائی اور فہم دو چیزیں لوگوں میں از بس کمیاب ہیں۔

عقلمند ہی نصیحت حاصل کرتے ہیں

دنیا میں غور کرنے والا جانتا ہے کہ اس میں کوئی لذت پائی جاتی ہے تو اس کے ساتھ شامل ہونے والی بدمزگی اس سے کہیں زیادہ پائی جاتی ہے۔ ان لذتوں میں سے عورتوں بھی ہیں۔ ایک حسین عورت کبھی ٹھیک رہ جاتی ہے اور کبھی خاوند کو پسند نہیں رکھتی اسے پتہ چلتا ہے تو وہ اس سے دور رہنے لگتا ہے اور کبھی یہ خیانت کر بیٹھتی ہے تو ہلاکت ہے اور سب مرادیں پوری ہو جائیں تو فراق کا خیال تمام لذتوں پر غالب آجاتا ہے اور لذتوں میں سے ایک لذت اولاد کی ہے نکاح تک بیٹی کی پرورش کرنا پھر خاوند کی طرف سے اس کی تکالیف اور پریشانیوں کا سلسلہ سخت تکلیف دہ ہوتا ہے اور بیٹا اگر بیمار پڑ جائے تو دل پگھلاتا ہے اور کوئی فاسق آدمی اگر کسی بے ریش سے عشق لگالے تو دنیا میں عزت برباد اور دین رخصت ہو جاتا ہے اور جب اس کا حلیہ کچھ عرصہ بعد بدلتا ہے تو پھر مبغوض ہونے لگتا ہے اور پچھلا گناہ اور بے عزتی الگ اسی جنس کا ایک فرد مال کی لذت ہے جسے حاصل کرنے میں گناہ تک کا ارتکاب کر لیتا ہے پھر اس کا فراق سراسر حسرت ہے اور اس میں عمر کا لگانا خسارہ ہی خسارہ ہے۔ غیر مذکورہ لذتوں کے لئے مذکورہ لذتیں بطور نمونہ ہیں لہذا صاحب توفیق کو چاہئے کہ ایسی ضروری چیزیں جن سے دین بدن کی سلامتی اور عافیت قائم رہے حاصل کرے اور ان خواہشات کو ترک کردے جن کی لذت بدمزگی پر غالب آجاتی ہے اور جو شخص کسی مکروہ چیز پر آخرت کے نفع کے لئے صبر کرتا ہے تو کتنے گنا بڑھ کر لذتیں پائے گا جیسے ایک طالب علم جو کچھ عرصہ مشقت اٹھاتا ہے اور دارین کی خیر اور عاقبت کی سلامتی حاصل کر لیتا ہے اور بے کاری کی لذت کا انجام علم و عمل سے محرومی ہے جس پر لذت سے کئی گنا بڑھ کر حسرت و افسوس کرنا پڑے گا لہذا خوب محتاط اور محفوظ رہو کہ دنیا کی محبت و خواہش کہیں غالب نہ آجائے اور جب کبھی سر اٹھانے لگے اس کو وہیں روک دو اور اس نقد فائدے کا انجام اور نتیجہ کے ساتھ مقابلہ کرو اور نصیحت صرف عقل والے ہی لیتے ہیں۔

شیطانی جال

میں دیکھتا ہوں کہ شیطان نے لوگوں کی ہلاکت کے لئے طرح طرح کے حیلے تیار کئے ہیں اکثر لوگوں کو علم سے برگشتہ کر دیا جو کہ راستے کا چراغ ہے بس وہ جہالت کے اندھیرے میں ہاتھ پاؤں مارتے پھرتے ہیں...... حسی امور میں لگے ہوئے ہیں عقل سے مشورہ نہیں لیتے اور زندگی میں کبھی تنگی ترشی پیش آجائے تو اعتراض کر کے کافر ہو جاتے ہیں اور بعض ان حوادث کو زمانے کی طرف منسوب کرتے ہیں اور بعض دنیا کو سب و شتم کرتے ہیں جو کہ بیہودگی ہے کیونکہ زمانہ یا دنیا کچھ نہیں کرتے دراصل یہ مالک تقدیر پر نکتہ چینی ہے اور بعض انکارِ حکمت کی طرف نکل جاتے ہیں اور کہنے لگتے ہیں بھلا بنی بنائی عمارت کو توڑنے کا کیا فائدہ ہے اور بعض نے یہ خیال جما لیا ہے کہ فنا کے بعد عود (دوبارہ اٹھنا) کا کوئی تصور نہیں یہ بعث اور قیامت کے منکر ہیں اور کہتے ہیں کہ آج تک وہاں سے کوئی نہیں لوٹا انہیں معلوم نہیں کہ وجود کلیۃً ختم بھی نہیں ہوتا اور ابھی کوئی لوٹ آئے تو عالم غیب مشاہدہ میں آجائے نیز دوبارہ زندہ کرنے پر دلیل اسی احیاء کو نہیں لایا جا سکتا پھر ابلیس نے دیکھا کہ کچھ لوگ ذہین قسم کے ہیں ان کے خیال میں یہ ڈالا کہ ظاہر شریعت تو اکثر و بیشتر عوام میں جان لیتے ہیں ہمارا امتیاز کیا ہوا لہذا انہیں علم الکلام کا حسن دکھایا اور وہ بقراط جالینوس فیثاغورث کے اقوال میں پڑ گئے حالانکہ یہ لوگ اہل شریعت نہ تھے ہمارے نبی علیہ السلام کے متبعین نہ تھے۔ اپنی نفسانی پسند پر چلنے والے تھے اور اسلاف میں کسی کے ہاں بچہ پیدا ہوتا تو وہ حفظ قرآن میں اور حدیث سننے میں لگا دیتے تھے جس سے ایمان دل میں پختہ ہو جاتا تھا بعد کے لوگوں نے اس میں سستی دکھائی اور سمجھدار بچے بھی قدیمی علوم میں مشغول ہونے لگا اور احادیث کو اخبار احاد کہتے ہوئے چھوڑ دیتے ہیں اور محدثین حضرات ان کو حشویہ کے نام سے ذکر کرتے ہیں ان کا عقیدہ یہ ہے کہ دقیق علم طفرہ، ھیولی اور جزو لا یتجزٰی وغیرہ کا علم ہے پھر اور آگے بڑھ کر صفات باری تعالیٰ میں گفتگو کرتے ہیں اور صحیح احادیث کا واقعات کے ذریعہ سے معارضہ کرتے ہیں چنانچہ معتزلہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی رؤیت ممکن نہیں کیونکہ مرئی چیز ایک جہت میں ہوتی ہے اور آنحضرت علیہ السلام کے اس ارشاد کی مخالفت کرتے ہیں "کہ تم اپنے رب کو یوں دیکھو گے جیسے چاند کو دیکھتے ہو کہ اس میں کوئی مزاحمت نہیں ہوتی اور یہ غبی لوگ قرآنی مشغلہ سے بھی محروم ہو گئے ہیں کہ اسے مخلوق کہنے کی وجہ سے اس کی عظمت ان کے قلوب سے جاتی رہی اور اخبار آحاد کہہ کر سنت کو بھی چھوڑ بیٹھے ان کا مذہب بھی بقراط و جالینوس کا چربہ ہے فلاسفہ

براہ مہربانی ورق نہ موڑیں۔

کے ان متبعین نے یہ فائدہ اٹھایا کہ نفس کو صوم و صلوٰۃ کی مشقت سے بچایا جبکہ کبار علماء نے ایسے علم الکلام کی مذمت کی ہے حتی کہ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ میرا فیصلہ ان کے بارے میں یہ ہے کہ انہیں خچر پر چڑھا کر پھرایا جائے اور اعلان کیا جائے کہ کتاب و سنت کو چھوڑ کر کلام میں مشغول ہونے والے کی یہ سزا ہے مگر ایک زمانہ ان پر یہ آیا کہ وہ اس عقیدہ پر آگئے کہ جو شخص توحید کی دلیل کے بیان پر قادر نہیں وہ مسلمان نہیں بس اللہ تعالی سے ڈرو اہل بدعت کی صحبت سے بچو اور کتاب و سنت پر پکے ہو جاؤ ہدایت پالو گے۔

حفظ ما لقدم

میں دیکھتا ہوں کہ وقت ضائع کرنے کی عادت لوگوں پر غالب آچکی ہے جبکہ قدیم حضرات اس سے بہت بچتے تھے فضیلؒ فرماتے ہیں کہ میں اس شخص کو جانتا ہوں جو ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک کی اپنی باتیں شمار کرتا تھا کچھ لوگ سلف میں سے کسی کے پاس حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ شاید ہم نے آپ کا وقت مصروف کر دیا ہے فرمایا میں تمہیں سچ بتاتا ہوں کہ میں قرأت کر رہا تھا جو تمہاری وجہ سے چھوڑی ہے اور ایک زاہد سری سقطی کے پاس آیا ان کے پاس ایک جماعت کو دیکھ کر کہنے لگا کہ آپ تو بے کار لوگوں کے لئے جائے پناہ بن گئے ہیں یہ کہا اور بیٹھے بغیر یوں ہی چل دیئے اور بزرگ جب نرمی دکھائے گا تو زائرین شوق سے آئیں گے اور دیر تک بیٹھیں گے جس سے ایذا پہنچے گی۔ ایک جماعت معروفؒ کے پاس دیر تک بیٹھی رہی تو فرمانے لگے کہ سورج کا فرشتہ اسے چلانے میں ذرا سستی نہیں کرتا کیا تمہارا اٹھنے کا ارادہ نہیں ہے۔ اپنے لمحات کی حفاظت کرنے والوں میں عامرؒ بن قیس بھی ہیں ایک آدمی نے ان سے کہا ذرا ٹھہریئے کچھ باتیں کر لیں۔ فرمایا کہ سورج کو روک لو (تو ہم فضول باتیں کر لیں اگر سورج کو نہیں روک سکتے تو چلے جاؤ میرے پاس فضول باتوں کیلئے کوئی وقت نہیں ہے) کرز بن وبرہ سے کسی نے کہا بہتر ہے کہ صحرا میں نکل جائیں (تاکہ گناہوں میں ملوث نہ ہو سکیں) فرمایا کہ پھر تنبیہات بے کار ہو جائیں گی (یعنی پھر ممنوعات سے تو خود خود بچ جائیں گے حالانکہ جب اسباب گناہ موجود ہوں تو پھر آدمی بچے تو اس وقت تنبیہات سے محفوظ رہنا ہی اصل ہے)۔ داؤد الطائی دانے کوٹ کر پھانک لیتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ یوں پھانکنے میں اور روٹی کھانے میں پچاس آیتوں کا فرق پڑ جاتا ہے عثمان باقلاوی ہمیشہ ذکر کرتے تھے فرمانے لگے افطار کے وقت جب میں کھانے پینے لگتا ہوں اور ذکر رک جاتا ہے تو یوں لگتا ہے جیسے

روح نکلنے لگی ہے۔ ایک بزرگ اپنے رفقاء کو کہا کرتے تھے کہ میرے ہاں سے لوٹتے وقت الگ الگ چلو ہو سکتا ہے کوئی راستہ میں قرأت کرلے اکٹھے چلو گے تو باتوں میں لگو گے معلوم ہونا چاہئے کہ زمانہ انتہائی گرانقدر ہے ایک لحظہ بھی ضائع کرنے کے قابل نہیں ہے صحیح بخاری میں حدیث پاک ہے: جو شخص سبحان اللہ العظیم وبحمدہ کہتا ہے اس کے لئے جنت میں کھجور کا ایک درخت لگ جاتا ہے اور آدمی کتنی ساعات ضائع کرتا ہے جس کی وجہ سے بہت بڑے ثواب سے محروم رہتا ہے اور یہ وقت اور زمانہ کھیتی کی طرح ہے گویا انسان کو کہا جا رہا ہے کہ جب بھی کوئی بیج کاشت کرے گا ہم اس سے ہزاروں بوریاں غلہ کی اگائیں گے تو کیا کسی عاقل کو یہ زیبا ہے کہ بیج بونے میں توقف کرے یا سستی دکھائے اور وقت کو غنیمت جاننے میں حتی الامکان علیحدگی اختیار کرنا ممد ومعاون ہے اور ایسے ہی بوقت ملاقات سلام پر اکتفا کرنا یا کوئی ضروری حاجت ہو اس کا ذکر کرنا اور خوارک میں کمی کرنا کیونکہ اس کی کثرت نوم طویل اور ضیاع لیل کا سبب ہے اسلاف کی سیرت پر نظر رکھنے والا اور جزاء پر یقین رکھنے والا میری باتوں کو خوب جان سکتا ہے۔

جائز کاموں میں اعتدال

عاقل انسان کو چاہئے کہ ایسی بیوی کا انتخاب کرے جو نیک ہو اور نیک گھرانے کی ہو جہاں فقر کا غلبہ ہو تا کہ وہ جو کچھ ملے اسے بہت سمجھے اور قریب قریب اپنی ہم عمر سے نکاح کرے کیونکہ بڑی عمر والا نو عمر لڑکی سے نکاح کرے گا تو ایذا پائے گا۔ ہو سکتا ہے وہ بدکاری میں مبتلا ہو جائے یا اسے قتل ہی کر دے یا اس سے طلاق کا مطالبہ کرنے لگ جائے اور اسے اس کے ساتھ محبت ہوئی تو تکلیف ہو گی اسے چاہئے کہ اپنی کمی اور نقص کی تلافی حسن اخلاق اور نفقہ کی فراوانی کے ذریعہ کرے اور عورت کو چاہئے کہ شوہر کے اتنا قریب نہ ہو کہ وہ اکتانے لگے اور نہ ہی اتنا دور رہے کہ وہ اسے بھول ہی جائے اور پاس جاتے وقت بھی اپنی صفائی اور نظافت کا خوب خیال رکھے اور اپنے مخصوص بدن کو اور باقی جسم کو عموماً اس کے سامنے ظاہر نہ کرے کیونکہ انسان کا جسم اتنا حسین نہیں اسی طرح مرد کو بھی اپنا جسم عورت کے سامنے ظاہر نہ کرنا چاہئے۔ جماع تو بستر میں چھپ کر ہی ہوتا ہے کسریٰ نے ایک دن دیکھ لیا کہ جانور کی کھال کیسے اتارتے ہیں اور کیسے پکاتے ہیں دیکھ کر دل پر اثر بیٹھ گیا اور گوشت کھانے سے انکار کر دیا اس کے وزیر کو پتہ چلا تو وہ کہنے لگا بادشاہ سلامت کھانا دستر خوان کی چیز ہے اور عورت بستر کی۔ مطلب یہ کہ تفتیش میں پڑنے کی ضرورت نہیں بروقت نفع اٹھا لینا

چاہیئے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کا مستور بدن نہیں دیکھا اور نہ ہی آپؐ نے میرا یہ بدن دیکھا اور ایک دفعہ رات کو آپ کے جسم پر کپڑا نہ تھا اس سے قبل میں نے آپؐ کا جسم بھی نہ دیکھا تھا یہ احتیاط کی صورت ہے کہ اس راہ سے آدمی عورت کو کوئی عیب نہ لگائے گا کیونکہ اس نے دیکھا ہی نہیں چاہیئے کہ دونوں کے بستر بھی الگ الگ ہوں بس کامل تقاضے کے بغیر اکٹھے نہ ہوں بعض لوگوں کے ہاں یہ باتیں معمولی ہیں وہ عورت کو عام حالات میں دیکھ لیتا ہے اور وہ کہتی ہے کہ یہ میری اولاد کے ابا ہیں اسی طرح مرد بھی بے تکلف ہو جاتا ہے اور ہر ایک دوسرے کے بدن کو دیکھ لیتے ہیں جو کہ پسند نہ تھا اس سے دل متنفر ہو جاتا ہے (اگرچہ شریعت میں ایک دوسرے کے بدن کو دیکھنا جائز ہے) اور باہمی زندگی محبت کے بغیر گزرتی ہے یہ فصل ایک اصل عظیم ہے جو قابل غور ہے اور قابل عمل بھی۔

اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں کسی کی ملامت کی پروانہ کی جائے

دنیا میں زندگی اسی کی ہے جو قلیل پر قناعت کر لیتا ہے، کیونکہ فضول عیش کی حرص جس قدر بڑھے گی افکار بڑھیں گے قلبی انتشار پیدا ہو گا اور بندہ غلام بن کر رہ جائے گا اور قناعت پسند شخص اپنے سے اونچے کو ملنے کی ضرورت ہی نہیں رکھتا اور اپنے جیسے کی پرواہ نہیں کرتا کیونکہ اس کے پاس کیا نہیں جو اس کے پاس ہے۔ بعض لوگوں نے قناعت چھوڑی اور لذیذ عیش کی طلب میں لگ گئے جس سے دوسروں کے آگے ذلیل بھی ہوئے اور اپنے دین کو بھی خراب کیا خصوصاً اہل علم لوگ جو امراء کے پاس آمدورفت رکھتے ہیں ان کے آگے جھکنے لگتے ہیں منکرات کو دیکھتے ہیں مگر ان پر نکیر نہیں کر سکتے اور کبھی ظالم کے شر سے بچنے کے لئے اس کی تعریف بھی کرتے ہیں یہ ذلت اور بے دینی جو ان میں آئی ہے اس دنیا سے کہیں بڑھ کر ہے جس کو انہوں نے حاصل کیا ہے اور سب سے بدترین حال اس شخص کا ہے جو جج بننے یا گواہ بننے کے لئے بھاگا پھرتا ہے۔ واقعی یہ مرتبے کبھی اچھے ہوتے تھے۔ عبد الحمید قاضی کسی کی پرواہ نہ کرتا تھا اس نے معتضد (خلیفہ) کو پیغام بھیجا کہ تو نے کئی وقف کرایہ پر لے رکھے ہیں ان کا کرایہ ادا کرو چنانچہ اس نے ادا کیا اور معتضد نے اسے کہا کہ فلاں شخص فوت ہو گیا ہے اور ہمارا اس کے ذمہ کچھ مال ہے کہنے لگا کچھ یاد ہے کہ مجھے قاضی بناتے وقت تو نے کہا تھا کہ میں نے اپنی گردن سے یہ ذمہ داری اتار کر تیری گردن پر ڈال دی ہے لہذا اب میں تیری بات دو گواہوں کے بغیر نہیں مان سکتا اور اسی طرح کا حال گواہوں کا ہوتا تھا۔ ایک جماعت

کسی خلیفہ کے پاس گئی خادم نے کہا ہمارے آقا کے خلاف گواہ بن جاؤ وہ بن گئے اور ان میں سے ایک پردہ کے قریب جا کر کہنے لگا امیر المومنین کیا تیرے خلاف اس تحریر والی گواہی میں دیدوں وہ کہنے لگا دیدے یہ کہنے لگا اتنا کافی نہیں ہے جب تک "نعم" کا لفظ نہ بولے میں گواہی نہ دوں گا تو اس نے "نعم" کہا اور ہمارے دور میں تو یہ باتیں ہی سرے سے ختم ہیں خصوصاً کسی کو گواہ بنانے کے لئے مال دیتے ہیں تو اسے گھسیٹ کر لایا جاتا ہے تا کہ بے دیکھی بات پر گواہی دیدے۔ ابو المعالی ابن شافع کہتے ہیں کہ مجھے دیہاتیوں کے پاس لے جایا جاتا تھا اور وہ محبوس ہوتا تھا اور میں اس کے خلاف گواہی دیتا تھا اور اس پر استغفار بھی کرتا تھا اور گواہوں کو کوئی معاوضہ نہ ملتا تھا۔ جس کے لئے انہیں لایا جاتا تھا ان کے حصہ میں صرف چادر گھسیٹنا آتا تھا اور دروازہ کھٹکانا اور اعلان والے کا اسے یہ کہنا کہ اللہ تعالی تیری نعمت شہادت کی حفاظت فرمائے ابراہیم نخعیؒ کو قاضی بننے کا کہا گیا تو انہوں نے سرخ قمیص پہنی اور بازار میں جا بیٹھے بس لوگ کہنے لگ گئے کہ یہ شہادت کے لائق نہیں اکابر میں سے ایک بزرگ الرشید کے پاس گیا جسے اس نے قاضی مقرر کرنے کو بلوایا تھا بزرگ نے آکر سلام کے بعد کہا تیر اور بچوں کا کیا حال ہے بس لوگوں نے شور کیا کہ یہ مجنوں ہے مگر واہ یہ جنون ہی تو عقل تھا اور میں سمجھتا ہوں کہ اکثر قلوب میں ایمان بالآخرۃ متزلزل ہی ہوتا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالی دین کی سلامتی عطا فرمائیں کہ وہ قادر ہیں۔

اللہ کے حکم پر راضی ہونا سعادت ہے

کتاب اللہ میں یہ مضمون بار بار آیا ہے۔ جس کا نفوس پر اس کا اعادہ اس لئے اہم ہے تا کہ غافل نہ ہو جائیں مومن کو یقین رکھنا چاہئے کہ اللہ تعالی مالک ہے حکمت والا ہے۔ بے مقصد کام نہیں کرتا اس یقین کے بعد تقدیر پر اعتراض کی کوئی گنجائش نہیں رہتی بعض لوگوں نے حکمت میں نکتہ چینی کر کے اعتراض کی زبان کھولی ہے جو کہ کفر ہے۔ ان میں سب سے پہلا ابلیس ہے جس نے "خلقتنی من نار و خلقتہ من طین" کہا جس کا حاصل یہ تھا کہ مٹی کو آگ پر فضیلت دینا حکمت نہیں۔ میں نے دیکھا ہے کہ فقہاء حضرات بھی عموماً اعتراض کرتے ہیں اور وجہ یہ ہے کہ معترض صرف شکل و صورت کو دیکھتا ہے اور وہ صورت اگر کسی ہم جیسے کا فعل ہے تو اعتراض درست ہو سکتا ہے۔ مگر جس کی حکمت کے مطالعہ سے افہام قاصر و کوتاہ ہیں تو کسی ناقص اور جاہل کا اس پر اعتراض کرنا جنون اور دیوانگی ہے اور بعض بے

حیاؤں کا تو کام ہی یہ ہے اس لئے کہ وہ نظام کو اپنی اغراض کے موافق چاہتے ہیں بس جب کسی کو غرض ٹوٹی اعتراض کر دیا اور ان میں بعض موت تک پہنچ جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بنا کے توڑ دیا۔ ہمارا ایک ساتھی تھا جس نے قرآن پاک پڑھا قراأت پڑھیں بہت سی حدیثیں سنیں پھر گناہوں میں مبتلا ہو گیا ستر برس سے اوپر تک زندہ رہا اور جب موت آئی تو سننے میں آیا کہ کہہ رہا تھا کہ دنیا بھری پڑی ہے بس ایک میری روح کے لئے گنجائش نہیں اور اسی طرح کا ایک شخص سنا جو مرتے ہوئے کہہ رہا تھا میرا رب مجھ پر ظلم کر رہا ہے (معاذ اللہ) اور اس کی بہت سی مثالیں ہیں اور یہ بات اچھی نہیں لگتی کہ بے حیا لوگوں کے جنونی کلام اور فضول اعتراضات کو نقل کیا جائے اگر اتنی سمجھ انہیں ہوتی کہ دنیا آگے بڑھنے کا میدان اور صبر کی تجربہ گاہ ہے تاکہ اس سے خالق کی قدرت کا ظہور ہو تو وہ اعتراض نہ کرتے اور جس سلامتی اور اغراض کی تکمیل کے وہ طلبگار ہیں وہ آگے آ رہی ہے کاش کہ انہیں یہ سمجھ ہوتی اور جب اس فانی بدن کو توڑنے کا ارادہ ہوتا ہے تو نفس شریف کو اس سے الگ کر لیا جاتا ہے جو بقاء و دام کے لئے بنایا گیا تھا اب اس کے بعد معترض سے کہو "**فلیمدد بسبب الی السماء ثم لیقطع فلینظر هل یذهبن کیده ما یغیظ**" کہ آسمان پر رسی پھینکو اور ادھر اپنے گلے میں پھندا ڈال کر دیکھو کیا اس تدبیر سے کچھ غصہ کیلئے شفاء نصیب ہوتی ہے؟ اور اسے کہو کہ تیرا اعتراض تقدیر کے لئے رکاوٹ نہیں بن سکتا اور تسلیم کر لو کہ وہ پھر بھی جاری ہو گی تو تقدیر کا اس طرح سے جاری ہونا جس میں اجر مل جائے اس سے بہتر ہے کہ اس کے ساتھ گناہ بھی لازم آئے یہاں یمن کے وضاح کا سکوت کیسی بہترین مثال ہے جو صندوق میں چھپا ہوا تھا اور سلطان نے پکار کر کہا اے صندوق اگر تجھ میں وہ چیز موجود ہے جو ہم گمان رکھتے ہیں تو ہم تیرا نشان مٹا رہے ہیں اور اگر کچھ نہیں تو صرف لکڑی کو دفن کرنا کوئی گناہ نہیں ہے اب اگر یہ چیخنے بھی لگتا تو کچھ نفع نہ ہوتا بلکہ نکال کر بری طرح سے قتل کر دیا جاتا۔ (وضاح کا قصہ یہ ہے کہ اس نے مذکورہ بادشاہ کی بیوی سے عشق کیا تھا اور اس کی بیوی کے پاس پہنچ گیا تھا جب گرفتاری کا خطرہ ہوا تو صندوق میں چھپ گیا۔ تحقیق پر ایک غلام نے بادشاہ کو بتایا تھا کہ وہ اس صندوق میں چھپا ہے تو بادشاہ نے اس صندوق کو اس عاشق سمیت گہرا گڑھا کھدوا کر دفن کر دیا اور اس غلام کو بھی ساتھ ہی دفن کر دیا تاکہ میری بیوی کے ساتھ عشق کا یہ راز فاش نہ ہو۔ امداد اللہ)

براہ مہربانی ورق نہ موڑیں۔

دنیا کسی کیلئے مخلص نہیں

دنیا کے احوال میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اس سے بچانا مطلوب ہے۔ جو شخص اس کے مباحات کی طرف لذت کے لئے مائل ہوتا ہے تو اسے ہر خوشی کے ساتھ غم ملتا ہے اور ہر راحت کے پہلو میں تکلیف موجود ہے اور ہر لذت کے آخر میں نقص اس سے بھی بڑھا ہوا ہے' اور دنیا کی جو چیز بلند ہوتی ہے بالآخر پست بھی ہوتی ہے۔ آنحضرت ﷺ کی محبت کی معراج حضرت عائشہؓ کو ملی تو قصہ افک ؎ بھی ساتھ آیا پھر یہ بات بھی کافی ہے کہ محبوب چیز جب حاصل ہوتی ہے تو عقل کی آنکھ اسی وقت اس کے فراق کو بھی دیکھتی ہے جس سے اس کا وجود بھی بدمزہ ہو جاتا ہے جیسا کہ شاعر کا قول ہے کہ غم کی تکمیل میرے نزدیک خوشی کے لمحات میں ہوتی ہے کہ اس کے بارے میں صاحب غم کو یقین ہوتا ہے کہ یہ جاکے رہے گا۔ اس سے عاقل مرد اندازہ لگا سکتا ہے کہ لذت میں بدمزگی پیدا کرنے سے اللہ کی مراد دنیا سے نفرت دلانا ہے جس کے بعد بقدر ضرورت اس کا حصول باقی رہے گا اور زائد مشاغل متروک ہو جائیں گے اور خدمت خلق میں دل جمعی حاصل ہو جائے گی اور اس سے پھرنے والا محرومی پر نادم ہو گا۔

عقل

کوشش کرتا ہے عاقل اپنی دنیوی زندگی کے ذریعہ سے عقل کی تدبیر کرتا ہے اگر فقیر و محتاج ہے تو کسب کی کوشش کرتا ہے اور کسی فن میں محنت کرتا ہے تاکہ مخلوق کے سامنے ذلت اٹھانے سے بچ جائے وہ تعلقات کم رکھتا ہے قناعت پر عمل کرتا ہے جس سے لوگوں میں ان

کے احسانات سے محفوظ رہتے ہوئے عزت کی زندگی بسر کرتا ہے اور اگر غنی ہے تو اسے تدبیر سے خرچ کرنا چاہئے تاکہ محتاج نہ ہو جائے پھر لوگوں کے آگے ذلیل ہونا پڑے...... دشمنوں کو جلانے کے لئے نفقہ میں اسراف کرنا اور اس پر فخر کرنا بہت بڑی آفت ہے۔

بہتر ہے کہ عام حالات میں اعتدال رکھا جائے اور جس بات کو چھپانا مناسب ہے اسے چھپایا جائے۔ بس تدبیر یہ ہے کہ مال کا تحفظ ہو نفقہ میں توسط ہو اور ناقابل اظہار چیزوں

؎ منافقوں نے سیدہ عائشہؓ پر زنا کی تہمت لگائی پھر اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ان کی برأت نازل فرمائی پھر بھی اگر کوئی اس تہمت کو صحیح جانتا ہے تو کافر ہے اس لئے کہ وہ واضح طور پر قرآن کو جھٹلاتا ہے۔

میں
اخفاء ہو۔ اپنے مال کی مقدار بیوی کو بتانا بھی غلطی ہے کہ تھوڑا ہوا تو خاوند کی حیثیت اس کی نگاہ میں نہ رہے گی زیادہ ہوا تو لباس اور زیورات میں زیادتی کا مطالبہ کرے گی اور اللہ پاک کا ارشاد ہے ا؎ "ولا تؤتوا السفهاء اموالکم" "کم عقلوں کو اپنے مال مت دو" اور یہی حال لڑکے کا ہے، راز اور اسرار کا بھی مال ہی کی طرح ہیں کہ ان کا تحفظ کرنا چاہئے۔ بیوی اور دوست سے بھی احتیاط کی جائے کہ بدلنے میں دیر نہیں لگتی شاعر کہتا ہے: دشمن سے ایک مرتبہ احتیاط کر اور دوست سے ہزار مرتبہ اس لئے کہ کبھی دوست بگڑ بیٹھتا ہے تو وہ نقصان کے راستہ کا زیادہ واقف ہوتا ہے۔

الحمدللہ کہ ضعیف وناقص فکر نے طائر خیال کو بذریعہ قلم قید کرنے کی جو تجویز سوچی تھی وہ پوری ہو گئی اس مجموعہ میں ان باتوں پر اکتفاء کی گئی ہے جن کے ذریعہ امراض نفسانیہ سے شفا ملتی ہے اور آداب شرعیہ واخلاق پسندیدہ کو جلا ملتی ہے اللہ تعالیٰ اسے وعظ و ارشاد کے منبر پر بہترین ہادی بنائے اور بندوں کی ہدایت کے لئے وجود کے لباس میں ظاہر ہونے والی نافع ترین کتاب بنائے اور تمام ترحمد و ثناء از ابتدا تا انتہاء اللہ تبارک وتعالیٰ کے لئے ہے و صلی اللہ تعالی علی سیدنا و مولانا محمد و علی آلہ و صحبہ وسلم تسلیما کثیراً کثیراً

HINDUSTANI LIBRARY ESTD 1933 MATIABURJ

ا؎ سورۃ النساء: ۵

گارڈن ریچ روڈ، مٹیابرج۔ کلکتہ

ESTD. ... LIBRARY ... MATIABURJ CAL-24

مختصر فہرست تصنیفات
مولانا مفتی محمد امداد اللہ انور

(۱) فضائل حفظ القرآن : صفحات 208، مجلد، ہدیہ /60 روپے فضائل حفاظ، اساتذہ حفظ، حفاظ کے والدین اور تلاوت کے فضائل اور احادیث کا جامع شہ پارہ

(۲) جہنم کے خوفناک مناظر صفحات 352 مجلد ہدیہ -/100 روپے امام ابن رجب حنبلی کی مستند کتاب التخویف من النار کا ترجمہ، حالات جہنم پر سب سے مفصل کتاب

(۳) جنت کے حسین مناظر : صفحات 640، مجلد، ہدیہ -/200 روپے۔ حدیث، تفسیر اسماء الرجال وغیرہ کی پونے تین سو کتب میں منتشر جنت کے احوال، صفات، حسن، نعمتوں اور حوروں کے حسن کے متعلق موجود احادیث کو یکجا کیا گیا ہے ایسی جامع کتاب آج تک کسی زبان میں تیار نہیں ہوئی۔

(۴) فرشتوں کے عجیب حالات : صفحات 472 مجلد ہدیہ -/120 روپے۔ امام سیوطی کی الحبائک فی اخبار الملائک کا ترجمہ۔ مشہور و غیر مشہور فرشتوں کے حالات، عجائبات، اقسام، اجسام، ذمہ داریاں تفصیل سے بیان کی گئی ہیں۔

(۵) تاریخ جنات و شیاطین : صفحات 432 مجلد، ہدیہ -/120 روپے امام سیوطی کی لقط المرجان کا ترجمہ حضرت آدم سے پہلے اور اب تک شیاطین اور جنات کی تاریخ، کرتوت، حکایات، اور زندگی کے مختلف گوشوں پر مفصل کتاب۔

(۶) صحابہ کرام کی جنگی معرکے : صفحات 496 مجلد، ہدیہ -/120 روپے۔ امام واقدی کی کتاب فتوح الشام کا دلچسپ ترجمہ، صحابہ کرام کی شجاعت، سپہ سالاری کے پندرہ معرکۃ الآراء جنگوں کے تفصیلی مناظر، جن کے پڑھنے سے ایمان تازہ اور جذبہ جہاد پیدا ہوتا ہے۔

(۷) آنسوؤں کا سمندر : صفحات 272، مجلد ہدیہ -/80 روپے امام ابن جوزی کی نادر کتاب بحر الدموع کا بہترین ترجمہ۔ دل کی گہرائیوں میں اتر کر آنسوؤں کے موتیوں کی شکل میں بارگاہ خداوندی میں پیش کرنے والی کتاب۔

(۸) عشق مجازی کی تباہ کاریاں : صفحات 280 مجلد ہدیہ -/100 روپے۔ زمانہ حال کی گندگیوں سے پاک کرنے والی نفیس کتاب قرآن، احادیث اور ائمہ اسلام کے اقوال و نصائح کا قیمتی سرمایہ، عجیب و غریب واقعات۔

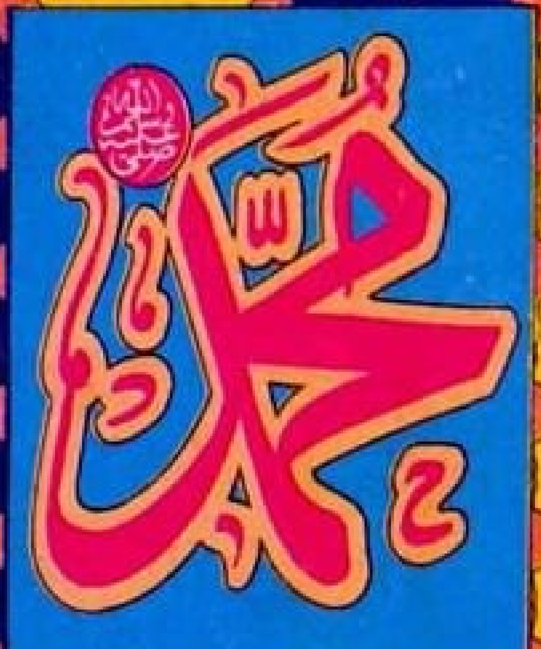
(۹) نفیس پھول : صفحات 448 مجلد ہدیہ -/120 روپے امام ابن جوزی کی عجیب و غریب تصنیف دنیا آخرت کی زندگی کو کامیاب بنانے والے اصول اس کتاب کا نام خوبصورت خزانے کی بجائے نفیس پھول سے تبدیل کر دیا گیا ہے۔

(۱۰) کرامات اولیاء : صفحات 304، مجلد، ہدیہ -/100 روپے۔ قطب مکہ امام یافعی کی روض الریاحین کا ترجمہ گناہگاروں کو اللہ کا دوست اور نیک بنانے والی کتاب

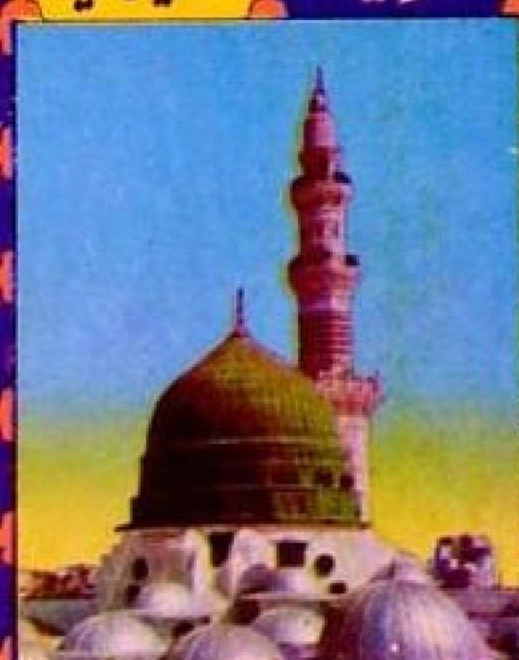
(۱۱) رحمت کے خزانے : صفحات 700 ہدیہ -/200 روپے۔ امام ابن کثیر کے استاذ امام دمیاطی کی مشہور کتاب المتجر الرابح کا ترجمہ، شوق اعمال صالحہ اور اللہ کی رحمت کی وسعت اور مغفرت کی احادیث کی تفصیلی کتاب۔

براہ مہربانی ورق نہ موڑیں۔

مُحَمَّدٌ	تعریف والا	نَبِیٌّ	نبی	بِسْم	اللہ
اَحْمَدُ	سب سے زیادہ حمد کرنیوالا	طٰهٰ	طٰہٰ	مَنْصُوْرٌ	مدد دیا گیا
حَامِدٌ	سراہنے والا	یٰسٓ	یٰسٓ	قَآئِمٌ	قائم
مَحْمُوْدٌ	سراہا گیا	مُزَّمِّلٌ	کملی والا	حَافِظٌ	یاد رکھنے والا
قَاسِمٌ	بانٹنے والا	مُدَّثِّرٌ	چادر اوڑھنے والا	شَهِیْدٌ	گواہ
عَاقِبٌ	پیچھے آنے والا	شَفِیْعٌ	شفاعت والا	عَادِلٌ	عدل کرنے والا
فَاتِحٌ	کھولنے والا	خَلِیْلٌ	دوست جانی	حَکِیْمٌ	حکمت والا
خَاتِمٌ	ختم کرنے والا			نُوْرٌ	نور
حَاشِرٌ	اُٹھنے والا			حُجَّةٌ	دلیل
مَاحٍ	محو کرنے والا			بُرْهَانٌ	حجت
دَاعٍ	بلانے والا			اَبْطَحِیٌّ	ابطح والا
سِرَاجٌ	چمکتا ہوا			مُؤْمِنٌ	ایمان والا
رَشِیْدٌ	نیک	کَلِیْمٌ	اللہ سے کلام کرنیوالا	مُطِیْعٌ	تابعدار
مُنِیْرٌ	چراغ	حَسِیْبٌ	کافی	مُذَکِّرٌ	نصیحت کرنیوالا
بَشِیْرٌ	خوشخبری دینے والا	مُصْطَفٰی	چنا ہوا	وَاعِظٌ	واعظ
نَذِیْرٌ	ڈرانے والا	مُرْتَضٰی	برگزیدہ	اَمِیْنٌ	امانتدار
هَادٍ	ہادی	مُجْتَبٰی	چنا ہوا	صَادِقٌ	سچا
مُهْدٍ	ہدایت والا	مُخْتَارٌ	پسندیدہ	مُصَدِّقٌ	سچ بولنے والا
رَسُوْلٌ	رسول	نَاصِرٌ	مدد دینے والا	نَاطِقٌ	بولنے والا



الرحمٰن	الرحیم	فتاح	فتح کرنیوالا	مقتصد	میانہ روی سے چلنے والا
صاحب	صاحب	علیم	جاننے والا	مہدی	ہدایت والا
مکی	مکے والا	طیب	پاک	حق	سچا
مدنی	مدینہ والا	طاہر	پاک کرنیوالا	مبین	ظاہر
عربی	عرب والا	مطہر	پاکیزہ	اول	اول
ہاشمی	ہاشمی	خطیب	واعظ	آخر	پیچھے
تہامی	تہامی	فصیح	عمدہ بیان کرنیوالا	ظاہر	ظاہر
حجازی	حجاز والا			باطن	پوشیدہ
نزاری	مضر بن نزار کی اولاد			رحمۃ	رحمت
قریشی	قریشی			محلل	حلال کرنیوالا
مضری	مضر والا			محرم	قابل عزت
امی	ان پڑھ			امر	حکم دینے والا
عزیز	غالب	منقی	پاک کرنیوالا	ناہ	منع کرنے والا
حریص	حرص کرنیوالا	امام	پیشوا	شکور	شکر گذار
رءوف	نرم دل	بار	نیک	قریب	قریب
رحیم	رحم والا	سید	سردار	منیب	رجوع کرنیوالا
یتیم	یتیم	شاف	شفا دینے والا	طٰس	طٰس
غنی	بے پرواہ	متوسط	متوسط	حٰم	حٰم
جواد	سخی	سابق	آگے جانیوالا	اولی	بہتر





ATEQAD PUBLISHING HOUSE®

1561, KOTANA STREET, SUI WALAN, NEW DELHI-110002